عکس
ایم اے راحت

انتساب

عصر حاضر کی ابھرتی ہوئی شاعرہ اور
ناول نگار ''غزالہ جلیل راؤ'' اور
بے مثال دوستی کی حامل
فریدہ جاوید فری کے نام.......
جو خود بھی بہت اچھی شاعرہ ہیں

کون کون سے علاج نہیں کرائے گئے تھے، کہاں کہاں منتیں، مرادیں نہیں مانی گئی تھیں، لیکن کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہوتی ہے، بس وہی ہوتا ہے۔ جب ہر طرف سے مایوسیاں دامن گیر ہو گئیں تو طاہرہ جہاں نے شوہر کو مشورہ دیا۔

''دیکھو اختیار بیگ! میں تمہارے چہرے پر لکھی تحریر کو اچھی طرح جانتی ہوں، اولاد کی خواہش کسے نہیں ہوتی، مجھے بھی ہے لیکن ہم سب تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں، اللہ کو منظور نہیں ہے کہ ہمارے ہاں اولاد ہو تو یہ اللہ کی مرضی ہے، بس تمہیں دوسری شادی کرنی ہے، میں نے آخری فیصلہ کرلیا ہے۔''

مرزا اختیار بیگ بے اختیار ہنس پڑے تو طاہرہ جہاں نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''میں نے لطیفہ تو نہیں سنایا!''

''مگر آپ کے الفاظ لطیفہ ہی ہیں، طاہرہ جہاں! آپ کہہ رہی ہیں کہ اللہ کی مرضی نہیں ہے کہ ہمارے ہاں اولاد ہو تو دوسری شادی کیا، تیسری اور چوتھی بھی کرلوں، تب بھی اولاد اللہ کی مرضی کے بغیر کہاں سے آجائے گی۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، بس میں چاہتی ہوں کہ آپ دوسری شادی کرلیں۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، آپ کی محبت میں کسی کی شرکت ہو، بھلا میں یہ برداشت کر سکوں گا۔'' مرزا اختیار بیگ نے سچ مچ مذاق ہی کیا تھا۔ محبت وغیرہ تو خیر جس حد تک تھی، سو تھی، لیکن وہ جانتے تھے کہ جس بدنصیب سے دوسری شادی کی جائے گی، اس کے اولاد تو خیر ہوئی نہ ہوئی لیکن اس کی زندگی کو ایسا روگ لگے گا کہ موت ہی اسے طاہرہ جہاں سے نجات دلا سکے گی۔

خود مرزا اختیار بیگ جس قدر رحم دل اور خدا ترس انسان تھے، طاہرہ جہاں اتنی ہی بددماغ، بدخو اور مغرور تھیں۔

قدرت نے اتنی دولت دی تھی کہ سنبھالے نہ سنبھالی جا سکے لیکن اس دولت کو استعمال کرنے والا کوئی نہیں تھا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ قدرت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔

نہ جانے کون سی بات قدرت کو بھا گئی کہ اولاد کی پیدائش کے آثار نمودار ہوئے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا دیا اور وہ بھی ایسے حالات میں جب دونوں میاں، بیوی اولاد کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے۔ بہرحال بیٹے کی پیدائش سے ماں، باپ کو جتنی خوشیاں مل سکتی تھیں، وہ ملیں اور اس پیدائش کی خوشی میں بہتوں کی جھولیاں بھر گئیں۔

بیٹے کا نام دانش رکھا گیا اور دانش سیدھا سیدھا ماں کی پرچھائیں بن گیا۔ وہ فطرتاً ماں جیسا تھا۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی، اس کے غرور و تمکنت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہ دنیا کے ہر انسان کو اپنے سامنے ہیچ سمجھتا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ دنیا کی ہر خوشی اس کے لیے ہے، عزت کا مستحق صرف وہ ہے، ہر شخص اس کی اطاعت کے لیے پیدا ہوا ہے، کوئی اس کے حکم سے انحراف کی جرأت نہیں کر سکتا۔

وہ جس فطرت کا بھی انسان تھا لیکن ایک خوبی اس کے اندر تھی کہ وہ پڑھنے لکھنے کے معاملے میں ہمیشہ ذہین رہا، اس کے علاوہ جس انداز میں پرورش پائی، اس نے رنگ و روپ کو ایسا نکھارا کہ وہ بہت سے دلوں کا ارمان بن گیا۔ اپنے آپ کو لیے دیئے رہنے کا عادی تھا، کسی سے بھی اتنا میل جول نہ بڑھایا کہ کوئی اس کی قربت حاصل کرتا۔

لڑکیاں بھی اس کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ باپ نے اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ بھیج دیا اور یورپ کے رنگین ماحول میں بھی دانش پر وہ رنگ نہیں چڑھ سکا جو امیرزادوں پر عام طور پر چڑھ جاتا ہے۔ یورپ کی تتلیوں نے اس کے گرد حلقہ بنا لیا لیکن انہیں شدید مایوسی ہوئی۔ یہ مشرقی شہزادہ کسی طرح ان کے دام میں گرفتار نہیں ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے داؤ کھیلے گئے، ادائیں دکھائی گئیں، لیکن ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

ادھر مرزا اختیار بیگ کو بھی بیٹے کی فطرت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ دانش نے ان کے سامنے البتہ کبھی گردن نہیں اٹھائی تھی۔ مرزا اختیار بیگ اچھی طرح جانتے تھے کہ اکلوتی اولاد ہونے کے ناتے اور پھر طاہرہ جہاں کی تربیت نے دانش کو بہت خودسر بنا دیا ہے لیکن وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جن لوگوں نے اسے غرور بخشا، وہ انہیں بھی خاطر میں نہیں لائے گا۔ بہرحال دانش جوان ہو چکا تھا، یورپ میں اس کی تعلیم بھی ختم ہونے والی تھی اور اس کی واپسی کے

چرچے ہونے لگے تھے۔ انہوں نے بیگم سے بات کی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ وطن واپسی پر دانش کو کون سا ایسا تحفہ پیش کروں جس سے وہ سرشار ہو جائے۔''

''سب کچھ تو کر دیا ہے آپ نے اس کے لیے، اعلیٰ درجے کی کوٹھی، خوبصورت کاریں، شاندار کاروبار......! ہمارا اکلوتا بیٹا اس کے علاوہ اور کیا چاہے گا......؟''

''وہی بے وقوفی کی باتیں کرتی رہنا طاہرہ جہاں! اس کے علاوہ بھی تو زندگی کی کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں۔''

''مثلاً......؟''

''ایک حسین اور نیک سیرت دلہن جس کا تحفہ میں اسے پیش کروں۔'' طاہرہ جہاں پُرخیال انداز میں مسکرانے لگی تھیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں زبردست پیمانے پر کوششیں کی جانے لگیں۔ طاہرہ جہاں بھی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھیں اور آخرکار نگاہ فیاض علی مرزا کے گھرانے پر جا ٹکی۔

انتہائی اعلیٰ خاندان تھا۔ کسی زمانے میں دولت کی ریل پیل بھی تھی، لیکن فیاض علی، اختیار بیگ کی طرح دوراندیش نہیں تھے، کاروبار بھی صحیح انداز میں نہیں سنبھال سکے اور شاہ خرچی نے حالات بہتر نہ رہنے دیئے، ان کی مالی حیثیت کمزور ہو گئی تھی اور اب وہ صرف ایک کھاتے پیتے آدمی تھے لیکن مرزا اختیار بیگ سے خاندانی تعلقات تھے۔

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ یہ گھرانہ انتہائی خوبصورت لوگوں پر مشتمل تھا۔ فیاض علی بھی بہت حسین شخصیت کے مالک تھے، ان کی بیگم بھی اتنی ہی پُرکشش تھیں اور اس کے ساتھ ہی دل آویز جو اپنے نام کی طرح انتہائی حسین شکل و صورت کی مالک تھی۔

وہ فیاض علی کی بڑی چہیتی بیٹی تھی۔ ویسے تو فیاض علی اور ان کے اہل خاندان کبھی کبھی ملتے رہتے تھے، لیکن دل آویز کو کبھی اس نظریئے سے نہیں دیکھا گیا تھا۔ اب جو فیاض علی کے ہاں ایک نشست میں دل آویز سے ملاقات ہوئی تو طاہرہ جہاں انگشت بدنداں رہ گئیں۔

اپنے گھر آ کر انہوں نے مرزا اختیار بیگ سے بات کی۔ ''اے تم نے دل آویز کو دیکھا؟''

''میرے منہ کی بات چھین رہی ہو، جو بات میں تم سے کرنا چاہتا تھا، اسی کا آغاز تم نے

کردیا، میں تو دنگ رہ گیا اس بچی کو دیکھ کر، پہلے بھی دیکھا ہے مگر آج جب اسے دیکھا تو یوں لگا جیسے آسمان سے پری اتر آئی ہو۔"

"ہاں...... ! اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ دیکھنے ہی سے انتہائی نیک سیرت لگتی ہے۔"

"مگر میں نے تمہیں یہ بات بتائی تھی کہ فیاض علی اپنا سب کچھ گنوا چکے ہیں، کاروباری معاملات میں اس قدر احمق ثابت ہوئے کہ میرے مشوروں کے باوجود اپنی مرضی کرتے رہے اور آخرکار سارا کاروبار ڈوب گیا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اللہ کے فضل و کرم سے دولت ہمارے پاس کم ہے، شرافت اگر ان کے ہاں سے آجائے تو اور کیا چاہئے؟" طاہرہ جہاں نے حیرت انگیز بات کی تھی، جبکہ اس سے پہلے وہ اپنے دانش کے لیے محلوں کی رانی لانے کا ارادہ رکھتی تھیں، لیکن اپنی بدخوئی اور بددماغی کے باوجود نہ جانے کون سے راستے سے دل آویز ان کے دل و دماغ میں اتر گئی تھی۔

بے شک وہ خوبصورت تھی، لیکن ایسی بھی نہیں کہ دنیا میں کوئی نادر مقام رکھتی ہو، بس اس کے چہرے پر برستی ہوئی شرافت اور خوبصورت سادہ نقوش اسے دلکش بناتے تھے یا پھر یہ ان کا حسن نظر تھا کہ انہیں دل آویز بے پناہ پسند آگئی تھی اور سچی بات یہ ہے کہ اس کا اصلی حسن اس کی فطرت سے جھلکتا تھا۔ شرافت اور پاکیزگی کا پیکر، سادہ فطرت کی مالک، محبت کرنے والی اور خوش اخلاق......!

پورے تین ماہ تک اس کے بارے میں چھان پھٹک ہوتی رہی۔ اس سلسلے میں خاص طور سے طاہرہ جہاں نے کچھ عورتوں کو مقرر کیا تھا جو ان کی شناسا تھیں۔ ان عورتوں نے جو رپورٹ دی، وہ بھی طاہرہ جہاں کی مرضی کے مطابق تھی۔ وہ دل آویز کی فطرت کا کوئی کمزور پہلو تلاش نہ کرسکیں اور آخرکار طاہرہ جہاں نے مرزا اختیار بیگ سے آخری بات کی۔

"بھئی مجھے تو وہ لڑکی پسند ہے، گھرانہ بھی پسند ہے، جیسے ہیں اور جہاں ہیں، یہ سمجھ لو کہ مجھے منظور ہے۔"

"دیکھو طاہرہ! ساری باتیں اپنی جگہ، رشتے زندگی بھر کے لیے ہوتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں ہمیں کوئی اور اچھا رشتہ نظر آئے تو تم سوچو کہ ہم نے جلد بازی سے کام لیا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

"مگر ایک بات ہے!"

"کیا......؟"

"ذرا اپنے دانش بھی تو واپس آجائیں، ان کی رائے بھی ضروری ہے، ممکن ہے ان کا اپنا کوئی آئیڈیل ہو، میرا خیال ہے کہ ان سے مشورے کے بعد ہی پیغام دیا جائے تو بہتر ہوگا۔"

اختیار بیگ کی بات بالکل ٹھیک تھی لیکن طاہرہ جہاں نے اپنی فطرت کے مطابق کہا۔

"جی نہیں جناب! وہ میری اولاد ہے، کیا آپ مجھے اس کی ماں تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں؟"

"توبہ توبہ......! بھلا ایسا کیونکر ممکن ہے، میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ یورپ کی ہوا کھائی ہے، آپ کو اندازہ نہیں اور یہ بات کہتے ہوئے مجھے عار نہیں کہ دانش بچپن ہی سے تھوڑا سا سخت مزاج ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی الجھن پیدا ہو جائے۔"

"چلئے پھر ٹھیک ہے، یہاں ایک ماں اور باپ کا فرق نمایاں ہو جائے گا، میں کہہ رہی ہوں اور پورے اعتماد سے کہہ رہی ہوں، دانش وہی کرے گا جو میں کہوں گی، بس اب مجھ سے رہا نہیں جارہا، ہمیں رشتہ لے جانے کی تیاریاں کرنی چاہئیں، آپ باپ ہیں، آپ نے اتنے قریب سے اسے نہیں دیکھا مگر میں اس کے مزاج کو اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"گویا آپ کا خیال ہے کہ بات فیاض علی کے سامنے لے آئی جائے؟"

"ضروری ہے، آپ اسے واپسی پر کوئی تحفہ دینے کا ارادہ رکھتے ہیں نا، میرے خیال میں دل آویز سے اچھا تحفہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"آپ کی مرضی......!"

+====+====+

معمول کے مطابق فیاض علی نے بڑی محبت سے دونوں میاں، بیوی کو خوش آمدید کہا اور مٹھائیوں کے وہ ٹوکرے دیکھنے لگے جو یہ لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ملازم ٹوکرے رکھ کر چلے گئے تو فیاض علی نے حیرت سے کہا۔ "چلئے یہ ٹھیک ہے کہ روایتی طور پر جب کوئی کسی کے ہاں جاتا ہے تو کچھ لے کر جاتا ہے مگر اتنے ٹوکرے......! میں حیران ہوں۔"

"یہ ٹوکرے اپنے اندر ایک کہانی چھپائے ہوئے ہیں جناب فیاض علی صاحب!"

''کہانی......؟'' فیاض علی کی بیگم نے غور سے طاہرہ جہاں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

طاہرہ جہاں مسکرا کر بولیں۔ ''ہاں ہم تمہارے گھر سے ایک دل آویز چیز چوری کرنے آئے ہیں۔''

''میرے گھر سے دل آویز چیز؟''

''جی ہاں اس کا نام دل آویز ہی ہے۔'' طاہرہ جہاں نے کہا اور دونوں میاں، بیوی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

''تھوڑی سی وضاحت مناسب نہ ہوگی؟'' فیاض علی نے عاجزی سے کہا۔

''بھئی سیدھی سی بات ہے بیگم صاحبہ جو کچھ کہہ رہی ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم دل آویز کو اپنے بیٹے دانش کے لیے مانگنے آئے ہیں۔'' مرزا اختیار بیگ نے کہا۔

فیاض علی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ انہوں نے اپنی بیگم کی طرف دیکھا اور کسی قدر ہچکچاہٹ سے گردن جھکالی۔

''کیا سوچ رہے ہو فیاض علی؟''

''دیکھو اختیار بیگ! کسی کو اتنی عزت اور اتنا بڑا اعزاز دیا جائے تو اس کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں رہتا، لیکن میں تم سے ایک دل کی بات کہنا چاہتا ہوں، بہت بڑی شخصیت کے مالک ہو تم، خاندانی آدمی ہونے کے علاوہ میرے دوست بھی ہو اور تمہارا بیٹا میرے لیے اولاد ہی کی حیثیت رکھتا ہے، میں نہیں چاہتا کہ تمہاری عظمت متاثر ہو، میری دعا ہے کہ تمہارے رتبے اور وقار میں چار چاند لگیں اور تمہارا بیٹا تمہارا نام بلند کرے لیکن تھوڑا بہت تم میرے بارے میں علم رکھتے ہو، یقینی طور پر میں نے تم سے کبھی یہ بات نہیں چھپائی کہ ہم بالکل تہی دست ہو گئے ہیں، میرے پاس اب اس خاندان کی بخشی ہوئی شرافت کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے، میں بیٹی کے ساتھ تمہیں وہ کچھ نہیں دے سکتا جو تمہاری جیسی شاندار شخصیت کے شایانِ شان ہو۔''

''میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ تم بے مایہ ہو۔ تمہارے پاس شرافت کا خزانہ ہے اور میں اپنے بیٹے کی خوشگوار زندگی کے لیے تمہارے اس خزانے کا ایک حصہ مانگنے آیا ہوں، یہ خزانہ دنیا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے، اگر تم نے مجھے اس میں سے میرا حصہ دینے سے انکار کر دیا تو میں سمجھوں گا کہ تم نے میری دوستی کی قدر نہیں کی، میں تمہیں بخیل سمجھوں گا فیاض علی!''

''پھر سوچ لو اختیار بیگ! کیا دانش صرف شرافت پر قناعت کریں گے؟''

''وہ میرا بیٹا ہے بھائی جان اور اس کے بارے میں کوئی غلط بات سوچنا میری توہین ہے۔'' طاہرہ جہاں نے بڑی رعونت سے کہا۔

''نہیں ہم آپ کی توہین نہیں کر رہے بلکہ اپنی بچی کھچی پونجی کا تحفظ کر رہے ہیں کیونکہ اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔''

''اس حفاظت کا بوجھ میرے کندھوں پر رکھ دو فیاض علی! میں اس بوجھ کو سنبھالوں گا۔'' اختیار بیگ نے کہا اور فیاض علی بے اختیار رو پڑے۔ انہوں نے اٹھ کر اختیار بیگ کو گلے سے لگا لیا۔

''ٹھیک ہے اختیار بیگ! میں نے اپنی آبرو تمہاری گود میں ڈال دی ہے، اس کی حفاظت کرنا میرے دوست!''

خوشیوں کے پھول کھل گئے۔ دونوں عورتیں ایک دوسرے سے گلے مل لیں۔ طاہرہ جہاں نے کہا۔ ''عطیہ بہن! میں چاہتی ہوں کہ دل آویز کو انگوٹھی پہنا دوں اور خاندان میں اس نسبت کا اعلان کر دوں، اللہ رکھے جب دانش واپس آجائے تب تم یہ رسم پوری کر لینا۔''

''ہم تو غلام بے دام بن چکے ہیں، اب وہ ہوگا جو آپ لوگ چاہیں گے۔'' عطیہ بیگم نے کہا۔

طاہرہ جہاں نے اپنی شایانِ شان انگوٹھی دل آویز کو پہنائی اور اس کی انگلی میں دانش ہیرا بن کر جگمگانے لگا۔ پورے شہر میں یہ بات پھیل گئی کہ دو اعلیٰ خاندان ایک ہو گئے ہیں۔ دونوں خاندانوں کو مبارکبادیں وصول ہونے لگیں۔ طاہرہ جہاں نے البتہ یہ خبر دانش سے چھپائی تھی۔

''وہ سنے گا تو دنگ رہ جائے گا، میں اسے اچنبھے میں مبتلا کر دوں گی اور جب اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھے گا تو اسے گلے سے لگا لوں گی۔''

اس کے بعد بڑی بے چینی سے دانش اختیار کا انتظار کیا جانے لگا۔ آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایک صبح دانش وطن واپس پہنچ گیا۔ ایئرپورٹ پر استقبال کرنے والوں میں فیاض علی اور عطیہ بیگم بھی شامل تھیں۔ لمبا، چوڑا، تندرست و توانا اور چمکدار روشن چہرے والا دانش مرزا ایک عجیب تمکنت سے نیچے اترا اور طاہرہ بیگم اسے دیکھ کر صدقے واری ہونے لگیں جب دانش ان کے پاس پہنچا تو وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گئیں۔

"ہیلو مما!" اس نے ماں کو خود سے الگ کرتے ہوئے ان کی پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر اپنے اعلیٰ تراش کے سوٹ پر پڑ جانے والی شکنوں کو درست کرنے لگا۔

دوسرے لوگوں سے اس نے جلدی جلدی مصافحہ کیا تو اس کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس سے گلے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ فیاض علی کی زیرک نگاہیں بڑے غور سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ اس کی شخصیت کا تجزیہ کر رہے تھے۔ دانش نے ان سے بھی مصافحہ کیا اور عطیہ بیگم کے دل میں یہ حسرت ہی رہ گئی کہ وہ اپنے ہونے والے داماد کی پیشانی اگر نہ چوم پاتیں تو سر پر ہی ہاتھ پھیر دیتیں۔

پھر سب لوگ ایئرپورٹ لابی سے باہر نکل آئے اور دانش جلدی سے اپنی چمچماتی کار میں آ بیٹھا۔ دوسری گاڑیاں پیچھے آ رہی تھیں، فیاض علی اپنی کار میں عطیہ بیگم کے ساتھ تھے۔ ان کے چہرے پر فکر کے آثار نظر آ رہے تھے۔ مرزا اختیار بیگ کی کوٹھی میں داخل ہوتے وقت انہوں نے چہرے کو پھر سے خوشگوار بنا لیا تھا۔ اس کے بعد وہ تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر چلے آئے تھے۔

+====+====+

"آیئے مما! کیسے تشریف لائیں آپ؟" دانش نے رسالہ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"لو...... اب ماں بھی بیٹے کے کمرے میں کسی مقصد سے آ سکتی ہے، کیا کر رہے ہو؟" طاہرہ جہاں اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"کچھ نہیں مما! بس بور ہو رہا ہوں، بڑی عجیب و غریب صورتِ حال سے دوچار ہوں، میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے پاکستان نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"کیوں......؟" طاہرہ جہاں نے حیرت سے کہا۔

"مما! یہاں اعلیٰ سوسائٹی کا فقدان ہے، اعلیٰ کلبوں میں بھی ایسے لوگ گھس آئے ہیں جن کے پاس دولت تو ہے لیکن تمیز نہیں، صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نو دولتیے ہیں مما! سخت پریشان ہوں، سوچتا ہوں اس ماحول میں خود کو کیسے ضم کر سکوں گا۔"

"تمہارے پاس کس چیز کی کمی ہے بیٹے اور پھر ہم لوگ جو ہیں یہاں پر تمہارے اپنے، باہر کیا رکھا ہے، ٹھیک ہے تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر چھوڑ دیا تھا مگر کیا وہاں تم خود کو تنہا نہیں محسوس کرتے تھے اور پھر بیٹے تمہاری اس تنہائی کو دور کرنے کے لیے ماما ہی کچھ کر سکتی ہے، میں

تجھے ایک تحفہ دینا چاہتی ہوں، ایک ایسا تحفہ کہ بس تُو جھوم کر رہ جائے گا۔"

"لیجیے مما! سب کچھ تو ہے میرے پاس، آپ کیا دیں گی مجھے؟" دانش نے کہا۔

"ایسی چیز دوں گی جو تیرے پاس نہیں ہے۔" طاہرہ جہاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر لایئے جلدی سے دے دیجیے، ایک بڑا دلچسپ مضمون پڑھ رہا تھا۔" دانش نے کہا۔ طاہرہ جہاں نے ہاتھ میں پکڑے لفافے سے ایک تصویر نکالی اور دانش کے ہاتھ میں دے دی۔

"یہ ہے میرا تحفہ تیرے لیے......!"

دانش نے متحیرانہ انداز میں تصویر لی۔ اسے دیکھتا رہا اور اس کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس کے بعد اس نے حیرت سے کہا۔ "یہ کیا ہے امی......؟"

"پہلے یہ بتا کہ کیسی ہے؟" طاہرہ جہاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب......! بات میری سمجھ میں نہیں آئی، ایسی ہی ہے جیسی پاکستان میں لڑکیاں ہوتی ہیں، کوئی خاص بات تو نہیں ہے اس کے اندر......!"

"ہے...... یہ عام لڑکی نہیں ہے دانش......! یہ تیری ہونے والی دلہن ہے۔" طاہرہ جہاں نے انکشاف کیا۔

دانش کے چہرے پر ایک سختی سی نمودار ہو گئی۔ اس کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ چند لمحات وہ خاموش رہا جیسے بولنے کے لیے الفاظ کا انتخاب کر رہا ہو۔ پھر وہ بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا مما کہ آپ کا مذاق اتنا گھٹیا کیسے ہو گیا، یہ کوئی لڑکی ہے، آپ تو اس طرح مجھے دکھا رہی ہیں جیسے آپ نے کوئی بہت بڑا ہیرا تراش لیا ہو۔" دانش کے لہجے کی سختی اس کے جھلائے ہوئے انداز نے طاہرہ جہاں کو بوکھلا کر رکھ دیا۔

"دماغ تو درست ہے تیرا، کیا بک بک کر رہا ہے، یہ عام لڑکی نہیں، تیری ہونے والی دلہن ہے جس سے تیری منگنی بھی کر دی گئی ہے، کیا تجھے میرے انتخاب پر اعتماد نہیں ہے؟" طاہرہ جہاں بری طرح کھسیا رہی تھیں۔

دانش عجیب سے طنزیہ انداز میں ہنس پڑا۔ "آپ ضعیف ہو گئی ہیں مما! آپ کا ذہن کمزور ہو گیا ہے، آپ اپنے بیٹے کے ذوق کو اس قدر گرا ہوا کیوں تصور کرتی ہیں، آپ کو نہیں معلوم مما کہ کیسی کیسی لڑکیاں میرا التفات حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں، مگر ان میں

سے ایک بھی میرا معیار نہیں بن سکی، میرے ذہن میں ایک اچھوتا آئیڈیل ہے، زندگی گزارنے کے لیے مجھے اپنے آئیڈیل کی ضرورت ہے مما! اس لڑکی کی نہیں جو شکل ہی سے جاہل معلوم ہوتی ہے، میں نے باہر کے ملک کی کسی لڑکی کو نہ لا کر آپ پر احسان کیا ہے مما اور آپ مجھے اس احسان کا یہ صلہ دینا چاہتی ہیں؟''

بیٹے کے تیور دیکھ کر طاہرہ جہاں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑے جا رہے تھے۔ تمام اعتماد دھرا رہ گیا تھا اور وہ ہول کھا رہی تھیں۔ بمشکل تمام ان کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ ''ہم نے بڑی مشکل سے یہ رشتہ حاصل کیا ہے بیٹے! فیاض علی تو تیار ہی نہیں تھے، شرافت ان کے گھر کی لونڈی ہے، ایسے شریف اور صاف ستھرے خاندان کہاں ملتے ہیں آج کل اور پھر وہ کوئی گرے پڑے انسان بھی نہیں ہیں، بہت اعلیٰ خاندان ہے ان کا!''

''مجھے شرافت نہیں مما! بیوی چاہئے جو زندگی بھر میرے سر پر مسلط رہے گی، آپ سے درخوست کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھے میری مرضی پر چھوڑ دیا جائے، پلیز میں کوئی اور بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔'' دانش کا لہجہ بتاتا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، اچھی طرح سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہے لیکن بیٹے کا جواب سن کر طاہرہ جہاں سکتے میں رہ گئی تھیں۔

اب انہیں احساس ہو رہا تھا کہ وہ جلدی بازی میں کیا کر بیٹھی ہیں۔ مسئلہ اس خطرناک انداز میں الجھا تھا کہ سلجھانے کی کوئی شکل ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ مزید جلدی بازی سے کام لیے بغیر وہ بیٹے کے کمرے سے نکل آئیں۔

فون کر کے شوہر کو گھر پہنچنے کے لیے کہا اور دوپہر کے کھانے پر اختیار بیگ گھر واپس آ گئے۔ کھانے کی میز پر طاہرہ جہاں نہیں تھیں۔ انہوں طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر بیٹے پر ناراضی ظاہر کر دی تھی۔ اختیار بیگ جلدی جلدی کھانا کھا کر بیوی کے کمرے میں پہنچ گئے اور طاہرہ جہاں کے کہنے پر انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔

''کیا ہوا طاہرہ! کیسی طبیعت ہے؟'' انہوں نے محبت سے پوچھا۔

''دل بیٹھا جا رہا ہے اختیار بیگ! کیا بتاؤں، کیا ہو گیا؟'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''بات کیا ہے، بتاؤ تو سہی آخر......؟'' اختیار بیگ گھبرا کر بولے اور طاہر جہاں نے تمام ماجرہ کہہ سنایا اختیار بیگ کی حالت بیوی سے مختلف نہیں ہوئی تھی۔ سکتے کے عالم میں بیٹھے رہے پھر آنکھیں آہستہ آہستہ سرخ ہو گئیں۔

''کہا تھا نا میں نے پہلے آپ سے طاہرہ بیگم! لیکن آپ نہیں مانیں، اپنے گھر میں کچھ بھی ہو جائے لیکن دوسروں کی عزت سے کھیلنا آسان نہیں ہوتا، فیاض علی کے پاس کچھ نہ سہی لیکن عزت ضرور ہے اور ہم ان کی عزت پر ڈاکا نہیں ڈال سکتے۔ میں پورا گھر تباہ کر دوں گا، ایک ایک کو گولی کا نشانہ بنا کر خودکشی کر لوں گا، آپ بات کو اچھی طرح یاد رکھیں۔'' اختیار بیگ غصے سے بے قابو ہوئے جا رہے تھے۔

''خدا کے لیے غصے کو قابو میں رکھیں، کوئی حل سوچیں!'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''میں کوئی حل نہیں سوچوں گا، میں جا رہا ہوں اور آپ کو شام تک کی مہلت دیتا ہوں اس دوران اسے تیار ہو جانا چاہئے، ورنہ پھر اس گھر کی تباہی شروع ہو جائے گی۔'' اختیار بیگ نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

وہ ایک منٹ بھی گھر میں نہیں رکے تھے اور طاہرہ جہاں کے لیے دہری مصیبت کھڑی ہو گئی تھی۔ شوہر کے تیور خطرناک تھے اور بیٹے کے بھی......! کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں۔ کافی دیر تک ایسے ہی پڑی رہیں پھر دروازے پر آہٹ سن کر چونکیں۔ گردن اٹھا کر دیکھا تو دانش تھا، وہ اندر آ گیا۔

''کیا بات ہے مما! دوپہر کے کھانے پر بھی آپ نہیں آئی تھیں، کیا بات ہے، مجھے بتایئے تو سہی!'' اس نے طاہرہ جہاں کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا اور طاہرہ جہاں پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔ اس وقت ان کا تمام غرور خاک میں مل گیا تھا۔ بات جس قدر بگڑ گئی تھی اس کے بعد کچھ باقی نہیں رہ جاتا تھا۔ انھیں اور بیٹے کے پاؤں پکڑ لئے۔

''مجھ سے غلطی ہو گئی دانش! تیری ماں سے ایک بہت بڑا قصور ہو گیا ہے، مجھے معاف کر دے بیٹے، مجھے تھوڑی سی زندگی اور دے دے، بہت مان تھا مجھے تجھ پر، اسی مان کے تحت ایک بڑا قدم اٹھا بیٹھی ہوں، مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے، ماں کے نام پر، انسانیت کے نام پر مجھے معاف کر دے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھیں۔

''ارے کیوں مجھے گناہ گار کر رہی ہیں مما؟'' دانش نے جلدی سے ماں کو اٹھایا اور ان کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔ ''مجھے بتایئے تو سہی آپ کیا چاہتی ہیں؟''

''تیرے شادی سے انکار پر اس گھر میں ایک بہت بڑا طوفان آ گیا ہے، اس طوفان کو روک لے دانش! تیرے باپ نے کہا ہے کہ اگر فیاض علی کی عزت سے کھیلنے کی کوشش کی گئی تو وہ

پورے گھر کو گولی مار کر خودکشی کر لیں گے، ہمارا بھرا گھر اجڑ جائے گا، اس گھر کو نہ اجاڑ میرے لعل! ماں کی لاج رکھ لے۔''

دانش نے عجیب سے انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔ ''اس سے بہتر ایک اور حل ہے مما! وہ یہ کہ میں خودکشی کر لوں تاکہ جھگڑا خود بخود ختم ہو جائے، اس سے آسان اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔''

''تُو اس سے شادی کر لے، اگر شادی کے بعد وہ تجھے قبول نہ ہو تو دوسری شادی اپنی مرضی سے کر لینا، میں تجھے روکوں گی نہیں، فیاض علی واقعی ایک بے حد نیک انسان ہے اور اس کی بیٹی ہیرا ہے، تُو اسے ضرور پسند کرے گا، بیٹے پھر بھی میری طرف سے اجازت ہے کہ اگر......!''

''آپ کیوں میرا تماشا بنانے پر تلی ہوئی ہیں مما! میں اپنی زندگی کے ساتھ یہ مذاق کیسے کر سکتا ہوں، میرا اپنا ایک معیار تھا، میرا اپنا ایک اسٹیٹس، ایک آئیڈیل تھا اور آپ نے مجھ سے یہ سب کچھ چھیننے کی کوشش کی، اس سے بہتر تھا کہ میں پاکستان کا رخ ہی نہ کرتا۔''

''تو پھر سن، میں نے تجھے بڑی مشکل سے پالا ہے، ماں ہوں تیری، میں اس گھر کی بربادی دیکھنے سے پہلے ہی ختم ہو جاؤں گی، جا ٹھیک ہے، جا چلا جا میرے کمرے سے جا......!''

طاہرہ جہاں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کی طرف سے دھکا دیتے ہوئے کہا اور دانش کے چہرے پر کشمکش کے آثار پھیل گئے۔

طاہرہ جہاں نے کہا۔'' بیٹے ماں کا غرور ہوتے ہیں، وہ جوان ہو کر ماں، باپ کا سہارا بنتے ہیں، میں سمجھوں گی میری موت میرے بیٹے کے ہاتھوں لکھی ہے، اپنی زندگی کو خوش و خرم رکھنے کے لیے ماں کا خون کرنے کی مثال قائم کر دے دانش! یقیناً دنیا تجھے عجیب و غریب قرار دے گی، یہ تیرا کارنامہ ہوگا۔''

''کمال کی بات ہے مما! ایسی باتیں فرسودہ قسم کے افسانوں اور قصے کہانیوں میں سنی تھیں، میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے خود کسی ایسی کہانی کا کردار بننا پڑے گا، میں ایک شرط پیش کرنا چاہتا ہوں۔'' دانش نے نرم لہجے میں کہا۔

طاہرہ جہاں چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ ان کی آنکھوں میں امیدوں کے چراغ روشن ہو گئے تھے۔

''ہاں کہو!''

''مجھے اس لڑکی سے ملنے کا موقع دیا جائے، اگر وہ میرے معیار پر پوری اتری تو میں اس سے شادی کر لوں گا، ورنہ پھر اس کے بعد جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے، اسے قبول کر لیا جائے گا مگر ایک بات سمجھ لیجئے، میں زندگی بھر کا روگ پالنے کے لیے تیار نہیں ہوں، چاہے مجھے اس زندگی کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔'' دانش کا لہجہ بے پناہ ٹھوس تھا۔

طاہرہ جہاں کے دل کو ایک آس سی مل گئی تھی۔ انہوں نے دل آویز کو دیکھا تھا، وہ سادہ معصوم لڑکی دلوں میں گھر کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

اب اس کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں تھا کہ فیاض علی کے پاس پہنچ جائیں۔ وہ تیاریاں کرنے لگیں۔ یہ بڑی خوفناک مہم تھی، ان کا سارا غرور خاک میں مل گیا تھا اور اب وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار تھیں۔

+====+====+

فیاض علی نے طاہرہ جہاں کی گفتگو سنی اور ان کا چہرہ دھلے لٹھے کی طرح سفید ہو گیا۔ ان کے بدن کی کپکپاہٹ صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ کئی لمحے تک کچھ نہ بول سکے، پھر ان کی درد بھری آواز ابھری۔ ''کیا ہمارے ساتھ یہ سلوک مناسب ہے طاہرہ بہن! ہمیں ہمارے کون سے قصور کی سزا دی جا رہی ہے، میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ اس مسئلے کو ٹال دیں لیکن آپ نے میری بات نہیں مانی اور......!''

''ہاں بھائی جان! بس انسان ہوں، غلطی کر بیٹھی جس کا مجھے شدت سے احساس ہے، بیٹے پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کر لیا تھا جس کی سزا بھگت رہی ہوں، بھائی سمجھ کر اپنی پریشانی میں آپ کو شریک کرنے آ گئی ہوں، آپ نے مایوس کر دیا تو کس کا سہارا لوں گی؟'' طاہرہ جہاں سسکنے لگیں۔

''خدا گواہ ہے طاہرہ بہن! دل آویز کسی بھی شکل میں ہمارے اوپر بوجھ نہیں ہے، ہاں ہم اچھے رشتے کے خواہش مند ضرور تھے، آپ لوگ ہم سے بہت برتر ہیں، ہم نے آپ کی محبت اور شراف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ رشتہ قبول کیا، ورنہ ہم کسی بھی طور دانش میاں پر بار نہ بنتے اور اب تو یہ بات پورے خاندان میں پھیل چکی ہے، اگر یہ رشتہ ٹوٹ گیا تو ہماری بچی پر انگلیاں اٹھیں گی، ہمیں بتائیے ہماری پوزیشن کس قدر نازک ہو گئی ہے۔''

"مجھے احساس ہے بھائی! میرے بھائی مجھے پورا پورا احساس ہے، میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے، مجھے اپنی اولاد سے یہ امید نہیں تھی، اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟" طاہرہ جہاں بدستور سسکتے ہوئے بولیں۔

"آپ ہمیں بتایئے ہم کیا کریں؟" فیاض علی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس ذلیل کی خواہش پوری کردی جائے، میں انتہائی شرمندگی کے عالم میں کہہ رہی ہوں، اس طرح یہ دونوں گھرانے بچ جائیں گے۔"

"ہمارے لیے یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے، خدانخواستہ ہماری بچی میں کوئی عیب نہیں ہے، آپ کو شاید خود بھی اندازہ ہو چکا ہوگا، وہ بے حد خوددار ہے، ہم اسے اپنی پسند کی شادی کے لیے تیار تو کر سکتے ہیں لیکن اسے بکاؤ مال کی طرح دکھانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے، وہ کیا سوچے گی، کیا خیال کرے گی کہ شاید اس کے ماں، باپ اس سے اکتا گئے ہیں اور اس سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔" فیاض علی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"بات کریں اس سے بھائی! بات کریں، یہ ایک بہن کی درخواست ہے، آپ کی اولاد دل آویز کی عزت میرے دل میں ہے، آپ اسے ہمارے خاندان کا واسطہ دیں، وہ ضرور تیار ہو جائے گی، بہت نیک بچی ہے وہ......! اللہ اسے ہر مشکل سے بچائے۔"

فیاض علی گردن جھکا کر کچھ سوچتے رہے پھر انہوں نے اپنے آنسو خشک کیے اور انتہائی درد بھری آواز میں بولے۔ "جائیے بھابی! ہم اسے تیار کرلیں گے، ہم یہ زہر بھی پی لیں گے، کاش ہم اپنی بیٹی کو اس بے عزتی سے بچا سکتے۔" فیاض علی کے ان الفاظ نے طاہرہ بیگم کے قلب میں جیسے نئی روح ڈال دی۔ وہ احسان بھری نگاہوں سے فیاض علی کو دیکھتی رہیں اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

واپسی میں ان کا دل دہشت سے لرز رہا تھا۔ کسی نہ کسی طرح فیاض علی کو تو تیار کرلیا تھا لیکن ایک بہت بڑا کانٹا ابھی تک ان کے دل و دماغ میں چبھ رہا تھا۔ دانش نے شرط لگادی ہے کہ اگر وہ اسے پسند آگئی تو ٹھیک ہے ورنہ......! اور اس ورنہ کے آگے نہ جانے کیا کیا کچھ تھا۔

+====+====+

دل آویز لڑکھڑاتے قدموں سے اندر داخل ہوگئی۔ اس کا چہرہ پتھر کی طرح بے جان تھا۔ وہ ہو رہا تھا جو کبھی نہیں ہوا تھا لیکن اس نے اطاعت سیکھی تھی، اس کا دل خون کے آنسو رو رہا

تھا لیکن والدین کی خواہش کی خاطر وہ بازار میں آگئی۔ دانش اسے دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"آپ دل آویز ہیں......؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں!" دل آویز کی آواز جیسے کسی کنویں سے ابھری۔

"مس دل آویز! پلیز میری مدد کیجئے، یورپ میں، میں نے ایک سے ایک حسین لڑکی کو چھوڑ دیا ہے، بلاشبہ آپ لوگ شریف ہیں لیکن یہ زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے، میں کسی ایسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا جو اعلیٰ سوسائٹی میں موو کرنا نہ جانتی ہو، معافی چاہتا ہوں میں آپ سے......! آپ کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ میں آپ کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتا، مس آویز! میں آپ سے شادی نہیں کر سکتا، اس طرح دو زندگیاں تباہ ہو جائیں گی، آپ کی بھی اور میری بھی......! مما نے وہ قدیم انداز اختیار کیا ہے جس کی اس دور میں کوئی حیثیت نہیں رہی ہے، ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں، اس میں ہماری ضرورت صرف یہ نہیں ہوتی کہ دو اجنبی آپس میں ایک ہو جائیں، ہمیں زندگی میں بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، میں آپ کو بالکل پسند نہیں کرتا، اس صاف گوئی کے لیے مجھے معاف کردیں، میں مرجانا پسند کروں گا لیکن آپ کے ساتھ شادی نہیں کروں گا۔"

دل آویز کا چہرہ لال بھبھوکا ہوگیا۔ اب وہ براہِ راست دانش کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں اُڑ رہی تھیں۔ نفرت، حقارت اور نہ جانے ان آنکھوں میں کیا کیا تھا لیکن زبان بند تھی۔ اس کی اندرونی کیفیت کا اظہار اس کے وجود کی ہر لرزش سے ہو رہا تھا۔

"بس میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا، اب سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ براہِ کرم میری ماں کو سمجھا دیجئے اور......!" دانش کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن دل آویز مشینی انداز میں پلٹ گئی۔ وہ خاموشی سے دروازے میں داخل ہوگئی۔

تبھی دوسرے دروازے سے طاہرہ جہاں، عطیہ بیگم اور فیاض علی اندر داخل ہوگئے۔ طاہرہ جہاں کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ شاید ان لوگوں نے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی تھی۔ طاہرہ جہاں نے کہا۔ "تُو نے جو کچھ کہا ہے موذی! اس کے لیے میں تجھے کبھی معاف نہیں کروں گی، کبھی نہیں!"

"آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں امی! آپ لوگوں نے حماقت کی، میں اس کی سزا کیوں بھگتتا رہوں اور میں نے سوچا بھی تھا کہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی، میں اس لڑکی سے ابھی......!" دانش نے اتنا ہی کہا تھا کہ اندر سے ایک فائر کی آواز سنائی دی اور سب اچھل پڑے۔ فیاض علی کے حلق سے دہشت زدہ چیخ نکلی۔

"دل آویز...... دل آویز......!" اور پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے دوڑے، ان کے پیچھے دوسرے لوگ بھی دوڑ پڑے تھے۔ پھر دوسرے کمرے کے دروازے سے داخل ہوتے ہی عطیہ کی دلدوز چیخ ابھری اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑیں، جبکہ فیاض علی آتش دان کے پاس پڑی ہوئی دل ویز کے پاس پہنچ گئے جس کی کنپٹی سے خون بہہ رہا تھا اور وہ آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔

"اب ابواب میری لاش کو بھی اس کے سامنے......!" اس کے منہ سے آخری الفاظ نہ نکل سکے اور اس نے دم توڑ دیا۔

فیاض علی دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، دانش کے چہرے پر تاسف تھا، جبکہ طاہرہ جہاں کسی بت کی طرح ساکت تھیں۔ عطیہ بیگم پاگل ہو گئی تھیں اور دونوں میاں، بیوی ایک ہفتے کے اندر وہ شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے تھے۔

مرزا اختیار بیگ بیٹے کی صورت سے بیزار تھے۔ وہ کئی دن ہسپتال رہے۔ دانش کی صورت دیکھتے ہی ان پر دورہ پڑ جاتا تھا اور جب تک وہ ان کے سامنے سے نہ ہٹ جاتا، انہیں سکون نہ ملتا۔

طاہرہ جہاں نے بھی کافی عرصے تک دانش سے بات نہیں کی، لیکن دانش اپنی جگہ مطمئن تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ غلطی اس کی نہیں، اس کے والدین کی تھی، وہ اپنی زندگی کو اس طرح داؤ پر تو نہیں لگا سکتا تھا۔

پھر حالات بدلتے چلے گئے، بدرنگ نقش مٹنے لگے اور تھوڑے عرصے کے بعد ان کے اندر تاسف کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ گیا۔ طاہرہ جہاں بہرحال ماں تھیں، ان کی محبت پھر ابھر آئی اور وہ حسب سابق بیٹے کے چونچلے کرنے لگیں، البتہ ابھی اس کی شادی کا سوال نہیں اٹھایا گیا تھا۔ اختیار بیگ اس کے روادار ہی نہیں تھے۔ انہوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ جہاں دل چاہے شادی کرے، انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

دانش نے خود کو اس ماحول میں ضم کرنا شروع کر دیا۔ بہرحال اسے یہاں زندگی گزارنی تھی۔ اس نے اپنے لیے راستے تلاش کیے اور اب وہ اعلیٰ سوسائٹی کی جان تھا۔ ہر محفل اس کے بغیر سونی ہوتی تھی، بے شمار دوست بن گئے تھے جو اس کی جیب پر جان چھڑکتے تھے۔ یوں تو وہ کئی کلبوں کا ممبر تھا لیکن نوروز کلب ذاتی طور پر اسے پسند تھا۔ اس کی شامیں اسی کلب میں گزرتی تھیں۔ نوروز ارب پتی لوگوں کا کلب تھا، یہاں کسی کم حیثیت کے انسان کا گزر ممکن نہیں تھا۔

بہت جلد وہ نوروز میں لڑکیوں میں مقبول ہو گیا۔ یہ لڑکیاں اس پر جان چھڑکتی تھیں لیکن اس کے غرور نے ابھی تک کسی کے سامنے شکست نہیں کھائی تھی اور وہ ابھی تک کسی کی زلف کا اسیر نہیں ہوا تھا۔

لیکن ایک دن اس کا مان ٹوٹ گیا۔ ہفتے کی شام تھی۔ اس روز کلب میں خاص پروگرام ہوتے تھے، اس دن عام لوگ بھی مہنگے ٹکٹ خرید کر کلب میں آ سکتے تھے اور وہ لڑکی شاید پہلی بار اس کلب میں داخل ہوئی تھی۔ کلب کے تمام نوجوان ممبر اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے لیکن وہ ایک شانِ بے نیازی سے سامنے رکھے ہوئے بلوریں گلاس سے کھیل رہی تھی۔ گھنے سیاہ بال جو اس کے دودھ جیسے چہرے کے گرد احاطہ کیے ہوئے تھے، بڑی بڑی روشن آنکھیں جن میں ایک دنیا سمٹ آئی تھی، ستواں ناک اور اس کے نیچے یاقوتی ہونٹ، سڈول اور متناسب جسم جس پر انتہائی قیمتی اور جدید لباس تھا۔ دانش نے بھی اسے دیکھا اور اس کا دل دھڑک اٹھا۔ یہی تو تھی جس کا اسے انتظار تھا۔ اس کے قدم بے اختیار اس کی جانب اٹھ گئے۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا اور جھیل جیسی گہری آنکھیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔

"تشریف رکھیے۔" چاندنی کا ترنم ابھرا اور وہ بیٹھ گیا۔

"میں نے پہلی بار آپ کو یہاں دیکھا ہے۔"

"میں پہلی ہی بار یہاں آئی ہوں، آپ کے ملک میں اجنبی ہوں۔"

"اوہو! لیکن آپ یہاں کی زبان روانی سے بول رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ میرا خمیر یہیں سے اٹھا تھا، ایک سال کی تھی جب یورپ چلی گئی تھی، میرے والد کی افریقہ میں زمرد کی کانیں ہیں، میں نے پوری زندگی یورپ میں گزاری ہے لیکن وطن کی زندگی اور اس کے طرزِ معاشرت سے دلچسپی رہی، والدین کے انتقال کے بعد میں تنہا رہ

گئی، تب مجھے اپنا وطن یاد آیا اور تقریباً ایک ماہ قبل میں یہاں آ گئی۔''

''بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر، میں یہاں کے ایک بڑے صنعت کار کا بیٹا ہوں، میرا نام دانش بیگ ہے، آپ کا نام پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں......؟'' دانش نے مہذب لہجے میں کہا۔

''تزئین علی!'' اس نے جواب دیا۔

''بہت سی حسین نام ہے، یقیناً آپ کا یہی نام ہونا چاہئے، آپ نے فرمایا کہ آپ پہلی بار اس کلب میں آئی ہیں، کیا آپ نے اس کلب کی ممبر شپ قبول کر لی؟''

''نہیں ابھی نہیں لیکن یہاں کے کلبوں میں یہ کلب مجھے پسند آیا ہے، ممبر بن جاؤں گی۔''

''تو پھر سمجھ لیجئے آپ ممبر بن گئیں، آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بے حد شکریہ!'' اس نے بڑی ادا سے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ بھی قیامت کی تھی۔ کلب کے تمام لوگ حسرت و رشک سے اس جوڑے کو دیکھ رہے تھے۔

لڑکی کے انداز سے بھی یوں لگتا تھا جیسے اسے دانش کی قربت پسند آئی ہو۔ یورپ سے آنے کے بعد یہ شام دانش کی زندگی کی حسین شام تھی۔ وہ بہت خوش تھا پھر مناسب وقت پر دونوں کلب سے اٹھ گئے۔ دوسرے دن ملاقات کا وعدہ لے لیا گیا تھا۔

دانش تمام رات اس کے خواب دیکھتا رہا۔ دوسرے دن اس نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اسے کلب کا ممبر بنا دیا تھا۔ اس شام وہ وقت سے پہلے ہی کلب پہنچ گیا، اسے تزئین کا انتظار تھا، شدید انتظار اور یہ انتظار نہ جانے کتنا کٹھن گزرا۔

ساڑھے سات بجے وہ آ گئی اور دانش کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے پہلے اسے کلب کے کاغذات پیش کئے اور تزئین نے شکریہ کے ساتھ انہیں قبول کر لیا۔ آج بھی انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی اور دانش اس کی ایک ایک ادا پر نثار ہو رہا تھا۔ وہ اس کا آئیڈیل تھی پھر ہر شام اس کی آرزوؤں کی شام بن گئی اور دن بے قراری کا دن......! لیکن تزئین بڑی محتاط تھی، اس نے دوستی کی کسی حد کو پار نہیں کیا۔

دانش اس کے سامنے دل کھول کر رکھ دیتا اور اس کے ہونٹوں پر صرف مسکراہٹ رقصاں رہتی۔ دانش نے کئی بار اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی لیکن وہ ٹال گئی۔ دانش نے کتنی ہی بار اس سے اس کے گھر کے بارے میں معلومات حاصل کی کہ وہ کہاں رہتی ہے لیکن اس نے

اس سے بھی معذرت کر لی۔

اس طرح کافی دن گزر گئے۔ دانش کا عشق جنون کی شکل اختیار کر گیا۔ اب اسے تزئین کے بغیر ایک پل چین نہیں تھا، وہ اسے اپنا لینا چاہتا تھا لیکن تزئین ابھی تک اس پر نہیں کھلی تھیں۔ آج دانش نے طے کر لیا کہ وہ تزئین سے کھل کر بات کرے گا، اسے اپنی بے قراری کی داستان سنائے گا اور اس سے فیصلہ طلب کرے گا۔

جب تزئین آئی تو وہ اس کے حسن میں کھو گیا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اگر تزئین نے اسے قبول نہیں کیا تو اسے کیا کرنا چاہئے، کیا خودکشی......؟ بس اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں رہ جاتی تھی۔ کافی دیر تک ان کے دوسرے دوست انہیں گھیرے رہے، بڑی مشکل سے انہیں تنہائی ملی اور وہ زریں فوارے کے قریب رنگین کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

دانش نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

''تزئین!''

''ہوں......!'' اس نے بڑے پیارے انداز میں اسے دیکھا۔

''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''کہئے......!''

''تزئین! میں کوئی اوباش انسان نہیں ہوں، نہ ہی لڑکیاں میری منزل رہی ہیں، میں اپنی زندگی میں بہت محتاط رہا ہوں، میں نے ہر قدم بڑے غور اور فکر کے بعد اٹھایا ہے، ایک طویل عرصے سے میں تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں تزئین! میں تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنا لینا چاہتا ہوں، اگر تم میری رفاقت قبول کر لو تو مجھے زندگی مل جائے گی ورنہ تمہیں اختیار ہے۔''

تزئین نے سنجیدگی سے اس کی باتیں سنیں۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ ''تم نے بہت جلد بازی سے کام لیا ہے دانش!''

''کیوں......؟'' دانش نے سوال کیا۔

''تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے، تم میری اصلیت معلوم کئے بغیر مجھے اپنانے کا فیصلہ کر بیٹھے، ممکن ہے میں وہ نہ ہوں جو تم سمجھتے ہو اور اس کے بعد تمہیں پچھتانا پڑے۔''

''میں پچھتانا چاہتا ہوں تزئین! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، تم جو بھی ہو، مجھے قبول ہو۔''

''تمہارے والدین مجھے قبول کرلیں گے؟''

''پوری خوشی کے ساتھ......! مجھ پر اعتبار کرو۔''

''تب ٹھیک ہے، میں تیار ہوں۔'' تزئین نے کہا اور فرطِ مسرت سے دانش کی زبان بند ہوگئی۔ اسے اتنی آسانی سے گوہر مقصود مل جانے کی امید نہیں تھی۔ خوشی سے دیوانہ ہوگیا اور جب حواس واپس آئے تو اس نے پوچھا۔ ''مجھے اب کیا کرنا ہوگا تزئین......؟''

''خاموشی سے شادی......! میں تمہارے گھر آجاؤں گی، وہیں پر مجھ سے شادی کر لینا، اس کے لیے تم اپنے والدین کو تیار کرو۔''

''تب پھر تم آج ہی میرے ساتھ چلو پلیز تزئین! اب انکار مت کرنا۔'' دانش نے بڑی عاجزی سے کہا اور تزئین تیار ہوگئی۔

تب دانش اسے اپنے گھر لے آیا۔ طاہرہ جہاں، تزئین کو دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئیں لیکن اختیار بیگ کی آنکھوں میں دل آویز کا چہرہ ابھر آیا اور وہ آبدیدہ ہوگئے تاہم انہوں نے تزئین سے اچھا سلوک کیا اور اس سے باتیں کرتے رہے پھر جب وہ چلی گئی تو دانش نے اپنا مقصد ظاہر کیا۔

''لڑکی مجھے بھی پسند ہے لیکن اس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم!''

''مما......! اس کے والدین نہیں ہیں، وہ بیرون ملک سے یہاں آئی ہے، کوئی بھی نہیں ہے اس کا، ہم اسے یہیں لے آئیں گے اور یہیں اس کی شادی ہوگی، وہ کون ہے، کیا ہے، ہمیں معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں، یہ کام ایک ہفتے کے اندر اندر ہونا ہے، مجھے تزئین کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے۔''

''میں اختیار بیگ سے بات کرتی ہوں۔'' طاہرہ جہاں نے کہا اور موقع ملتے ہی مرزا اختیار بیگ کو پوری تفصیل سنادی۔

''تمہارا جو دل چاہے، وہ کرو لیکن میں مظلوم فیاض علی اور اس کی بیٹی کو مرتے دم تک بھول نہیں سکوں گا، میں اس کام میں حصہ نہیں لوں گا، ورنہ میرا ضمیر داغدار ہوجائے گا، میں شادی کی رات اس مظلوم لڑکی کا ماتم کروں گا، جس کا کوئی قصور نہیں تھا، بس خدا سے یہی دعا ہے کہ خدا دانش کا قصور معاف کردے، میرا دل ہمیشہ ڈرتا ہے کہ کہیں دانش کو اس کے ظلم کی کوئی بڑی سزا نہ ملے۔''

''خدا نہ کرے، کیسی باتیں کررہے ہیں آپ! دل آویز کا دکھ مجھے بھی ہے لیکن گزری باتوں کو بھول جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔'' طاہرہ جہاں نے لرز کر کہا۔

''ہاں ہم بھول سکتے ہیں لیکن نہ جانے فیاض علی پر کیا گزری ہوگی، خدا جانے وہ اس صدمے سے جانبر بھی ہوسکا ہوگا یا نہیں......!'' اختیار بیگ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

اختیار بیگ واقعی کسی کام میں شریک نہیں ہوئے لیکن طاہرہ جہاں نے دل کے تمام ارمان پوری طرح نکالے اور تزئین دانش کی شریکِ حیات بن گئی۔ دانش کی مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس نے بڑے فخر سے کہا تھا۔ ''طلب صادق ہونی چاہیے، انسان کو اس کا مطلوب مل ہی جاتا ہے۔''

ہزاروں آرزوئیں لیے وہ حجلہ عروسی میں داخل ہوا، سامنے ہی تزئین سرخ جوڑے میں سمٹی بیر بہوٹی بنی بیٹھی تھیں۔ لڑکی چاہیے کتنی ہی ماڈرن کیوں نہ ہو لیکن اس موقع پر وہ صرف لڑکی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اسی روپ میں اچھی لگتی ہے۔ دروازے میں کھڑے ہوکر دانش نے اسے دیکھا اور تزئین نے ہاتھ سے گھونگھٹ کھینچ لیا۔

دانش مسرت سے جھومتا ہوا اس کی مسہری کی طرف بڑھا پھر اس نے جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تزئین!'' تزئین کا سر کچھ اور جھک گیا شاید وہ مسکرارہی تھی۔

''میں کتنا خوش نصیب ہوں تزئین! میں نے زندگی میں ایک ہی چیز کی آرزو کی تھی جو مجھے مل گئی۔''

''اور میں بھی......!'' تزئین نے جواب دیا، لیکن اس کی آواز بدلی ہوئی تھی۔ ایک عجیب سی منمناہٹ عجیب سا کھوکھلا پن اس کی آواز میں شامل تھا۔

دانش کو اس کی بدلی ہوئی آواز پر حیرت ہوئی اور وہ مسہری پر تزئین کے قریب بیٹھ گیا پھر اس نے تزئین کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا اور لرزتے ہاتھوں سے اس کے گھونگھٹ کو پیچھے کیا لیکن اس کے بعد اس کی ہیجانی چیخ سے در و دیوار ہل گئے تھے۔

+====+====+

وہ تزئین کا حسین چہرہ نہیں تھا بلکہ اس کی جگہ ایک انتہائی خوفناک چہرہ نظر کے سامنے تھا، جس کے لمبے لمبے دانت مسکراہٹ کے انداز میں کھلے ہوئے تھے۔

''یہ...... یہ کیا مذاق ہے، یہ...... کیا......تزئین، تم...... یہ......'' اس نے اچھلتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''مذاق نہیں ہے میری زندگی، یہ میں ہی ہوں، تمہاری محبوبہ، تمہارا آئیڈیل۔'' تزئین نے بڑے پیار سے کہا لیکن اس کی آواز میں چڑیلوں جیسی منمناہٹ تھی۔

''خدا کے لیے مذاق مت کرو تزئین، یہ چہرہ...... غالباً یہ ماسک ہے، اُف خدا کی پناہ اس قدر خوفناک مذاق، تم بہت ستم ظریف ہو تزئین، اس وقت تم میرے جذبات......'' دانش نے چکراتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

''نہیں دانش یہ میری اصلی شکل ہے، بالکل اصلی چہرہ ہے۔ اسے غور سے دیکھ لو، ویسے تم نے کہا تھا کہ میں جیسی بھی ہوں تمہیں قبول ہوں۔ اب جیسی بھی ہوں تمہارے سامنے ہوں، تمہاری محبوبہ تمہاری بیوی۔''

''تزئین تمہیں خدا کا واسطہ، یہ مذاق ختم کرو ورنہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔'' دانش نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

''نہیں ہوگا، میں دعویٰ کرتی ہوں نہیں ہوگا تمہارا ہارٹ فیل، اب تم میرے شوہر ہو، میری مرضی کے بغیر تم مر بھی نہیں سکتے۔'' یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے ہلی اور مسہری سے نیچے اتر آئی۔ دانش نے وحشت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور دوسرے لمحے مسہری سے اتر کر بھاگنا چاہا لیکن مسہری سے نیچے اترتے ہی اچانک اسے اپنا بدن بے جان سا محسوس ہوا۔ وہ جس جگہ کھڑا تھا وہاں سے ایک قدم بھی نہیں ہل سکا، اس کے پیر جیسے جم کر زنجیروں سے جکڑ کر رہ گئے

تھے۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن اس کے آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

تزئین دلہن کے خوبصورت جوڑے میں مٹکتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی اور اس نے دانش کے سینے پر اپنا استخوانی چہرہ رکھ دیا۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کے گرد لپیٹ لیے اور منمناتی ہوئی آواز میں بولی۔

''میں تمہاری بیوی ہوں دانش، تمہاری زندگی، جسے پا کر تم بہت خوش تھے۔ تم نے اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کی ہے، اب بھاگ کیوں رہے ہو، یہ ہماری قربت کی پہلی رات ہے، ہزار ہا ارمانوں کی رات، اس رات یہ فرار کیسا؟''

''تمہیں خدا کا واسطہ، تمہیں خدا کا واسطہ تزئین، اگر یہ مذاق ہے تو اسے ختم کر دو، میں اسے برداشت نہیں کر پا رہا۔'' نہ جانے کس طرح دانش نے آخری اپیل کی۔

''تم میری اصلیت کو بار بار مذاق کہہ کر میری توہین کر رہے ہو، میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یہ میری حقیقت ہے، وہ نقلی چہرہ تھا جس کو چڑھا کر میں تمہارے سامنے آئی تھی لیکن تم فکرمند کیوں ہو، میں دوسروں کے سامنے اسی نقلی چہرے میں آؤں گی، لیکن تمہیں دھوکے میں نہیں رکھوں گی، تمہارے سامنے میں اپنے اصل رنگ میں ہی آؤں گی۔''

دانش نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا، اس کا دل پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ یہ کیا ہو گیا؟ یہ کیسے ہو گیا؟ یہ سب کیا ہے آخر؟ اب میں کیا کروں کس سے کہوں اپنی مظلومیت کی داستان، آہ یہ خوفناک بلا کیسے میرے سر پڑ گئی۔

''ہاتھ ہٹاؤ دانش، آؤ میرے پاس بیٹھو۔'' سوکھے ہوئے ہاتھ سے تزئین نے اس کا بازو پکڑا اور اسے مسہری کی طرف گھسیٹنے لگی۔

دانش کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے لیکن وہ اس کے سامنے خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا، وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور تھا، حالانکہ اس کے سارے وجود میں دہشت اور سنسنی کی تیز لہریں دوڑ رہی تھیں، لیکن اس کا بدن مفلوج تھا، دماغ البتہ کام کر رہا تھا، آخر یہ کیا مذاق ہے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، تزئین تو بے پناہ خوبصورت لڑکی تھی۔ اس کے ارمانوں کا صحیح جواب، لیکن یہ یہ...... اس کے اعضاء پتھرا گئے تھے۔

رفتہ رفتہ رات گزر گئی، تزئین اس سے باتیں کرتی رہی، ساری باتیں یک طرفہ تھیں، وہ خوش نظر آ رہی تھی، پھر وہ تھک کر اس کے پہلو میں سو گئی لیکن وہ اس طرح بے بس تھا، وہ

خوفناک ڈھانچے کے پاس سے اٹھ بھی نہیں سکتا تھا جو دلہن کے سرخ جگمگاتے لباس میں عجیب و غریب لگ رہا تھا۔ پھر روشنی کی کرنیں دروازے کے اندر رینگ آئیں تو تزئین نے انگڑائی لی اور اس کے دانت مسکراہٹ کے انداز میں پھیل گئے۔ دن کی روشنی میں وہ اور بھی بھیانک لگ رہی تھی۔

"صبح بخیر دانش، اب تم باہر جا سکتے ہو۔"

دانش کو یوں لگا جیسے اس کا سارا جسم کسی بوجھ سے آزاد ہو گیا ہو، اس کے بدن میں زندگی لوٹ آئی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ گھر والوں سے کیا کہتا کہ اس پر کیا بیتی ہے۔ پتہ نہیں ان لوگوں نے اس کے ہوائیاں اُڑتے چہرے کو غور سے دیکھا بھی یا نہیں، لیکن ناشتے کی میز پر تزئین جب آئی تو وہ دنگ رہ گیا۔

وہ پہلے جیسی تھی، دلکش اور حسین چہرہ زندگی سے بھرپور تھا، اس کی آنکھوں میں رات کا خمار تھا۔ طاہرہ جہاں نے بہو کو دیکھا، یہ بات تو انہوں نے دل سے تسلیم کی تھی کہ تزئین بے حد خوبصورت ہے، بہر حال جو کچھ بھی تھا ہر طرح کے حالات سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بہو کو خوش آمدید کہا، وہ اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے، لیکن دانش کے دل کی جو کیفیت تھی وہی جانتا تھا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور وہ برسوں کا مریض نظر آ رہا تھا۔ ماں باپ نے اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا اور نہ جانے کیا سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ ناشتے کے بعد تزئین کو آنے جانے والوں نے گھیر لیا اور دانش گھر سے باہر نکل آیا، اس کے حواس گم تھے، یہ کیا ہو گیا؟ آخر یہ خوفناک چڑیل اس کے پیچھے کہاں سے لگ گئی۔ ایک ایک لمحہ اسے یاد آنے لگا۔ وہ اسے ایک بھری پُری جگہ ملی تھی، اگر کسی ویرانے میں ملتی تو وہ یہی سمجھتا کہ شاید کوئی انوکھی گڑبڑ ہو گئی ہے، آخر وہ کون ہے لیکن ان سوالات کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے، رات کو جو کچھ اس پر بیتی تھی وہ اس قدر ہولناک تھی کہ اب وہ دوبارہ اس تجربے کو دہرانے کے لیے تیار نہیں تھا۔

پھر کیا کروں، کہاں جاؤں؟ کس سے حقیقت حال کہوں، کون میرا ہمدرد ہے۔ اسے پوری دنیا خالی نظر آئی، تزئین تو اس کی اپنی دریافت تھی، اس نے اس کے بارے میں کسی سے کوئی مشورہ نہیں لیا تھا، پھر اس سے چھٹکارہ پانے کی کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔ ایک ہی صورت ہے یہاں سے نکل بھاگے، کہیں دور چلا جائے۔ خاموشی سے کسی کو بتائے بغیر یہ خیال اس کے

ذہن میں جڑ پکڑ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ گھر واپس آ گیا۔

بے شمار مہمان آ گئے تھے اور سارے کے سارے تزئین میں کھوئے ہوئے تھے۔ ولیمے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، زبردست انتظامات کئے جا رہے تھے لیکن وہ ان تمام انتظامات سے بددل خاموشی سے اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔

کپڑے وغیرہ لیتا تو گھر والوں کو شبہ ہو سکتا تھا، کپڑے دوسرے بھی خریدے جا سکتے ہیں، بس رقم کی ضرورت تھی، اس نے بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں جیب میں ٹھونسیں اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اب اس کا رخ ریلوے اسٹیشن کی طرف تھا۔

اس کے سامنے کوئی منزل نہیں تھی، بس یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا، اس کے بعد جس طرح اور جہاں زندگی گزرے، اسے یہ گھر اور یہ عیش و عشرت چھوڑتے ہوئے دکھ ہو رہا تھا۔ اپنے والدین کی پریشانی کا بھی احساس تھا، لیکن تمام احساسات پر تزئین کی بھیانک شکل حاوی تھی، اسے اس کے کریہہ دانت اپنے ہونٹوں سے چپکے ہوئے محسوس کر کے گھن آ رہی تھی۔ اس کی سوکھی ہوئی ہڈیاں جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ تزئین کی رفاقت برداشت نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

ٹیکسی نے اسے اسٹیشن چھوڑ دیا، کئی ٹرینیں گزر چکی تھیں، اب جو ٹرین جانے والی تھی وہ دن کے ساڑھے بارہ بجے چلتی تھی، وہ ویٹنگ روم میں چلا گیا اور اس نے ساڑھے بارہ وہیں بجا دیئے، اسے خطرہ تھا کہ کہیں اس کی تلاش نہ شروع کر دی گئی ہو، بہر حال اگر تلاش ہوئی بھی تھی تو کوئی اسٹیشن کی طرف نہیں آیا تھا۔ اس نے ٹرین کے آخری اسٹیشن کا ٹکٹ لیا، ہزار میل سے زیادہ سفر تھا، اس منحوس شہر سے جس قدر دور نکل جایا جائے بہتر ہے۔

ٹرین کے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں چند ہی مسافر تھے، اسے کسی سے سروکار نہیں تھا، وہ تو اپنی تباہ شدہ زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ قصہ کیا ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آ جاتی تو شاید اتنی پریشانی نہیں ہوتی لیکن بات سمجھ میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ آخر تزئین کون ہے، اس کا راز کیا ہے۔

اس نے اپنے بارے میں جو تھوڑی سی تفصیل بتائی تھی کیا وہ سچ تھی، غور کرنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ اس سے زبردست حماقت ہوئی ہے۔ وہ تزئین کی محبت میں گرفتار ہو کر حواس کھو بیٹھا تھا، ورنہ اس کی تو کوئی بات درست تھی ہی نہیں، بقول اس کے وہ ایک ارب پتی

باپ کی بیٹی تھی تو اس کی دولت کہاں تھی، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ ترین لباس پہنتی تھی، لیکن یہ نمائش اس کے الفاظ کی تائید تو نہیں تھی۔ پھر میں کیوں بے وقوف بن گیا، اور ان تمام باتوں کا ایک ہی جواب تھا، تزئین کا بے پناہ حسن، جس نے اسے عقل و خرد سے بیگانہ کر دیا تھا۔

مگر تزئین نے اس کے ساتھ یہ دھوکا آخر کیوں کیا۔ اس نے اپنی حقیقت پہلے ہی کیوں نہ بتادی، یا پھر اگر وہ اپنی حقیقت چھپا سکتی تھی تو اس نے اس سے بھی چھپی کیوں نہ رہنے دی۔

تزئین سے پہلی ملاقات سے لے کر اب تک کی باتیں اس کے ذہن میں گردش کرتی رہیں۔ یہ بھی سچ تھا کہ وہ خود اس کی جانب مائل نہیں ہوئی تھی بلکہ خود دانش نے ہی اس کے لیے کوشش کی تھی۔ تزئین نے تو اس سے اظہارِ الفت بھی نہیں کیا تھا۔

دانش کا ذہن ماؤف ہونے لگا، آہ یہ سب کچھ کیا ہے، ایسا تو کبھی قصے کہانیوں میں بھی نہیں سنا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور سیٹ کی پشت سے گردن ٹکادی۔

گاڑی ہچکولے کھاتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ پچھلی رات بھی جس طرح گزری تھی اس نے اسے بری طرح نڈھال کیا ہوا تھا۔ ٹرین بدستور دوڑ رہی تھی، نہ جانے کتنے اسٹیشن گزر گئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹوں نے اس کے ذہن کو کسی حد تک سکون بخشا، بھوک لگ رہی تھی، وہ کمپارٹمنٹ سے نکل کر ڈائننگ کار کی طرف چل پڑا، گرم کافی اور سینڈوچ طلب کرنے کے بعد اس نے سگریٹ سلگائی اور اپنے گھر کے بارے میں سوچنے لگا کہ گھر کے لوگ پریشان ہو رہے ہوں گے، ہر جگہ اسے تلاش کیا جا رہا ہوگا، سب حیران ہوں گے کہ وہ دلہن کو چھوڑ کر کہاں بھاگ گیا، اور پھر تزئین تو اس کی محبوبہ ہے، اس کے ہونٹ کراہت آمیز انداز میں سکڑ گئے۔

ویٹر نے اس کے سامنے مطلوبہ سامان لا کر رکھ دیا، گرم کافی نے ذہن کو تھوڑا سا سکون بخشا، لیکن ان خیالات کو ذہن سے کس طرح جھٹک سکتا تھا جو اس کے ہوش اُڑائے دے رہے تھے، تبھی اس کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا، کیا یہ میرے لیے سزا ہے، میں نے کبھی کسی لڑکی کو گھاس نہیں ڈالی۔ میں نے خود پر ناز کیا تھا۔ اس معصوم سی لڑکی جس کا نام دلآویز تھا، اس کا صبر سمیٹا تھا، اس نے اپنی جان دے دی تھی۔

جب وہ اسے کہہ رہا تھا کہ وہ اس شادی نہیں کر سکتا، تو وہ کسی پتھر کی مورت کی طرح ساکت کھڑی تھی۔ آہ واقعی بہت سوں کی آہیں لی ہیں میں نے، وہ دل ہی دل میں پچھتانے لگا، لیکن اب پچھتائے کیا ہوتا۔ دن گزر گیا، رات آ گئی۔ جب ڈائننگ کار خالی ہو گئی اور بیرے اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگے تو اس نے بل ادا کیا اور کمپارٹمنٹ میں واپس آ گیا، نہ جانے ابھی تک کتنا سفر باقی ہے۔ وہ آ کر اپنی سیٹ پر لیٹ گیا، تمام مسافر سو گئے تھے۔ وہ خود بھی سونے کی کوشش کرنے لگا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں، ابھی اس نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ اچانک اس کے کانوں میں ایک سنسناتی آواز گونجی۔

”دانش! میری زندگی، میری روح کہاں ہو تم، آؤ جلدی واپس آ جاؤ، آؤ واپس آ جاؤ دانش۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“ یہ آواز اس کے حواس پر طاری ہو گئی اور ٹرین کا شور یک لخت رک گیا۔ اب اس کے جسم کو ہچکولے بھی نہیں لگ رہے تھے اور پھر وہی سوکھی سوکھی انگلیاں بالوں میں کنگھی کرنے لگیں، اس نے ہاتھ اٹھا کر کنگھی کرنے والی کلائی پکڑ لی اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔

وہ اس کلائی کو پہچانتا تھا، پچھلی رات وہ اس کے سوکھے وجود سے پوری طرح آشنا ہو چکا تھا، اس نے وحشت زدہ انداز میں آنکھیں کھول دیں اور اس کا سر گھوم گیا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں اپنی مسہری پر تھا اور تزئین اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے لمبے دانت مسکراہٹ کے انداز میں جھانک رہے تھے اور آنکھوں کے گڑھے چمک رہے تھے۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور وحشت زدہ نگاہوں سے خواب گاہ کو دیکھنے لگا۔

”گھبراؤ نہیں، میرے پاس ہو تم، مجھ سے فرار ہو کر اب تم کہاں جاؤ گے، لیٹے رہو، تم نے دن بھر سفر کیا ہے، لاؤ تمہارا سر دبا دوں۔“ اس کا سوکھا ہاتھ دانش کی پیشانی پر پہنچ گیا۔

”مم...... میں یہاں کیسے آ گیا؟“ وہ کپکپاتی آواز میں بولا۔

”میں نے تمہیں آواز دی اور تم چلے آئے، آخر میں تمہاری بیوی ہوں، میری محبت معمولی نہیں ہے، تم دنیا کے کسی بھی حصے میں چلے جاؤ، میں جب بھی تمہیں پکاروں گی تم میرے پاس چلے آؤ گے، گھر کے سارے لوگ تمہارے لیے پریشان تھے لیکن میں مطمئن تھی، میں جانتی ہوں کہ میری محبت کے تار کمزور نہیں ہیں، میں جب بھی پکاروں گی میرے محبوب تم میرے پاس ہو گے۔“ تزئین کے جبڑے بھیانک انداز میں کھل گئے۔

دانش کے حواس گم ہو گئے تھے، کوئی بات جو سمجھ میں آتی ہو، یہ استخوانی ڈھانچہ اس پر مسلط تھا، لکڑیوں جیسے سوکھے ہاتھ محبت سے اس کے گرد لپٹے ہوئے تھے۔ بھیانک دانت باہر نکلے پڑ رہے تھے۔

وہ تعجب انگیز انداز میں سوچ رہا تھا کہ آخر میں کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ ٹرین کا سفر ایک خواب تھا یا یہ لمحات، لیکن پورے ہوش و حواس کے عالم میں وہ ٹرین میں سفر کر رہا تھا اور سینکڑوں میل دور نکل چکا تھا، اس قدر جلد واپسی کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، ہاں رات ہی کا تو وقت تھا۔

''میں جانتی ہوں تم کیا سوچ رہے ہو۔''

''تزئین آخر یہ سب......''

''کیوں بے کار باتوں میں وقت ضائع کرتے ہو دانش، تم جانتے ہو بیوی ساری عمر کی ساتھی ہوتی ہے، اسے چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ کہاں تو محبت کا وہ عالم کہ ایک لمحہ میرے بغیر نہیں گزارا جا رہا تھا، اور اب، اب یہ انداز......''

''خدا کے لیے، تمہیں خدا کا واسطہ میری زندگی کے ساتھ یہ مذاق مت کرو، میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، تم کون ہو مجھے بتاؤ کون ہو تم۔''

''بتا بھی دوں تو تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ اب تو جو کوئی بھی ہوں تمہاری بیوی ہوں۔''

''مگر تمہارا یہ استخوانی بدن اور تمہارا بھیانک چہرہ۔''

''دیکھو ایسی باتیں مت کرو، تم نے تو میرے لیے سب کچھ سوچنا چھوڑ دیا تھا، تمہیں اپنے الفاظ یاد نہیں ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ کہیں تم مجھ سے شادی کرنے کے بعد نہ پچھتاؤ، تم نے کہا تھا کہ میں پچھتانا چاہتا ہوں، میں مرنا چاہتا ہوں اور اب جب میں اپنی ساری زندگی تمہارے قدموں میں نچھاور کرنے تمہارے پاس آ گئی ہوں تو تم میری توہین کر رہے ہو۔''

بے ہوش ہونے کی کوششیں بھی ناکام ہو گئی تھیں، کوئی اور ہوتا یا اگر کسی اور ماحول میں یہ ڈھانچہ نظر آتا تو لاکھ روشن خیال ہونے کے باوجود دانش کو اپنے ذہن و دل پر قابو پانا مشکل ہو جاتا، لیکن یہ تزئین اس کی بیوی، اس کی آواز وہی تھی بس گوشت پوست غائب ہونے کی وجہ سے اس کی آواز میں ایک منمناہٹ سی پیدا ہو گئی تھی۔

دانش کا پورا بدن پسینے میں بھیگ رہا تھا، وہ بے بسی سے کسی زخمی چڑیا کی طرح اس کی طرف دیکھتا رہا، تزئین کی آنکھوں کے حلقوں کی گہرائی سے روشنی جھانک رہی تھی، اس کے سوکھے ہوئے دانت بار بار ہل رہے تھے جو اس کی خوشی کا ظاہر کر رہے تھے۔

''تزئین میں زندہ نہیں رہ سکوں گا، میں مر جاؤں گا۔''

''تم اگر مر بھی جاؤ گے تو میں تم سے پیار کرتی رہوں گی کیونکہ میں اب تمہاری بیوی بن چکی ہوں، تم کہیں بھی چلے جاؤ جہاں بھی ہو گے مجھ سے دور نہیں رہ سکو گے، خود کو میرے حوالے کر دو، اب تو جو کچھ تم نے کیا ہے تمہیں بھگتنا ہی ہوگا۔''

ساری رات اسی طرح گزر گئی، کہیں دور سے مؤذن کی آواز ابھری اور تزئین اٹھ کر غسل خانے میں چلی گئی۔ دانش نے دونوں ہاتھ آنکھوں کے نیچے رکھے اور چکرائے ہوئے ذہن کو قابو میں لانے کی کوشش کرتا رہا، اس کی آنکھوں کے سامنے چنگاریاں اُڑ رہی تھیں، تزئین جب غسل وغیرہ سے فارغ ہوئی تو اس پر وہی شباب آ چکا تھا جسے دیکھ کر دانش دیوانہ ہو گیا تھا۔ لمبے لمبے بال گھٹنوں سے نیچے تک بکھرے ہوئے تھے، حالانکہ نیچے سے بھی بال تراش دیئے گئے تھے، لیکن پھر بھی ان کی لمبائی بے پناہ تھی، چہرے کی دلکشی اور شادابی کہ ایسی دیکھنے والے کی آنکھ اس پر سے نہ ہٹے۔ بڑی بڑی روشن آنکھوں میں جوانی کا نشہ تیر رہا تھا۔

تزئین کی آواز میں اب منمناہٹ بھی نہیں تھی اس نے کہا۔ ''دانش جاؤ غسل کر لو تھکن دور ہو جائے گی۔'' وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھا اور پھر غسل خانے میں چلا گیا۔

کچھ ہی لمحوں کے بعد طاہرہ جہاں کی آواز سنائی دی۔ ''بہو کیا تم جاگ رہی ہو؟''

''ہاں امی حاضر ہو رہی ہوں۔'' تزئین نے نہایت شرگیں آواز میں کہا اور پھر دروازہ کھول دیا۔ طاہرہ جہاں کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا، آنکھوں کے گرد حلقے ابھر آئے تھے۔

''بہو اب تک کوئی پتہ نہیں چل سکا، نہ جانے نہ جانے......'' طاہرہ جہاں کی رندھی ہوئی آواز ابھری۔

''کس کی بات کر رہی ہیں امی؟'' تزئین نے پوچھا۔

''دانش کی، مصیبت بن گیا ہے گھر والوں کے لیے ہمیشہ ہی کا ایسا ہے۔''

''نہیں امی، وہ غسل خانے میں ہیں۔ غسل کر رہے ہیں۔''

''کون؟'' طاہرہ جہاں کا دل ایک بار پھر لرز گیا۔

''آپ کے بیٹے اور کون؟''

''کہاں ......کہاں ہے وہ، کیا تم کیا تم ......''

''ہاں امی وہ غسل خانے میں ہیں۔'' تزئین نے کہا اور طاہرہ جہاں بے اختیار دوڑتی ہوئی غسل خانے کے دروازے پر پہنچ گئیں۔

''دانش دانش، کیا تم اندر ہو؟''

''ہاں مما۔'' دانش کی گھٹی گھٹی آواز ابھری اور اس کے بعد گھر میں ایک بار پھر طوفان آ گیا۔

مرزا اختیار بیگ شاید خود بھی ساری رات جاگتے رہے تھے، بگڑ کر بولے۔ ''کیا مصیبت نازل ہوئی ہے۔''

''وہ تو بہو کے کمرے میں موجود ہے۔''

''کیا؟''

''ہاں غسل کر رہا ہے۔''

''کہاں مر گیا تھا کل، اُف میرے خدا، لوگوں سے مجھے کیا کیا بہانے تراشنے پڑے، مر کہاں گیا تھا وہ تم نے پوچھا نہیں......؟''

''غسل خانے میں ہے ابھی میری بات نہیں ہوئی ہے۔''

''بہو کہاں ہے۔''

''اپنے کمرے میں ہے......بلاؤں؟''

''ہاں، اور اس ذلیل سے کہو کہ تیار ہو کر میرے پاس پہنچے۔''

تزئین سر جھکائے سسر کے سامنے پہنچی تھی۔ اس نے سلام کیا تو مرزا اختیار بیگ نے کہا۔ ''خوش رہو، اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم بھی اپنے جذبات کے ہاتھوں غلط انسان کے ہاتھوں آ گئی ہو، کاش وہ میرا بیٹا نہ ہوتا۔''

''اب غصہ تھوک دیئے، بہو سے بیٹھنے کو بھی نہیں کہیں گے؟''

''بیٹھو، کس وقت واپس آیا تھا وہ۔''

''رات کو آ گئے تھے۔

''تم نے پوچھا نہیں کہاں چلا گیا تھا؟''

''کچھ بتایا ہی نہیں، میں نے بہت معلوم کیا لیکن انہوں نے زبان نہیں کھولی۔'' تزئین نے سادگی اور معصومیت سے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد دانش وہاں پہنچ گیا تو مرزا اختیار بیگ بری طرح اس پر گرجنے اور برسنے لگے۔ ''کہاں مر گیا تھا تُو، کل ولیمہ تھا، سارے مہمان تیرے بارے میں پوچھ رہے تھے، جواب دینا مشکل ہو گیا تھا مجھے۔''

''وہ......وہ......''

''ہاں ہاں جواب دے، اب تو تیری پسند کی شادی ہوئی ہے، تیرا آئیڈیل ہے تیری دلہن، میں کسی بچی کی زندگی تجھ سے منسوب کر کے اسے تباہ نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن اس عورت نے جو تیری ماں ہے مجھے بھی برباد کر دیا، تماشا بن گیا ہوں دنیا کے سامنے، کہاں چلا گیا تھا جواب دے؟''

''بس......آپ اس سلسلے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھیں، کہیں چلا گیا تھا۔''

''ہاں بیٹے، خوب بدلے لے رہے ہو ماں باپ سے، کاش میں تمہاری ماں کے فریب میں نہ آتا، میں جانتا ہوں مجھے گناہ تو ملے گا ہی کیونکہ میں نے ایک نیک اور شریف آدمی کو برباد کیا تھا'' نہ جانے کیا کیا بولتے رہے مرزا اختیار بیگ، لیکن دانش گردن جھکائے سنتا رہا تھا۔

+====+====+

دانش سڑکوں پر کار دوڑائے پھر رہا تھا، کوئی منزل نہیں تھی۔ وہ اپنی تقدیر کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا، وہ لڑکی کون ہے، کہتی ہے یہی اس کی اصل شکل ہے، اس کے استخوانی ڈھانچے میں گوشت پوست کا تو کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

کوئی مذاق نہیں تھا وہ اور پھر ٹرین میں سے اس طرح غائب ہو کر چلے آنا کیا معنی رکھتا ہے، آہ اس کا مطلب ہے کہ میں ایک بدروح کے چکر میں پھنس گیا ہوں، ایک سنسان پارک کے کنارے اس نے گاڑی روکی اور اتر کر اندر چلا گیا، بہت دیر تک وہ بیٹھا سوچتا رہا کہ اب کیا کرے، پھر اس نے اپنے ایک دوست کے ہاں فون کیا اور دوست بھی حیرت زدہ ہو گیا۔

''یار کہاں چلے گئے تھے تم، کل ولیمے میں سے بھاگ گئے تھے۔''

''میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں عامر۔''

"خیریت؟"

"بلیومون پہنچو۔"

بلیومون میں عامر نے اس سے ملاقات کی۔ ابھی عامر دروازے ہی میں تھا کہ دفعتاً دانش کا سر بھاری ہونے لگا، اسے یوں لگا جیسے وہ کسی ہوٹل کے بجائے ویرانے میں کھڑا ہو۔ اس کا ذہن ماؤف ہونے لگا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے، وہ اپنے آپ کو ایک صحرا میں کھویا کھویا محسوس کر رہا تھا، پھر منمناتی ہوئی آواز اس کے کانوں میں ابھری۔

"دانش میں تمہاری بیوی ہوں، میرا راز تمہاری امانت ہے، اگر تم نے کسی کو بتا دیا تو یوں سمجھو کہ بہت برا ہو جائے گا سمجھے، زبان بند رکھو گے تم۔"

ادھر عامر اس سے اس کے حالات پوچھ رہا تھا۔ "کیا بات ہے یار، تمہارا تو حشر ہی ہو گیا ہے، ہوا کیا؟"

"بس...... کیا بتاؤں تمہیں کہ کیا ہوا ہے ایک دوست سے ملنے گیا تھا جو اس شادی میں شریک نہیں ہوا تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرے پاس آئے، واپسی میں گاڑی خراب ہو گئی۔"

دانش اپنے دل کا حال کسی کو بھی نہیں بتا سکا اور اس کے بعد ایسا ہی ہوا، جب بھی وہ کسی کو کچھ بتانے کی کوشش کرتا اس کی زبان بند ہو جاتی۔ اس وقت بھی وہ ایک سڑک پر کار دوڑا رہا تھا کہ اسے کانوں سرگوشی سنائی دی۔ "کھانا گھر پر نہیں کھاؤ گے دانش؟"

اسٹیئرنگ پر ہاتھ بہک گیا اور کار سڑک پر لہرا گئی، اس نے کار کو سنبھال لیا۔

"آجاؤ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ گھر کی جانب چل پڑا، طاہرہ جہاں سے ملاقات ہوئی۔

"ہم نے ایسے جوڑے کہیں نہیں دیکھے بابا، بہو گھر میں اکیلی ہے، ملنے جلنے والوں نے ناک میں دم کر دیا ہے، لوگ تمہارے پاس آتے ہیں لیکن تمہیں موجود نہ پا کر شکوک و شبہات لے کر واپس چلے جاتے ہیں، آخر بات کیا ہے؟"

"کوئی بات ہو تو آپ کو بتاؤں مما، آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔"

"بس میں کیا بتاؤں، سب لوگ ایک ہی بات کہتے ہیں کہ یہ تو اس کی پسند کی شادی ہے۔ پھر کیا ہوا، لیکن میں ایک بات جانتی ہوں کہ کوئی بات ہے ضرور۔"

"کوئی بات نہیں سب ٹھیک ٹھاک ہے، اب کیا میں گھر میں ہی گھسا رہوں؟"

"کیا ہرج ہے ابھی نئی نئی شادی ہے۔" طاہرہ جہاں خاموشی اختیار کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھیں۔ رات کو اس نے تھوڑا بہت کھانا کھایا، اختیار بیگ بھی گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں حسینہ عالم اس کے انتظار میں بیٹھی تھی، تزئین کی استخوانی انگلیاں گوشت پوست سے بے نیاز دوپٹے کا پلو مسل رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے حضور میں پہنچ گیا اور تزئین کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ہنس رہی ہو مجھ پر، ہنس رہی ہو میری تقدیر پر، میں واقعی اسی قابل ہوں۔"

"کیوں خیریت کیا ہوا؟"

"تزئین خدا کے لیے، خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو، تمہارے بارے میں اب مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم کوئی گندی روح ہو، لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ مجھ سے کیوں چمٹ گئی ہو، میری زندگی سے نکل جاؤ پلیز۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو سرتاج، میں غم کی ماری کہاں جاؤں گی؟ تم جانتے ہو اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے، نہ ماں باپ نہ کوئی اور سہارا، صرف تم ہی اپنے ہو، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"مجھ سے پوچھ رہی ہو کیا ہو گیا ہے؟"

"تو پھر اور کس سے پوچھوں، البتہ میں اپنی شکل و صورت کو آئینے میں دیکھتی ہوں تو مجھے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ میرا یہ روپ دنیا کے لیے ناپسندیدہ ہے لیکن میرے زندگی کے مالک، میرے مجازی خدا کے لیے نہیں کیونکہ میں اسے دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔"

"خدا کے لیے مجھے دھوکا دو، خدا کے لیے مجھے دھوکا دو اور اپنی اسی شکل میں آجاؤ۔"

"نہیں ایک شریف اور مشرقی عورت کے لیے ممکن نہیں ہے کہ اپنے شوہر کو دھوکا دے۔"

"اے مشرقی عورت مجھ سے بھی تو پوچھا اپنے اس حسن کے بارے میں۔ مجھے اذیت نہ دے، میں تجھ سے تیرے بارے میں کبھی نہیں پوچھوں گا، تو اسی حالت میں رہ جس میں نظر آتی ہے۔"

"کہا نا میری یہ حیثیت دوسروں کے لیے ہے، آپ کے سامنے حقیقت کا روپ دھار لیتی ہوں۔ یوں بھی آپ نے زندگی مصنوعی لبادوں میں گزاری ہے، اب حقیقت کا رنگ بھی

دیکھیں سرتاج، آخر آپ حقیقت سے چشم پوشی کیوں کرتے ہیں۔"

"میں مرجاؤں گا تزئین، تم میرے سامنے اپنی مصنوعی شکل میں رہا کرو، تم جو کچھ بھی ہو میں تم سے تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔"

"ممکن نہیں ہے سرتاج، ممکن نہیں ہے۔" تزئین نے مجبور لہجے میں کہا اور جب کوئی بات نہ بن سکی تو وہ گھر سے باہر نکل آیا۔

سب کچھ تھا، دولت کی ریل پیل، حسن و جوانی، عزت و آبرو، دولت مند باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور ہر شخص عزت کرتا تھا، لیکن اب وہ اس طرح سڑکوں پر مارا مارا پھرتا تھا کہ دیکھنے والا دیکھے تو دنگ رہ جائے۔ اس نے باقاعدہ شراب پینا شروع کر دی تھی اور اکثر شراب خانوں میں نظر آتا تھا، وہاں سے نکلتا تھا تو تماشا بن کر، بھلا ایسی باتیں چھپی کہاں رہ سکتی ہیں، لوگوں نے انگلیاں اٹھانا شروع کر دی تھیں، لوگ حیرانی سے کہتے تھے کہ دیکھو مرزا اختیار بیگ کا بیٹا ہے، وہ مرزا اختیار بیگ جن کے نام کے چراغ جلتے ہیں، پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔

خود اختیار بیگ بھی اس دکھ کا شکار تھے اور ان کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی، کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

شادی کو کئی ماہ گزر گئے تھے، دلہن البتہ خوش و خرم تھی۔ وہ پورے گھر میں ہنستی بولتی پھرتی تھی اور اس نے کبھی کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ شوہر کی حالت دیکھنے کے قابل، لیکن دلہن سرخ و سفید ہو رہی تھی۔

اس کا حسن ہوشربا ہوتا جا رہا تھا جبکہ دانش کی صحت دن بدن گرتی جا رہی تھی۔

ہر شخص نے اس سے بہت سارے سوالات کئے لیکن اس سے کچھ معلوم کرنے کی ساری کوششیں ناکام ہو گئی تھیں۔ وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا تھا۔ اختیار بیگ صاحب بھی صدمے کی حدود سے گزر کر اب خاموش ہو گئے تھے، انہیں چپ لگ گئی تھی۔ دوست احباب سے گریز کرتے تھے اور اگر کوئی مل جاتا تھا اور ان سے بیٹے کے بارے میں پوچھتا تو چہرے پر جھلاہٹ طاری ہو جاتی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیوں بیمار رہتا ہے، کیوں شراب پیتا ہے، آپ لوگ میرے دوست ہیں، مجھ سے غرض رکھیں، میرے گھر کے بارے میں چھان بین کیوں کرتے رہتے ہیں، کیا میں کبھی آپ کے گھر میں داخل ہو کر آپ کے گھریلو معاملات کے بارے میں پوچھتا

ہوں؟"

"ہم آپ کے دوست ہیں مرزا صاحب اور دوستوں کا کام یہی ہوتا ہے کہ....."

"بے کار باتیں ہیں، آپ براہِ کرام اپنے کام سے کام رکھیں، آپ کی مہربانی ہوگی۔ ہر شخص کے ساتھ زندگی میں کبھی کبھی کچھ ایسے حالات آتے ہیں کہ وہ مشکل کا شکار ہو جاتا ہے، میں بھی مشکل کا شکار ہوں، ایک ایسی مشکل جس کا حل آپ کے پاس نہیں ہے۔" بہت سے لوگ اختیار بیگ کی باتیں سن کر حیران رہ جاتے، جبکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ شخص بہت خوش اخلاق اور ملنسار تھا۔ پھر وہ افسوس کے سوا اور کیا کر سکتے تھے، نہ جانے بے چارہ کن غموں کا شکار ہے۔

دوسری طرف طاہرہ جہاں الگ پریشان تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ہمدرد بے شک بہت سے تھے، لیکن خود ان کی اپنی ذات ذرا مختلف رہی تھی۔ وہ اپنے شوہر سے بالکل مختلف مزاج کی حامل تھیں، زیادہ تر انہوں نے لوگوں کی تضحیک کی تھی اور اب ان کی تضحیک ہو رہی تھی۔ مکافاتِ عمل کا یہ مظاہرہ اتنا انوکھا تھا کہ اگر دنیا کی نگاہیں اس کا گہرا جائزہ لے لیتیں تو بڑی عبرت ہوتی۔ آخر کار ایک دن بہو سے کہنے لگیں۔

"تزئین! کیا تم اس سلسلے میں مدد نہیں کرو گی؟"

"کس سلسلے میں امی جان؟" تزئین کے لہجے میں شہد ٹپک رہا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ دانش ایسا تو نہیں تھا۔"

"ہاں واقعی، وہ ایسے نہیں تھے۔"

"آخر پھر اسے کیا ہو گیا؟"

"آپ نے نہیں پوچھا امی جان؟"

"بہت پوچھا مگر وہ کسی کو کب کچھ بتاتا ہے۔"

"میرے ساتھ بھی ان کا یہی سلوک ہے۔"

"تم اسے مجبور کرو تزئین بیٹی، وہ ہمارے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔" طاہرہ جہاں نے عاجزی سے کہا۔

یہ لڑکی انہیں صرف اس لیے ناپسند تھی کہ دانش نے اس سے اپنی مرضی سے شادی کی تھی، کبھی اس نے اور نہ تزئین نے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ بتایا تھا، وہ کون ہے، اس کے

والدین کہاں گئے، پہلے کہاں رہتی تھی، کہاں سے آئی ہے۔ یہ بہت سے سوالات تھے جو ان کے ذہن میں تھے لیکن کبھی ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ملا تھا، وہ سوالیہ نگاہوں سے تزئین کو دیکھ رہی تھیں۔

''ایک بات کا جواب دیں گی مجھے امی؟'' تزئین نے پوچھا۔

''ہاں ضرور۔''

''آپ ان کی ماں ہیں، کیا آپ کسی سلسلے میں انہیں مجبور کر سکیں آج تک؟''

تزئین کا سوال بہت مشکل تھا، طاہرہ جہاں کچھ دیر سوچتی رہیں پھر بولیں۔ ''وہ بہت ضدی ہے۔''

''میرے ساتھ بھی یہی کیفیت ہے ان کی، اصل میں امی، ہم لوگ اپنے بے جا لاڈ پیار سے حالات کو بہت بگاڑ دیتے ہیں، میں معافی چاہتی ہوں، آپ نے چونکہ مجھے خومخاطب کیا ہے اس موضوع پر، اس لئے آپ سے یہ عرض کرنے میں گریز نہیں سمجھتی کہ دانش کی تربیت ہی غلط بنیادوں پر ہوئی ہے اور درخت وہی پھل دیتا ہے جس کے بیج ڈالے جاتے ہیں۔''

بہو کا ٹکا سا جواب پا کر طاہرہ جہاں خاموش ہو گئیں، لیکن آس پاس مرزا اختیار بیگ یہ باتیں سن رہے تھے، وہاں سے ہٹیں تو مرزا صاحب نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''ذرا تشریف لائیے میرے پاس۔''

طاہرہ جہاں بہت بدل گئی تھیں، گھر پر جو تباہی نازل ہوئی تھی انہوں نے بہت سی باتیں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مرزا اختیار بیگ نے کہا۔

''ایک ایک لفظ سچ ہے اس کا، سمجھیں آپ، اپنے آپ پر اگر غور کریں تو آپ کا غرور آسمان کو پہنچا ہوا تھا۔ بیٹے پر غور کریں تو وہ آپ کا عکس ہے، اس کتے نے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا ہے، دو کوڑی کا اور اس کی ذمے دار آپ ہیں، کیا کہا تھا اس نے ابھی آپ سے، یہی نا کہ دانش کی تربیت غلط بنیادوں پر ہوئی ہے اور درخت وہی پھل دیتا ہے جس کے بیج ڈالے جاتے ہیں۔''

''دیکھیں، بہت اختلاف رہا ہے زندگی میں میرا آپ سے، لیکن میری وفاداری میں کوئی شک نہیں ہے، ہم مشکلوں کا شکار ہو گئے ہیں اور اس مشکل کا حل ہمیں ہی تلاش کرنا ہے۔ کسی سے مدد مانگیں اس سلسلے میں، آپ کچھ کریں، خدا کے لیے کچھ کریں، اسے کسی ماہر نفسیات کو

دکھائیں، میری سمجھ میں بہو کا رویہ نہیں آتا، شوہر کی اس بے اعتنائی کے باوجود وہ خوش و خرم ہے۔''

''دیکھتا ہوں اسے، کسی وقت اس سے نمٹنا پڑے گا، کیا سمجھا ہے خود کو، اچھے اچھوں کو ٹھیک کر کے رکھ دیا ہے میں نے۔ گھر کا معاملہ ہے اور آپ کا منہ ہے کہ میں نے اب تک خاموشی اختیار کی ہے، دیکھتا ہوں اب اسے۔'' مرزا اختیار بیگ کے لہجے میں ایک طوفان چھپا ہوا تھا اور پھر ایک دن یہ طوفان امڈ پڑا۔

اس دن بھی دانش اپنے کمرے میں بیٹھا شراب سے شغل کر رہا تھا کہ مرزا اختیار بیگ نے دیکھ لیا، برداشت نہ کر سکے اور کمرے میں گھس گئے، دانش اس قدر بے غیرت ہو گیا تھا کہ باپ کی آمد کو اس نے کوئی حیثیت نہیں دی اور سامنے رکھا گلاس اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

مرزا اختیار بیگ آگ بگولا ہو گئے۔ ''نا خلف، نامراد، اب تیری نگاہ میں میری کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے، اب کیا چاہتا ہے تُو، کیوں دیوداس بن گیا ہے، کیا غم ہے تجھے، تُو نے اپنی مرضی سے شادی بھی کر لی، ہمیں تُو نے بالکل ہی بے حیثیت کر دیا۔ ہم نے تجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اس کا کس خاندان سے تعلق ہے، ہم نے اسے اپنا لیا، لیکن اب جو تُو نے اپنا حلیہ اور یہ روش اپنائی ہے اس کی وجہ بتائے گا؟ کیا تُو مکافاتِ عمل سے گزر رہا ہے، بول، ایک خاندان کو تباہ و برباد کر دیا تُو نے، اب اور کیا چاہتا ہے، اپنا خاندان برباد کرنا چاہتا ہے۔''

''بھوت بھوت بچاؤ بچاؤ۔'' دانش کے حلق سے ایک بھیانک آواز نکلی اور وہ کمرے میں اچھل کود مچانے لگا، اچھل کر میز پر چڑھا اور کئی ڈیکوریشن پیس توڑ ڈالے۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ ''مجھے بھوتوں نے گھیر لیا ہے، بھوت گھس آئے ہیں گھر میں، مجھے ان بھوتوں سے بچاؤ۔'' دانش چیخ رہا تھا۔

یہ شور ہنگامہ سن کر طاہرہ جہاں کمرے میں گھس آئیں اور انہوں نے دانش کو عجیب کیفیت میں دیکھا، مرزا اختیار بیگ ایک دیوار سے لگے کھڑے ہوئے تھے اور دانش قیمتی چیزیں توڑ رہا تھا۔

''دانش میرے بچے، دانش سنبھال خود کو.....'' ابھی ان کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا تھا کہ دانش نے ان پر چھلانگ لگا دی اور طاہرہ جہاں ان کی لپیٹ میں آ کر بری طرح زمین پر گریں۔ دانش نے ان کا منہ نوچ کر رکھ دیا۔

مرزا اختیار بیگ دوڑے اور انہوں نے دانش کو ہٹانے کی کوشش کی، لیکن دانش اس طرح طاہرہ جہاں کی پٹائی کر رہا تھا کہ وہ کئی جگہ سے زخمی ہو گئی تھیں، جب اور کچھ نہ بن پڑا تو مرزا اختیار بیگ نے ایک پتھر کا گلدان اٹھایا اور دانش کے سر پر دے مارا، تب کہیں جا کر دانش سے طاہرہ جہاں کا پیچھا چھوڑا لیکن وہ بے ہوش ہو چکی تھیں۔

مرزا اختیار بیگ نے ان ملازموں کو بلایا جو کمرے کے دروازے کے باہر جمع ہو گئے تھے، لیکن اجازت نہ ملنے کی وجہ سے اندر نہیں داخل ہوئے تھے۔

''انہیں اٹھاؤ اور اٹھا کر اندر کمرے میں پہنچاؤ'' مرزا اختیار بیگ رندھی ہوئی آواز میں بولے۔

ادھر دانش کے سر سے خون بہہ رہا تھا لیکن اس وقت مرزا اختیار بیگ اس قدر غصے کے عالم میں تھے کہ انہوں نے اس پر توجہ بھی نہیں دی، لیکن ملازموں نے دانش کو بھی اٹھا کر اندر پہنچایا تھا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ دانش کو دماغی ہسپتال میں داخل کرا دیا جائے، ایک بہت ہی اعلیٰ پائے کے دماغی ہسپتال میں دانش کو داخل کر دیا گیا۔ اس حسین و جمیل کوٹھی پر جہاں دن رات کا پتہ نہیں چلتا تھا ویرانی چھا گئی تھی، جہاں کبھی رات نہیں ہوتی تھی وہاں اب ہر وقت تاریکی چھائی رہتی تھی۔

شہر کے سب سے بڑے دماغی ہسپتال میں دانش کا علاج جاری تھا، لیکن تین بار دانش یہاں سے فرار ہو گیا تھا اور اب بحالتِ مجبوری اسے زنجیروں میں قید رکھا جاتا تھا۔ اس کی حرکتوں پر لوگ قہقہے لگاتے تھے۔ مرزا اختیار بیگ کبھی دماغی ہسپتال جاتے تو بیٹے کو دیکھ کر ان کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہنے لگتے تھے، دانش اختیار اب لوگوں کے قہقہوں کا شکار بن چکا تھا۔ آہستہ آہستہ مرزا اختیار بیگ بھی ہمت ہارتے جا رہے تھے، ادھر طاہرہ جہاں سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھیں۔ ایک دن انہوں نے غم میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اب کیا ہوگا مرزا صاحب، میرے بچے کو کیا ہو گیا، کیا وہ اسی طرح پاگل پن کی کیفیت میں ہسپتال میں دم توڑ دے گا، کیا ہوگا اس کا؟''

''یہ سوال آپ خود سے کیجئے طاہرہ جہاں۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''آہ کاش آپ کے اندر سمجھنے ہی کی صلاحیت ہوتی۔''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں خدا کے واسطے مجھ پر طنز نہ کریں مجھے بتائیں تو سہی۔''

''کاش آپ اسی وقت سب کچھ سمجھ جاتیں طاہرہ جہاں جب میں نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی تھی، لیکن آپ کے اندر غرور بول رہا تھا۔ یاد ہے کیا کہا تھا آپ نے، آپ نے بڑے غرور سے کہا تھا کہ وہ میرا بیٹا ہے، یہ کہ میں نے آپ سے اچھی طرح کہا تھا کہ میرا بھی زندگی کے بارے میں کوئی تجربہ ہے۔ بات اپنی حد تک رکھئے۔ کسی دوسرے خاندان کی عزت کو مٹی میں نہ ملائیں، آج تک آپ کے دل میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ نے ایک انتہائی غیرت مند، شریف خاندان کے ساتھ کیا کیا۔ کیا میں آپ کی اس بات کا مخالف نہیں تھا، میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ دانش کو یورپ سے واپس آ جانے دیں، لیکن آپ یہ سمجھتی تھیں کہ آپ اپنی دولت سے دنیا کی ہر چیز خرید سکتی ہیں، دولت سے آپ نے غیروں کی عزت تو خرید لی، لیکن آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ کیا اپنے بیٹے کی شیطنت بھی آپ خرید سکتی ہیں، معاف کرنا طاہرہ جہاں بیگم وہ آپ کا عکس ہے، بالآخر اس نے ہم سب کی عزت مٹی میں ملا دی اور اسے کہتے ہیں مکافاتِ عمل، تعجب کی بات ہے۔ مجھے حیرت تھی طاہرہ جہاں کہ قدرت نے ہمیں کیوں معاف کر دیا، مظلوم دلآویز کی آہیں خدا نے کیوں فراموش کر دیں۔ قدرت اس کی موت کے کھیل کو کیوں بھول گئی۔ اس کی بے کس اور لاچار لاش دیکھی تھی آپ نے، اس سے زیادہ وہ اور کیا کر سکتی تھی۔ سمجھ رہی ہیں نا، آپ کو آپ کے کھیل کی سزا مل رہی ہے، یہ میری بھول تھی طاہرہ بیگم کہ میں نے آپ کو اتنا بڑا مقام دے دیا، خدا کی لاٹھی بے آواز ہے، یہ سزا تو بالآخر ہمارا مقدر بننا ہی تھی۔ دیکھ لو آج ہماری کیفیت کسی بھی طرح فیاض علی سے مختلف نہیں ہے۔ جدھر سے گزرتا ہوں لوگ میرے بارے میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں۔ مجھ پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، دانش نے جو کچھ کیا وہ اس کی سزا بھگت رہا ہے اور وہ بے شک صحیح بھگت رہا ہے، اس بدنصیب کا یہی انجام ہونا چاہئے تھا۔''

''خدا کے لیے ایسا نہ کہیں، میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔''

''ہونہہ، میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے، جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے، سمجھیں آپ......'' مرزا اختیار بیگ بدستور طنزیہ بولے۔

''میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔''

''جی، فرمائیے، جو کچھ آپ کے ذہن میں آیا ہے وہ بھی کہہ ڈالئے۔''

’’کیوں نہ ہم اسے علاج کے لیے ملک سے باہر لے چلیں، دلہن کو بھی ساتھ لے جائیں گے، ممکن ہے اس کی حالت بہتر ہو جائے۔‘‘

’’کچھ نہیں ہوگا طاہرہ جہاں بیگم کچھ نہیں ہوگا، یہ اللہ کی گرفت ہے، اس سے کون چھڑا سکتا ہے، اس کمینہ فطرت کو سزا ملے گی۔‘‘

’’میری بات مان لیجئے، آپ کو اللہ کا واسطہ میری بات مان لیجئے۔‘‘

’’بہت اللہ یاد آ رہا ہے، ٹھیک ہے، آپ دلہن سے بھی مشورہ کر لیجئے، میں تو اس کے لیے افسردہ ہوں۔ کیا ملا بچی بے چاری کو اس مردود سے شادی کر کے......‘‘

طاہرہ جہاں بیگم غم آلود نگاہوں سے شوہر کو دیکھتی رہیں، پھر اچانک ان کے چہرے پر غصے کے آثار پیدا ہو گئے اور انہوں نے تلخ نگاہوں سے شوہر کو دیکھا پھر بولیں۔ ’’مرزا صاحب، کیا آپ میرے ساتھ زیادتی نہیں کر رہے، میں نے ساری زندگی آپ کی اطاعت گزاری کی ہے، لیکن آپ نے مجھ سے دوری اختیار کر لی ہے۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں بہت بڑی مجرم ہوں۔‘‘

’’وہ تو ہیں آپ طاہرہ صاحبہ ذرا غور کر لیجئے۔‘‘

’’کتنا غور کرائیں گے اختیار بیگ، میں نے کیا نہیں سوچا آپ کے لیے، دوسری شادی تک کرا رہی تھی میں آپ کی، صرف اولاد کے لیے۔ اب اگر کچھ غلط ہو گیا تو آپ صرف مجھے ہی موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں، اور اگر ایسا ہی ہے تو آپ مجھے ہلاک کر دیں۔‘‘

’’ہلاک تو ہو رہی ہیں آپ۔‘‘

’’ٹھیک ہے، بیٹا دماغی ہسپتال میں ہے، میں چلی جاتی ہوں آپ کا گھر چھوڑ کر۔ جی سکی تو جی لوں گی ورنہ خودکشی کر لوں گی، حد ہو چکی ہے۔‘‘ طاہرہ جہاں بیگم کا لہجہ درد میں ڈوب گیا تھا۔

پھر وہ زاروقطار رونے لگیں۔ مرزا اختیار بیگ خود بھی پریشان تھے، دنیا بھر کی دولت ان کے پاس موجود تھی، لیکن اکلوتے بیٹے کو جو ہو گیا تھا وہ ناقابلِ فہم تھا۔ طاہرہ جہاں کو اس طرح بلکتے دیکھ کر انہیں دکھ ہوا۔ وہ اعتدال پر آ گئے، طاہرہ بیگم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے...... ’’اصل میں اس کی جو کیفیت ہوئی ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ سکی ہے، تم دیکھو تزئین بے چاری پورے گھر سے کس طرح تعاون کرتی ہے، حالانکہ جو کیفیت دانش کی ہے اس

کے تحت اسے بددل ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر کسی شریف خاندان کی لگتی ہے، جو کر چکی ہے وہ نبھا رہی ہے، اب رونا دھونا چھوڑو ڈھنگ سے بات کرو، ہمیں کسی نتیجے پر تو پہنچنا ہے، اصل میں یہ سوچ رہا تھا میں کہ اگر ہم اسے کہیں بیرون ملک لے بھی جائیں گے تو اس کی بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں اس کی حالت بہتر ہو جائے اور وہ ٹھیک ہو جائے۔ یہاں جو چیز مجھے سب سے الجھا رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے نفسیاتی مریض ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے، یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کہ ہماری دولت پر بے شمار نگاہیں جمی ہیں، بہت سی لڑکیاں ہیں خاندان میں۔ لوگ اظہار کر چکے تھے کہ ان کی بیٹیوں کو دانش کے لیے دیکھا جائے میرا مطلب ہے کہ کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہوئی ہو۔‘‘

’’میرے دل میں بھی کتنی دفعہ یہ خیال آیا ہے، اس سلسلے میں کوشش کروں گی، ایک سوال کروں آپ سے؟‘‘ طاہرہ جہاں بیگم کی سسکیاں اور ہچکیاں رک گئی تھیں۔

’’جی فرمائیے۔‘‘

’’تزئین اب ہماری بہو ہے، کیا دلہن سے یہ سوال نہ کیا جائے کہ وہ کون ہے اس کا ماضی کیا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ کچھ لوگ اس شادی سے خوش نہ ہوں۔ اس سے پوچھا تو جائے کہ وہ کون ہے اور یہ سوال بھی کیا جائے کہ آخر دانش کی اس کیفیت کی وجہ کیا ہے۔‘‘

مرزا اختیار بیگ سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ’’یہ بھی کر کے دیکھ لیں، ممکن ہے کوئی کام کی بات پتہ چل جائے۔ آپ کیا سمجھتی ہیں طاہرہ جہاں بیگم، کیا میرا دل خون کے آنسو نہیں روتا۔ میں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس قدر اچھا کاروبار ہونے کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا جب میری راتوں کی نیندیں حرام ہو جائیں۔‘‘

تزئین کے سلسلے میں سب سے زیادہ حیرت ان لوگوں کو اسی بات پر تھی کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود اس کا چہرہ مطمئن اور مسرور نظر آتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی کہ یہ دونوں اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو تزئین چونک کر سنبھل گئی۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ ’’آیئے تشریف لایئے کوئی بات تھی تو مجھے بلا لیا ہوتا، آپ نے کیوں تکلیف کی؟‘‘

’’خدا تمہیں خوش رکھے بیٹا، کچھ بات کرنی ہے تم سے۔‘‘

''جی فرمائیے، بیٹھے نا آپ لوگ۔''

طاہرہ جہاں بیگم اور مرزا اختیار بیگ بیٹھ گئے۔ وہ تزئین کے رویئے کا بھی جائزہ لے رہے تھے۔

طاہرہ جہاں نے کہا۔ ''تزئین تم سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں، جو میں نے آج تک نہیں کیا؟''

''جی فرمائیے۔'' تزئین بولی۔

''تم کون ہو؟''

''جی؟'' تزئین نے چونک کر طاہرہ جہاں بیگم کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے طاہرہ جہاں کو یوں محسوس ہوا جیسے تزئین کی آنکھوں میں خون کی سرخی چمک اٹھی ہو۔

+====+====+

وہ کچھ دیر چپ رہی پھر بولی۔ ''آپ کی بہو ہوں آنٹی اور کون ہو سکتی ہوں؟''

''وہ تو ہو، دیکھو تزئین ہم نے اپنی مرضی کے خلاف تمہاری شادی اپنے بیٹے سے کی ہے، ہمارے پاس جو کچھ ہے اسے دیکھ کر کوئی بھی بڑے سے بڑا آدمی اپنی بیٹی ہمارے حوالے کر سکتا تھا، لیکن ہم نے دانش کی خوشی پوری کی۔''

''جی آپ فرمائیے۔''

''میں نے تم سے سوال کیا ہے کہ تم کون ہو؟''

''آنٹی میں آپ کو اس کا جواب نہیں دے سکتی۔''

''کیوں؟''

''اس لیے کہ میں نے دانش سے اجازت نہیں لی۔ ویسے مجھے آپ کے گھرانے کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ آپ لوگوں نے اس سلسلے میں کوشش کی تو میں نے دانش کی خواہش پر انکار بھی نہیں کیا اور اس کے بعد سے آج تک سر جھکائے آپ کی اطاعت کر رہی ہوں۔ جو کچھ ہوا ہے آپ کو بھی اس کا اندازہ ہے، لیکن میں نے اپنی پیشانی تک شکن آلود نہیں کی۔''

''بالکل ٹھیک کہتی ہو بیٹی۔ اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم کسی بہت ہی اعلیٰ ظرف خاندان کی بیٹی ہو۔ ہم صرف دانش کی اس کیفیت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔'' اختیار بیگ نے کہا۔

''یہ تو آپ ہی کے علم میں ہوگا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جب بھی میں نے دانش سے ان کی پریشانی کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کی تو انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔''

''اچھا ایک بات کا اور جواب دو۔ ہم دانش کو علاج کے لیے یورپ لے جانا چاہتے

ہیں، کیا تم اس بات کو پسند کرو گی؟''

ایک بار پھر تزئین کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا، لیکن اسے اپنے اعصاب پر قابو پانا آتا تھا، اس نے کہا۔''آپ اپنے بچے کے لیے جو کچھ بھی کریں گی بھلا اس میں مجھے اعتراض کا کیا حق ہے۔''

''تم ہمارے ساتھ یورپ چلنا پسند کرو گی؟''

''اس کے بارے میں مجھے سوچ کر جواب دینا ہوگا۔'' تزئین نے کہا۔

''کیوں؟ دیکھو اسی لیے تو ہم تم سے یہ بات پوچھ رہے تھے کہ تمہارا یہاں کون کون ہے؟''

تزئین نے سر جھکا لیا، اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، تب طاہرہ جہاں بیگم نے خشک لہجے میں کہا۔''جانا تو ہے مجھے اپنے بچے کو یورپ لے کر۔ میں چاہتی تھی کہ تم اس سلسلے میں ہماری مدد کرو، لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارا رویہ کچھ عجیب سا ہے۔ خیر میرا حق ہے کہ میں تمہیں حکم دوں، سوچ کر جواب دینا کہ کیا ارادے ہیں۔ آیئے مرزا صاحب۔'' طاہرہ جہاں بیگم آخر اپنے مخصوص رویے پر اتر آئیں اور مرزا اختیار بیگ بھی واپسی کے لیے اٹھ گئے۔

لیکن انہوں نے پلٹ کر تزئین کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک بھیانک خلاء پیدا ہوتا جا رہا تھا اور اس خلاء میں ہلکے ہلکے شعلے ابھر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ شعلے آنکھوں کے حلقوں سے باہر لپکنے لگے اور پھر رخساروں کی ہڈیوں سے گوشت اترنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں تزئین کا حسین وجود ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل ہو گیا۔

وہ مسہری سے نیچے اتر آئی اور کمرے میں ٹہلنے لگی۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں۔ پھر ایک ملازمہ نے دروازے سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ جلدی سے باتھ روم کی طرف بڑھی اور دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔''کون ہے۔ آ جاؤ۔''

ملازمہ اندر داخل ہوئی تو وہ باتھ روم میں داخل ہو چکی تھی، لیکن عمر رسیدہ ملازمہ نہ جانے کیوں، چونک کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے باتھ روم کی طرف دیکھا اور پھر باتھ روم کے پاس پہنچ گئی۔

''چھوٹی بیگم صاحبہ! شمشاد لانڈری جا رہا ہے۔ آپ کو کچھ کپڑے بھیجنے ہیں؟''

''نہیں۔ میرے کوئی کپڑے نہیں ہیں۔'' اندر سے جواب ملا اور نوکرانی دو قدم پیچھے

ہٹ گئی۔

نہ جانے اسے کیا احساس ہوا تھا، کچھ لمحے وہ وہیں کھڑی رہی، پھر منہ ٹیڑھا کر کے شانے ہلائے اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل گئی۔

ملازمہ کے باہر جانے کے بعد تزئین باہر نکل آئی، وہ نارمل شکل میں تھی لیکن اس کے تیور چڑھے ہوئے تھے۔ شاید منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلی تھی۔ ملیح رخساروں پر پانی کے قطرے ٹھہرے ہوئے تھے اور موتیوں کی مانند چمک رہے تھے۔

باہر نکل کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا، آگے بڑھ کر اسے بند کیا پھر کپڑوں کی الماری کی طرف بڑھ گئی۔ ایک خوبصورت لیکن سادہ لباس نکال کر اسے پہنا۔ پھر اپنا پرس اٹھا کر راہداری عبور کر کے بڑے دروازے سے باہر نکل آئی۔ پورچ میں تین قیمتی کاریں کھڑی تھی۔ تینوں کے ڈرائیور الگ الگ تھے۔ وہ سفید مرسڈیز کے پاس پہنچی تو ڈرائیور سجاد بھاگ کر قریب پہنچا۔ اس نے پھرتی سے مرسڈیز کا دروازہ کھولا اور وہ پیچھے بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور مرسڈیز اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

اوپر کی منزل کی ایک بڑی کھڑکی کے پاس طاہرہ جہاں اور مرزا اختیار بیگ کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

''ان دنوں کچھ زیادہ ہی سرکش ہو گئی ہے۔ پہلے جہاں بھی جاتی تھی بتا کر جاتی تھی۔'' طاہرہ جہاں نے تبصرہ کیا۔

اور مرزا اختیار بیگ نے ٹھنڈی سانس بھری پھر بولے۔''کسی حد تک جائز ہے طاہرہ جہاں۔ اس کی جگہ اپنے آپ کو رکھ کر سوچو، کیا کہہ سکتی ہو دونوں کے درمیان کیا چپقلش ہے۔''

''کن دونوں کے درمیان......؟'' طاہرہ جہاں نے پوچھا۔

''میاں بیوی کی بات کر رہا ہوں۔ آخر دانش کے ذہنی ہیجان کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی، وہ ولیمے کے دن کیوں غائب ہو گیا تھا؟''

طاہرہ جہاں عجیب سی نظروں سے مرزا صاحب کو دیکھنے لگیں۔ پھر بولیں۔''پہلے تو آپ نے اس انداز میں نہیں سوچا۔''

''کیوں نہیں سوچا، لیکن دل کی بات کس سے کہتا۔ آپ سے، جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتیں۔''

''پتہ نہیں میں نے ایسا کیا کیا ہے جو آپ نے مجھے کوے ہکنی بنا دیا ہے۔''

''چھوڑیئے ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اب کیا کریں۔ کیا دانش کو علاج کے لیے ملک سے باہر لے جایا جائے؟''

''ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ دولت، جائیداد، کاروبار ہم اپنے ساتھ قبر میں تو لے نہیں جائیں گے۔ سب کچھ خرچ کر دوں گی میں اپنے لعل پر۔''

''یہ سب کچھ خرچ کر کے وہ ٹھیک ہو جائے گا؟'' مرزا اختیار بیگ نے سوال کیا۔

''کیوں نہیں ہوگا۔ آخر آپ کے دل میں کیا ہے۔ مجھے کھل کر کیوں نہیں بتاتے۔''

''نہیں آپ یقین کریں۔ کوئی خاص بات نہیں ہے میرے دل میں۔ بس اس کی فطرت نے مجھے ہمیشہ بددل کیا ہے اور معاف کیجئے گا یہ سرکشی اس نے آپ سے سیکھی ہے۔ آپ بڑے دعوے کرتی رہی ہیں کہ آپ کا بیٹا آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔ آج تک آپ کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کی بہو کون ہے۔ کہاں کی رہنے والی ہے۔ اس کے عزیز و اقارب کہاں ہیں۔ ہم تو بس یوں سمجھیں نوکری کرتے رہے ہیں اس کی۔ اس نے جدھر رخ کیا مڑ گئے۔ اس نے شادی کی اپنی مرضی سے، ہمیں اس کے احکامات کی تعمیل کرنی پڑی۔''

''پتہ چل جائے ایک بار مجھے کہ وہ بدبخت میرے بیٹے کی بیماری کی وجہ ہے۔ ایسی جگہ لے جا کر ماروں گی جہاں پانی بھی نہ ملے گا۔''

''پھر کیا ہوگا؟'' مرزا اختیار بیگ نے پوچھا۔

''دیکھیں مرزا صاحب، میری طاقت آپ ہیں۔ جو کچھ کروں گی آپ ہی کے بل پر کروں گی۔ آپ ایسی باتیں کر کے میرا دل نہ توڑیں۔ ایک ہی اولاد ہے ہماری۔''

''اور میری طاقت کون ہے۔ اس بارے میں سوچا آپ نے۔ اس کی یہی کیفیت رہی تو میں سارا کاروبار بند کر دوں گا۔ سب کچھ ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لوں گا۔'' مرزا اختیار بیگ کی آواز بھرا گئی۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

+====+====+

تزئین ہسپتال کے ایک بڑے ڈاکٹر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور ڈاکٹر اسے سمجھا رہا تھا۔

''ہم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ ایک ایک ٹیسٹ کرایا ہے۔ ان کی حالت تھوڑی سی بہتر ہو جائے تو ہم انہیں اپنے سب سے بڑے سائیکالوجسٹ کے سامنے پیش

کریں گے۔ اصل میں ہم ان کی ہسٹری دیکھ چکے ہیں۔ ماضی میں کوئی ایسا حادثہ یا واقعہ نہیں ملا ہے جس کے بارے میں یہ سوچ سکیں کہ ان کی دیوانگی کسی خاص واقع کا نتیجہ ہے۔''

''سائیکالوجسٹ کیا کرے گا؟''

''وہ ان کے ذہن کی پوشیدہ گرہیں تلاش کرے گا اور ہمیں کوئی نہ کوئی کلیول جائے گا۔''

ڈاکٹر نے پُرخیال لہجے میں کہا، لیکن وہ اس باریک سی مدہم سی مسکراہٹ کو نہیں دیکھ سکا تھا جو یہ بات سن کر تزئین کے خوبصورت ہونٹوں پر نمودار ہوئی تھی اور ایک لمحے کے اندر غائب ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''ایسا تو اسی وقت ہو سکتا ہے ڈاکٹر صاحب جب دانش سائیکالوجسٹ کے کسی سوال کا جواب دینے پر تیار ہو جائیں۔ وہ تو کسی سوال کا جواب ہی نہیں دیتے۔''

''اب اس دیوانگی کے عالم میں ہم دنیا کی بہترین دواؤں کے ذریعے ان کی ذہنی حالت اعتدال پر لانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ ان کوششوں سے ہمیں دس فیصد بھی فائدہ حاصل ہو جائے تو ہمارا آگے کا کام آسان ہو جائے گا۔ اب اس طرح کی مشینیں ایجاد ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے مریض جواب دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔''

''ٹھیک...... گویا کامیابی کے امکانات سو فیصد ہیں۔''

''یہ کہنا مشکل ہے۔ سو فیصد کی بات تو کسی بھی مسئلے میں نہیں کی جا سکتی۔''

''میں دانش سے مل سکتی ہوں؟''

''ہاں! کیوں نہیں۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے وہ پُرسکون ہیں۔ میں بندوبست کئے دیتا ہوں۔'' ایک خاتون ڈاکٹر کو دو نرسوں کے ساتھ طلب کیا گیا۔ اس طرح کے مریضوں کی نگرانی کافی سختی سے کی جاتی تھی، جو کسی پر حملہ کر سکتے ہیں اور دانش، طاہرہ جہاں پر حملہ کر چکا تھا اور اس نے انہیں ہلکا پھلکا سا زخمی بھی کر دیا تھا، لیکن تزئین کے انداز میں بڑا اعتماد پایا جاتا تھا۔

دانش اس وقت ہسپتال کے مخصوص لباس میں ایک انتہائی آرام دہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا خلاء میں گھور رہا تھا۔ تزئین دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو دانش نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آؤ تزئین۔'' وہ نرم اور متحمل لہجے میں بولا۔

تزئین نے مسکرا کر خاتون اور ڈاکٹر نرسوں کی طرف دیکھا اور بولی۔ ''آپ لوگ جائیے، میں اپنے شوہر سے بات کروں گی۔''

"میڈم۔ اگر ہم یہاں موجود رہیں تو......؟"

جواب میں تزئین کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ "تو آپ ایک بیوقوفی کرنے کی کوشش کریں گی جس کا کوئی جواز نہ ہوگا۔ جائیے۔"

تزئین کا لہجہ کچھ اس طرح پتھرایا ہوا سا تھا کہ خاتون ڈاکٹر نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے نرسوں کو دیکھا اور پھر شانے ہلا کر دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ جاتے ہوئے اس نے نرسوں سے کہا تھا۔ "اور تم لوگ اس بات کی گواہ رہنا کہ مسز دانش نے کس طرح سخت لہجے میں گفتگو کر کے ہمیں باہر نکال دیا تھا۔"

"آپ چاہیں ڈاکٹر صاحبہ تو جا سکتی ہیں۔ ہم دروازے کے باہر موجود رہیں گے۔ دو وارڈ بوائے ہمارے ساتھ کر دیجئے، اگر اندر کوئی معاملہ پیش آیا تو ہم دیکھ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" خاتون ڈاکٹر نے کہا۔

ادھر تزئین بڑے محبت بھرے انداز میں دانش کے بیڈ کی پائنتی بیٹھ گئی۔

"یار دانش، تم نے تو سب کچھ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔" اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

دانش اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا، حالانکہ وہ ذہنی طور پر کافی پریشان ہو گیا تھا، لیکن اس وقت وہ بالکل صحیح نظر آ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں نے تو کچھ خراب نہیں کیا تزئین۔ تم نے ہی میرے دل کی دنیا لوٹ لی ہے۔ تم مجھے بدلے ہوئے روپ میں کیوں نظر آتی ہو۔ اگر یہ تمہارا کوئی مذاق ہے تو کب تک یہ مذاق جاری رکھو گی؟"

تزئین کا چہرہ ایک لمحے کے لیے پھر اسی کیفیت کا شکار نظر آیا، اس کی آنکھوں کے حلقے خالی ہونے لگے اور ان میں آگ کے شعلے جیسی لپٹ نظر آئی، لیکن اس نے سر جھکا کر دانش کو یہ شعلے دیکھنے کا موقع نہ دیا۔ پھر رخ بدل کر دروازے کی جانب دیکھا اور جب گردن گھمائی تو اس کی کیفیت بحال ہو چکی تھی۔

"تمہاری بیماری سے گھر کے تمام لوگ پریشان ہیں، طاہرہ جہاں بیگم، مرزا اختیار بیگ سب کے سب دکھی ہیں۔ وہ تمہیں سمندر پار لے جانا چاہتے ہیں۔ وہ مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کیا میں بھی ان کے ساتھ یورپ جاؤں گی؟ سنو! میں نہیں جانا چاہتی دانش۔ تم انہیں منع کر دو۔ تم یورپ جانے سے انکار دو۔ کیا کہو گے تم؟"

"میں یورپ نہیں جاؤں گا۔ میں یورپ نہیں جاؤں گا۔" دانش نے مشینی لہجے میں کہا اور تزئین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب تم ٹھیک ہو جاؤ۔"

"میں ٹھیک ہو جاؤں گا، لیکن......" اس نے کہا اور اس کے بعد اچانک ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا تھا۔

جب وہ رویا تو تزئین کا چہرہ پھر بدلنے لگا، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔

"نہیں تم روؤ گے نہیں۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ چند روز کے اندر تمہیں گھر واپس آ جانا ہے۔"

دانش نے آنسو خشک کر لیے اور بولا۔ "تم روزانہ میرے پاس آیا کرو گی۔"

"آتی تو ہوں۔"

"نہیں......تم اسی شکل میں میرے پاس آؤ گی اور گھر جا کر بھی تم اسی شکل میں رہو گی۔"

دانش بچوں کی طرح بولا۔ لیکن تزئین نے اس بار پھر چہرہ جھکا لیا تھا، البتہ اس کی آنکھوں سے جو سرخ شعاعیں خارج ہوئی تھیں، ان کا عکس اس کے لباس کے سفید حصوں پر نظر آیا تھا، لیکن دانش نے یہ عکس نہیں دیکھا تھا۔ وہ بار بار اپنے آپ کو سنبھال رہی تھی اور دانش اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"تو تم خود منع کر دو گے، ہو سکتا ہے تم سے کوئی ملنے آئے۔ میرا مطلب ہے ماما یا تمہارے پاپا، کوئی بھی آئے سمجھے۔"

"ٹھیک ہے میں انہیں باہر جانے سے منع کر دوں گا۔"

"میں اب چلتی ہوں۔"

"کب آؤ گی؟"

"کل۔" تزئین نے جواب دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ دانش محبت بھرے انداز میں بستر سے نیچے اتر آیا تھا۔

باہر سے ان دونوں کا جائزہ لیا جا رہا تھا اور نرسیں ایک دوسرے سے کانا پھوسی کر رہی تھیں۔ جب تزئین دروازے کی جانب بڑھی تو نرسیں جلدی سے دور ہٹ گئیں۔ دانش خود کمرے کے دروازے سے باہر نہیں آیا تھا۔ تزئین نرسوں کی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد مرسڈیز گھر کی جانب واپس جا رہی تھی۔

+====+====+

دونوں نوکرانیاں طویل عرصے سے مرزا اختیار بیگ کے ہاں ملازمت کرتی تھیں اور اس گھر کی وفادار بھی تھیں۔ اس وقت بھی دونوں گھر کے مختلف کاموں سے فرصت پا کر کوٹھی ہی کے ایک کمرے کے سامنے راہداری میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہیں علم نہیں تھا کہ طاہرہ جہاں بیگم کمرے کے دروازے سے پشت لگائے سوچوں میں گم ہیں۔ ایک ملازمہ عمر رسیدہ تھی اور دوسری ستائیس اٹھائیس سال کی عمر کی حامل۔

عمر رسیدہ ملازمہ نے کہا۔ ''میں تمہیں بتاؤں رشیدہ، پچھلے کچھ عرصے سے ہمارے اس گھر پر جو نحوست چھائی ہوئی ہے اس کی وجہ میری سمجھ میں آتی ہے۔''

''اللہ ہمارے مالکوں کو ہر بُری گھڑی سے بچائے۔ کیا تھا یہ گھر اور کیا ہو گیا۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے ناظمہ خالہ۔ جب سے چھوٹے سرکار ولایت سے واپس آئے ہیں یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔''

''اگر تم کسی سے نہ کہو تو تمہیں ایک بات بتاؤں۔ یہ جو نئی بہو بیگم گھر میں آئی ہیں وہ کچھ گڑبڑ ہیں۔''

''سمجھی نہیں ناظمہ خالہ۔''

''بی بی! کہتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ ابھی دو دن پہلے کی بات ہے، میں پوچھنے گئی تھی کمرے میں کہ لانڈری میں کپڑے تو نہیں بھجوانے۔ چھوٹی بیگم باتھ روم میں جا رہی تھیں، مجھے منع کیا کہ کپڑے نہیں بھجوانے مگر لہجہ بڑا عجیب سا تھا۔''

''موڈ خراب ہو گا۔''

''نہیں نہیں، موڈ ووڈ خراب نہیں تھا جب وہ بولیں تو ناک میں بولیں۔ جیسے چڑیلیں بولتی ہیں۔ اے خدا کو گواہ کر کے کہہ رہی ہوں میرے تو پسینے چھوٹ گئے تھے۔ دو دفعہ ان کی آواز سنی۔''

''مطلب کیا ہے آپ کا خالہ؟''

''بی بی بس اللہ رحم کرے اس گھر پر۔ میں نے ایسی بہت سی کہانیاں سنی ہیں۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں، جب میں گاؤں میں رہتی تھی، میرے گھر کے صحن میں پیپل کا درخت تھا اور یہ بات مشہور تھی کہ درخت پر چڑیل رہتی ہے۔ میری عمر کوئی گیارہ بارہ سال کی ہو گی۔ اب مجھے تو پتہ نہیں تھا کہ چڑیلیں کیسی ہوتی ہیں۔ بس میرے اماں ابا ڈرے رہتے تھے، یہ کرو، یہ

مت کرو، رات کو کمرے سے نکل کر صحن میں مت جاؤ، پیپل کے درخت کے نیچے نہ بیٹھو، بالوں کی چٹیاں بنا کر رکھوں۔ میں سنتی رہتی تھی مگر میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ایک دن دودھ کا گلاس لے کر درخت کے نیچے جا بیٹھی تھی۔ پینے کے لیے ابھی پہلا گھونٹ لینے کے لیے گلاس اٹھایا ہی تھا کہ کسی نے کلائی پکڑ لی۔ منہ اٹھا کر دیکھا تو رمپو بھنگن تھی۔ وہ کبھی کبھی گھر کی صفائی کرنے آ جاتی تھی۔ اماں پان کھانے کی عادی تھیں۔ وہ آ کر پیپل کے درخت کے سائے میں بیٹھ جاتی تھی اور اماں سے کہتی تھی کہ خالہ جی پان کھلاؤ۔ اماں پاندان کھول کر ایک چھوٹا سا پان بنا کر اسے دے دیا کرتی تھیں۔ وہ پان کھا کر چلی جاتی تھی۔ اب مجھے تو تمیز تھی نہیں، ایک دن میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں کی پتلیاں غائب ہیں۔ اے بس سفیدی ہی سفیدی تھی آنکھوں میں۔ میں تو ڈر گئی۔ میں نے موقع ملتے ہی اماں کو بتانے کی کوشش کی۔ ابھی میں اس کی آنکھوں کی سفیدی کے بارے میں بتا رہی تھی کہ ایک زوردار تھپڑ میرے گال پر پڑا اور میں گر پڑی۔ میں نے لاکھ قسمیں کھا کھا کر اماں کو بتایا کہ رمپو نے میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے، مگر اماں یقین کرنے کو تیار ہی نہ ہوئیں۔ کہنے لگیں کہ کیا میں اندھی ہوں۔ مجھے تو رمپو کہیں نظر نہیں آئی اور سچی بات یہ تھی کہ رمپو وہاں تھی بھی نہیں، تو میں تمہیں دودھ والی بات بتا رہی تھی۔ رمپو نے میری کلائی پکڑی تو میں نے اس سے کلائی چھڑاتے ہوئے کہا کہ چھوڑ میرا ہاتھ۔ کیا کر رہی ہے تُو؟ جواب میں وہ منمناتی ہوئی آواز میں بولی کہ یہ دودھ میں پیئوں گی۔ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ مروڑا۔ دودھ کا گلاس اوندھا ہو گیا، مگر کیا مجال کہ ایک قطرہ بھی نیچے گرا ہو۔ گلاس سے سارا دودھ غائب ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ رمپو کے منہ سے دودھ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، لیکن جس طرح وہ بولی تھی۔ وہ بڑے تعجب کی بات تھی اور پھر اللہ جھوٹ نہ بلوائے، جو کچھ میں نے دیکھا اس سے میرے تو ہوش ہی اُڑ گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رمپو پیپل کے درخت کی جانب بڑھی اور بالکل سیدھی درخت کے تنے پر چڑھتی ہوئی اوپر پہنچ گئی اور اوپر پہنچ کر غائب ہو گئی۔ بس جی مجھے جو سردی لگی تو میں سچ بتا رہی ہوں بی بی ایک مہینے تک نمونیے کا شکار رہی۔ بڑی مشکل سے جان بچی، لیکن اس کے بعد جب بھی رمپو کی صورت دیکھتی تو میرا دل بند ہونے لگتا تھا۔ دو تین بار میں نے رمپو کی آواز سنی، قسم کھا کر کہہ رہی ہوں بالکل منمناتی آواز تھی۔ ایسی جیسی بہو بیگم کی آواز۔''

''ہیں۔'' دوسری ملازمہ نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔

''اللہ کو جان دینی ہے، آدھی زندگی گزر گئی مالکوں کا نمک کھاتے ہوئے۔ کبھی اس گھر کے لیے ایسی کوئی بات نہیں کہوں گی جس سے اسے کوئی نقصان پہنچے۔ چھوٹی مالکن، بڑی مالکن کی آنکھوں کی روشنی ہیں۔ ان کے خلاف کوئی بات بھلا میرے منہ سے نکل سکتی ہے۔ بڑی مالکن کیا سوچیں گی کہ ان کی بہو کے بارے میں ایسی غلط بات کہہ رہی ہوں اور تجھے اپنے ایمان کی قسم ہے رشیدہ، دل کی بات تجھ سے کہہ دی ہے کبھی کسی کے سامنے منہ سے مت نکالیو۔ نوکری کی تو خیر مجھے کیا پروا، جہاں جا کر کھڑی ہو جاؤں گی اللہ دو روٹی دے دے گا، پر بڑی مالکن کا دل دکھے گا، بس اس کا غم ہو جائے گا مجھے۔''

''نہ نہ خالہ، آپ میری بڑی ہو، بھروسے سے بات کی ہے آپ نے مجھ سے، مجال ہے بھلا میری کہ میں کسی کے سامنے زبان کھولوں۔ پر تم نے تو مجھے ڈرا دیا ہے خالہ۔''

''ارے خود میری جان نکلی ہوئی ہے، اس وقت سے۔ تیرے اوپر تو خیر کبھی بیتی نہیں ہے رشیدہ، مگر میں نے رمپو کو دیکھا ہے۔ نہ بابا نہ، بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔

''تو تیرا کیا خیال ہے۔ کیا دانش میاں اس چڑیل کو ولایت سے لے آئے ہیں؟''

''پتہ نہیں ولایت میں چڑیلیں ہوتی بھی ہیں یا نہیں۔ یہ اللہ بہتر جانے مجھے تو بس ڈر لگ گیا ہے اب۔''

اتنا کچھ سننے کے بعد بھلا طاہرہ جہاں سے کہاں صبر ہو سکتا تھا؟ ہانپتی کانپتی کمرے سے باہر نکل آئیں۔ دونوں نوکرانیاں انہیں دیکھ کر جلدی سے کھڑی ہو گئی تھیں۔ طاہرہ جہاں سرد لہجے میں بولیں۔ ''اندر آؤ۔''

نوکرانیوں کے تو دم خشک ہو گئے تھے۔ دونوں نے خوفزدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ ''بیٹھو تم لوگ۔'' اور خود ایک دیوان پر بیٹھ گئیں۔ نوکرانیاں نیچے قالین پر بیٹھ گئی تھیں۔ ان کے چہرے فق ہو رہے تھے۔

طاہرہ جہاں نے ان کے چہرے دیکھے اور بولیں۔ ''ڈرو نہیں تم لوگ، میں نے تمہیں غصے سے نہیں پیار سے اندر بلایا ہے۔ دیکھو جب تم باہر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں تو میں اس کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ تمہاری باتوں کا میں نے ایک ایک لفظ سنا ہے۔''

''اللہ قسم بیگم صاب، ہم کسی برائی سے وہ باتیں نہیں کر رہے تھے، ہم تو آپ کے نمک خوار ہیں جی۔ زندگیاں دے سکتے ہیں آپ کے لیے۔ کسی برائی کا نہیں سوچ سکتے۔''

''میں یہ بات جانتی ہوں ناظمہ اور رشیدہ۔ تم لوگوں پر مجھے بڑا اعتبار ہے کہ تم لوگ میرے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کرو گی۔ ایک بار پھر تم سے کہہ رہی ہوں کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بالکل اتفاقیہ طور پر میں نے تمہاری باتیں سن لی تھیں اور سچی بات یہ ہے کہ میرا دل بھی خوف سے کانپنے لگا ہے۔ ذرا مجھے پوری تفصیل سے بتاؤ ناظمہ!''

''بیگم صاب جی، لانڈری جا رہا تھا نوکر، چھوٹی بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ چھوٹے مالک کے کچھ کپڑے لانڈری بھجوانے ہیں۔ میں نے سوچا کہ یہ جا رہا ہے تو وہ کپڑے بھی لے لوں ان سے۔ بس جب میں ان کے کمرے میں گئی تو وہ غسل خانے میں چلی گئیں اور انہوں نے مجھ سے جاتے ہوئے کچھ کہا۔ بڑی عجیب آواز تھی۔ وہ نہیں تھی جو چھوٹی بیگم کی اصل آواز ہے۔''

''بس تمہیں اتنا ہی شبہ ہوا یا یقین بھی ہے۔''

''نہیں جی نہیں، ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں اس کے علاوہ ہم نے کچھ نہیں دیکھا۔''

''ہوں، تمہیں دھوکہ بھی ہو سکتا ہے ناظمہ۔''

''ہاں بیگم صاب بالکل ایسی ہی بات ہے، اگر آپ نے ہماری باتیں سنی ہیں تو میں نے رشیدہ کو یہ بھی بتایا تھا کہ میں نے اپنے گھر میں ایک چڑیل کو دیکھا تھا۔''

''ہاں تم رمپو کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔ اچھا پھر کیا ہوا رمپو کا، تمہیں بعد میں پتہ تو چلا ہو گا؟''

''نہیں جی بھنگن تھی۔ گھر کی صفائی ستھرائی کے لیے آتی رہتی تھی، مگر بیگم صاب جی ایک بات بتائیں آپ کو اور بھی کئی ایسے واقعے ہوئے جو ہم نے دیکھے۔ ہمارے گھر میں ایک ایسی الگ تھلگ جگہ تھی جسے ہم اک درہ کہتے تھے۔ بیگم صاب جی ایسا ہوا ایک دو بار کہ رمپو بھنگن آئی۔ ہماری اماں کہیں گئی ہوئی تھی یا شاید اندر کوٹھے میں تھیں، ہمیں یاد نہیں ہے، رمپو نے اِدھر اُدھر دیکھا، اس کی بغل میں جھاڑو دبی ہوتی تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ اک درے میں گھس گئی۔ وہ وہاں گئی تو ہم نے سوچا کہ شاید صفائی ستھرائی کرنے گئی ہو گی۔ باہر آئے گی، پر بیگم صاب جی وہ واپس نہیں آئی۔ جب بہت دیر گزر گئی تو ہم نے جھانک کر اک درے میں دیکھا۔ وہاں کسی کا نام و نشان نہیں تھا۔ باہر نکلنے کی اور کوئی جگہ بھی نہیں تھی۔ اس کے بعد بھی بیگم صاب جی ہم نے دو تین بار دور سے رمپو کو دیکھا کہ وہ اک درے سے باہر آ رہی تھی جبکہ گھر کا باہر جانے والا دروازے اندر سے بند ہوا کرتا تھا۔ ایک دو بار ہم نے اسے درخت سے اترتے

ہوئے بھی دیکھا۔ وہ درخت سے اتر کر اک درے میں چلی جاتی تھی یا پھر گھر سے باہر نکل جاتی تھی۔ وہ سو فیصد چڑیل تھی بیگم صاب......''

''ہائے میرے مولا، پھر کیا ہوا؟''

''کچھ پتہ نہیں بعد میں اس نے آنا جانا بند کر دیا اور ہم لوگ اسے بھول گئے۔ پتہ نہیں چلا کہ کہاں چلی گئی تھی۔''

''ہوں رشیدہ تم ایک بات بتاؤ، تم نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ ہماری نئی آنے والی دلہن تزئین کے اندر کوئی خاص بات ہے؟''

''نہ بی بی جی نہ، اللہ گواہ ہے ہم نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔''

''تم دونوں میرے گھر کام کرتی ہو، میں نے کبھی تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔ اب دیکھو مجھے پر بپتا پڑی ہے، تم دونوں میرے لیے ایک کام کرو۔''

''جی بیگم صاب جی بولو۔''

''آج کے بعد سے تم دونوں اس پر نگاہ رکھو گی۔ وہ کیا کرتی ہے، کہاں آتی جاتی ہے، گھر میں اس کا کیا کام ہے۔''

''ٹھیک ہے بیگم صاب جی جیسا آپ کا حکم۔'' دونوں نوکرانیوں نے ادب سے کہا۔

''اور سنو! یہ بات بھول کر بھی کسی اور سے مت کہنا یہاں تک کہ اپنے صاب سے بھی نہیں۔''

''جی بیگم صاب۔ ٹھیک ہے۔''

''جاؤ'' طاہرہ جہاں نے کہا اور دونوں نوکرانیاں کمرے سے باہر نکل گئیں۔

طاہرہ جہاں دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔ یہ نئی افتاد پڑی تھی۔ اب گزرے ایک ایک لمحے کو یاد کر رہی تھیں۔ ان دنوں کو یاد کر رہی تھیں جن کے بارے میں انہیں یہ بات نہیں معلوم تھی کہ دانش کہاں وقت گزارتا ہے۔ دانش گھر سے غائب رہتا تھا اور اس کے بعد کہیں اسے تزئین مل گئی۔ بعد کے سارے حالات طاہرہ جہاں بیگم کے ذہن میں گردش کرنے لگے۔ دانش ہمیشہ کا ضدی تھا۔ آخر کار اس نے ضد کر کے تزئین سے شادی کر لی۔ وہ کہتی ہے کہ بہت بڑے باپ کی بیٹی تھی اور اس نے ملک سے باہر زندگی گزاری ہے۔

کوئی بھی تو نظر نہیں آیا۔ اس کا عزیز رشتے دار، یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اس بارے میں اس

سے سوالات کریں۔ سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی، دیکھوں گی مجھ سے بچ کر کہاں جاتی ہے۔ ایک لمحے کے لیے یہ سوچ ان کے دل میں آئی تھی، لیکن دوسرے لمحے ان کا دل خوف سے کانپنے لگا۔ اگر وہ کوئی چڑیل ہے تو کہیں اس کا گھر کو نقصان نہ پہنچا دے، مگر وہ چڑیل نظر تو نہیں آتی۔

اتنی خوش اخلاقی اور محبت سے اس گھر میں رہتی ہے کہ دیکھنے والا تو سوچے کہ بڑی صابر اور شاکر لڑکی ہے، لیکن جس کے بل پر وہ اس گھر میں ہے۔ اس کی اسے کوئی پرواہ ہی نہیں، نہ جانے کیا کیا خیالات طاہرہ جہاں کے دل میں آتے رہے۔ انہوں نے دہشت سے سوچا کہ اگر وہ کوئی بدروح ہے تو پھر ہوگا کیا، ان کا پھول جیسا بیٹا ان سے دور ہو جائے گا۔

دانش کی حالت دیکھ کر ان کا دل خون کے آنسو روتا تھا، لیکن بے بس تھیں کیا کر سکتی تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خود مرزا اختیار بیگ ان کے اختیار میں نہیں تھے۔ اگر وہ انہیں یہ تفصیل بتائیں گی تو وہ ہتھے سے اکھڑ جائیں گے اور کہیں گے کہ اب بیگم صاحبہ نے یہ نیا کھیل شروع کر دیا۔ کہیں کوئی غلط بات نہ ہو جائے۔

براہِ راست کوئی قدم اٹھانا مناسب بات نہیں تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ناظمہ اور رشیدہ کو انہوں نے تزئین کے پیچھے لگایا ہے، اسی طرح گھر کے دوسرے نوکروں کو بھی استعمال کیا جائے۔

مرزا اختیار بیگ اس وقت گھر میں نہیں تھے چنانچہ انہوں نے رشیدہ کو بلایا اور بولیں۔

''رشیدہ ذرا ڈرائیور سجاد کو بلا لاؤ۔''

''جی بیگم صاب۔'' رشیدہ نے کہا اور کچھ دیر کے بعد ڈرائیور سجاد نے ان کے کمرے میں آ کر سلام کیا۔ طاہرہ جہاں نے رشیدہ سے کہا۔

''رشیدہ ذرا تم باہر ہی رکو اور اندر کی باتیں سننے کی کوشش مت کرنا۔ کمرے سے تھوڑی دور رہو اور اگر اتفاق سے مرزا اختیار بیگ آ جائیں تو بھاگ کر مجھے اطلاع دے دینا۔ کسی اور کو بھی اس طرف مت آنے دینا۔''

''جی بیگم صاحب۔'' ڈرائیور سجاد کے چہرے پر پریشانی نمودار ہو گئی۔ نہ جانے یہ ہدایات کیوں دی جا رہی ہیں۔ وہ یاد کرنے لگا کہ کہیں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی، مگر اسے اپنی کوئی غلطی یاد نہیں آئی۔

''بیٹھ جاؤ سجاد'' طاہرہ جہاں نے کہا اور سجاد نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔

''سجاد! تم ہمارے پرانے ساتھی ہو، بہت عرصے سے ہمارے ہاں کام کر رہے ہو، ہماری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی؟''

''نہیں بیگم صاحب، آپ لوگ تو اللہ لوک ہیں، کبھی کسی کو نقصان پہنچایا ہی نہیں آپ لوگوں نے۔ ہم تو آپ کی خدمت کر کے بڑے خوش ہیں۔'' ڈرائیور سجاد نے کہا۔ حالانکہ دل سے جانتا تھا کہ چلو مرزا اختیار بیگ کی بات تو سمجھ میں آتی ہے، وہ واقعی اللہ لوک تھے، لیکن بیگم صاحبہ تو توبہ توبہ۔ کبھی جو سیدھے منہ بات کی ہو۔ آج نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ نرم ہو گئی ہیں۔ یقینی طور پر کوئی خاص کام ہوگا۔ ملازم بھی بہر حال مالکان کی عادت سے اچھی طرف واقف ہوتے ہیں۔

طاہرہ جہاں نے کہا۔ ''میں تمہیں اپنا راز دار بنانا چاہتی ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ ہماری بہو جب کبھی باہر جاتی ہے سفید مرسڈیز میں ہی جاتی ہے، جسے تم چلاتے ہو۔''

''جی بیگم صاب۔''

''وہ کہاں کہاں جاتی ہے تمہیں اس بارے میں ضرور معلوم ہوگا؟''

سجاد کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حیرت کے آثار نمودار ہوئے، پھر اس نے کہا۔

''کہیں نہیں جاتی ہیں بیگم صاحبہ، اگر کبھی اسٹور وغیرہ شاپنگ کے لیے جانا ہوتا ہے تو مجھے لے جاتی ہیں، میں باہر رہتا ہوں اور وہ شاپنگ کر کے لاتی ہیں اور میرے حوالے کر دیتی ہیں اور کہیں بھی نہیں جاتیں بیگم صاحبہ وہ۔''

''ابھی پرسوں ترسوں تمہارے ساتھ گئی تھیں۔''

''ہاں جی ہسپتال گئی تھیں۔ کافی دیر تک چھوٹے صاحب کے کمرے میں رہیں، پھر واپس گھر چلی آئیں۔''

''سچ بول رہے ہو؟''

''آپ سے جھوٹ بولنے کی ہمت کر سکتے ہیں بیگم صاحبہ؟''

''نہیں...... خیر تم وفادار آدمی ہو، اصل میں مجھے کچھ شبہ ہوا ہے کہ دانش کی اس حالت میں کہیں ہماری دلہن کا کوئی ہاتھ تو نہیں ہے۔ میں تمہیں خاص طور سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں سجاد۔''

''حکم بیگم صاحبہ۔''

''بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ تم اسے لاتے لے جاتے ہو، میں چاہتی ہوں کہ تم اس پر گہری نگاہ رکھو۔ جہاں بھی کہیں جائے چاہے کوئی اسٹور ہی ہو۔ چھپ کر اسے دور سے دیکھو۔ یہ دیکھو کہ کوئی اس سے ملنے کی کوشش تو نہیں کرتا۔ ویسے بھی تم رات کو یہیں رہتے ہو، بے شک وہ گھر کے اندر ہوتی ہے اور تم کوارٹر میں، لیکن اس بات کا جائزہ بھی لو کہ رات کے کسی حصے میں وہ گھر سے باہر تو نہیں نکلتی۔ کوئی اس سے ملنے تو نہیں آتا یا اس کی کوئی مشکوک عادت۔''

''جی بیگم صاحبہ، اگر آپ حکم دے رہی ہیں تو ہم ایسا ضرور کریں گے۔ ویسے سچی بات کہیں آپ سے۔ آج تک ہم نے کوئی ایسی ویسی بات دیکھی نہیں۔''

''ایسی ویسی بات سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بد کردار ہے یا کسی غلط آدمی سے ملتی ہے، بس میں اس کے بارے میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ میرے بیٹے کی بیماری کی وجہ کیا ہے؟ کہیں وہ کوئی میرا مطلب ہے جادوگرنی ٹائپ کی عورت تو نہیں ہے۔''

''آپ کا حکم ہے تو ہم غور کریں گے بیگم صاحبہ۔''

''ٹھیک ہے۔ لو یہ تھوڑے سے پیسے رکھ لو، بس ذرا خیال رکھنا۔ سب کے سامنے بیٹھ کر کہانیاں سنانے نہ لگ جانا۔''

''نہیں بیگم صاحبہ، آپ بالکل فکر مت کریں اور یہ رہنے دیجئے۔ آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں۔'' سجاد نے لالچ بھری نگاہوں سے پانچ سو کے نوٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''رکھ لو، انعام سمجھ کر رکھ لو یا پھر یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے سپرد الگ سے ایک کام کر رہی ہوں، بات یہیں تک نہیں رہے گی اور بھی پیسے دوں گی تمہیں۔''

''آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں بیگم صاحبہ۔ آپ کی مہربانی۔'' سجاد نے جلدی سے نوٹ طاہرہ جہاں کے ہاتھ سے لے لیا۔ طاہرہ جہاں تھوڑی دیر تک سوچتی رہیں اور اس کے بعد انہوں نے سجاد کو جانے کی اجازت دے دی۔

+====+====+

کوئی نو دن گزر چکے تھے۔ تزئین بلاناغہ دانش کے پاس ہسپتال جاتی تھی اور کئی کئی گھنٹے اس کے ساتھ رہتی تھی۔ دانش کی حالت میں حیرت انگیز تبدیلی رُونما ہوتی جارہی تھی۔ ڈاکٹر بھی خوش تھے اور ماں باپ بھی۔

خود مرزا اختیار بیگ اور طاہرہ جہاں بیگم بھی دن میں دو بار دانش کے پاس ہسپتال

جایا کرتے تھے۔ بیٹے کی حالت میں نمایاں تبدیلی دیکھ کر دونوں خوش ہوا کرتے تھے۔

مرزا اختیار بیگ نے اس دن طاہرہ بیگم سے سوال کیا۔ ''میں نے پچھلے دنوں دانش کے تمام کاغذات اور رپورٹیں لندن بھجوائی تھیں۔ ایک بڑے دماغی ہسپتال سے میں نے رابطہ قائم کیا تھا۔ کیا خیال ہے، ہم دانش سے اس بارے میں بات کریں کہ وہ باہر جانا پسند کرے گا۔ ویسے تزئین نے تو اس بارے میں اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔''

طاہرہ بیگم کے چہرے پر طنز کے آثار نظر آنے لگے۔ ''کس کی بات کرتے ہیں آپ۔ وہ ہم میں سے ہے کہاں؟ نہ جانے کمبخت کون ہے؟ کہاں سے آن مری ہے ہمارے ہنستے بستے گھر میں۔ ویسے تو بڑی مرنجان مرنج بنی رہتی ہے، مگر ایک بات بتائیے آج تک اس نے کبھی آپ کے یا میرے سامنے بیٹھ کر شوہر کی بیماری کے سلسلے میں کسی تشویش کا اظہار کیا ہے یا پھر گھر کے کسی معاملے میں کوئی بات کی ہے۔ بیگم صاحبہ صبح ہی صبح اٹھ کر اپنا بناؤ سنگھار شروع کر دیتی ہیں اور چھیل چھبیلی بن کر چل پڑتی ہیں ہسپتال اور ہسپتال بھی وہ صرف دل بہلانے کے لیے جاتی ہوں گی۔ ارے بابا باہر سے آئی ہے، نہ جانے کہاں کہاں گل چھرے اڑائے ہوں گے۔ ہم سیدھے سادے لوگ کیا جانیں، ہمارے بیٹے پر جال پھینکا اور مکڑی کی طرح اسے اپنے جال میں پھنسا لیا۔ کہاں گئی ان کی وہ دولت جس کے تذکرے نہ جانے کہاں کہاں تھے۔ ہمیں تو کہیں نظر نہیں آئی۔ بس یہیں عیش کر رہی ہیں۔'' طاہرہ جہاں بیگم دل کے پھپھولے پھوڑنے لگیں۔

مرزا اختیار بیگ بری طرح جھلا گئے۔ وہ بولے۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا طاہرہ بیگم آپ کو کون سی زبان میں سمجھاؤں۔ ہر چیز کو نیگیٹیو انداز میں دیکھتی ہیں، وہ اگر خاموشی سے ان حالات میں بھی گزارا کر رہی ہے تو آپ اسے برا تو نہیں کہہ سکتیں یا پھر کوئی ایسی بات آپ کے علم میں آ جائے تو تمام تر ثبوتوں کے ساتھ کہ وہ کوئی غلط لڑکی ہے تو پھر آپ کا کچھ کہنا بجا ہے۔ تب پھر آپ کو آزادی ہوگی کہ اپنا جو عمل کرنا چاہیں کریں۔''

''پوچھا تو تھا ان سے آپ کے سامنے کہ بی بی کون ہو، کیا ماضی ہے تمہارا؟ جواب نہیں سن لیا؟ شوہر کی اجازت کے بغیر وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتیں۔''

''بات تو ٹھیک ہے، اگر تم نے کبھی شوہر کو شوہر کا مقام نہیں دیا تو تمہارے خیال میں.....'' مرزا اختیار بیگ کہتے کہتے رک گئے۔

طاہرہ جہاں بیگم کا دل چاہ رہا تھا کہ ملازماؤں کی باتیں مرزا اختیار بیگ کو بتا دیں اور

کہیں کہ مرزا جی ساری عمر بس دو کے چار اور چار کے آٹھ بناتے ہوئے ہی گزاری ہے۔ بہو جادوگرنی ہے، ملازمائیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں، لیکن پھر خیال آیا کہ ناظمہ اور رشیدہ کو پیچھے لگایا تو ہے، اگر وہ کوئی ثبوت لے آئیں تو اس کے بعد قدم اٹھانا زیادہ مناسب ہوگا۔ ڈرائیور کو بھی جال میں پھانسا تھا۔ بہرحال صبر کیا۔

پھر اسی شام دونوں کے ہسپتال پہنچ گئے۔ دانش کافی بہتر حالت میں نظر آ رہا تھا اور چائے پی رہا تھا۔ تزئین بھی پاس بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ دونوں کو دانش کی کیفیت دیکھ کر خوشی ہوئی۔

تزئین نے انہیں دیکھ کر کہا۔ ''آپ لوگوں کے لیے چائے منگواؤں۔''

''بی بی ہسپتال ہے یہ گھر نہیں ہے۔ کیا تم ہمیں دانش سے تھوڑی دیر تک باتیں کرنے کا موقع دو گی؟''

''میرے لیے کیا حکم ہے؟'' تزئین بولی۔

''سیدھی سی بات ہے، باہر چلی جاؤ اور ہمیں تھوڑی دیر کے لیے تنہا چھوڑ دو۔''

''نہیں ہرگز نہیں، آپ خود باہر چلی جائیے، تزئین نہیں جائے گی۔'' دانش ایک دم ہتھے سے اکھڑ گیا۔ اس کے لہجے میں غراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

''نہیں ہمیں کوئی پرائیویٹ بات نہیں کرنی دانش۔ تم آرام سے چائے پیو اور تزئین بیٹے آپ آرام سے بیٹھو۔'' مرزا اختیار بیگ نے دانش کی برہمی ایک لمحے کے اندر بھانپ لی تھی۔

''آپ ہمیشہ تزئین کی مخالفت کرتی ہیں ماما۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے بیٹے، ٹھیک ہے تزئین......'' طاہرہ جہاں بیگم نے کچھ کہنا چاہا لیکن مرزا اختیار بیگ کی آنکھیں دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔

مرزا اختیار بیگ نے نرم لہجے میں کہا۔ ''اصل میں دانش کچھ باتوں کے بارے میں تم سے مشورہ کرنا ہے۔ ہم مکمل علاج کے لیے تمہیں یورپ لے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں کافی کارروائی کر لی ہے۔ بس انتظار کر رہا تھا کہ تمہاری حالت تھوڑی سی بہتر ہو جائے تاکہ تم آسانی سے سفر کر سکو۔''

''ہم سمندر پار نہیں جائیں گے پاپا۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔'' دانش نے تزئین کی زبان بولی اور تزئین کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے مسکراہٹ ابھر آئی۔ ایک شاطرانہ مسکراہٹ

جسے صرف طاہرہ جہاں نے دیکھا اور محسوس کیا تھا کہ اس مسکراہٹ میں طنز بھری شرارت ہے۔

مرزا اختیار بیگ نے کہا۔ ''ویسے بھی اس طرح پڑے پڑے تمہارا دل گھبرا گیا ہوگا، اس کے علاوہ تم نے بہو کے ساتھ کہیں سفر بھی نہیں کیا ہے۔ تمہارا ہنی مون بھی ہو جائے گا اور تھوڑا سا چیک اپ بھی۔''

''ہم سمندر پار نہیں جائیں گے پاپا۔'' دانش کی آواز ابھری۔

''سوچ لو، بہو تم کیا کہتی ہو اس بارے میں؟'' مرزا اختیار بیگ اس بار تزئین سے مخاطب ہوئے۔

''نہیں پاپا، اس طرح کے فیصلے آپ لوگ ہی کر سکتے ہیں، میں تو آپ کے گھر کی ایک ادنیٰ سی خادم ہوں۔'' تزئین نے جواب دیا۔ طاہرہ جہاں بیگم اندر ہی اندر آگ بگولہ ہو رہی تھیں، لیکن مصلحتاً خاموش تھیں۔

''ایک بار پھر غور کر لو بیٹا، جانا اچھا رہے گا۔''

''اور جب میں نے آپ سے کہہ دیا کہ میں نہیں جانا چاہتا تو آپ لوگ مسلسل یہ رٹ کیوں لگائے جا رہے ہیں؟'' دانش نے بھڑکتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ چلو طاہرہ ذرا ڈاکٹر فراز سے بھی بات کر لیں۔''

''پاپا آپ ایک بات سن لیجئے۔ میں گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔ ابھی آپ لوگ کے ساتھ۔''

''ارے نہیں، یہ کیسے ممکن ہے بیٹا؟''

''میں ناممکن کو ممکن بنانا جانتا ہوں۔ آپ ڈاکٹر سے بات کر لیجئے تو اچھا ہے، ورنہ میں ابھی تزئین کے ساتھ اٹھوں گا اور گھر چل پڑوں گا۔ ارے بابا نہ مجھے بخار ہے، نہ کوئی اندرونی بیماری ہے، نہ میں زخمی ہوں نہ کوئی چوٹ ہے۔ بلاوجہ آپ لوگوں نے مجھے ہسپتال میں ڈال رکھا ہے۔ آخر کیوں؟''

''بیٹا وہ......!''

''صرف ایک کام کریں آپ۔ ڈاکٹر سے جا کر بات کریں کہ وہ مجھے چھٹی دے دے، ورنہ میں بلا اجازت تزئین کے ساتھ گھر واپس چلا جاؤں گا۔'' دانش نے حتمی لہجے میں کہا۔

+====+====+

طاہرہ جہاں اور اختیار بیگ کچھ لمحے ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے، پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

''ہم ڈاکٹر فراز سے بات کر لیں؟'' باہر نکل کر انہوں نے ایک نرس سے ڈاکٹر فراز کے بارے میں پوچھا تو انہیں پتہ چلا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے کمرے میں موجود ہیں۔ مرزا اختیار بیگ کی حیثیت معمولی نہیں تھی۔ شہر کے بڑے سرمایہ داروں میں شمار ہوتے تھے۔ ڈاکٹر فراز نے ان کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔

''آیئے مرزا صاحب۔ یہ جان کر خوشی ہوئی آپ کو کہ صاحبزادے کی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے۔''

''اسی سلسلے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ کیا تھوڑا سا وقت دیں گے آپ؟'' مرزا اختیار بیگ نے کہا۔

''جی تشریف رکھیئے آپ لوگ۔''

طاہرہ جہاں اور مرزا اختیار بیگ، فراز کے سامنے بیٹھ گئے۔ فراز بڑا نامور ڈاکٹر تھا۔ وہ اس ہسپتال کا مالک بھی تھا۔

اختیار بیگ نے بیٹھنے کے بعد کہا۔ ''ہم اسی کے پاس سے آ رہے ہیں۔''

''جی......دیکھا آپ نے خاصی بہتر حالت میں نظر آ رہے ہیں وہ۔''

''ضد کر رہا ہے ڈاکٹر صاحب کہ اب وہ ٹھیک ہے۔ اسے فوری طور پر یہاں سے چھٹی دلا دی جائے۔''

''ارے نہیں، ابھی کہاں مرزا صاحب۔ ابھی تو یوں سمجھئے کہ آٹے میں نمک کے برابر ان کی حالت بہتر ہوئی ہے۔ ہم نے انہیں پوری طرح آبزرویشن میں رکھا ہوا ہے۔ آپ ان کی

عارضی بہتری پر نہ جائیے۔ ابھی تو ہم نے اپنے علاج کی ابتداء بھی نہیں کی ہے۔ ویسے خود آپ کیا سوچ رہے ہیں اس بارے میں؟''

''نہیں۔ آپ کی ہدایت کے خلاف میں بھلا کیسے سوچ سکتا ہوں۔ بس اس وقت نہ جانے کیوں ضد پر اتر آیا ہے۔ کہہ رہا ہے کہ مجھے یہاں سے چھٹی دلا دیں ورنہ میں خود گھر واپس چلا جاؤں گا۔''

''سارے مریض اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں، لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم نے انتظامات کر رکھے ہیں۔ آپ چاہیں تو انہیں سمجھائیں، نہیں تو ہماری ذمے داری پر چھوڑ دیں، البتہ جہاں تک مجھے رپورٹ ملی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیگم صاحبہ کی ہر بات مانتے ہیں اور ان سے بہت متاثر ہیں۔''

''ارے اللہ کا غضب...... اسی وجہ سے تو میرے بچے کی یہ حالت ہوئی ہے۔'' طاہرہ جہاں زبان نہ روک سکیں اور مرزا اختیار بیگ نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

ڈاکٹر فراز نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اب دیکھئے نا، کوئی نہ کوئی کلیو مل ہی جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ساس اور بہو کا اختلاف بیٹے کو ذہنی طور پر معطل کر دیتا ہے۔ اگر اسے بیوی سے بہت محبت ہوتی ہے تو ماں کی باتوں سے کڑھتا ہے، اگر وہ سرکش اور ماں باپ سے منحرف ہوتا ہے تو بیوی کو لے کر کہیں نکل جاتا ہے اور اگر ماں باپ کا احترام کرتا ہے تو بیوی کے سامنے شرمندہ رہتا ہے۔ یہ بات تھوڑی سی آگے جا کر ذہنی عدم توازن پیدا کر دیتی ہے۔ آپ کے ان جملوں سے پتہ چلا کہ آپ اپنی بہو سے ناخوش ہیں۔ میری رائے ہے کہ اپنے رویے میں ذرا سی تبدیلی پیدا کریں۔''

''نہیں ڈاکٹر صاحب ایسی کوئی خاص ناخوشی کی بات بھی نہیں ہے۔ اصل میں انہیں ایک تھوڑا سا اختلاف ہو گیا ہے۔'' مرزا اختیار بیگ نے صورتِ حال کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا...... کیا میں پوچھ سکتا ہوں؟''

''اصل میں یہ بیٹے کو ملک سے باہر لے جانا چاہتی ہیں لندن وغیرہ۔ ان کا خیال ہے کہ وہاں چیک کرایا جائے۔''

''ضرور ضرور، کیوں نہیں۔ آپ بڑے لوگ ہیں، لے جا سکتے ہیں۔ اپنی خوشی پوری کر لیجئے۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس وہ تمام ذرائع موجود ہیں جو آپ لندن کے بڑے

سے بڑے ہسپتال میں پائیں گے اور ہم ان ہی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر شاہ میر سے بھی بات کر لی ہے۔ اب آپ سے اجازت لے کر میں دانش کو انہیں دکھاؤں گا۔''

''یہ ڈاکٹر شاہ میر کیا آپ سے بھی بڑے ڈاکٹر ہیں؟'' طاہرہ جہاں عادت کے مطابق بولے بغیر نہ رہ سکیں۔

''ڈاکٹر شاہ میر صاحب کو دنیا بہت بڑا تسلیم کرتی ہے۔''

''مگر ڈاکٹر صاحب یہ فرمائیے کہ اب میں اسے اس بات سے کیسے روکوں جو وہ یہاں سے چھٹی لینے کی ضد کر رہا ہے۔''

''آئیے میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ میں بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔''

ڈاکٹر فراز اپنی جگہ سے اٹھے اور باہر نکل آئے۔

✦====✦====✦

دانش دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماں باپ باہر نکل گئے تو اس نے گردن جھٹکی اور بڑبڑاہٹ کے انداز میں بولا۔ ''میری تزئین کہہ رہی ہے کہ مجھے گھر واپس چلنا ہے، تو پھر بھلا میرے یہاں رکنے کا کیا جواز۔'' یہ کہہ کر اس نے پیار بھری نگاہوں سے پلٹ کر تزئین کو دیکھا تو ایک دم سے اس کے پورے بدن کو شدید جھٹکا لگا۔

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں اور آہستہ آہستہ بدن پر کپکپی سی طاری ہونے لگی کیونکہ تزئین اس وقت خوفناک ڈھانچے کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ لباس وہی تھا، انداز وہی تھے، لیکن بھیانک چہرہ نگاہوں کے سامنے تھا۔

دانش مسہری سے نیچے کود کر بولا۔ ''تت...... تت...... تت...... تزئین تم تم، پھر اسی شکل میں......''

''میں کیا کروں سرتاج؟'' تزئین منمناتی آواز میں بولی۔ ''جیسی ہوں آپ کی ہوں۔''

''نہیں تزئین تمہیں خدا کا واسطہ، تم اسی شکل میں آ جاؤ جس میں تھوڑی دیر پہلے تھیں، مجھ سے تمہارا یہ بھیانک روپ برداشت نہیں ہوتا۔''

''میں آپ پر زندگی نچھاور کر دوں گی سرتاج۔ آپ مجھے میری اصل شکل میں قبول کر لیں۔'' یہ کہہ کر تزئین نے اپنے سوکھے ہوئے دونوں ہاتھ پھیلائے تو دانش نے دروازے کی

جانب چھلانگ لگادی۔

اس کے حلق سے "بچاؤ بچاؤ" کی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ بے تحاشا دروازے سے باہر نکل کر ہسپتال کی راہداری میں دوڑنے لگا تھا۔ اس وقت ڈاکٹر فراز، مرزا اختیار بیگ اور طاہرہ جہاں کے ساتھ اسی طرف آرہا تھا۔ وارڈ بوائے اور نرسیں چیخ پکار پر اپنی اپنی جگہ سے باہر آگئے تھے۔ ڈاکٹر فراز نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے دیکھا۔ دانش کا رُخ اسی جانب تھا کیونکہ یہیں سے باہر جانے کا راستہ تھا۔

ڈاکٹر فراز ایک دم سنبھل گیا۔ "دیکھا...... میں نے کہا تھا نا آپ سے۔ ٹھہریے، میں اسے روکنے کا انتظام کرتا ہوں۔" ڈاکٹر فراز نے کچھ لوگوں کو آوازیں دیں اور ہسپتال میں خاصی بھگدڑ مچ گئی، لیکن وہ لوگ دانش کو پکڑ نہیں سکے تھے۔

دانش نے ایک اونچی راہداری کی دیوار عبور کی اور نیچے دالان میں کود گیا۔ پھر یہاں سے وہ گیٹ کی طرف جانے کے بجائے ہسپتال کی دیوار کی طرف بڑھا۔ ایک درخت پر وہ بندر کی طرح اوپر چڑھا اور دیوار کے دوسری جانب کود گیا۔ باہر کا علاقہ کھلا ہوا تھا چنانچہ اب اس کے ہاتھ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ڈاکٹر فراز بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ اس نے اختیار بیگ سے کہا۔ "آپ میرے ساتھ تشریف لایئے۔ آپ میڈم کمرے میں جایئے۔ مسٹر دانش تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ آپ کمرے میں آرام کریں۔"

"جاؤ کمرے میں جاؤ۔ وہاں تزئین ہوگی۔ اس سے پوچھو اچانک دانش پر دورہ کیوں پڑگیا؟ کئی دن سے تو وہ بالکل ٹھیک تھا۔" مرزا اختیار بیگ نے طاہرہ جہاں سے کہا۔

تزئین کا نام سن کر ان کے چہرے پر نفرت پھیل گئی تھی، لیکن کچھ کہے بغیر وہ کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ دروازہ کھلا تو تزئین پر نگاہ پڑی، جو بڑے سکون سے بیٹھی ہوئی تھی۔

"مبارک ہو بہو بیگم، اس کی حالت پھر بگڑ گئی۔" انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جی...... ؟ جی ہاں۔" تزئین نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کون سا چھو منتر کرتی ہو کہ منٹوں میں ہونق ہو جاتا ہے وہ۔"

"چھو...... چھو منتر کیا ہوتا ہے ماما؟" تزئین نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"اللہ رے تمہاری معصومیت، بس ایک بات بتا دو پیاری بہو آگے کیا ارادے ہیں

تمہارے؟" طاہرہ جہاں کے لہجے میں طنز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

"دانش چلے گئے، بس اب میں گھر ہی جاؤں گی۔ پتہ نہیں وہ کہاں گئے ہیں۔ ایک دَم سے اٹھے اور چیختے چلاتے ہوئے باہر بھاگ گئے۔" تزئین بدستور اسی معصومیت سے بولی۔

طاہرہ جہاں بیگم نے سر پکڑ لیا۔ "میں ان ارادوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہی، بس یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ہماری مشکل کا وقت کتنا اور ہے۔ کب تک ہمارے سر پر مسلط رہو گی اور کب ہمارا اور ہمارے بیٹے کا پیچھا چھوڑو گی؟"

"ماما، مجھے کہاں جانا ہے، میں آپ کا پیچھا کیوں چھوڑوں گی؟"

"تمہیں خدا کا واسطہ تزئین۔ شادی سے پہلے تو میرا بیٹا ہیرا تھا ہیرا۔ جب سے تم اس کے سر پڑی ہو وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ارے دیوانگی تو اس کی یہی تھی کہ اس نے ماں باپ کی مرضی کے بغیر تم سے شادی کر لی۔ تمہارا نہ کوئی آگے نہ پیچھے، کچھ پوچھوں تو کس سے پوچھوں؟"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی ماما، میں چلتی ہوں۔ ڈرائیور سجاد کے ساتھ جارہی ہوں۔"

"اور یہ کیسے پتہ چلے گا کہ تمہارے میاں کہاں گئے؟" طاہرہ جہاں نے کہا، لیکن تزئین نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پرس اٹھایا اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

چند لمحات اس نے طاہرہ جہاں بیگم کو بڑی معصومیت سے جوابات دیئے تھے، لیکن جب وہ دروازے سے باہر نکل رہی تھی، اس وقت اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

طاہرہ جہاں کی نگاہیں اس وقت اس پر نہیں تھیں، اس لیے انہوں نے وہ سفاک مسکراہٹ نہیں دیکھی، البتہ جیسے ہی تزئین باہر نکلی بھاری بدن کی ایک عمر رسیدہ خاتون کمرے میں داخل ہوگئی۔

"معاف کرنا طاہرہ جہاں بیگم، بغیر اجازت اندر گھس آئی ہوں، مگر میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ فاصلے پر تھی گھر واپس جارہی تھی کہ تم پر نگاہ پڑ گئی اور دل مچل گیا۔ ڈرائیور سے کہا کہ وہ باہر جائے گاڑی میں بیٹھے جا کر، میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔ اے خیر تو ہے، کیا تم ہسپتال میں داخل ہو؟" بھاری بدن کی خاتون نے ایک ساتھ کئی باتیں کر ڈالیں۔

طاہرہ جہاں نے غور سے انہیں دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے چہرے پر رعونت کے آثار پیدا

ہوئے، لیکن غالباً کسی مصلحت کے تحت انہوں نے چہرے کے تاثرات بدل لئے۔ ان دنوں وہ جن حالات کا شکار تھیں، ان میں بڑی تنہائی اور بے بسی کا احساس نمایاں تھا۔ رشتے ناتے داروں کو نہ جانے کب سے چھوڑا ہوا تھا۔ ان کے غرور نے انہیں کبھی کسی کے قریب نہیں ہونے دیا تھا، لیکن اب صورت حال مختلف تھی۔ یہ خاتون جو اندر آئی تھیں، ان کے رشتے کی خالہ تھیں۔ اچھے کھاتے پیتے لوگ تھے، لیکن مرزا اختیار بیگ کے عشر عشیر بھی نہیں تھے، اس لیے طاہرہ جہاں نے انہیں کبھی اہمیت نہیں دی تھی، لیکن اس وقت ان کو وہ اچھی طرح یاد آ گئیں۔ عمر رسیدہ خاتون آگے بڑھ کر طاہرہ جہاں کے پاس پہنچیں اور بولیں۔ ''طاہرہ یہ مت کہہ دینا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں، بیٹی میں دیدار ہوں۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ دیدار خالہ۔ آیئے بیٹھئے، خیریت یہاں ہسپتال میں کیسے؟''

''وہ میری ایک قریبی دوست بہت عرصے سے بیمار تھیں۔ کوئی حادثہ ہو گیا تھا ان کے ساتھ۔ ذہنی توازن بگڑ گیا، یہیں داخل ہیں ہسپتال میں، دیکھنے آئی تھی انہیں۔ دور سے تم لوگوں کو دیکھا، اختیار بیگ ڈاکٹر کے ساتھ کہیں گئے تھے۔ تم اس کمرے میں داخل ہوئیں تو دل مچل اٹھا۔ میں نے کہا سلام دعا کر لوں، اگر چہرہ بھی بھول گئی ہو تو یاد دلا دوں۔''

''آپ بیٹھئے، براہ کرم طنزیہ باتیں نہ کیجئے، رشتے ناتے کہیں بھولنے کی چیز ہوتے ہیں۔'' طاہرہ جہاں نے کہا اور پھر شاید خود ہی انہیں اپنے الفاظ پر شرمندگی ہوئی چونکہ بھولنے کی وہ ماہر تھیں۔ دیدار خالہ بیٹھ گئیں۔

''تمہاری طبیعت کیسی ہے بتاؤ۔ یہاں کیسے آنا ہوا اور ابھی جو یہ لڑکی باہر نکلی تھی مسکراتی ہوئی، یہ کون تھی؟''

''مسکراتی ہوئی؟'' طاہرہ جہاں کو یہ الفاظ بہت عجیب لگے۔

''اور کیا۔ عجیب سی مسکراہٹ تھی اس کی۔ میں تو دنگ رہ گئی، پتہ نہیں کیا سوچ کر مسکرا رہی تھی۔''

طاہرہ جہاں بیگم، دیدار خالہ کے الفاظ میں کھو کر رہ گئیں۔ اتنی پریشانی کے عالم میں بھی کیا تزئین مسکرائی ہے۔ ہو سکتا ہے دیدار خالہ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ بہر حال انہوں نے کہا۔ ''بہو ہے میری۔''

''دانش کی دلہن؟''

''ہاں دیدار خالہ۔'' طاہرہ بیگم کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی سے دل کی بات کہہ کر جی ہلکا کریں، مگر ایسا کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا۔ دیدار خالہ غنیمت محسوس ہوئیں تو انہوں نے اپنا رویہ بے حد نرم کر لیا۔

دیدار خالہ کہنے لگیں۔ ''معافی چاہتی ہوں طاہرہ بیٹی۔ تم نے تو ہمیں اکلوتے بیٹے کی شادی میں بھی نہیں بلایا۔ سب کو یہی شکایت رہی کہ طاہرہ نے اتنی شاندار شادی کی، مگر خاندان والوں کو نہیں پوچھا۔''

''بس دیدار خالہ وہ جو کہتے ہیں نا کہ انسان کو کہیں نہ کہیں اپنے کئے کی سزا ضرور ملتی ہے۔ میں نے کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا، پر پتہ نہیں کیوں تقدیر نے میرا ساتھ نہیں دیا، دانش نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے اور بہو نے میرے بیٹے کو پاگل کر دیا ہے۔''

''ہیں۔'' دیدار خالہ یکدم اچھل پڑیں۔

''ہاں وہ یہاں ہسپتال میں داخل تھا، جس دن سے شادی ہے اسی دن سے دماغی عدم توازن کا شکار ہو گیا۔ مجبوری کی حالت میں اسے ہسپتال میں داخل کرنا پڑا۔ ہم لوگ تھوڑی دیر پہلے آئے تھے۔ بہو پہلے سے موجود تھی، اس پر دورہ پڑا تو کمرے سے نکل بھاگا ہے، مرزا صاحب اور ہسپتال کے بڑے ڈاکٹر اس کی تلاش میں گئے ہیں۔''

''اللہ توبہ، اللہ رحم کرے، اللہ میرے بچے کو اپنی امان میں رکھے، مگر شوہر پر دماغی دورہ پڑا ہوا ہے اور بہو مسکراتی ہوئی باہر گئی ہے۔ مجھے ایک بات تو بتاؤ، کیا یہ مسکراہٹ قدرتی تھی یا پھر وہ تمہاری تکلیف پر مسکرا رہی تھی۔ مجھے معاف کرنا بالکل اندر کی بات ہے، پوچھنی تو نہیں چاہیے، لیکن کیا اس کے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہے؟''

''خالہ پریشان بیٹھی ہوں، ابھی کیا بتاؤں آپ کو اور کیا نہ بتاؤں؟''

''بیٹا بس مجھے ایک بات بتا دو، میں سمجھ رہی ہوں جو کچھ تم نے بتایا ہے۔ مجھے ایک بات بتا دو، بہو کے اور تمہارے درمیان کوئی اختلافات ہیں اور اگر اختلافات ہیں تو کیا اس کی وجہ تمہارا بیٹا ہے؟''

''اس کی وجہ وہ خود ہے، جس دن سے آئی ہے پتہ نہیں کیا ہوا ہے دانش کو۔ آہستہ آہستہ دماغی توازن کھوتا چلا جا رہا ہے، دورے پڑنے لگے ہیں، نہ وہ کچھ بتاتا ہے نہ وہ کچھ بتاتی ہے۔

کون ہے؟ کہاں کی رہنے والی ہے؟ ماضی کیا ہے؟ کچھ نہیں پتہ۔ بس دیدار خالہ ایک چور میرے دل میں آ کر بیٹھ گیا ہے۔'' طاہرہ جہاں بیگم اصل بات پر آ گئیں۔

''چور......؟''

''ہاں دیدار خالہ، مجھے تو وہ کوئی جادوگرنی معلوم ہوتی ہے۔ تعویذ گنڈوں والی۔ یقینی طور پر اس نے جادو کر کے دانش پر قابو پایا ہے اور اب نہ جانے اور کیا چاہتی ہے۔ میں کیا بتاؤں آپ کو خالہ میرے دل کی کیا حالت ہے۔ مرزا صاحب الگ شدید پریشانی کا شکار ہو گئے ہیں۔ ارے اکلوتا بیٹا، کروڑوں روپے کا کاروبار اور اس کا کوئی وارث نہیں۔ کیا بتائیں ہم دونوں آپ کو خالہ؟''

''بیٹا۔ ہسپتال ہے یہ، باہر ڈرائیور میرا انتظار کر رہا ہے، اگر تم مناسب سمجھو تو مجھ سے مل لینا۔ میں تمہیں صحیح راستہ دکھاؤں گی۔ میں نے دنیا دیکھی ہے، کیا سمجھیں۔ مجھے اپنا فون نمبر دے دو اور میرا فون نمبر لے لو۔ مجھ سے جب بھی تمہیں فرصت ہو بات کرنا۔''

''ٹھیک ہے خالہ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ خدا کے لیے آپ مجھ سے ضرور ملئے، میں اپنے آپ کو بہت اکیلا محسوس کر رہی ہوں۔ بڑے پریشان ہیں ہم لوگ۔''

''اللہ تمہاری پریشانی کو دور کر دے گا۔'' دونوں نے ٹیلی فون نمبروں کا تبادلہ کیا اور اس کے بعد دیدار خالہ، طاہرہ جہاں بیگم سے رخصت ہو گئیں۔

دوسری طرف ڈاکٹر فراز کے آدمی ناکام ہو کر واپس آ گئے تھے۔ ڈاکٹر فراز خود بھی پشیمان تھا۔ کہنے لگا۔ ''ہم نے مکمل سیکورٹی رکھی تھی، لیکن کچھ روز سے ان کی حالت کافی بہتر تھی۔ یہ بھی ہمارے طریقۂ علاج کا ایک حصہ ہے کہ مریض کے اندر کچھ افاقہ محسوس کرتے ہیں تو اس کا اعتماد بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہرحال مرزا صاحب یہ ہسپتال ہر وقت آپ کے لیے حاضر ہے، ہم دعا ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے زندہ سلامت رہیں اور واپس گھر پہنچ جائیں، اگر ہماری خدمات کی ضرورت محسوس کریں تو فوراً ہمیں ٹیلی فون کریں۔ اس بار ہم سے سیکورٹی کی غلطی نہیں ہوگی۔''

مرزا اختیار بیگ نے پریشانی کے عالم میں سر جھٹکا اور واپس ہسپتال کے اس کمرے کی جانب چل پڑے۔ جہاں طاہرہ جہاں کو چھوڑا تھا۔ طاہرہ جہاں پریشان بیٹھی تھیں۔ دیدار خالہ واپس جا چکی تھیں۔

مرزا اختیار بیگ نے کہا۔ ''اب وہ کبوتر کی طرح واپس اپنے پنجرے میں آنے کی کوشش تو نہیں کرے گا، چلو یہاں سے اٹھو۔''

یہ لوگ گھر واپس چل پڑے۔ طاہرہ جہاں بیگم نے جان بوجھ کر دیدار خالہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ ڈرائیور محفوظ کے ساتھ وہ کار میں بیٹھ کر گھر واپس چل پڑے۔ سفید مرسڈیز اب وہاں موجود نہیں تھی۔ مرزا اختیار بیگ کہنے لگے۔ ''اب کیا کیا جائے؟''

''دیکھیں...... میں جاہل ہوں، گنوار ہوں، بے مقصد، بے کار ہوں، لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ، آپ میرا ماں ہونے کا حق بھی تسلیم کریں، آپ کی عزت کے لیے میں جان دے سکتی ہوں، لیکن میرا گھر لٹ رہا ہے، میں برداشت نہیں کر سکتی۔ اب آپ حالات مجھ پر چھوڑ دیجئے، میں جو کچھ کر سکتی ہوں کروں گی۔''

''مگر کریں گی کیا؟''

''میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں، مجھے تو یوں لگتا ہے کہ یہ تزئین کسی خاص منصوبے کے تحت یہاں گھسی ہے۔ اس کے دل میں کوئی برائی ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتائیے؟ ارے ہماری بہو ہے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس کا خاندان کون سا ہے؟ کہاں رہتی تھی؟ آپ کو پتہ ہے کہ اس طرح کی عورتیں تعویذ گنڈوں کا سہارا لے کر پتہ نہیں کیا ہے کیا کر ڈالتی ہیں۔ بس میں یہی دیکھوں گی کہ معاملہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ آپ اپنا کاروبار دیکھیں اور مجھے اپنا گھر دیکھنے دیں یا تو اب تزئین نہیں ہے یا میں نہیں۔''

''پھانسی کے پھندے تک نہ پہنچ جائیے گا۔ آپ اپنی احمقانہ کوششوں سے کوئی ایسا عمل نہ کر ڈالئے گا، جس سے آپ مصیبت میں آ جائیں۔ میں زندگی بھر آپ کے ساتھ تعاون کرتا رہا ہوں، لیکن اب اتنا تھک گیا ہوں کہ اگر آپ نے کوئی غلط قدم اٹھا ڈالا تو شاید ساتھ نہ دے پاؤں۔''

''آپ بالکل اطمینان رکھئے، اگر تقدیر مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچانے پر تلی ہوئی ہے تو پہنچ جاؤں گی۔''

''گویا آپ تزئین کو قتل کرنے کی کوشش کریں گی؟''

''نہیں میں صرف یہ معلوم کرنا چاہوں گی کہ وہ کون ہے؟ کہاں ہے اس کی وہ دولت، جو اس کے اباجی چھوڑ کر مر گئے تھے۔ ہمارے سامنے تو چاندی کا ایک چھلا بھی نہیں آیا۔''

”چاندی کے چھلے پر غور کریں گی آپ یا......“

”میں نے کہا نا مرزا صاحب مجھے پریشان نہ کریں، بس مجھے آزاد چھوڑ دیں۔“

”چھوڑ دیا، آزاد چھوڑ دیا آپ کو......“ کار گھر واپس پہنچ گئی۔ سامنے ہی سفید مرسڈیز کھڑی تھی جس کا مطلب ہے کہ تزئین ہسپتال سے سیدھی گھر میں آئی تھی۔

”آپ اندر چلیئے، میں ابھی آرہی ہوں۔“ طاہرہ جہاں نے کہا اور اس کے بعد انہوں نے دور کھڑے سجاد کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور سجاد ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے پوچھا۔ ”ہسپتال سے یہ سیدھی گھر آئی تھی سجاد......؟“

”جی بیگم صاحب، مجھ سے کہا تھا کہ گھر چلو۔ اس وقت سے گھر میں ہی ہیں۔“

”تمہیں میری بات تو یاد ہے نا؟“

”بالکل یاد ہے بیگم صاحب بلکہ ہم تو انتظار کررہے ہیں کہ کوئی خاص بات ہو تو آپ کو بتائیں۔“

”انعام ملے گا انعام۔ تزئین کے بارے میں معلومات حاصل کرو میں تم سب کے منہ موتیوں سے بھردوں گی۔“

”آپ بالکل فکر نہ کریں، ہم نمک خوار ہیں۔ نمک کا حق ادا کریں گے۔“ سجاد نے جواب دیا اور طاہرہ جہاں بیگم اندر آگئیں۔

مرزا اختیار بیگ نے ان سے کوئی بات نہ کی اور اپنے کمرے میں بستر پر جا کر لیٹ گئے۔ طاہرہ جہاں بیگم باہر آگئی تھیں۔ ناظمہ اور رشیدہ اب ان کی راز دار بن گئی تھیں۔ انہوں نے دونوں کو طلب کیا اور کہا کہ اپنا کام ادھورا نہ چھوڑیں۔ یہ معلومات حاصل کریں کہ راتوں کو تزئین کہیں جاتی تو نہیں ہے۔ کوئی تعویذ گنڈوں والا کام تو نہیں کرتی، کوئی چلہ شلہ تو نہیں کرتی۔

”تم لوگ صرف اندر ہی نہیں باہر کا بھی جائزہ لیا کرو کہ کہیں کوئی اور کارروائی تو نہیں کرتی وہ۔“

”ٹھیک ہے بیگم صاحبہ۔ آج سے ہم راتوں کو چھوٹی بیگم کے کمرے کی نگرانی بھی کریں گے۔“

✦====✦====✦

رات ہوگئی، تزئین نے شب خوابی کا لباس پہنا۔ تھوڑی دیر تک وہ کمرے میں ٹہلتی رہی اور اس کے بعد باہر نکل آئی۔ جیسے ہی وہ باہر نکلی، کافی فاصلے پر ایک ستون کے پیچھے اسے کوئی تحریک محسوس ہوئی اور وہ چونک کر رک گئی۔

اس کی نگاہیں ستون پر گڑ گئی تھیں، ستون خاصا چوڑا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ان دو عورتوں کو نہ چھپا سکا جو چند ہی لمحوں کے بعد پہچان لی گئیں۔ ناظمہ اور رشیدہ تھیں اور عجیب سے مشکوک انداز میں چھپی ہوئی تھیں۔ تزئین نے ایک لمحے تک غور کیا، پھر وہ چوروں کی طرح آگے بڑھی اور بیرونی راہداری سے باہر لان پر نکل آئی۔

وہ دیکھ رہی تھی کہ ناظمہ اور رشیدہ اس کا پیچھا کررہی ہیں۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں اس کی نگرانی پر مامور ہیں، نہ جانے کیا سوجھی اسے کہ وہ آگے بڑھ کر باغ کے اس ویران گوشے کی طرف چل پڑی جہاں بہت سے درخت لگے ہوئے تھے۔ اس طرف کا ماحول ہمیشہ نیم تاریک رہتا تھا اور یہ کوٹھی کا سب سے خوفناک حصہ تھا۔

وہ آگے بڑھتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک درخت کے پاس جا کر رک گئی۔ درخت کے نزدیک جا کر اس نے چپلیں اتاریں اور وہ درخت پر چڑھنے لگی، پھر وہ درخت پر کافی بلندی پر پہنچ گئی اور ایک شاخ پر بیٹھ کر وہاں سے نوکرانیوں کا جائزہ لینے لگی۔ نوکرانیاں کافی دور رک گئی تھیں۔

لازمی طور پر ان کی حالت خراب ہوگئی ہوگی۔ تزئین تھوڑی دیر تک سوچتی رہی اور اس کے بعد اچانک ہی اس کے اندر تبدیلیاں ہونے لگیں اور وہ ایک ڈھانچے کی شکل میں آنے لگی۔ لباس پہنا ہوا تھا اس نے، لیکن کچھ لمحوں کے بعد اس نے وہ لباس بھی اتار دیا۔ اب ایک مکمل چمکدار انسانی ڈھانچہ نمودار ہوگیا تھا۔

وہ چند لمحے انتظار کرتی رہی، دونوں نوکرانیاں کوئی پچاس ساٹھ گز کے فاصلے پر ایک درخت کے تنے کے پیچھے چھپی ہوئی اسی طرف دیکھ رہی تھیں۔

پھر وہ آہستہ آہستہ درخت سے نیچے اتر آئی۔ نیچے اتر کر اس نے اپنی چپلیں پہنیں اور اچانک ہی اس نے دلخراش چیخوں کی آوازیں سنیں۔ ناظمہ اور رشیدہ چیختی ہوئی اندر بھاگی تھیں اور ذرا سی دیر میں کوٹھی کے مختلف حصے روشن ہونے لگے۔ وہ دونوں کی دونوں برق رفتاری سے

بھاگ رہی تھیں۔

تزئین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ایک جانب رخ کیا اور ایک ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں مکمل تاریکی تھی۔ پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہو کر وہ ایک راہداری میں پہنچی اور کچھ ہی لمحوں کے بعد اپنے کمرے میں داخل ہو گئی اور بستر پر دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے کانوں میں ملازموں کی چیخ و پکارا ابھر رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، لیکن کوئی اس کمرے کی جانب نہیں آیا، جو کچھ ہو رہا تھا باہر ہی ہو رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک اسی طرح لیٹی رہی۔ ہنگامہ آرائی بہت دیر تک جاری رہی۔ کئی بار اس نے اپنے کمرے کے آس پاس قدموں کی آوازیں بھی سنیں، پھر اسے یوں بھی لگا جیسے کوئی اندر جھانک رہا ہو، لیکن وہ اطمینان سے نائٹ بلب کی روشنی میں کروٹ لئے آنکھیں بند کئے لیٹی رہی۔

رات کے کوئی ڈھائی یا پونے تین بجے کا وقت تھا جب وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اٹھنے کے بعد اس نے دروازے کی جانب دیکھا اور پھر اس کی مدہم سرگوشی ابھری۔

"دانش! میری زندگی، میری روح، میرے سرتاج کہاں ہو۔ بہت گھوم پھر لیے اب واپس آجاؤ، دانش کیا تم واپس پہنچ گئے؟"

پھر چند ہی لمحوں کے بعد دروازہ کھلا اور دانش جیسے نیند کے عالم میں چلتا ہوا اندر داخل ہو گیا، سامنے کی جانب رخ کئے قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا اور تزئین مسکرا رہی تھی۔

دانش بستر پر لیٹ گیا اور تزئین نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ پھر وہ اسی انداز میں مسکراتی ہوئی دانش کے پاس آبیٹھی۔

دانش نیم غشی کی سی کیفیت کا شکار تھا، تزئین نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ آہستہ اس کی پیشانی سہلانے لگی۔ دانش نے آنکھیں کھول دیں۔ تزئین اس وقت خوبصورت لڑکی کے روپ میں نظر آرہی تھی، بلکہ اس کی دلکشی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ ماتھے پر آنے والی بالوں کی لٹیں اس کے دودھ جیسے سفید رنگ کو اور چمکا رہی تھیں اور اس کی آنکھوں میں جیسے ستارے جگمگا رہے تھے۔

دانش آہستہ آہستہ ہوش میں آنے لگا، پھر اس کا داہنا ہاتھ اوپر اٹھا اور اس نے تزئین کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے بعد اس کے منہ سے مدہم سی آواز نکلی۔ "تزئین تم مجھے اپنی زندگی اور روح کہہ کر پکارتی ہو، کتنے پیار سے تم مجھ سے بات کرتی ہو، لیکن اس کے بعد جب تم اپنا روپ بدلتی

ہو تو میری جان نکل جاتی ہے۔ تم اس دہری کیفیت کا شکار کیوں ہو، مجھے کچھ تو بتاؤ میری زندگی۔"

"دانش! یہ صرف تمہارا وہم ہے۔ معاف کرنا جو میں کہوں گی وہ تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔ دانش تم نے مجھ سے اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔ میرا خیال ہے تمہاری والدہ صاحبہ مجھے پسند نہیں کرتیں اور یقینی طور پر انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی ایسا عمل کیا ہے کہ تم مجھے اچانک بدلے ہوئے روپ میں دیکھنے لگتے ہو۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ تمہیں خود سوچنا ہے کہ تم اپنی والدہ کا دل میری طرف سے کیسے صاف کر سکتے ہو؟"

"ہیں۔" دانش اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ حیران نگاہوں سے تزئین کو دیکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ تزئین کی باتوں پر غور کر رہا ہو اور پھر اس کے چہرے کے نقوش بدلنے لگے۔ "یہ تو ظلم ہے تزئین، خود میری ماں مجھ سے دشمنی کر رہی ہے، ایسا تو میں نہیں ہونے دوں گا۔"

"دیکھو دانش، انہوں نے تمہیں دماغی مریض قرار دے کر ہسپتال اس لیے بھجوایا دیا تھا کہ تمہیں مجھ سے دور رکھا جائے، لیکن میں تم سے بے پناہ محبت کرتی ہوں، میں تم سے دور کیسے رہ سکتی ہوں۔"

"نہیں تزئین، میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ میں دیکھوں گا کون تمہیں مجھ سے جدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"تم یورپ نہیں جاؤ گے دانش۔ یہ بھی طاہرہ جہاں کی سازش ہے۔ وہ ہر قیمت پر تمہیں مجھ سے دور کر دینا چاہتی ہیں۔"

"ایسا نہیں ہوگا تزئین میری زندگی، ایسا نہیں ہوگا۔ تم دیکھنا میں حالات کو کس طرح بدل دیتا ہوں۔"

"تھکے تھکے سے لگ رہے ہو، اب سو جاؤ۔" تزئین نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور دانش نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔

چند ہی لمحوں کے بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ تزئین اسے دیکھ کر مسکرائی اور اس کے بعد خود بھی سونے کے لیے لیٹ گئی۔

+====+====+

دوسری صبح خوب ہنگامہ خیز تھی۔ ناظمہ اور رشیدہ بخار میں پھنک رہی تھیں۔ گھر کے ملازم

باورچی خانے میں جمع تھے۔ چہ میگوئیاں جاری تھیں۔ ان ملازموں میں دونوں ڈرائیور بھی موجود تھے اور باتیں کررہے تھے۔ محمود نے کہا۔ ''یار تُو جلدی سے ناشتہ پہنچا دے، بیگم صاحبہ نے اگر ہمیں دیکھ لیا تو شامت آجائے گی۔ ویسے ہی رات کو پتہ نہیں کس وقت سوئے ہیں یہ لوگ۔''

''مگر یار ہوا کیا تھا۔ یہ ناظمہ اور رشیدہ بک کیا رہی تھیں۔ ہم لوگوں نے تو جب جھانک کر اندر دیکھا بہو بیگم کے کمرے میں تو وہ گہری نیند سو رہی تھیں۔''

''اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس گھر میں تو اچھی خاصی ہنسی خوشی تھی، جب دانش میاں ملک سے باہر تھے، جب سے دانش میاں ولایت سے آئے، گھر میں پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے۔''

''میں تو سمجھتا ہوں کہ دانش میاں ولایت ہی سے کسی چڑیل کو اپنے ساتھ لگا کر لائے ہیں۔ ویسے یار ولایت کی چڑیلیں کیا الگ شکل وصورت کی مالک نہیں ہوتیں۔ میرا مطلب ہے گوری میموں جیسی یا وہاں بھی چڑیلیں اپنے ہی وطن کی طرح ہوتی ہیں۔'' کسی نے کہا اور قہقہہ لگانے کی کوشش کی، لیکن پھر طاہرہ جہاں کی آواز ابھری۔

''کہاں مرگئے تم لوگ ناشتے کا کیا ہوا؟''

ملازموں میں بھگدڑ مچ گئی۔ شادو نے جلدی جلدی ناشتے کی ٹرالی سجائی اور ناشتے کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ میز پر مرزا اختیار بیگ اور طاہرہ جہاں بیگم بیٹھے ہوئے تھے۔

''کہاں مرگیا تھا تُو شادو؟'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''وہ بیگم صاحب آج ذرا جاگنے میں دیر ہوگئی، آدھی رات کے بعد تو سب سونے کے لیے لیٹے تھے۔''

''وہ دونوں کہاں ہیں رشیدہ اور ناظمہ؟''

''پتہ نہیں صاحب۔''

''چل ناشتہ لگا۔''

شادو نے میز پر ناشتہ سجایا تو مرزا اختیار بیگ بولے۔ ''دلہن کا ناشتہ کمرے میں پہنچا دیا۔''

''نہیں صاحب جی، بس ابھی پہنچاؤں گا۔''

''جاؤ ذرا کمرے کا دروازہ بجاؤ اور ان سے کہو کہ میں بلا رہا ہوں۔''

''جی صاحب۔'' شادو نے کہا، لیکن تزئین کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے شادو کے قدم بھی کانپ رہے تھے۔

طاہرہ جہاں بیگم انتظار کرنے لگیں، لیکن جب تزئین ڈائننگ روم میں داخل ہوئی تو نہ صرف طاہرہ جہاں بلکہ مرزا اختیار بیگ بھی ایک دَم اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ تزئین کے ساتھ ساتھ دانش بھی تھا۔ صاف ستھرے لباس میں ملبوس، شیو بنی ہوئی، بال کڑھے ہوئے، بالکل پُرسکون نظر آرہا تھا۔

مرزا اختیار بیگ اور طاہرہ جہاں کچھ لمحے تک تو سکتے کے عالم میں رہے، پھر طاہرہ جہاں ایک دم دانش کی جانب لپکیں۔ ''دانش میرے بچے، میرے بچے۔''

''ایک منٹ ماما ایک منٹ، وہیں آرہا ہوں۔'' دانش نے دونوں ہاتھ سامنے کر کے سرد لہجے میں کہا اور طاہرہ جہاں رک گئیں۔

''دانش تم کب آگئے، تم خیریت سے تو ہو، یا اللہ تیرا شکر ہے۔''

دانش آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ وہ بڑی اپنائیت سے تزئین کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور پھر اس نے اس کے لیے کرسی کھینچی اور خود بھی کرسی کھینچ کر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ مرزا اختیار بیگ گہری نگاہوں سے دونوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

طاہرہ جہاں بیگم نے کہا۔ ''کب واپس آگئے تھے بیٹے، یہاں تو تقریباً ساری رات ہی جاگتے ہوئے گزری ہے، پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں گھر میں۔''

''اسی موضوع پر آپ سے بات کرنا چاہتا تھا ماما، میں اب کافی سنجیدہ ہوگیا ہوں۔''

''طبیعت کیسی ہے بیٹے تمہاری یہ بتاؤ؟''

''بھاڑ میں جھونکیے میری طبیعت کو ماما۔ میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ میں آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ آپ دونوں ہی مجھ سے محبت کرتے ہیں، مگر جو کچھ میرے ساتھ ہورہا ہے، میرے مزاج کے خلاف ہے اور پاپا میں یہ نہیں جانتا کہ آپ مجھے گھر سے نکالنا چاہتے ہیں، لیکن اگر ایسی بات ہے تو براہ کرم مجھے ذرا کھل کر بتا دیجئے گا۔''

''کیا کہہ رہے ہو تم دانش، تمہیں گھر سے نکال کر ہم تنہا زندہ رہیں گے۔'' مرزا اختیار بیگ کے بجائے طاہرہ جہاں بول اٹھیں۔

''تو پھر میری بیوی کے ساتھ یہاں اس گھر میں کیا سلوک ہورہا ہے، آپ مجھے اس کا

جواب دیجیے۔''

''ہیں، ہم کیا سلوک کر رہے ہیں، ہم تو......''

''نہیں ماما، نہیں کچھ ہوا ہے، آخر آپ لوگوں نے مجھے ہسپتال کیوں بھجوایا تھا۔''

''بیٹے تمہاری طبیعت خراب تھی۔''

''اور آپ کے خیال میں میری یہ طبیعت میری بیوی کی وجہ سے خراب ہوئی ہے۔'' دانش نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

طاہرہ جہاں شوہر کی صورت دیکھنے لگیں، پھر بولیں۔''کل کیا ہوا تھا بیٹے۔تم ہسپتال سے کیوں بھاگ گئے تھے؟''

''میں وحشت زدہ ہو گیا تھا ماما۔آپ لوگوں نے ایک عجیب سا ماحول بنا رکھا ہے اور آج میں آپ سے بالکل صاف لہجے میں بات کر رہا ہوں کہ مجھے بتائیں آپ کو تزئین سے کیا شکایت ہے؟''

طاہرہ جہاں بیگم کو ایک طرف بیٹے کے واپس آ جانے اور اس طرح صاف ستھرے انداز میں گفتگو کرنے کی خوشی تھی، لیکن دوسری طرف وہ اپنی فطرت پر کوئی چوٹ آسانی سے برداشت کرنے کی عادی نہیں تھی۔ ہمیشہ کی بدمزاج تھیں، وہ تو حالات نے انہیں الجھا دیا تھا ورنہ ان کی بدمزاجی میں کوئی فرق کیسے آ سکتا تھا، کہنے لگیں۔''بیٹے میں کیا کہوں تم سے اب۔ اللہ نے تمہیں ایک دم صحت دے دی ہے۔حیران ہوں، پھر وہی بات آ جاتی ہے سامنے کہ آخر ہمیں دلہن کے بارے میں کچھ پتہ تو چلے اور بیگم صاحبہ اس وقت آپ کے پاس موجود ہیں۔ذرا ان سے پوچھیے کہ آپ کون ہیں؟''

''آپ کون ہوتی ہیں یہ پوچھنے والی کہ تزئین کون ہے اور میں اسی لیے آپ سے عرض کر رہا تھا کہ اگر آپ لوگ مجھے اب برداشت نہیں کرنا چاہتے تو مجھے اجازت دیجیے، میں اپنی دنیا الگ بھی بسا سکتا ہوں۔''

''ہائے ہائے، کروڑوں روپے کی مالک ہیں، آپ کی بیگم صاحبہ، ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے، لیکن وہ کروڑوں ہیں کہاں؟ کہیں نظر آئیں تو جانیں۔''

''آپ کو کیوں نظر آئیں، آپ کو کیا حق پہنچتا ہے، اس بات کا۔ پاپا سن رہے ہیں آپ ان کی باتیں؟''

''بیٹے بہت کچھ سن رہا ہوں، کیا خیال ہے تمہارا اپنی ماما کے بارے میں؟''

''میں بتاتی ہوں آپ کو، میں بتاتی ہوں۔'' طاہرہ جہاں بیگم نے کہا۔

''نہیں پاپا، ماما سے پہلے میں آپ کو بتا دوں میرے دماغی عدم توازن کی وجہ سو فیصد ماما ہیں، یہ شادی ماما کی مرضی کے خلاف ہوئی ہے اور ماما چاہتی ہیں کہ میں پاگل ہو جاؤں اور تزئین کو چھوڑ دوں۔ سمجھ رہے ہیں نہ آپ اور اس کے لیے ماما پتہ نہیں کیا کیا جتن کر رہی ہیں۔''

''میں جتن کر رہی ہوں۔ ارے بیٹا آج تک تو صرف سنا ہی تھا، آج دیکھ بھی لیا، بلکہ میں نے ہی کیا ناظمہ اور رشیدہ نے بھی دیکھ لیا۔ان بے چاریوں کی بری حالت ہے، خوف سے مری جا رہی ہیں وہ۔''

''ٹھیک ہے ماما اگر ایسی بات ہے تو پھر ہم دونوں کو اجازت دیجیے۔''

''بچوں کی سی باتیں مت کرو، آرام سے یہاں رہو اور طاہرہ جہاں بیگم آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ ان کی زندگی کو تلخ بنائیں۔''

''مجھے جو حق ہے وہ میں جانتی ہوں۔ میرے حقوق کا راستہ نہ روکو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔'' طاہرہ جہاں بیگم نے کہا اور اٹھ کر ناشتے کے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

مرزا اختیار بیگ پُر خیال انداز میں گردن ہلاتے رہے، پھر انہوں نے کہا۔''تم ناشتہ کرو دانش، میں خود اب گھر کے حالات کو کنٹرول کروں گا۔''

''ہمارا ناشتہ ہمارے کمرے میں ہی بھجوا دیجیے پاپا۔ ماما کو بلائیے اور ان سے کہیں کہ ناشتہ کریں۔آپ نے وعدہ کیا ہے کہ گھر کے حالات آپ بہتر کریں گے۔ میں انتظار کروں گا پاپا، ورنہ اس کے بعد فیصلہ مجھے ہی کرنا ہو گا۔''

مرزا اختیار بیگ چند لمحات خاموش بیٹھے رہے، پھر وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔دانش نے تزئین کی طرف دیکھا اور اٹھ گیا۔

''آؤ تزئین، ناشتہ ہم اپنے کمرے میں کریں گے۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ ماما تمہارے کتنی خلاف ہیں، لیکن بے فکر رہو، وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گی۔''

تزئین نے جن نگاہوں سے دانش کو دیکھا تھا، دانش اگر انہیں دیکھ لیتا تو یقیناً ایک بار پھر وہ ذہنی عدم توازن کا شکار ہو جاتا۔

+====+====+

بڑی مشکل سے دوپہر کے بعد ناظمہ اور رشیدہ کا بخار تھوڑا سا کم ہوا تھا۔ ڈرائیور محفوظ کو اپنے فیملی ڈاکٹر کے ہاں بھیج کر طاہرہ جہاں نے ان دونوں کے لیے دوائیں منگوائی تھیں اور پھر دوسرے ملازموں کے ذریعے ان کی دیکھ بھال بھی ہوئی تھی۔

دانش کو ٹھیک دیکھ کر ایک طرف جہاں دل مطمئن ہوا تھا تو دوسری طرف دانش پر تزئین کا اثر محسوس کر کے انہیں دلی دکھ بھی ہوا تھا اور جس مزاج کی حامل خاتون تھیں، اس نے انہیں تزئین کے اور زیادہ خلاف کر دیا تھا اور نہ جانے ذہن میں وہ کیا کیا منصوبے بناتی رہی تھیں۔

بہر حال شام کو چار بجے کے قریب وہ ملازموں کے کوارٹر میں ناظمہ اور رشیدہ کے پاس پہنچیں۔ دونوں کی حالت کافی خراب تھی اور دونوں ایک ساتھ ہی تھیں۔ وہ طاہرہ جہاں بیگم کو دیکھ کر بمشکل تمام اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''معافی چاہتے ہیں بیگم صاحبہ۔ آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کی۔ ہمارا کلیجہ ہاتھوں بڑھ گیا۔ مگر اللہ رحم کرے ہم سب پر، میں اور رشیدہ یہی بات کر رہے تھے۔ کتے کی موت مر جائیں ہم یہاں، مگر آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ نمک کھایا ہے آپ کا۔ حالات کتنے ہی خراب ہو جائیں، پر آپ کو چھوڑیں گے نہیں ہم۔''

''اب تم ذرا ہوش و حواس قائم کرو اور مجھے بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟''

''قسم اللہ کی بیگم صاحبہ، ہم نمک حلال نوکر ہیں، آپ نے حکم دیا تھا کہ چھوٹی بیگم صاحب کی نگرانی کرو۔ سونا حرام کر لیا ہم نے اپنے آپ پر۔ راتوں کو جاگ جاگ کر چھوٹی بیگم کی نگرانی کرنے کا فیصلہ کیا تھا ہم نے اور یہی کر رہے تھے کہ رات کو ہم نے چھوٹی بیگم صاحب کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ یا میرے مولا ایسے باہر جا رہی تھیں جیسے کوئی ہوا میں چل رہا ہو۔ باہر پہنچیں اور پھر بڑے درخت کے پاس پہنچ کر انہوں چپلیں اتاریں اور درخت پر چڑھتی چلی گئیں۔''

''کیا؟'' طاہرہ جہاہ بیگم نے حیرانی سے کہا۔

''ہم پر یقین کر لینا بڑی بیگم صاحب ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اللہ کو جان دینی ہے، ارے وہ ایسے درخت پر چڑھ گئیں جیسے کوئی بندر کا بچہ چڑھ جاتا ہے۔ نہ جانے کیا کرتی رہیں اوپر درخت پر۔ ہم تو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ایسی نرم و نازک بیگم صاحب اچانک درخت پر کیسے چڑھ گئیں، مگر جب نیچے اتریں تو میرے اللہ میری توبہ، میرے اللہ میری توبہ۔'' ناظمہ

نے دونوں گالوں پر انگلیاں مارتے ہوئے کہا۔

''اب بک بک کرتی رہو گی یا بتاؤ گی بھی کہ کیا ہوا تھا؟''

''ارے بیگم صاحب، وہ چھوٹی بیگم نہیں تھیں، قسم اللہ کی مردہ تھا مردہ۔ سفید رنگ کا ڈھانچہ، جس نے نیچے اتر کر چپلیں پہنیں اور اس کے بعد آگے بڑھنے لگا۔ بس اس سے زیادہ برداشت ہمارے اندر نہیں تھی، ہم نے دوڑ لگا دی۔ بیگم صاحب کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے آپ سے، بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہیں آپ۔ وہ بہو بیگم نہیں ہیں، کوئی پچھل پیری ہے، کوئی چڑیل ہے، کوئی بدروح ہے۔ بیگم صاحب ہماری زبان یہ الفاظ کبھی نہ ادا کرتی اگر یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا۔''

طاہرہ جہاں بیگم کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ دیر تک اسی طرح بیٹھی ٹکر ٹکر ناظمہ اور رشیدہ کی شکل دیکھتی رہیں، پھر بولیں۔ ''اب تم دونوں سے کیا چھپانا، دانش نے اپنی مرضی سے یہ شادی کی، نہ جانے یہ بلا کہاں سے پیچھے لگی ہے۔ مجھے تو اس بارے میں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ میرا بچہ خوبصورت ہے، پڑھا لکھا ہے، دولت کی ریل پیل ہے۔ کہیں سے تاڑ لیا اس مال زادی نے اور چھاپہ مار دیا۔ ساری زندگی کا روگ بن کر لپٹ گئی میرے بچے سے۔ ہائے اب کیا ہوگا۔ مرزا صاحب بھی اسی کے گن گاتے ہیں۔ میری مدد کون کرے گا۔ تم دونوں مجھے اکیلا چھوڑ کر کبھی نہ جانا۔ میرے دکھ سکھ کی شریک رہنا، کہیں نہ کہیں تو پکڑی جائے گی وہ کمبخت۔ میں نے ڈرائیور سجاد سے بھی کہہ دیا ہے کہ جب بھی اسے لے کر باہر جائے پوری نظر رکھے اس پر۔ کہاں جاتی ہے کس سے ملتی ہے۔ تم دونوں بھی اپنا کام جاری رکھو گی۔ ایک بات پر غور نہیں کیا ہے میں نے۔''

''کیا بیگم جی؟'' رشیدہ نے پوچھا۔

''پچھل پیریوں اور چڑیلوں کے تو پاؤں الٹے ہوتے ہیں۔''

''سو تو ہے۔'' ناظمہ بولی۔

''اب دیکھوں گی۔ اچھا ایک بات سنو۔''

''جی بیگم صاحب۔''

''کوئی گنڈے تعویذ کرنے والا، کوئی جن بھوت اتارنے والا کہیں ہے تمہاری نظر میں؟''

''کبھی واسطہ نہیں پڑا بیگم صاحب۔''

''ہوں۔اب تلاش کرو، لیکن کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ایسا تم کس کے لیے کر رہی ہو، جسے بھی پتہ چلے گا ہماری بدنامی ہوگی۔''

''جی بیگم صاحب۔''

''اور سنو اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ بہادر بنو میری طرح۔ سب کچھ سہنے کا فیصلہ کر لیا ہے میں نے۔''

طاہرہ جہاں نے اتنا ہی کہا تھا کہ رشیدہ نے چونک کر کسی چیز پر نگاہ جمادی۔ پھر خوفزدہ لہجے میں بولی۔ ''ناظمہ باجی......وہ دیکھو، وہ کیا ہے......وہ......وہ!''

ناظمہ ہی کی نہیں خود طاہرہ جہاں کی نظریں بھی روشن دان کی طرف اٹھ گئیں جہاں کوئی پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ کبوتر کی جسامت کے اس پرندے کے بدن پر گوشت یا پروں کا نام ونشان نہیں تھا۔

بس اس کا سوکھا ہوا پنجر روشن دان میں نظر آ رہا تھا۔ لیکن ننھی ننھی سرخ شعلہ بار آنکھیں ضرور اس کی چونچ کے اوپر دہک رہی تھیں۔ جونہی ان کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں اس نے ہلکی سی چیخ ماری اور پھدک کر کمرے میں آیا۔ اُڑنے کے سے انداز میں ایک چکر لگایا اور روشن دان سے باہر نکل گیا۔

+====+====+

تینوں ہکا بکا اس سوکھے ہوئے پنجر کو دیکھ رہی تھیں۔ جیسے ہی وہ روشن دان سے نکل کر دوسری طرف چلا گیا، تینوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگیں۔ پھر طاہرہ بیگم کے منہ سے آواز نکلی۔ ''اے میرے مولا! یہ کیا تھا۔''

''بھوت اور کیا بیگم صاب۔'' رشیدہ بولی۔

''بھب......بھوت......پرندے کا بھوت۔''

''بیگم صاب، حالات بہت زیادہ بگڑ گئے ہیں۔ ارے اس روشن دان سے پرندے کا بھوت ہی اندر آ سکتا تھا کسی انسان کا بھوت نہیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ وہ سوکھا ہوا پنجر تھا اور کیسے کمرے میں اُڑ رہا تھا۔ کوئی مرا ہوا پرندہ ایسے اُڑ سکتا ہے؟ اور اس کی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں آپ نے بیگم صاب، میرے مولا! یہ تو پورا گھر ہی آسیب زدہ ہو گیا۔''

رشیدہ کے یہ الفاظ طاہرہ بیگم کو برے لگے تھے۔ وہ چونک پڑیں اور انہوں نے کرخت نگاہوں سے رشیدہ بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اب ایسی بدفال تو منہ سے مت نکالو رشیدہ۔ ہمارے گھر کو آسیب زدہ کہہ رہی ہو تم۔ کب سے رہ رہی ہو اس گھر میں۔ کیا یہی سب کچھ ہو رہا تھا یہاں؟ بولتے ہوئے انسان کو خیال رکھنا چاہئے۔''

''بیگم صاب، معافی چاہتی ہوں، پر آپ نے اس کی آنکھیں نہیں دیکھیں۔ ارے تھا تو سوکھا ہوا پنجر مگر آنکھیں آگ برسا رہی تھیں۔ آپ خود بتائیے بیگم صاب، کیا تھا یہ سب کچھ؟ کوئی زندہ پرندہ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''میں کیا بتاؤں، میں تو خود جہنم کی آگ میں جل رہی ہوں۔ قدرت نے سر پر مصیبت ڈالی ہے تو بھگتنی پڑے گی۔ ہمت سے مقابلہ کریں گے۔ وہ شیطان کی بچی کتنی بڑی طاقت رکھتی ہے، میں دیکھوں گی۔ تم دونوں سنبھالو اپنے آپ کو اور اندر آ جاؤ۔ ہو سکا تو میں اندر ہی تمہیں

کمرہ دے دوں گی۔ وہیں رہنا تاکہ میرے قریب رہو۔"

ناظمہ اور رشیدہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ طاہرہ بیگم ملازمیوں کے کوارٹر سے نکل کر اندر کوٹھی میں داخل ہوگئیں، لیکن دل بری طرح کانپ رہا تھا۔ پہلے تو بس اس بات کی جلن تھی کہ کمبخت تزئین نے بیٹے پر قابو پالیا ہے، لیکن اب ذرا دوسرے انداز میں سوچ رہی تھیں۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھیں کہ مرزا اختیار بیگ، تزئین کے خلاف ان کی کوئی مدد نہیں کریں گے، جو کچھ کرنا ہے خود ہی کرنا پڑے گا۔

دانش کا عجیب حال تھا۔ گھر سے نکل کر بھاگتا تھا۔ ولیمے والی رات جب غائب ہوا تھا تو طاہرہ بیگم نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے تزئین کی کوئی ایسی برائی دانش کے علم میں آئی ہو جس کی وجہ سے وہ اس سے روٹھ کر چلا گیا ہو، لیکن اب تو دانش بیوی کے پاؤں دھو دھو کر پی رہا تھا۔ بے شک وہ شروع ہی سے سرکش تھا، زبان دراز بھی تھا، لیکن جو جملے اس نے ادا کیے تھے وہ ناقابلِ یقین تھے۔

اندر جاتے ہوئے طاہرہ بیگم تزئین کے کمرے کے سامنے سے گزریں تو اچانک ان کے بدن میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑ گئیں۔ نوکرانیوں نے جو کچھ کہا تھا اگر وہ سچ تھا تو پھر تو بڑی مشکل پیش آگئی تھی۔ کوئی انسان ہوتو اس سے جنگ بھی کی جائے، بدروحوں سے کیسے جنگ کی جاسکتی ہے۔ یہ تمام باتیں سوچتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھیں اور اپنی مسہری پر جا بیٹھی تھیں۔

دوسری طرف ناظمہ اور رشیدہ بھی بیٹھی اس موضوع پر بات کر رہی تھیں۔ رشیدہ نے کہا۔ "ناظمہ باجی! ایک بات کھل کر کہوں، یہ مالک جو ہوتے ہیں نا بڑے خودغرض ہوتے ہیں۔ ہمیں لگا دیا ان کے پیچھے اور خود آرام سے ہیں۔ ارے کچھ ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ ہم نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ بیگم صاحب، آپ کا نمک کھایا ہے، جان دے دیں گے پر آپ کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے، لیکن بیگم صاحب کی آنکھوں میں آنسو تو آگئے، جیب تک ہاتھ نہیں گیا کہ چلو کچھ دے دلا ہی دیتیں۔"

"سب کچھ تو مل رہا ہے رشیدہ اور کیا چاہیے تمہیں؟"

"برا مت ماننا ناظمہ باجی، تمہارے تو کوئی آگے ہے نہ پیچھے، پر میری بات اور ہے۔ پتہ نہیں کتنے جی میری جان سے لپٹے ہوئے ہیں۔ ہم تو جان دینے کو تیار ہیں، مگر کوئی دوسرا بھی

تو ہمیں کچھ دے۔"

"اب ایسی باتیں مت کرو، اس پرندے کے بارے میں کچھ بولو۔"

"یاد مت دلاؤ ناظمہ باجی، پکی بدروح ہے وہ۔ گھر میں گھسی ہے اب دیکھو کیا ہوتا ہے؟" رشیدہ نے کہا اور ناظمہ بستر سے باہر نکل آئی۔

"میں ذرا منہ ہاتھ دھو کر اندر جاؤں، ڈر رہی ہیں بیگم صاب۔ اپنے پاس آنے کو کہہ گئی ہیں۔"

"ایک بات کان کھول کر سن لو ناظمہ باجی، نتیجہ چاہے کچھ نکلے، بابا جان ہے تو جہان ہے، گھر سے ہی نکال دی جاؤں گی نا۔ میں نہ رہوں گی اندر کوٹھی میں۔ وہاں تو وہ ہر وقت رہتی ہے۔"

"بھئی تمہاری مرضی ہے۔ میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتی۔" ناظمہ نے کہا اور اٹھ کر لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے سے باہر نکل گئی، جبکہ رشیدہ کی نگاہیں اس روشن دان کا جائزہ لینے لگیں۔ کیا تھا آخر وہ؟

✦====✦====✦

مرزا اختیار بیگ چونکہ شہر کے ایک دولت مندترین انسان تھے اور بے شمار افراد دولت مندوں سے کچھ خاص ہی عقیدت رکھتے ہیں، حالانکہ ان کی دولت میں سے کوئی حصہ ان عقیدت مندوں کے لیے نہیں ہوتا، لیکن بہرحال بے لوث عقیدت اپنی جگہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر فراز نے خصوصی طور پر مرزا اختیار بیگ کو فون کیا تھا۔ "معافی چاہتا ہوں مرزا صاحب۔ آپ نے کوئی رابطہ ہی نہیں کیا۔ صاحب زادے کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں بتایا۔ کیا آپ نے پولیس میں رپورٹ کی۔ میرا مطلب ہے ان کی تلاش کے لیے۔"

"نہیں وہ گھر واپس آگیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کا بے حد شکریہ میں کچھ ایسی الجھنوں میں تھا کہ آپ کو اطلاع نہیں دے سکا۔"

"کیفیت کیا ہے؟"

"بہت بہتر نظر آ رہا ہے۔"

"پھر بھی اگر وہ تیار ہو جائیں تو کسی وقت یہاں لا کر ان کا معائنہ کرا لیجیے گا۔ یہ نہیں بتایا انہوں نے کہ وہ ہسپتال سے اس طرح کیوں نکل گئے تھے؟"

"اب معائنے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر فراز صاحب، شکریہ۔" مرزا اختیار بیگ نے کہا اور فون بند کر دیا۔

دانش بہتر حالت میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے اب کافی وقت گھر پر رہنا شروع کر دیا تھا۔ اکثر وہ تزئین کے ساتھ شاپنگ کے لیے بھی نکل جاتا تھا۔ طاہرہ بیگم سے اس کی بول چال بالکل بند تھی۔ اسی دن سے ناراض تھا بلکہ کھانا وغیرہ بھی اپنے کمرے ہی میں کھایا کرتا تھا۔ تزئین بالکل ٹھیک تھی، کبھی کبھی اس کے چہرے پر شرارت آمیز مسکراہٹ ابھر آتی تھی۔ یہ وہ لمحات ہوتے جب دانش سو رہا ہوتا تھا۔

مرزا اختیار بیگ نے دانش کو اس کے موبائل پر فون کیا۔

"کیا کر رہے ہو دانش؟"

"جی پاپا، کچھ خاص نہیں۔"

"تھوڑا سا وقت دے سکو گے آج؟"

"بتائیے پاپا کیا کرنا ہے؟"

"آفس چلنا ہے میرے ساتھ، بیٹے باہر سے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں۔ کاروباری لوگ ہیں اور خاص طور سے تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"پاپا میں کاروبار کے لیے کر ہی کیا رہا ہوں۔ ابھی تک حالات نے میرا ساتھ ہی نہیں دیا، میں کیا کروں گا آفس جا کر؟"

"بیٹے، میں نے ان لوگوں سے وعدہ کر لیا ہے، اگر تھوڑا سا وقت دے دو تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے پاپا۔" دانش نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ تزئین غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ دانش نے تزئین کو مرزا اختیار بیگ کی خواہش بتائی تو وہ بولی۔ "ہاں دانش تمہیں گھر سے باہر نکلنا چاہئے، کچھ عجیب سا لگتا ہے کہ تم ہر وقت گھر میں گھسے رہتے ہو۔ تھوڑی بہت دیر کے لیے آفس جایا کرو، دل بھی بہل جایا کرے گا۔"

"تزئین اگر تم اپنے اصل حلیے میں میرے ساتھ رہو تو میرا دل بہلا ہی رہتا ہے۔"

تزئین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

مرزا اختیار بیگ کا فون ایک بار پھر موصول ہوا۔ وہ بتا رہے تھے کہ اب سے پندرہ منٹ

کے بعد وہ نکل جائیں گے۔ تزئین نے دانش کے لیے ایک عمدہ سا سوٹ نکال کر دیا اور پھر دانش کا حلیہ بھی سنوارا۔ دانش کافی بہتر حالت میں نظر آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مرزا اختیار بیگ کے ساتھ ان کی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ تزئین نے اسے دروازے پر خدا حافظ کہا تھا۔ تقدیر کا مارا ڈرائیور سجاد مرسڈیز کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ تزئین کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ تزئین نے پُراسرار پرندے کے روپ میں طاہرہ جہاں بیگم، ناظمہ اور رشیدہ کی ساری باتیں سنی تھیں۔ پتہ نہیں تزئین کیا چیز تھی۔ اس کی فطرت میں ایک شرارت بسی ہوئی تھی اور خاص طور سے یہ شرارت دانش اور طاہرہ جہاں بیگم کے لیے تھی۔ ابھی تک مرزا اختیار بیگ کو اس نے کسی بھی شکل میں پریشان نہیں کیا تھا۔

طاہرہ جہاں بیگم نے ان دونوں کو بتایا تھا کہ ڈرائیور سجاد کو بھی انہوں نے ہدایت کر دی ہے کہ وہ تزئین پر خاص طور سے نگاہ رکھے۔

تزئین نے ڈرائیور کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ مسکراہٹ بے معنی نہیں تھی وہ اندر آئی اور لباس وغیرہ تبدیل کرنے لگی۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ باہر نکلی اور سفید مرسڈیز کے پاس پہنچ گئی۔

سجاد جلدی سے دوڑا آیا۔ اس نے جلدی سے پچھلا دروازہ کھولا اور تزئین اندر بیٹھ گئی۔ سجاد نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور تھوڑی دیر کے بعد کار باہر نکل آئی۔ "کہاں جانا ہے چھوٹی بیگم صاب؟"

"چلتے رہو، میں راستہ بتاتی رہوں گی۔" تزئین نے سرد لہجے میں کہا اور سجاد نے گردن خم کر دی۔

تزئین اسے وقفے وقفے سے راستہ بتاتی رہی اور اس طرح وہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ڈرائیور سجاد حیران تھا کیونکہ اس سے پہلے تزئین شہر سے باہر کبھی نہیں آئی تھی، نہ ہی اس نے یہ انداز اختیار کیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے کئی دیہات پیچھے رہ گئے اور پھر تزئین نے ایک ذیلی سڑک کی طرف مڑنے کے لیے کہا اور سجاد نے قیمتی کار کچے راستے پر ڈال دی۔ وہ اس ذیلی سڑک کے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کہاں جاتی ہے، لیکن کوئی دو فرلانگ کے بعد اسے ایک کھنڈر نما عمارت نظر آئی۔ یہ عمارت بالکل ٹوٹی پھوٹی سی تھی۔ کسی زمانے میں کسی قریبی آبادی کا کوئی قبرستان رہا ہوگا، لیکن اب وہاں دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی، البتہ بوسیدہ قبریں بے شمار نظر

آرہی تھیں۔

سجاد کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی اور اسے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس کا دل اندر سے کہہ رہا تھا کہ آج کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ پہلے کبھی اس نے اس طرح کے واقعات کے بارے میں نہیں سوچا تھا، لیکن رشیدہ اور ناظمہ نے جو کہانیاں سنائی تھیں، اس وقت وہ اسے یاد آرہی تھیں۔

''اس طرف، اس نیم کے درخت کے پاس روک دو۔''

تزئین نے ایک طرف اشارہ کیا اور سجاد نے کار کا رخ بدل دیا۔ کسی قدر ناہموار جگہ تھی، اس لیے سجاد سست رفتاری سے کار کو آگے بڑھا کر اس جگہ لے گیا۔

''یہاں چھوٹی بیگم صاب!'' اس نے پوچھا۔

''ہاں بس یہیں۔'' تزئین نے کہا اور سجاد نے کار روک دی۔ پھر جلدی سے انجن بند کر کے نیچے اتر آیا، لیکن تزئین خود ہی دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی اور بولی۔ ''تم میرا انتظار کرو۔''

''جی بیگم صاب۔'' سجاد نے کہا۔ پھر وہ تزئین کو قبرستان کی طرف جاتے دیکھتا رہا۔ تزئین قبروں کو پھلانگتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

اس غیر متوقع عمل سے سجاد کے دل میں کچھ فاسد خیالات پیدا ہو گئے تھے، لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ ہوسکتا ہے بیگم کے کچھ عزیز یہاں دفن ہوں اور وہ اس پرانے قبرستان میں فاتحہ وغیرہ پڑھنے آئی ہوں۔

پچھلے کچھ دنوں سے اس کے بدن میں ہلکی ہلکی خارش ہوگئی تھی۔ دوسرے ڈرائیور محفوظ بھائی نے اس سے کہا تھا کہ دو تین دن نیم کے پتوں کے پانی سے نہالے، خارش ٹھیک ہو جائے گی۔ اس وقت اس نے نیم کا درخت دیکھا تو اسے محفوظ بھائی کی بات یاد آگئی۔ درخت بھی زیادہ اونچا نہیں تھا چنانچہ وہ منہ اٹھا کر نیچے جھکی شاخوں کو دیکھنے لگا۔ کچھ شاخیں بالکل قریب تھیں۔ اس نے ہاتھ اونچے کر کے نیم کی ڈالیاں توڑیں اور انہیں اکٹھا کر کے کار کے پیچھے آگیا۔ ڈالیاں اس نے ڈکی کے ایک گوشے میں رکھیں اور ڈکی بند کر کے سیدھا ہو گیا۔

آسمان پر بادل جھک آئے تھے۔ روشنی کم ہو گئی تھی۔ کوئی پچاس گز کے فاصلے پر تزئین ایک قبر کے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔ قبر بہت پرانی تھی اور اس کا پختہ سرہانہ خوب اونچا تھا۔ پرانی ہونے کی وجہ سے قبر کا تعویذ اندر دھنس گیا تھا اور وہ کھل گئی تھی۔ سجاد کو تزئین بالکل

صاف نظر آرہی تھی لیکن وہ جو کچھ کر رہی تھی وہ سجاد کو سمجھ میں نہیں آیا۔

فاتحہ خوانی اس طرح تو نہیں کی جاتی، تزئین نے اپنا دوپٹہ اتار کر اونچی قبر کے کتبے پر ڈال دیا۔ سجاد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تزئین نے پہلے لباس اتارا اور پھر اس نے اپنے لمبے خوبصورت بال مٹھی میں پکڑے اور ایک جھٹکے سے انہیں اوپر کھینچا۔ لمبے بالوں کے ساتھ اس کے سر کی کھال بھی اتر آئی اور اب وہ ایک سوکھے ہوئے انسانی ڈھانچے کی شکل میں نظر آرہی تھی۔

سجاد کا دل پہلے ہی کانپ رہا تھا، اب جو اس نے خوبصورت تزئین کی جگہ اس ڈھانچے کو دیکھا تو اس کے پورے بدن میں تھرتھراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن سارا بدن جیسے برف کے پانی میں ڈوب گیا ہو۔ کوشش کے باوجود اس کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔

گرنے سے بچنے کے لیے اس نے کار کی ڈکی کا سہارا لیا تھا، لیکن دماغ تھا کہ ہوا میں اُڑا جا رہا تھا۔ رشیدہ اور ناظمہ کی باتیں ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ پھر اس نے دیکھا کہ تزئین نے دونوں پاؤں کھلے ہوئے تعویذ کے اندر رکھے اور کچھ لمحوں کے بعد وہ قبر میں غائب ہو گئی۔ بس اس سے زیادہ دیکھنے کی تاب سجاد کے اندر نہیں تھی۔ اس نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی، لیکن منہ کے بل زمین پر گرا۔ پاؤں کسی چیز میں الجھ گئے تھے، زمین پر گرنے کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

نہ جانے کب ہوش آیا اور جب ہوش آیا تو مزید بے ہوشی طاری ہونے کی خواہش ہونے لگی کیونکہ وہ اپنے کوارٹر میں تھا۔ اپنے بستر پر اور محفوظ اور کریم خاں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کریم خاں گیٹ کا چوکیدار تھا۔ ایک بوڑھا آدمی، نیک اور ہمدرد، وہ اس کے ماتھے پر بھیگے کپڑے کی پٹی رکھ رہا تھا۔

محفوظ نے کہا۔ ''بخار کم لگ رہا ہے کریم چچا۔''

''ہاں اللہ کا فضل ہے، میرے خیال میں ڈاکٹر سے دوا لے لینی چاہئے۔ چاہے حال بتا کر لے لو، آج کل موسم بڑا خراب چل رہا ہے۔ ہر گھر میں ایک دو بندے بخار میں پڑے ہوئے ہیں۔ خود میرے بھتیجے کو کئی دن سے بخار چڑھا ہوا ہے۔''

سجاد یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ اسے خود بھی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا بدن بخار میں پھنک

رہا ہے، آنکھوں اور کانوں سے شدید گرمی نکل رہی ہے۔ اس نے آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولیں اور بولا۔ ''محفوظ بھائی! تھوڑا سا پانی پلا دو۔''

''ہاں ابھی۔'' محفوظ نے کہا اور تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ پانی کا گلاس بھر لایا اور کریم خاں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ پانی پی کر اسے بڑا سکون محسوس ہوا تھا۔ گزرے ہوئے واقعات کا ایک ایک لمحہ اسے یاد تھا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے یہاں کون لایا؟''

''کہاں؟''

''یہیں کوٹھی میں۔ گاڑی کون چلا کر لایا؟''

''ہذیان بک رہا ہے۔'' کریم خاں بولا۔

''دماغ کو ٹھنڈا رکھو سجاد۔ اچانک تمہیں کیسے بخار آ گیا۔ وہ تو اتفاق کی بات ہے کہ کریم چچا کسی کام سے تمہارے پاس آئے تھے۔''

''ہاں وہ جو میں نے جو تم سے بیس روپے لیے تھے سجاد وہ واپس کرنے آیا تھا۔''

''تو......تو پھر۔''

''پھر کیا تمہیں کئی آوازیں دیں، تم نہیں بولے۔ تمہارا منہ انگارے کی طرح سرخ ہو رہا تھا، میں نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ سخت بخار میں مبتلا ہو۔''

''ارے مگر مجھے یہاں تک لایا کون اور گاڑی کہاں ہے؟'' سجاد بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہو، گاڑی تو کہیں باہر نہیں گئی۔ اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہے اور تم اپنے کمرے میں تھے، بخار چڑھا ہوا تھا تمہیں، دماغ کو ٹھنڈا کرو، کچھ سوچو مت۔''

''کریم چچا، خدا کی قسم چھوٹی بیگم صاب مجھے باہر لے گئی تھیں، ان ہی کے ساتھ گیا تھا میں۔''

''یار کیسی باتیں کر رہے ہو، صبح سے میں کئی بار گاڑی کھڑی ہوئی دیکھ چکا ہوں۔ بڑے صاحب اور چھوٹے صاحب دونوں گئے ہوئے تھے آفس۔ محفوظ کے ساتھ ہی واپس آئے ہیں۔ تمہاری گاڑی تو باہر ہی نہیں نکلی۔

''کریم چچا، میں چھوٹی بیگم کے ساتھ باہر نکلا ہوں اور کئی گھنٹے باہر رہا ہوں۔''

''نہ سجاد نہ تمہارے دماغ میں کوئی غلط بات بیٹھ گئی ہے۔''

''اب میں تمہیں کیا بتاؤں کریم چچا اور محفوظ، کیا بتاؤں میں تمہیں؟'' سجاد ان لمحات کو یاد کرنے لگا جب اس نے دنیا کا سب سے حیرت انگیز منظر دیکھا تھا اور ان باتوں کو یاد کر کے اس کی حالت بگڑنے لگی۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے اچانک ہی اس کے نرخرے پر ہاتھ ڈال دیا ہو، تیز نوکیلے ناخن اس کی گردن میں چبھنے لگے اور اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ ان آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا اور وہ وحشت زدہ انداز میں دونوں ہاتھوں سے کسی نادیدہ ہاتھ کو پکڑ کر اپنے گلے سے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ارے......دیکھو اس کی حالت پھر خراب ہو رہی ہے۔ کریم چچا جلدی سے جاؤ اور بیگم صاحب کو خبر کرو کہ سجاد کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ اسے ہسپتال لے جایا جائے۔''

''میں جاتا ہوں۔'' کریم خاں نے کہا اور اندر کی جانب دوڑ گیا۔

سجاد کی آنکھوں میں وہ لمحات رقص کر رہے تھے، جب تزئین ڈھانچے میں تبدیل ہو کر کھلی ہوئی قبر میں گم ہو گئی تھی، مگر اس کے بعد کیا ہوا یہ بات اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی تھی۔

کچھ دیر کے بعد ہاتھ کی گرفت اس کی گردن سے خود بخود ہٹ گئی اور وہ اپنی گردن سہلانے لگا۔ محفوظ بھائی نے اسے پھر آدھا گلاس پانی پلایا تھا۔

ادھر کریم خاں، طاہرہ جہاں کے پاس پہنچ گیا۔ طاہرہ جہاں اس وقت مرزا اختیار بیگ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ انہیں بتا رہے تھے۔ ''باہر کے لوگ آئے تھے، یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ میرے بعد دانش ہی سارے کاروبار کا مالک ہوگا۔ دل تو میرا بھی یہی تھا کہ اب دانش میری ذمے داریاں سنبھال لے۔ یوں تو پورا اسٹاف ہے۔ بہت سے ایسے وفادار بندے میرے ساتھ کام کرتے ہیں جو میرے کاروبار کو صحیح طور پر دیکھ رہے ہیں، لیکن جو میری اپنی ذمے داری ہے وہ جوں کی توں ہے۔ صرف ایک دانش ہی ایسا ہے جو میری ذمے داریاں سنبھال سکتا تھا۔''

''ارے اللہ ہمیں اس کا موقع تو دے، ہم تو بن موت مارے گئے ہیں۔ دانش نے وہ قدم اٹھایا ہے کہ اللہ دے اور بندہ لے، دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔''

اسی وقت کریم خاں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی۔

”ہاں آؤ چوکیدار خیریت۔ تم کیسے اندر آگئے کیا بات ہے؟“

”بیگم صاب، سجاد کی حالت بہت خراب ہے۔“

”کیا؟“

”ہاں بیگم صاب، اول فول بک رہا ہے، بری حالت ہوگئی ہے۔ شدید بخار میں تپ رہا ہے، پتہ نہیں کیا ہوگیا بے چارے کو؟“

”ہوں، ملیریا ہوگیا ہوگا۔ تم محفوظ خاں سے کہو کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائے۔“ مرزا اختیار بیگ نے کہا۔

”صاحب جی بری حالت ہے، ہذیان بھی طاری ہے۔“

”سنا نہیں تم نے، لو یہ پیسے اور جاؤ۔“ مرزا اختیار بیگ نے کچھ رقم نکال کر کریم خاں کو دی اور کریم خاں شانے ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں محفوظ خاں اور سجاد موجود تھے، سجاد آنکھیں بند کئے لیٹا تھا۔

”صاحب نے پیسے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔“

”مجھے نہیں جانا ڈاکٹر کے پاس، میری بیماری تو کچھ اور ہی ہے۔“ سجاد نے خود کو سنبھال کر کہا اور محفوظ خاں سے بولا۔ ”محفوظ بھائی ایک گلاس پانی اور پلاؤ، میں تم لوگوں کو اصل صورتِ حال بتانا چاہتا ہوں۔“

”اچھا۔“ محفوظ خاں نے کہا اور جلدی سے اٹھ کر پانی کا ایک اور گلاس بھر کر اندر آگیا۔ سجاد نے پانی پیا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ”انہونی ہوگئی ہے۔ بالکل کھل کر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ہمارے گھر میں بھتنی گھس آئی ہے۔“

”تیری حالت دیکھ کر تو یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ تُو کسی بھتنی کا ہی نام لے گا۔“ کریم خاں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”پڑے گی تب پتہ چلے گا کہ کریم چچا، جو مجھ پر بیتی ہے میں جانتا ہوں، میرا اللہ جانتا ہے۔“

”کیا بیتی ہے بھائی تجھ پر، ذرا کچھ ہمیں بھی تو بتا۔“ محفوظ خاں نے کہا۔

”محفوظ بھائی تم بڑے صاحب اور چھوٹے صاحب کو لے کر کوٹھی سے باہر نکلے تو چھوٹی

بہو بھی دروازے پر آگئیں اور پھر آگے بڑھ کر گاڑی کے پاس پہنچ گئیں۔“

”تو پھر؟“

”میں نے دروازہ کھولا اور گاڑی باہر نکال لی۔“

”پہلے تو یہی بات غلط ہے، میں تو گیٹ سے ہٹا بھی نہیں ہوں۔“

”دیکھو کریم چچا، میرا دماغ خراب مت کرو، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہ سنو، میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔“

”اچھا پھر کیا ہوا؟“

”اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں چلتا رہوں، وہ راستہ بتاتی جائیں گی اور وہ راستہ بتاتی گئیں، ہم لوگ شہر سے باہر نکل گئے۔ پھر ایک جگہ بیگم صاحب نے گاڑی بائیں ہاتھ مڑوادی۔ وہ کچی سڑک تھی، کچی سڑک ایک کھنڈر پر ختم ہوئی۔ کھنڈر کے برابر قبرستان تھا۔ چھوٹی بہو بیگم نے وہیں پر گاڑی رکوادی اور نیچے اتر گئیں۔“

کریم خاں اور محفوظ دلچسپی سے سجاد کو دیکھا رہے تھے اور پھر ان کی نگاہیں آپس میں مل جاتی تھیں تو وہ مسکرانے لگتے تھے۔

”ہاں ہاں بولتا رہ پھر کیا ہوا؟“

”بس اس کے بعد اللہ جھوٹ نہ بلائے، میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر آنکھوں کو یقین نہیں آتا۔“

”ابے آگے تو بول کیا دیکھا تو نے؟“ اور جواب میں سجاد نے پوری کہانی انہیں سنا دی اور بولا۔ ”اس کے بعد میرے حواس قابو میں نہ رہے اور میں گر کر بے ہوش ہوگیا، ہوش آیا تو اپنے کمرے میں تھا۔“

”لو کر لو بات۔ یہ سارے کام کتنی دیر میں ہوگئے سجاد بھائی؟“

”کئی گھنٹے لگے تھے۔“

”کیا بجا تھا اس وقت محفوظ خاں جب تم باہر نکلے تھے؟“

”صبح سوا گیارہ بجے کا وقت تھا۔“

”اور اب پونے تین بجے رہے ہیں، چلو خیر یہ بات ہم نے مان لی کہ اتنا وقت سجاد کو لگا، پر جو کچھ یہ سنا رہا ہے وہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔“

"میری بات سنو کریم چچا اور محفوظ بھائی، ان دنوں گھر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی طرف سے آنکھیں بند مت کرو۔ خیر ہم تو نوکر ہیں، اصل کام تو مالکوں کا ہے، بیگم صاحب مجھ سے ملی تھیں، میں تمہیں بتاؤں۔" سجاد نے کہا۔

"وہ تو روز ہی ملتی ہیں، یہ کون سی نئی بات ہے؟"

"یار پوری بات تو سن لو، تمہیں بیچ میں بولنے کی بڑی عادت ہے۔" سجاد نے محفوظ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"چل چل آگے بول تیری کہانی کافی دلچسپ ہے۔" محفوظ نے لطف لیتے ہوئے کہا۔

"بیگم صاحبہ نے مجھے اپنا راز دار بناتے ہوئے کہا کہ سجاد چونکہ چھوٹی بہو بیگم تمہارے ساتھ ہی آتی جاتی ہیں، ذرا ان پر نگاہ رکھو کہ وہ کہاں کہاں جاتی ہیں۔ مجھے اس بارے میں بتاؤ۔ اصل میں شادی ہونے کے ساتھ ہی جو کھیل شروع ہوا ہے اس پر تم نے کبھی غور نہیں کیا۔ چھوٹے صاحب بیمار ہوگئے، ولیمے والے دن بھی وہ گھر سے بھاگ گئے تھے۔ یہ بات تو تمہیں معلوم ہے، ولیمے میں شریک نہیں ہوئے تھے اور کتنی لے دے ہوئی تھی اس وقت۔ خیر ہم تو نوکر ہیں مالکوں کی باتوں میں دخل نہیں دینا چاہئے، لیکن اس کے بعد سے تم دیکھ لو کہ چھوٹے صاحب پر کیا بیت رہی ہے۔ پاگل ہو کر دماغی ہسپتال پہنچ گئے تھے، وہ تو بس اللہ نے کرم کر دیا کہ ٹھیک ہو کر واپس آگئے، پر بیگم صاحبہ کا خیال ہے کہ چھوٹی بہو بیگم کوئی بری روح ہیں۔"

"خیر یہ تو ہر ساس کا خیال ہوتا ہے کہ بہو بد روح ہے۔" محفوظ خاں نے کہا اور ایک قہقہہ لگایا۔

"میری بات سنو، ذرا ناظمہ باجی اور رشیدہ سے بھی مل لو، وہ کیا کہانیاں سنا رہی ہیں۔"

"ہاں ہم وہ کہانی بھی سن چکے ہیں۔ دراصل یہ نوکرانیاں مالک کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اپنی ہی کہانیاں گھڑ کر مالکن کو سناتی ہیں بشرطیکہ مالکن میرا مطلب ہے ساس صاحبہ بہو بیگم کی مخالف ہوں۔"

"تم بڑے عالم فاضل بنے ہوئے ہو۔ محفوظ بھائی، میری دعا ہے کہ تمہیں بھی کوئی ایسا ہی واسطہ پڑے، میری حالت اسی وجہ سے تو خراب ہوگئی ہے۔"

"مگر میری جان تُو قبرستان سے گاڑی سمیت واپس کیسے آگیا اور گاڑی ہمیں اپنی جگہ دکھائی کیسے دیتی رہی؟"

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی، ارے ایک بات بتاؤں تمہیں۔" اچانک ہی سجاد کو جیسے کچھ یاد آگیا۔

"بتا دے وہ بھی بتا دے۔"

"وہاں قبرستان میں، میں نے اپنے لیے تھوڑے سے نیم کے پتے توڑے تھے اور وہ پتے میں نے گاڑی کی ڈکی میں رکھ دیئے تھے۔ تم نے کہا تھا نا محفوظ بھائی میرے بدن میں جو خارش ہوتی ہے، تو میں دو تین بار نیم کے پتوں سے نہالوں۔"

"اچھا پھر۔"

"ذرا مجھے سہارا دے کر اٹھاؤ، میں بڑی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ چلو ذرا چل کر دیکھیں گاڑی میں نیم کے پتے ہیں یا نہیں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"چل اٹھ، ہمت کر۔" محفوظ بھائی نے سجاد کو سہارا دیتے ہوئے کہا اور اس کے بعد تینوں باہر نکل آئے۔

سجاد سفید مرسڈیز کے پاس پہنچا اور پھر اس نے چابی سے مرسڈیز کی ڈکی کھولی۔ مرسڈیز کھلتے ہی نیم کے پتوں کی مہک محسوس ہوئی اور اس کے بعد محفوظ خاں اور کریم چچا کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں، کیونکہ مرسڈیز کی ڈکی کے ایک گوشے میں نیم کے بہت سے پتے رکھے ہوئے تھے جبکہ اس کوٹھی میں نیم کا کوئی درخت موجود نہیں تھا اور پتے بھی تازہ تھے، یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ چار دن پہلے کہیں سے لا کر اس میں رکھ دیئے گئے ہوں۔ اب سب ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے اور سجاد خوفزدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اولاد کی قسم! محفوظ بھائی میں نے غلط نہیں کہا تھا، یہ ساری باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔"

+====+====+

دانش کافی بہتر حالت میں آگیا تھا۔ مرزا اختیار بیگ اسے زیادہ سے زیادہ اپنے ساتھ رکھنے لگے تھے اور وہ خود بھی کاروبار میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے اس طرح تزئین سے دور رہنے کا موقع ملتا تھا۔ پہلے وہ تزئین کا دیوانہ تھا اور اس سے ایک لمحے جدا رہنے کا روادار نہیں تھا، لیکن شادی کی رات جو کچھ ہوا تھا اور اس وقت سے اب تک جو کچھ ہوتا رہا تھا، اس نے اسے بہت دلبرداشتہ کر دیا تھا۔ تزئین کی اب تک قربت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

وہ تزئین سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن اس بارے میں بھی خود کو معذور پاتا تھا۔

کہیں بھی ہوتا، تزئین اسے ایک آواز دیتی اور وہ تزئین کے پاس پہنچ جاتا۔ ایسا کیوں کر ہوتا تھا، اسے آج تک پتہ نہیں چل سکا تھا۔

اس نے تزئین سے درخواست کی تھی کہ وہ بس اتنا کرم کرے کہ اس شکل میں نہ آئے جسے وہ اپنی اصل شکل کہتی ہے۔ نہ جانے کیوں اس نے یہ بات مان لی تھی اور اب وہ تزئین کی شکل میں رہنے لگی تھی۔

لیکن دانش بس اس طرح خود کو بہلا لیا کرتا تھا اس کی نگاہیں تزئین کی طرف اٹھتیں تو وہی بھیانک شکل اسے یاد آجاتی تھی، تو اس کی تمام حسرتیں اور آرزوئیں پانی کے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتیں۔ یہ ایک روگ تھا، جو اسے لگا ہوا تھا، بھلا اس کا محبت سے کیا تعلق۔

پیار سے اگر کبھی تزئین کی کلائی پکڑ لیتا تو کلائی ایک دم سوکھی ہوئی پرانی ہڈیاں محسوس ہوتیں اور وہ گھبرا کر ہاتھ چھوڑ دیتا تھا۔ ایسے موقعوں پر اس نے کبھی تزئین کی آنکھوں میں کسی محرومی یا اداسی کے آثار نہیں دیکھے تھے، بلکہ یوں لگتا تھا جیسے تزین اس کی اذیت سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔

ان حالات میں بھلا اس کا تزئین کے ساتھ کیا جی لگتا، بس اتنا کافی تھا کہ اس نے اس کی بات مان لی تھی اور اس کی وجہ سے کم از کم اس پر دحشت نہیں طاری ہوتی تھی۔ ایک اور خاص بات یہ تھی کہ تزئین نے آج تک اسے بھی مرزا اختیار بیگ کے ساتھ کہیں جانے سے نہیں روکا تھا۔ جیسے وہ خود بھی یہی چاہتی ہو کہ وہ اس سے دور ہو جائے۔

اس طرح وقت گزر رہا تھا، درحقیقت تزئین نے دونوں ماں بیٹوں کے حواس چھین لیے تھے۔ ادھر وہ طاہرہ جہاں بیگم پر مصیبت نازل کئے ہوئے تھی تو دوسری طرف دانش بے بسی اور الجھنوں کا شکار رہتا تھا۔ وہ بعض اوقات بڑے عجیب وغریب انداز میں سوچتا تھا کہ اس منحوس زندگی سے کیسے چھٹکارہ حاصل کیا جائے۔

اس وقت بھی آفس میں بیٹھا ان ہی سوچوں میں گم تھا اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی کو اپنا راز دار بنائے اور دل کا حال سنائے۔ دیکھو پھر تزئین کا کیا رویہ رہتا ہے، وہ اپنی بات دوسروں کے سامنے لے جانا پسند کرتی ہے یا نہیں۔ سوچتا رہا کہ کیا کرے؟

پھر اسے اپنا دیرینہ دوست عامر یاد آیا، بہت اچھا دوست تھا، حالانکہ خود دانش کے غرور

نے اس متوسط گھرانے کے دوست کو جو طویل عرصے سے اس کے ساتھ تھا کبھی قریب آنے کا موقع نہیں دیا تھا، لیکن جب انسان پر بیتتی ہے تو پرانے دوست ہی یاد آتے ہیں کیونکہ ان پر اعتماد ہوتا ہے۔ اس نے عامر کو فون کیا اور دوسری طرف سے عامر کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔

''کون دانش؟''

''یار مجھے بھول گئے، ایک ہی تو دانش ہے تمہارا پرانا دوست۔''

''آج میں کیسے یاد آگیا؟''

''یار مجھے پتہ ہے کہ تم ناراض ہوگے۔''

''نہیں ناراض نہیں ہوں، بس جب بھی کبھی تمہارے بارے میں سوچتا تھا تو یہی خیال آتا تھا کہ بڑے لوگوں سے دوستی کرنی ہی نہیں چاہئے، چاہے کوئی غرض یا لالچ نہ رکھو، لیکن ان کی نگاہوں میں کبھی تمہاری عزت نہیں ہوگی۔''

''جتنا چاہو ذلیل کرلو، بلکہ ایسا کرو کہ فون پر ذلیل کرنے میں کیا مزہ آرہا ہوگا۔ میں سامنے آکر بیٹھوں گا اور کچھ کہو گے تو میرے چہرے کی شرمندگی تمہیں سکون بھی دلائے گی۔''

''کیا ملو گے مجھ سے؟''

''ہاں ملنا چاہتا ہوں، میرے خیال میں بلیو مون ہوٹل جواب میں بھی اسی طرح موجود ہے، وہاں ملاقات ہونا چاہئے۔''

''میں کب پہنچوں بتاؤ؟''

''بس آدھے گھنٹے کے اندر اندر۔''

''میں آرہا ہوں۔'' عامر نے کہا۔

پھر دونوں دوستوں کی ملاقات بلیو مون میں ہوئی، عامر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارا حلیہ تو زیادہ اچھا نہیں ہے، بڑے تروتازہ تھے گلاب کے پھول کی طرح۔ پر اب کیا ہو گیا۔ رخساروں کی ہڈیاں ابھر آئی ہیں، گال بھی پچکے پچکے سے ہیں اور ویسے بھی کمزور نظر آرہے ہو۔''

''یار بڑی مشکل کا شکار ہو گیا ہوں، بیٹھو۔'' دانش نے کہا اور دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

''چلو مجھ سے شکایتیں کرو۔'' دانش نے کہا۔

"نہیں کوئی شکایت نہیں ہے، بس یہ تھا کہ بے شک تم نے اپنی شادی میں بڑے لوگوں کو بلایا ہوگا لیکن کسی گوشے کی ایک بھی کرسی عامر کے لیے ہوتی تو عامر کو کبھی تم سے کوئی شکایت نہ ہوتی۔ بڑے اچھے کپڑے پہن کر آتا میں وہاں تمہاری شادی کی تقریب میں، پر تم نے سوچا کہ ......"

"کافی ہے عامر کافی ہے۔ ایک بات کہوں تم سے، غلطیوں کی سزا ملتی ہے نا انسان کو تو مجھے سزا مل رہی ہے۔"

"ارے خیریت۔ کیا بھابی صاحبہ بہت سخت مزاج ہیں، کیا ان کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے؟"

دانش نے ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس وقت کانوں میں تزئین کی آواز گونجتی ہے یا نہیں۔ اس کی طرف سے کئی سخت ردِعمل کا اظہار ہوتا ہے یا نہیں، لیکن اسے اپنا ذہن صاف محسوس ہوا۔ گویا تزئین اس وقت اس کی جانب متوجہ نہیں ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں کا آرڈر دیا گیا۔ عامر سے اس نے اس کے حالات پوچھے۔ عامر کے چہرے پر تجسس تھا۔ اس نے کہا۔ "اب تم مجھے بتاؤ، پہلی بات تو یہ کہ جب پرانے دوستوں کو یاد کیا جاتا ہے تو کسی مشکل وقت میں ہی کیا جاتا ہے۔ دوست، تم یقین رکھو کہ اگر میں تمہاری کسی مشکل میں کام آسکا تو میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ لالچ نہیں ہوگا کہ تم بھی میری مشکل میں میرے کام آؤ۔"

"یار عامر ایسی باتیں مت کرو مجھ سے، میں بہت پریشان ہوں۔"

"اب مجھے پریشانی کی وجہ بتاؤ۔" عامر نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

دانش نے ایک بار پھر گردن جھکالی۔ اس کا دل آہستہ آہستہ کانپنے لگا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جو باتیں وہ عامر سے کرنے والا ہے، اگر ان کا علم کسی طرح تزئین کو ہوگیا تو وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی، اندر کی کیفیت پر قابو پانے کے بعد اس نے کہا۔ "عامر مجھ سے ایک بڑی عجیب غلطی ہوگئی ہے۔ میں اسے عجیب اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے وہ عام لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتا۔ تزئین نامی لڑکی مجھے ایک کلب میں ملی تھی۔ اس قدر خوبصورت تھی کہ میں اپنا سارا غرور بھول گیا، جبکہ یورپ میں وہاں کی مقامی بلکہ کئی اور ملکوں کی لڑکیوں نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تھی، لیکن میں نے کبھی کسی پر توجہ نہیں دی تھی۔ تزئین کو دیکھ کر میرے

دل و دماغ میں طوفان برپا ہوگیا اور پھر سچ بات یہ ہے کہ اس کی توجہ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ وہ خود بھی ایک دولت مند گھرانے کی لڑکی ہے۔ والدین کی مرضی کے خلاف میں نے اس سے شادی کرلی، لیکن شادی کی پہلی ہی رات مجھ پر ایک بھیانک انکشاف ہوا۔ تزئین درحقیقت نارمل لڑکی نہیں ہے، وہ ایک سوکھے ہوئے انسانی پنجر کی حیثیت سے حجلۂ عروسی میں مجھے ملی۔ اس قدر دہشت ناک وجود کہ انسان دیکھے تو اس کے دل کی حرکت بند جائے۔ ایک خوفناک ڈھانچہ دلہن کا لباس پہنے ہوئے سیج پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بعد مجھے اپنے دماغ پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔ میں گھر چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گیا اور میں نے ایک ٹرین کے ذریعے ایک طویل سفر کیا۔ وہ دن ہی گزر گیا تھا جس دن میرا ولیمہ تھا، لیکن دوسری رات کو جب میری آنکھ کھلی تو میں اپنے بستر پر موجود تھا اور میری وہ بھیانک دلہن اپنے کاموں میں مصروف تھی، لیکن اپنی خوبصورت شکل میں، بعد میں بھی وہ بہت بار اپنی اسی بھیانک شکل میں مجھے نظر آئی اور میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ تزئین والی شکل میں ہی رہا کرے۔ شاید یہ بات تمہارے علم میں نہ ہو کہ پچھلے دنوں میں دماغی ہسپتال میں رہ کر آیا ہوں۔ صرف اسی کی وجہ سے، میں اس سے بھاگنا چاہتا ہوں لیکن مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں کبھی اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکوں گا۔"

عامر حیرت سے منہ کھولے اس کی داستان سن رہا تھا۔ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ کیا اس وقت بھی دانش صحیح الدماغ ہے یا کسی پاگل پن کا شکار ہے۔ اس نے تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد سوال کیا۔ "دانش! قسم کھا کر ایک بات بتاؤ گے مجھے؟"

"ہاں۔"

"کوئی نشہ کرتے ہو؟" عامر نے سوال کیا۔

دانش نے آنکھیں بند کر لیں، پھر وہ گول مول انداز میں بولا۔ "اگر تم یہ سمجھتے ہوئے کہ میں نشے کے عالم میں تمہیں یہ داستان سنا رہا ہوں تو میرے دوست، نہ سنو میری کہانی۔ مجھ پر بدنصیبی کا نشہ طاری ہے بس اور کچھ نہیں۔"

"سنو میری بات سنو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہانی بے شک بہت عجیب ہے لیکن بہرحال اس کا حل تلاش کروں گا۔"

دانش نے کوئی جواب نہیں دیا، نہ جانے کیوں آج عامر کے سامنے دل کا یہ راز کھول

دینے پر اسے اپنا وجود ہلکا محسوس ہوا تھا۔ اس نے کافی دیر عامر کے ساتھ وقت گزارا اور پھر اٹھتا ہوا بولا۔ ''مجھے تم سے جو حاصل کرنا تھا عامر میں نے حاصل کر لیا ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر میں تمہیں تزئین کے بارے میں بتاتا ہوں تو وہ میری زبان روکنے کی کوشش کرتی ہے یا نہیں، اب میں بھی ذرا مختلف انداز میں سوچ سکوں گا۔'' یہ کہہ کر دانش اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

''تم بے فکر رہنا، یہ مت سوچنا کہ میں اس بات کو بھول جاؤں گا، میں بزرگوں سے مشورہ کروں گا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔''

''تمہارا بے حد شکریہ۔'' پر دونوں ریستوران سے باہر نکل آئے تھے۔

+====+====+

''تجھے کیا ہوا؟'' طاہرہ جہاں بیگم نے ڈرائیور سجاد کو دیکھتے ہوئے کہا جو لرزتے قدموں سے اجازت ملنے پر دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور بدن سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور پھر اس نے کہا۔ ''اجازت ہو بیگم صاب تو دروازہ بند کر دوں۔''

''کر دے...... کوئی خاص بات ہے۔''

''ہاں بیگم صاب۔'' سجاد نے کہا اور پلٹ کر دروازہ بند کر دیا، پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور زمین پر بیٹھ گیا۔

''ارے تجھے ہوا کیا ہے۔ بولے گا بھی یا نہیں؟''

''بس سمجھ لو بیگم صاب، زندگی تھی کہ بچ گیا۔ ورنہ آپ کو اپنے ایک وفادار سے ہاتھ دھونے پڑتے۔''

''بک بک کئے جائے گا یا کچھ بتائے گا بھی سجاد۔ کیوں تم لوگوں نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔''

''نہیں بیگم صاب، آپ کی وفاداری میں بس جان دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں، زندہ رہنے کو جی نہیں چاہ رہا اب۔''

طاہرہ جہاں بیگم غصیلی نگاہوں سے سجاد کو دیکھنے لگیں۔ فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور واقعی بہت کمزور نظر آ رہا تھا۔

''سجاد! اب جو کچھ کہنا ہے جلد کہہ، میں پریشان ہو رہی ہوں۔''

''کل کی بات ہے، صاحب اور چھوٹے صاحب محفوظ کے ساتھ دفتر چلے گئے تھے، جیسے ہی وہ باہر نکلے، چھوٹی بیگم نے مرسڈیز کی طرف رخ کیا، پھر ہم باہر نکلے تو وہ میں راستہ بتانے لگیں کہ ہمیں اس راستے پر جانا ہے۔''

سجاد نے پوری کہانی طاہرہ جہاں بیگم کو سنا دی اور طاہرہ جہاں بیگم بدن میں دوڑنے والی سرد لہروں سے نہ بچ سکیں، ان کا دل کانپ رہا تھا، بہت دیر تک وہ خاموش رہیں، پھر بولیں۔

''کل اس وقت کریم خاں میرے پاس آیا تھا، اس نے مجھے تیری طبیعت خراب ہونے کے بارے میں بتایا تھا۔ مرزا صاحب نے اسے پیسے دے کر کہا تھا کہ ڈاکٹر سے دوا دلا دو، مجھے نہیں معلوم تھا کہ تیرا مرض یہ تھا۔''

''بعد میں بیگم صاب آپ کریم خاں اور محفوظ کو بلا کر پوچھ لیجئے، مرسڈیز کی ڈگی سے نیم کے وہ پتے برآمد ہوئے تھے، جو میں نے قبرستان سے توڑے تھے پھر بھی یقین نہ آئے تو میں کسی کو بھی وہ جگہ دکھانے کے لیے تیار ہوں جہاں چھوٹی بیگم مجھے لے کر گئی تھیں۔''

''ہوں، اچھا ایک بات بتا، اس کے بعد چھوٹی بیگم تجھ سے ملیں یا نہیں؟''

''نہیں جی، اللہ کا فضل ہے کہ نہیں ملیں۔ اگر وہ مجھے کہیں لے جانے کے لیے کہتیں تو بیگم صاب سچ جانیں میں تو راستے میں ایکسیڈنٹ ہی کر دیتا، میری حالت ایسی نہیں ہے کہ میں انہیں کہیں لے جا سکوں۔''

''اپنے آپ کو سنبھال سجاد، ہم جس مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں، مجھے تم سب کی مدد کی ضرورت ہے۔ اگر تم لوگ ہی ہمت ہار گئے تو میں کس سے مدد مانگوں گی۔ ارے اب تم سب بھی گواہ بن گئے ہو کہ میرے بچے کا یہ حشر بلا وجہ نہیں ہوا ہے۔ بھتنی لگ گئی ہے گلے۔ ہائے ایک ایک کر کے سب پر کھلتی جا رہی ہے۔ مگر میں بھی پیچھا نہیں چھوڑنے کی۔ اکلوتا بیٹا ہے میرا، جان دے دوں گی، جان لے لوں گی۔''

''ہمارے لیے کیا حکم ہے بیگم صاب......؟'' سجاد نے پوچھا۔

''مدد مانگ رہی ہوں تم سے۔ کوئی گھر آسیب زدہ ہو جاتا ہے تو جھاڑ پھونک کرا کے اثر ختم کرا لیا جاتا ہے، مگر یہاں تو آسیب پنڈے سے لگا بیٹھا ہے۔ سینے پر چڑھا مونگ دل رہا ہے مگر ہار نہیں ماننے کی میں بھی۔ ہمت سے کام لو سجاد۔ میرا ساتھ دو، میری مشکل میں کام آؤ۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

اسی وقت بند دروازے پر آہٹ ہوئی اور سجاد اور طاہرہ جہاں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اندر سے بند دروازے کی چٹخنی خود بخود پیچھے سرک رہی تھی۔ دونوں کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔

+====+====+

چٹخنی عام نہیں تھی اور کسی بھی طرح خود نہیں کھل سکتی تھی جب تک کہ اسے کوئی اندر سے کھولنے کی کوشش نہ کرتا۔ دونوں کی پھٹی پھٹی آنکھیں دروازے پر لگی رہیں، یہاں تک کہ چٹخنی اپنی جگہ سے مکمل طور پر ہٹ گئی۔ اس کے بعد دروازہ کھلا اور ناظمہ کی صورت نظر آئی۔ ناظمہ کا اندر آجانا کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی، لیکن چٹخنی کا اندر سے کھل جانا واقعی بڑی عجیب اور ناممکن سی بات تھی۔

ناظمہ کو دیکھ کر طاہرہ جہاں نے ٹھنڈی سانس لی اور بولیں۔ ''آؤ ناظمہ، خیریت کیسے آنا ہوا؟''

''بیگم صاب جی بس آپ کے پاس آئی تھی۔''

''ناظمہ کیا دروازہ بند تھا؟''

''نہیں جی، پہلے تو میں نے دو تین بار دروازے پر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ مگر جب اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی تو میں نے دروازہ کھولا جو کھلا ہوا تھا اور میں اندر آگئی۔''

''دروازہ کھلا ہوا تھا؟''

''ہاں بیگم صاب جی، آپ ایسے کیوں پوچھ رہی ہو؟'' ناظمہ نے کہا۔

اور طاہرہ جہاں بیگم آنکھیں بند کر کے سر ہلانے لگیں۔ انہیں چکر سا آگیا تھا، ناظمہ اندر آگئی تو سجاد اٹھتا ہوا بولا۔ ''ہم چلتے ہیں بیگم صاب جی، آپ سے پھر ملیں گے۔''

''ہاں سجاد کیوں نہیں، جب تمہارا دل چاہے میرے پاس آجانا ویسے بھی جو کام میں نے تمہارے سپرد کیا ہے وہ کام ہر قیمت پر کرنا ہے، ہمت نہیں ہارنا، مجھے اب تم لوگوں کا ہی سہارا ہے۔'' طاہرہ جہاں نے کہا اور سجاد باہر نکل گیا۔

سجاد کے جانے کے بعد طاہرہ جہاں نے ناظمہ سے کہا۔ ''ناظمہ! میری عقل کام نہیں کر رہی، آخر تم نے چٹخنی کیسے کھول لی باہر سے۔''

''بیگم صاحب جی، چٹخنی کھلی ہوئی تھی، آپ کے کمرے کی، میں آپ کو بتا چکی ہوں۔''

''ارے بابا میں نے خود دیکھا ہے، چٹخنی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ اچھا ذرا تم دروازہ اندر سے بند کرو۔'' طاہرہ جہاں بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتی تھیں۔

ناظمہ نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا چٹخنی لگا دی، پھر طاہرہ جہاں کی آواز ابھری۔

''اب ذرا ہینڈل پکڑ کر اسے کھول کر دیکھو، جھٹکے دو، دو چار...... دیکھوں کیسے کھلتی ہے۔''

ناظمہ نے ان کی ہدایت کے مطابق عمل کیا تھا لیکن چٹخنی نہ کھلی۔

''دیکھا تم نے؟''

''بیگم صاحب جی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے چٹخنی بند ہی نہیں ہوگی۔''

''چلو چھوڑو، آؤ ادھر آ کر بیٹھو، میں اب ان حالات کی عادی ہوتی جا رہی ہوں۔''

''میں خود حیران ہوں بیگم صاحب جی، کیا ہو رہا ہے گھر والوں کو، سارے کے سارے ہی مصیبت زدہ نظر آتے ہیں۔''

''ایسا ہی ہوا ہے ناظمہ، تم لوگ مجھے سہارا دو ورنہ میں بن موت مر جاؤں گی۔''

''بیگم صاحب جی ہم خود حیران ہیں۔''

''میں تمہیں ایک بات بتاؤں ناظمہ، میرا خاندان بہت بڑا ہے اور یہ بات بھی تمہیں پتہ ہے کہ ہم لوگ اعلیٰ درجے کے لوگ ہیں۔ معمولی لوگوں سے ہمارا ملنا جلنا نہیں ہے، حالانکہ مرزا اختیار بیگ کو مجھ سے اختلاف ہے، ان کا کہنا ہے کہ انسان سب برابر ہوتے ہیں، لیکن بابا! ہر انسان کا اپنا ایک اسٹیٹس ہوتا ہے۔ ایک معیار ہوتا ہے۔ گھٹیا قسم کے لوگوں سے ملو تو دماغ کی خرابی کے علاوہ اور کیا ملتا ہے اور پھر معاشرے میں مقام بھی گرتا ہے، لوگ سوچتے ہیں کہ یہ کیا کلاس لوگ ہیں۔ اے کلاس بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم سی کلاس نہیں، اے کلاس لوگ ہیں۔ چلو چھوڑو، تم ان باتوں کو کیا سمجھوگی، میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ماشاء اللہ دولت کی ریل پیل ہے، گھر بار کوٹھی جائیداد، کاروبار بھرا ہوا ہے، تمہیں حاسدوں کا تو پتہ ہی ہے اور حاسد بھی کون ہوتا ہے، صرف اپنے، رشتے دار اور خاندان والے، باہر کے لوگوں کو کیا پڑی ہے کہ ہمارے گھر کے معاملات میں دخل اندازی کریں۔ ارے ناظمہ تعویذ گنڈے کرائے گئے ہیں

جواب اثر لا رہے ہیں، رنگ دکھا رہے ہیں۔ دیکھو میرا بچہ کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ ارے اپنی پسند کی بہو آتی تو گھر میں رونق ہوتی۔ بال بچے ہوتے، ہماری زندگی میں بھی خوشیاں آتیں، مگر نہ جانے کیا ہوا ایک دم اللہ میاں نے ساری خوشیاں چھین لی ہیں۔''

''خیر اللہ میاں تو صرف دینے والوں میں سے ہوتا ہے بیگم صاحب جی، چھیننے والوں میں سے کبھی نہیں اور جب اس کی لاٹھی گھومتی ہے تو اس طرح گھومتی ہے کہ انسان کروٹ بھی نہیں بدل سکتا۔ تو آپ کے خیال میں، آپ کے خاندان والے آپ کے لیے جادو ٹونے کرا رہے ہیں۔''

''یہی ہو سکتا ہے اور کیا ہو سکتا ہے؟''

''مگر آپ تو اپنی بہو سے ڈرتی ہیں؟''

''ڈرتی کیا ہوں تم خود سوچو، اگر کوئی زندہ مخلوق ہوتی تو یقین کرو اب تک قبر کھود کر دفن کرا چکی ہوتی، میرا نام بھی طاہرہ جہاں ہے۔''

''سو تو ہے۔'' ناظمہ نے عجیب سے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''بس...... طے کر لیا ہے میں نے ناظمہ کہ تم لوگ بھرپور طریقے سے میرا ساتھ دو اور اس سے مقابلے میں میری مدد کرو، کسی ایسے پہنچے ہوئے عامل کو تلاش کرو جو اس سے مقابلہ کرے اور ہماری جان اس سے چھڑا دے، منہ مانگی رقم دوں گی اس کو، اگر کوئی مل جائے ناظمہ تو اس سے بات کر لینا۔''

''ضرور کروں گی بیگم صاحب، آپ بالکل فکر نہ کریں۔''

''کمبخت شکل صورت کی کیسی اچھی ہے، میں تو یہی سمجھی تھی کہ میرا بچہ شکل و صورت دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ایک بلا اس کے گلے لگنے والی ہے، ناظمہ کبھی کسی سے کچھ سنا تو نہیں ایسے کسی واقعے کے بارے میں۔''

''بیگم صاحبہ، ہم کہاں سے سن لیتے، ہم نے تو زندگی ہی آپ کے پاس گزاری ہے۔''

''ہوتا ہے ناظمہ...... کبھی کبھی کسی ایسی غلط جگہ انسان جا نکلتا ہے جہاں سے کوئی سایہ اس پر پڑ جاتا ہے۔ مگر یہ کمبخت سائے کی شکل میں بھی نہ رہی یہ تو انسان بن کر ہمارے بیچ میں آ گئی، کوئی ایسی ترکیب بتاؤ ناظمہ کہ اس سے چھٹکارہ مل سکے، کیا میں اس کے کمرے میں آگ لگا دوں، مٹی کا تیل چھڑک کر اسے جلا دوں۔''

"ضرور ایسا کر کے دیکھیں بیگم صاب اگر آپ کے اندر ہمت ہو تو۔" ناظمہ نے کہا۔

طاہرہ جہاں بیگم گردن جھکا کر خاموش ہو گئیں، تھوڑی دیر تک سوچتی رہیں، پھر بولیں۔

"بس بچے کا خیال ہے، کر تو ڈالوں میں ایسا، لیکن اگر اسے پتہ چل گیا تو ہماری شکلوں پر ہی تھوک دے گا وہ، ویسے بھی اتنا گہرا اثر ہے اس پر کہ کسی کی کوئی بات سنتا ہی نہیں۔"

"آج کل تو ٹھیک جا رہے ہیں، چہرے پر بھی خوشی ہے، ہو سکتا ہے بیگم صاب ٹھیک ہی ہو جائیں۔"

"ارے وہ تو ٹھیک ہو جائے، مگر تم نے اور رشیدہ جو کچھ دیکھا ہے اسے جھٹلا سکو گی اور میں نے جو دیکھا اور تمہیں کیا بتاؤں، بے چارا سجاد بھی شکار ہو گیا ہے۔ اس وقت یہی شکایت لے کر میرے پاس آیا تھا۔"

"اسے کیا ہوا ہے بیگم صاب؟" ناظمہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ارے چھوڑو، جو ہوا ہے اسے میرے اندر ہی رہنے دو۔"

"جی بیگم صاب۔"

"کمبخت کیسی مسمسی سی شکل بنا کر آئی تھی، پتہ نہیں کیا کیا رنگ دے کر میرے بچے کو اپنے قابو میں کیا ہوگا۔ ارے میں نے تو یہ بھی بار ہا سنا ہے کہ بڑی دولت مند ہے، ماں باپ ملک سے باہر تھے، وہاں انہوں نے خوب دولت کمائی اور بعد میں مر گئے، پھر یہ دولت لے کر یہاں وطن آئی ہے، کہاں ہے وہ دولت؟ کبھی پوچھوں گی تو ضرور۔ اب چاہے وہ کچھ بھی ہو، میں نے کہا نا میرا نام بھی طاہرہ جہاں ہے۔"

"چلتی ہوں۔ بیگم صاب، کوئی کام ہو تو بتائیے، بس ایسے ہی آپ کے پاس آ گئی تھی۔"

"اللہ تمہارا بھلا کرے۔ میں خود تنہائی محسوس کرتی ہوں۔ یوں تو بہت سے ملنے والے ہیں، کہیں بھی جا سکتی ہوں مگر جس مصیبت میں گرفتار ہوں، اس کے بعد کہیں جانے کو دل ہی نہیں چاہتا۔"

ناظمہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ طاہرہ بیگم خاصی دیر تک بیٹھی سوچ میں ڈوبی رہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اب وہ کافی اداس رہنے لگی تھیں۔ تھوڑے عرصے پہلے گھر میں خوشیوں کا دور دورہ تھا۔ تقریبات میں بھی جایا کرتی تھیں، لیکن جب سے دانش کے ساتھ یہ سب کچھ ہوا تھا اس وقت سے گھر سے باہر نکلنا ہی نہیں ہوتا تھا۔ بس بیٹھی

کے بارے میں بیٹھی سوچتی رہتی تھیں۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں بیٹھی رہیں، ناظمہ کی بات پر غور کر رہی تھیں، سجاد کے بارے میں سوچ رہی تھیں، اب سارے کے سارے تو پاگل نہیں ہو سکتے، خود بہت سے واقعات انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے، یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں کہ تزئین درحقیقت آسیب ہے ان کے گھر میں گھسی ہے۔ تعویذ گنڈوں اور عاملوں کے بارے میں انہیں کوئی تجربہ نہیں تھا، لیکن جوان دنوں سنجیدگی سے سوچ رہی تھیں کہ کسی بڑے عامل سے ملیں اور اسے اپنی مشکل سنائیں، بیٹھے بیٹھے اکتا گئی تھیں، اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے دھیانی کے عالم میں دروازے کی چٹخنی کھول کر باہر نکل آئیں۔

تھوڑی دور آگے بڑھیں اور پھر اچانک ہی ٹھٹک گئیں۔ پہلے دروازے کی چٹخنی خود بخود کھل گئی تھی اور ناظمہ اندر آئی تھی پھر سجاد باہر گیا تھا اس کے بعد ناظمہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اسی دروازے سے باہر گئی تھی۔ اب جب طاہرہ جہاں بیگم باہر نکلی تھیں تو دوبارہ دروازے کی چٹخنی کھول کر۔ یہ سب کیا تھا، کیا تھا یہ سب۔

تھوڑی دیر تک حیرت کے عالم میں جہاں کھڑی تھیں، وہیں کھڑی رہیں۔ پھر انہوں نے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھا تو تھوڑے ہی فاصلے پر رشیدہ ڈسٹنگ کرتی ہوئی نظر آئی۔ وہ انہیں دیکھ کر سیدھی ہو گئی اور سلام کیا۔ انہوں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ "وعلیکم السلام رشیدہ، آج ڈسٹنگ تم کیوں کر رہی ہو، کیا ناظمہ کچھ اور کر رہی ہے؟"

"ان کی طبیعت ٹھیک کہاں ہے بیگم صاحب، کل سے بُری حالت ہے، بخار بھی چڑھا ہوا ہے۔"

"مگر مجھے تو اس نے نہیں بتایا کہ اسے بخار آ گیا تھا۔" طاہرہ جہاں نے حیرت سے کہا۔

"پڑی ہوئی ہیں بستر پر، کل رات کو تو بہت تیز بخار تھا۔ صبح سے اپنے پلنگ سے ہل بھی نہیں سکی ہیں، ناشتہ بھی نہیں کیا۔ پتلی کھچڑی پکا کر دے کر آئی ہوں اور ضد کر کے آئی ہوں کہ خالہ کچھ تو کھا لو، ورنہ اٹھا نہیں جائے گا، بخار ایسے آسانی سے پیچھا تو نہیں چھوڑے گا، ہم سب ڈرے ہوئے ہیں بیگم صاحب جی۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو، ابھی ابھی تو ناظمہ میرے پاس آئی تھی، بالکل ٹھیک تھی۔"

"آپ کے پاس آئی تھی، بیگم صاحب جی وہ تو ہل بھی نہ پاتی ہیں، آپ ذرا جا کر ان

کے کوارٹر میں تو دیکھیں۔'' رشیدہ نے کہا۔

طاہرہ جہاں بیگم کی حیرتوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ وہ گھبرا کر بولیں۔ ''پتہ نہیں تم کیا کہہ رہی ہو، آؤ ذرا چلو میرے ساتھ۔''

کچھ لمحوں بعد وہ رشیدہ کے ساتھ ناظمہ کے کمرے میں داخل ہوگئیں، ناظمہ کا چہرہ واقعی بدلا ہوا تھا، اس وقت بھی اسے تیز بخار چڑھا ہوا تھا۔ بُری حالت تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو کپڑے پہن کر وہ ان کے کمرے میں گئی تھی، وہ کپڑے اس وقت اس کے بدن پر نہیں تھے، طاہرہ جہاں بیگم اس کے پاس جا کر بیٹھ گئیں۔

''ناظمہ یہ اچانک تمہیں کیا ہوگیا۔''

''بس بیگم صاحب جی، کیا بتائیں۔''

''تم یہ بتاؤ ابھی تم میرے کمرے میں آئی تھیں۔''

''نہیں بیگم صاحب، ہم تو کل دوپہر سے اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں، اللہ خوش رکھے بے چاری رشیدہ کو، سارے کام یہی کر رہی ہے۔''

طاہرہ جہاں بیگم نے جب یہ الفاظ سنے تو ان کا دم نکل گیا، اس کا مطلب ہے کہ تھوڑی دیر پہلے ناظمہ کی جگہ کوئی اور ان کے کمرے میں آیا تھا مگر کون، اس کا فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

پھر انہیں خود بخود کھلنے اور بند ہونے والی چٹخنی یاد آئی۔ ظاہر ہے یہ کوئی عام بات نہیں تھی، انہیں یاد آیا کہ ناظمہ سے انہوں نے بہت سی باتیں کی تھیں جو زیادہ تر تزئین کے خلاف تھیں، تزئین کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ ڈرائیور سجاد نے ساری باتیں انہیں بھی بتا دی ہیں، یہ سب کچھ بہت خوفناک تھا۔

کہیں تزئین انتقام لینے پر آمادہ نہ ہوجائے۔ میرے اللہ اب میں کیا کروں۔

ناظمہ بمشکل تمام بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور طاہرہ جہاں بیگم کو اب بخوبی یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ واقعی اپنی جگہ سے ہلنے کے قابل نہیں ہے۔

ناظمہ نے کہا۔ ''مگر آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہی ہیں بیگم صاحب۔''

''بس ایسے ہی...... پتہ نہیں کیوں مجھے یوں لگا جیسے تم میرے پاس آئی ہو۔ ویسے تم لوگوں نے کیا سوچا، اگر میں تمہیں اندر ایک کمرہ دے دوں تو کیا دونوں ایک ساتھ رہ لوگی؟''

''مشکل ہوگا بیگم صاحب اور پھر سچی بات یہ ہے کہ ہم سخت ڈرے ہوئے ہیں، آپ کو

چھوڑ کر جا نہیں رہے، پر دیکھیں کب تک ہمت ساتھ دیتی ہے۔''

''نہیں ناظمہ! یہ بہت برا ہوگا، تم بالکل فکر مت کرو، میں تمہیں اس مدد کا اتنا بڑا انعام دوں گی کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔'' طاہرہ جہاں بیگم نے کہا اور رشید کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ناظمہ کے کوارٹر سے باہر نکل آئیں۔ ان کا دل ڈرا ڈرا تھا اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں کیا نہ کریں۔

+====+====+

دوپہر کا وقت تھا، ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ آج دھوپ بھی بہت تیز تھی، گرمی شدید تھی، مرزا اختیار بیگ اور دانش دفتر گئے ہوئے تھے۔ دانش بہت دن سے خاصی بہتر حالت میں تھا۔ اس کی صورت دیکھ کر یہ احساس تو ہو جاتا تھا کہ اس کے دل و دماغ پر کوئی بوجھ ہے لیکن پہلے جیسی وحشت نہیں رہی تھی۔

ادھر ڈاکٹر فراز ایک دو بار فون کر کے اختیار بیگ سے دانش کی کیفیت کے بارے میں پوچھ چکے تھے، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کوٹھی پر ایک عجیب نحوست چھائی نظر آتی تھی، تقریباً تمام ہی لوگوں کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ گھر میں ایک پُراسرار شخصیت موجود ہے۔ پہلے تو سب ہی دانش کی شادی پر خوش تھے۔ مرزا اختیار بیگ کا اپنا خاندان چھوٹا سا ہی تھا، یعنی وہ خاندان جو اس گھر میں موجود تھا، میاں، بیوی اور بیٹا بلکہ بھی کافی عرصے تک جدا رہا تھا اور اس دوران ملازموں کے ساتھ ہی زندگی گزاری تھی۔

مرزا اختیار بیگ زیادہ تر اپنے کاروبار میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے تعلقات بھی کاروباری حالانکہ ان میں سے کچھ افراد نے بھی گھریلو تعلقات بنانے کی کوشش کی تھی، لیکن طاہرہ جہاں کی رعونت نے کسی کو قریب نہیں ہونے دیا تھا اور اس کے بعد پھر عادت ہی نہ رہی تھی، بس گھریلو ملازم تھے اور یہ لوگ تھے لیکن اب ملازم بھی سہمے سہمے سے رہتے تھے۔ کئی دن سے کوئی نیا واقعہ نہیں ہوا تھا۔ شاید تزئین بھی آرام کر رہی تھی یا پھر کسی نئے منصوبے پر غور کر رہی تھی اور یہ نیا منصوبہ ہی تھا جس کے تحت دوپہر کو اس وقت جب طاہرہ جہاں کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے لیٹ گئی تھیں اور باہر کے موسم سے متاثر ہو کر انہوں نے اے سی چلوا لیا تھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا، چنانچہ جب اس پر ہلکی سی دستک ہوئی تو طاہرہ جہاں بیگم نے روا روی میں کہا۔

"کون ہے آجاؤ، جانتی ہو میرے سونے کا وقت ہے، آؤ کون ہے۔"

ان کے خیال میں یہ ناظمہ یا رشیدہ ہی ہو سکتی تھیں۔ جواب بلاتکلف ان کے پاس آجا
تھیں لیکن اس وقت صاف ستھرے اور سادہ لباس میں ملبوس جو شخصیت اندر داخل ہوئی اِ
دیکھ کر طاہرہ جہاں بیگم کا دل ایک لمحے کے لیے تو خوف سے کانپ اٹھا تھا۔ بہت کم ہی ایِ
مواقع آئے تھے جب تزئین اس طرح ان کے کمرے میں آئی ہو اور جب بھی وہ آئی تھی کو
ایسا واقعہ ہوا تھا کہ طاہرہ جہاں بیگم کو لرزا دیتا تھا۔

وہ جلدی سے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئیں، تزئین نپے تلے قدموں سے ان کے پاس پہنچی تھی
طاہرہ جہاں اسے دیکھنے لگیں پھر اچانک کسی خیال کے تحت بولیں۔ "تمہارا میرا رشتہ جو ہے بہو
اس میں احترام بھی ہوتا ہے اور تھوڑا بہت لگاؤ بھی، سلام دعا کرنا نہیں جانتیں تم؟"

"جانتی تو تھی ماما، پر آپ نے اس کا موقع ہی کہاں دیا، سارے الزامات تو لگوا دیئے
مجھ پر کیا بگاڑا تھا میں نے آپ کا نہ جانے کیا کیا کہانیاں گھڑلیں میرے بارے میں آپ
نے۔"

"میں نے گھڑ ڈالیں بہو، یا تم نے خود ہی ان کہانیوں کو جنم دیا ہے، میرے دل میں
بس ایک سوال ہے آخر تم ہو کون؟"

"کیا اتنا کافی نہیں ہے ماما کہ میں آپ کے بیٹے کی بیوی ہوں۔ دانش شادی کر کے
یہاں لائے ہیں۔"

"ہاں لائے تو ہیں، مگر اس دن کے بعد سے جو کچھ ہوا ہے وہ تمہیں معلوم ہے، ارے کم
از کم ہمیں یہ تو پتہ چل جاتا کہ تم ہمارے کون سے گناہوں کا عتاب ہو۔ نہ جانے کیا کیا بتا دیا۔
میرے بچے کو کہ باہر سے آئی ہو، دولت کے انبار ساتھ لائی ہو۔ بڑے ماں باپ کی بیٹی ہو،
ارے بابا اس دنیا میں رہنے والے ہر شخص کا کہیں نہ کہیں ناتا ہوتا ہے، تمہارا بھی کوئی ہے اس
دنیا میں؟"

"آہ یہی تو دکھ ہے ماما، جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے کہ میں کون ہوں تو اس
کا میرے پاس صرف ایک ہی جواب ہے کہ آپ کی بہو ہوں میں، آپ کے چہیتے بیٹے کی
پسند۔"

"خیر اسے تو جھوٹی سچی کہانیوں نے مارا ہے اور....." طاہرہ جہاں بیگم یہ کہتے کہتے رک

گئیں کہ وہ جادو کے جال میں پھنسا ہوا ہے، نہ جانے کیوں یہ الفاظ ان کے منہ سے نہیں نکل
سکے تھے، البتہ نگاہوں نے کئی بار تزئین کے پیروں کی طرف دیکھا تھا اور خوب غور سے دیکھنے
کے بعد انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کم از کم وہ مکمل پیری نہیں ہے، لیکن کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔

"آئیے اٹھئے ذرا، آئیے میرے ساتھ۔" تزئین بولی۔

"کک..... کہاں؟" طاہرہ جہاں بیگم نے اس وقت اپنے آپ کو دنیا کا سب سے
بہادر انسان ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور کمال کر ڈالا تھا اس میں۔ تمام تر باتیں جاننے کے
باوجود وہ بڑی روانی سے تزئین سے باتیں کرتی رہی تھیں اور اس وقت بھی انہوں نے وہی
سوال دہرائے تھے کہ تم کون ہو اور کتنی دولت مند ہو، لیکن اب جس انداز میں تزئین نے ان
سے اٹھنے کے لیے کہا تھا اور اپنے ساتھ کہیں لے جانے کی بات کی تھی تو طاہرہ جہاں بیگم کے
حوصلے پست ہونے لگے۔

"سنا نہیں آپ نے اٹھئے۔" اس بار تزئین کے لہجے میں تحکم تھا۔

"ارے واہ میں تم سے بب..... بڑی ہوں یا چچ..... چھوٹی۔" طاہرہ جہاں بیگم ہکلانے
لگیں۔

"آئیے۔" اس بار تزئین کے لہجے میں غراہٹ تھی اور نہ جانے کیا ہوا کہ اچانک ہی
طاہرہ جہاں بیگم اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ تزئین نے انہیں گھور کر دیکھا اور پھر
دروازے کی جانب رخ کر لیا اور طاہرہ جہاں بیگم اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی تھیں۔

تزئین سست قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ طاہرہ جہاں بیگم اس سے چند قدم ہی
پیچھے تھیں، لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ تزئین انہیں کہاں لے جا رہی ہے، یہاں تک کہ وہ
کوٹھی کے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے جو ذرا دور تھا، یہاں بھی کمرے اور اسٹور بنے ہوئے
تھے۔ یہ کمرے بالکل خالی پڑے رہا کرتے تھے۔

تزئین نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو طاہرہ جہاں بیگم کا دل دھک سے ہو گیا۔ یہ کمرہ
ویران پڑا رہتا تھا۔

تزئین نے ایک بار پھر مڑ کر دیکھا تو طاہرہ بیگم کے بدن کا لہو خشک ہونے لگا، اس وقت
اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

طاہرہ جہاں بیگم ہکلانے لگیں۔

"یہ...... یہاں کیوں، کیوں؟......"

"آیئے، ہر دو قدم کے بعد آپ کو سوال کرنے کا بہت زیادہ شوق ہے۔ آیئے اندر......" تزئین نے کہا اور دروازے کی دوسری جانب غائب ہوگئی۔

طاہرہ جہاں بیگم کو یوں لگا جیسے کوئی انہیں پیچھے سے دھکیل رہا ہو، انہوں نے بوکھلا کر اپنے پیچھے دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا، لیکن یہ بات صاف محسوس ہو رہی تھی کہ کوئی انہیں اندر دھکیل رہا ہے۔

تزئین ایک دیوار کے پاس کھڑی ہوگئی، یہ طاہرہ بیگم کی اپنی کوٹھی تھی، اس کا ایک ایک چپہ انہوں نے دیکھا ہوا تھا۔ پھر تزئین انہیں کیا دکھانا چاہتی ہے۔

اس نے کمرے میں روشنی کر دی تھی اور اب وہ دیوار میں کچھ تلاش کر رہی تھی، پھر اچانک ہی طاہرہ بیگم خوف سے اچھل پڑیں، دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا تھا، ہلکی سی گڑگڑاہٹ بھی سنائی دی تھی، ان کے تصور میں بھی ایسا کوئی دروازہ نہیں تھا، یہ تو کسی تہہ خانے کا دروازہ معلوم ہوتا تھا۔

"آیئے۔" تزئین نے ایک بار پھر کہا اور تہہ خانے کی سیڑھیاں عبور کرنے لگی، طاہرہ بیگم کسی قوت کے زیر اثر آگے بڑھ رہی تھیں، ورنہ دل تو ان کا یہ چاہ رہا تھا کہ پلٹ کر بھاگ نکلیں اور اتنی دور چلی جائیں کہ تزئین کا سایہ بھی انہیں نظر نہ آئے۔

بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار تھیں۔ انہیں اپنے ہی گھر میں ایک تہہ خانے کی موجودگی کا انکشاف ہوا تھا، ساری عمر اسی کوٹھی میں گزر گئی تھی، ویسے یہ سوچ تھا کہ یہ کوٹھی ان کے یہاں آنے سے پہلے تعمیر ہو چکی تھی اور یہاں مرزا اختیار بیگ کے اہلِ خاندان رہا کرتے تھے، جن میں سے آہستہ آہستہ کچھ ملک سے باہر چلے گئے، کچھ دنیا سے چلے گئے، لیکن یہ تہہ خانہ کبھی ان کے علم میں نہیں آسکا تھا۔

وہ تزئین کے پیچھے تہہ خانے کی سیڑھیاں طے کرتی ہوئی آخر کار ایک ہال نما کمرے میں پہنچ گئیں۔ تزئین نے یہاں بھی روشنی کر دی تھی اور طاہرہ جہاں بیگم پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے ہی گھر کے اس اجنبی تہہ خانے کو دیکھ رہی تھیں جس میں جگہ جگہ الماریاں بنی ہوئی تھیں۔ ان الماریوں میں شاندار لاک لگے ہوئے تھے۔

کچھ لمحوں کے لیے طاہرہ بیگم سے خوف کا غلبہ ختم ہوگیا اور وہ الماریوں کو دیکھنے لگیں۔

دل میں ذرا سی بدگمانی بھی آئی کہ کیا اس عمر میں بھی مرزا اختیار بیگ نے کچھ ایسے راز سینے میں چھپا کر رکھے ہیں۔ جو ان کی بیگم کو بھی معلوم نہیں تھے۔ یہ تہہ خانہ ظاہر ہے تزئین نے نہیں بنوایا ہوگا۔

"آیئے رک کیوں گئیں ادھر آیئے۔" تزئین نے کہا اور اس کے بعد اس نے ایک الماری کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھول دیا اور طاہرہ جہاں بیگم کی نگاہیں تیز روشنی میں الماری کے اندر رکھی ہوئی اشیاء پر پڑیں اور ان کی آنکھیں چکاچوند ہوگئیں۔

وہاں نوٹوں کے انبار لگے ہوئے تھے، اتنے کہ انہیں گنا نہ جاسکے، وہ حیرت سے منہ کھولے ان نوٹوں کو دیکھتی رہیں۔

تزئین نے دوسری الماری کھولی۔ اس الماری میں زیورات بھرے ہوئے تھے، پھر وہ الماریاں کھولتی گئی، پانچ الماریاں بے پناہ دولت سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ ان میں غیر ملکی کرنسی بھی تھی، مقامی نوٹ بھی تھے، زیورات بھی تھے اور سونے کے بسکٹ بھی نظر آرہے تھے۔

تزئین نے ساری الماریاں کھلی چھوڑ دیں اور پھر کسی نے طاہرہ جہاں بیگم کو پیچھے سے دھکا دیا۔ وہ گرتے گرتے بچیں۔ وہ الماریوں کے قریب پہنچ گئی تھیں، دھکا دینے والا انہیں ابھی تک نظر نہیں آیا تھا اور ان کی حیرت اور خوف کی کیفیت ان کی شکل کو عجیب بنائے ہوئے تھی۔

"دیکھ لی آپ نے میری دولت یا اور دکھاؤں آپ کو، پتہ چل گیا آپ کو کہ میں نے جو کچھ کہا غلط نہیں کہا تھا اور میرے بارے میں جو کچھ آپ نے سنا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا۔"

طاہرہ جہاں بیگم کی قوتِ گویائی سلب ہوگئی تھی، وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں کو بار بار صاف کر کے اس دولت کو دیکھ رہی تھیں، جو الماریاں میں رکھی ہوئی تھی۔

"جایئے آپ کی یہ خواہش پوری ہوگئی، واپس چلی جایئے، مجھے اپنی دولت کا حساب کرنا ہے۔" اور یوں لگا جیسے کسی نے کندھوں سے پکڑ کر طاہرہ جہاں بیگم کا رخ تبدیل کر دیا اور ایک بار پھر وہی دھکیلنے کا عمل شروع ہوگیا۔ طاہرہ جہاں بیگم نے سیڑھیاں عبور کیں اور کمرے میں پہنچ گئیں۔

انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو آس پاس کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے چوروں کی طرح دو چار قدم آگے بڑھائے اور جب انہیں اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ تزئین ان کا پیچھا نہیں کر رہی ہے تو اتنی برق رفتاری سے انہوں نے دوڑ لگائی کہ شاید زندگی میں کبھی اتنی تیز نہیں دوڑی ہوں

گی۔

رخ اپنے کمرے کی طرف تھا، کمرے میں داخل ہوئیں اور مسہری پر چھلانگ لگا دی۔ اتنی پھرتی ان کے بدن میں پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ جتنی پھرتی اس وقت نظر آ رہی تھی۔ سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا، زبان باہر نکلی پڑ رہی تھی، حلق ایسے خشک تھا جیسے ہفتوں سے پانی نہ پیا ہو، بار بار خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت کوئی پانی لا کر پلا دے۔

اسی وقت رشیدہ پانی کا گلاس لیے اندر داخل ہوئی اور وہ چونک پڑیں۔ حیرت سے رشیدہ کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پانی کے گلاس کو، رشیدہ کو کیسے معلوم ہوا کہ انہیں پیاس لگ رہی ہے، لیکن بہرحال پانی کی اتنی طلب محسوس ہو رہی تھی کہ رشیدہ سے یہ سوال کرنے سے پہلے انہوں نے پانی کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پھر اسے ایک ہی سانس میں خالی کر گئیں۔

''رشیدہ، رشیدہ......''

''کیا بات ہے، بیگم صاحب، آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے کیا، کیا حلیہ بنا ہوا ہے آپ کا، سارے بال بکھرے ہوئے ہیں اور پسینہ بھی آ رہا ہے، خیر تو ہے۔''

''ہاں خیر ہے رشیدہ، تجھے کیسے معلوم کہ مجھے پیاس لگ رہی ہے۔''

''ایں''۔ رشیدہ نے حیرت سے کہا۔

''تو پانی لے کر آئی ہے میرے لئے، کسی نے تجھ سے کہا ہے کہ پانی لے آ۔''

''لیجئے بیگم صاحب، آپ ہی نے تو آواز دی تھی کہ رشیدہ میرے لیے پانی لے آ۔''

''مم...... میں نے۔'' طاہرہ جہاں حیرت سے بولیں۔

''جی بیگم صاب، آپ کی آواز سنائی دی تھی، مجھے اور میں پانی لینے دوڑ گئی۔''

''میرے مالک، میرے مولا، میں نے کوئی آواز نہیں دی تھی۔'' طاہرہ جہاں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور رشیدہ خوف زدہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

''بیگم صاب، آپ ہی نے تو......'' ابھی رشیدہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے پر پھر آہٹ ہوئی اور اس بار داخل ہونے والے مرزا اختیار بیگ تھے، انہوں نے اندر آ کر طاہرہ جہاں بیگم اور رشیدہ کو دیکھا، پھر رشیدہ سے بولے۔ ''رشیدہ مجھے بھی پانی پلاؤ۔''

''جی صاب جی۔'' رشیدہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

طاہرہ جہاں مرزا اختیار بیگ کو دیکھنے لگیں، پھر آہستہ سے بولیں۔ ''تمہیں اللہ قسم، سچ سچ بتانا کیا یہ تم ہی ہو، یا تم نہیں ہو۔''

''سبحان اللہ، سبحان اللہ، شاعری شروع کر رکھی ہے آج کل اور یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے آپ نے اپنا؟''

''مجھے یقین دلا دو مرزا جی کہ یہ تم ہی ہو۔''

''اللہ تعالیٰ خیر کرے، کاروبار بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر طرف سے ترقی ہو رہی ہے۔ مگر گھر کے لوگ کیا کہوں، پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے سب کو، کیسی باتیں کر رہی ہو تم، میں نہیں ہوں گا تو اور کون ہوگا۔''

''ارے مرزا جی، بس ٹھیک ہے، اللہ سب کو سلامت رکھے، دیکھیں نتیجہ کیا نکلتا ہے۔''

''طاہرہ جہاں بیگم معاف کرنا، خدا نے تمہاری فطرت عجیب بنائی ہے، تمہارے اندر محبت سے زیادہ نفرت موجود ہے؟''

''ارے ٹھیک ہے، تم سب خوش رہو، میرا کیا ہے، بس مجھے چھوڑ دو۔''

''ہو کیا گیا کچھ بتائیے تو سہی۔'' مرزا کو طاہرہ جہاں بیگم پر رحم آ گیا۔

''کیا کہوں، جو کچھ بولوں گی، اس کا مذاق ہی اڑایا جائے گا۔''

''کمال ہے میں تو بڑی خوشخبری لے کر آیا تھا تمہارے لیے۔''

''میرے لیے اور خوشخبری، بھلا وہ کیا ہے۔''

''آج ہمارے بیٹے نے زبردست کاروباری ڈیل کی ہے، تم میری خوشیوں کا اندازہ نہیں لگا سکتیں، جاپان کی ایک بہت بڑی پارٹی سے گفت وشنید چل رہی تھی، آج اس پارٹی کے سرکردہ لوگ آئے تھے اور خاصے اکھڑے اکھڑے سے تھے۔ بالکل اتفاقیہ طور پر ان کی ملاقات دانش سے ہو گئی اور دانش نے وہ دانش مندی دکھائی کہ پتھر موم ہو کر رہ گئے۔ ڈیل پر دستخط ہو گئے۔ ہمیں اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ مگر میں تو حیران رہ گیا کہ دانش نے یہ سب کچھ کیا۔ وہ خود بھی بہت خوش ہے۔ میں نے اسے اسی وقت مبارک باد دی۔''

''اللہ میرے بچے پر رحم کرے، ارے بس ایک کام اور کر دو مرزا اختیار بیگ، اس پچھل پیری سے میرے بیٹے کا پیچھا چھڑا دو۔'' طاہرہ جہاں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

لیکن مرزا اختیار بیگ کا پارہ چڑھ گیا تھا، انہوں نے کرخت نگاہوں سے طاہرہ جہاں

کو دیکھا اور بولے۔ ”طاہرہ جہاں، بلاوجہ کسی سے نفرت کرنا ٹھیک نہیں ہے، میں نے آج تک اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی، جس سے مجھے اس سے کوئی شکایت ہوتی ہو، بڑی عزت و احترام کے ساتھ نگاہیں جھکائے میرے سامنے آتی ہے، جھک کر سلام کرتی ہے، میری خیریت پوچھتی ہے، تم بلاوجہ اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہو۔ آخر ایسی کیا بات ہے؟“

”کیا بتاؤں مرزا اختیار بیگ۔ بس دیوانی ہوگئی ہوں سمجھ لو، اللہ نے یہی تقدیر میں لکھ دیا تھا، آج ایک بہت بڑا کام ہوا ہے، لیکن ایک بات کہوں دل ایسے ٹوٹا ہے اب جوڑے نہیں جڑ سکتا۔“

”سبحان اللہ، بھلا وہ کیسے ٹوٹا، گر پڑا تھا کیا زمین پر؟“

”ہائے زمین پر ہی گر پڑا ہوتا تو صبر کر لیتی، پیروں سے کچل دیا گیا ہے میرے دل کو۔“

”کون کمینہ ہے وہ، نام بتائیے آپ مجھے اس کا؟“

”اڑا لو مذاق اڑا لو، تم یہ بتاؤ آج تک کبھی کوئی ایسی بات ہوئی ہے جو میں نے تمہارے خلاف کی ہو یا تمہاری مرضی کے خلاف کی ہو۔“

”آگے بولیے۔“

”تم نے مجھے کبھی یہ نہیں بتایا کہ اس کوٹھی میں تہہ خانہ بھی ہے۔“

”سبحان اللہ، کیسے بتاتا میں آپ کو محترمہ؟“

”کیوں...... کیا میں اس قابل نہیں تھی، میں بھی تو کہوں کہ آخر یہ غٹرغوں غٹرغوں کیوں ہوتی ہے سسر بہو میں۔ اب پتہ چلا کہ بہت سے ایسے راز جو بہو کو معلوم ہیں اور بیوی کو نہیں معلوم۔“

”ویری گڈ، بھلا وہ کون سے راز ہیں؟“

”تہہ خانے میں اس نے اپنی دولت ایسے ہی تو نہیں چھپالی ہوگی، ظاہر ہے آپ کی مدد کے بغیر اسے تہہ خانے کا پتہ بھی نہیں معلوم ہوا ہوگا، کیوں یہی بات ہے نا؟“

”کیا مطلب ہے آپ کا؟“ مرزا اختیار بیگ، طاہرہ جہاں کو تشویش کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

”ہوں پکڑی گئی نا چوری۔“

”بیگم آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے، آپ مجھے بتائیے۔ بلڈ پریشر تو نہیں ہو رہا آپ کو۔

چہرے سے عجیب عجیب سا تو لگ رہا ہے لیکن یہ بہکی بہکی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں، چلئے میں آپ کو ڈاکٹر کو دکھالاؤں۔“

”بس مرزا جی چلانے کی کوشش نہ کریں۔ آج اس نے مجھے اپنا خزانہ بھی دکھا دیا ہے، کہنے لگی کہ میں بار بار اس سے دولت کا تذکرہ کرتی ہوں، آج دیکھتے ہیں میری دولت۔“

”کون سا خزانہ یار تم مجھے پاگل مت کر دینا۔“

”آئیے ذرا، میرے ساتھ آئیں، وہ وہیں بیٹھی حساب کتاب کر رہی ہیں۔“ طاہرہ جہاں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

انہوں نے مرزا اختیار بیگ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں لے کر باہر چل پڑیں۔ اس طرف جاتے ہوئے تزئین کے کمرے کے سامنے ہی سے گزرنا پڑا تھا۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ ایک آرام چیئر پر بیٹھی رسالہ پڑھتی نظر آرہی تھی۔

طاہرہ جہاں بیگم نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور مرزا اختیار بیگ کو لے آگے بڑھ گئیں، تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کمرے کے دروازے پر تھیں جس کے اندر تہہ خانے میں جانے کا راستہ تھا اور کچھ لمحوں کے بعد وہ اس دیوار کے پاس پہنچ گئیں۔

پھر انہوں نے پوری دیوار کو جگہ جگہ سے ٹٹولنا شروع کر دیا، مرزا اختیار بیگ کے چہرے سے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ طاہرہ بیگم کی دماغی حالت پر شبہ کر رہے ہوں، وہ خاموشی سے اپنی جگہ کھڑے طاہرہ جہاں بیگم کی یہ کاوش دیکھتے رہے، طاہرہ جہاں بیگم جب اس دیوار میں دروازہ پیدا کرنے کا راستہ نہ تلاش کر سکیں تو انہوں نے مرزا اختیار بیگ کی طرف دیکھا اور بولیں۔

”اب اسے کھولو بھی مجھے نہیں مل رہا۔“

مرزا اختیار بیگ آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور طاہر جہاں بیگم کے نزدیک پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑی ہمدردی سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”آئیے واپس چلیں، دماغ کو ٹھنڈا رکھئے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور زندگی دے۔“

”پہلے دروازہ کھولو تہہ خانے کا۔“

”طاہرہ بیگم، آپ...... اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں بے موت مر جاؤں گا، بیٹا ٹھیک ہوا تو آپ کی حالت خراب ہونے لگی۔“

''خدا کی قسم مرزا اختیار بیگ تہہ خانے کا دروازہ کھول لو، وہ مجھے سب کچھ دکھا چکی ہے۔''

''کون؟'' مرزا اختیار بیگ نے کہا۔

''تزئین اور کون؟ بہت دولت ہے اس کے پاس، یہاں دیوار میں تہہ خانے کا دروازہ ہے، وہ مجھے اسی دروازے سے نیچے لے گئی تھی اور پھر وہاں اس نے مجھے الماریاں کھول کھول کر بہت کچھ دکھایا تھا۔''

''ہوں...... آیئے واپس چلیں۔'' مرزا اختیار بیگ نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا اور پھر وہ طاہرہ جہاں بیگم کی مدافعت کے باوجود انہیں بازو سے پکڑ کر کمرے سے باہر لے آئے تھے۔

✦====✦====✦

مرزا اختیار بیگ بڑی ہمدردی اور محبت سے طاہرہ جہاں بیگم کو سمجھاتے رہے تھے۔

''اصل میں آپ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ وہ کوئی بدروح ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے آج تک کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی۔ ہمیشہ آنکھیں جھکائے رہتی ہے، کبھی نگاہیں ملا کر بات نہیں کرتی۔ لہجے میں نرمی اور احترام ہوتا ہے۔ طاہرہ بیگم آپ مجھے بتایئے جب وہ اس قدر عزت واحترام کرتی ہے میرا تو میں آپ کا ہم نوا کیسے ہو جاؤں۔''

''نہ ہوں، میں یہ نہیں کہتی کہ ہم اس پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیں مگر آپ یہ تو مانیے کہ یہ عمل وہ صرف آپ کے ساتھ کرتی ہے۔ ارے بابا اس کی دشمنی تو ہم ماں بیٹے سے ہے۔ آپ مجھے بتایئے آخر دانش جیسے لڑکے کی یہ حالت کیسے ہو گئی، اپنی پسند سے شادی کر کے لایا اور ولیمے والے دن گھر سے بھاگ گیا، اس کے بعد اس کی دماغی حالت خراب ہو گئی۔ آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی اس کی۔''

''طاہرہ بیگم، آپ بچوں جیسی باتیں کر رہی ہیں، شوہر اور بیوی کے درمیان بہت سی غلط فہمیاں ہو سکتی ہیں۔ اب ہر بات کی تفصیل تو آپ کو بتانے سے رہا وہ۔ اب دیکھ لیجئے آپس میں مفاہمت ہو گئی ہے تو کتنا شاندار جا رہا ہے بلکہ میں تو بہو کا شکر گزار ہوں کہ اس جیسے سرکش لڑکے کو اس نے کاروبار کی طرف مائل کر دیا، کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی اس کی بہتری کی۔ طاہرہ بیگم! آپ براہِ کرم خود کو سنبھالیے، گھر کو گھر بنایئے، بہو سے دوستی کیجئے تاکہ ہمارے گھر میں خوشیوں کا دور دورہ ہو۔''

''اللہ آپ کو زندگی دے، عقل دے مرزا اختیار بیگ، بڑے سیدھے سادے ہیں آپ، ارے اس نے آپ کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے، اب میں کیا بتاؤں، کیا زبان کھولوں آپ کے سامنے، ذرا گھر کے نوکروں سے کچھ پوچھ لیجئے، ناظمہ اور رشیدہ نے جو کچھ دیکھا ہے میری تو ہمت نہیں پڑی آپ کو بتانے کی کیونکہ آپ کہاں ماننے والوں میں سے ہیں۔''

''کیا مطلب، ناظمہ اور رشیدہ نے کیا دیکھا ہے؟'' مرزا صاحب کی تیوریاں چڑھ گئیں اور طاہرہ جہاں بیگم نے آخر کار دل کا غبار نکال دیا۔ ساری باتیں مرزا اختیار بیگ کو بتا دیں۔ ان کا موڈ شدید بگڑ گیا تھا۔

''آج تک میں نے کبھی کسی کے خلاف کچھ نہیں کیا طاہرہ جہاں بیگم، لیکن یہ ایک بات آپ سے کہہ رہا ہوں، آج کے بعد ان دونوں عورتوں کو اس گھر میں نظر نہیں آنا چاہئے، انہیں نوکری سے نکال دیجئے، بہتر ہوگا کہ عزت اور شرافت سے یہ کام کریں ورنہ اگر میں نے زبان کھولی تو پھر بہتر نہ ہوگا۔''

طاہرہ جہاں بیگم کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، بات یہ رخ اختیار کر جائے گی ان کے تصور میں بھی نہیں تھا۔

''دیکھیں میری بات سنیں، بڑی وفادار ہیں ہماری، کب سے ہمارے ساتھ ہیں۔''

''موقع نہیں ملا نا پہلے کبھی، ارے یہ ملازمائیں اسی طرح اپنی جیبیں بھرتی ہیں اور آپ جیسی بیوقوف مالکن ہو تو پھر تو ان کے پو بارہ ہو جاتے ہیں۔ آپ کو الٹی سیدھی کہانیاں سنائیں گی اور آپ سے رقمیں اینٹھیں گی، سمجھ رہی ہیں آپ۔ ذرا سچ بتایئے کیا دے چکی ہیں آپ انہیں اب تک۔''

''آپ کی قسم مرزا صاحب، سو دفعہ مر جاؤں آپ کی قسم جھوٹی نہیں کھاؤں گی، ایک پائی بھی جو دی ہو میں نے ان دونوں میں سے کسی کو اور پھر میں کہہ رہی ہوں کیسے کیسے نکالیں گے اور سن لیجئے، بات صرف ان دونوں عورتوں کی نہیں ہے، ذرا اپنے ڈرائیور سجاد سے تو بات کریں آپ۔''

''سجاد کو کیا ہوا؟''

''بیمار ہوا تھا پتہ ہے آپ کو، عورتیں بیمار ہوئی تھیں، یہ بھی آپ کو پتہ ہے۔ میرا مطلب ہے ناظمہ اور رشیدہ، کیوں بیمار ہوئی تھیں؟ انہوں نے اسے ایک سوکھے ہوئے پنجر کی شکل میں

درخت پر چڑھتے ہوئے دیکھا تھا اور ڈرائیور سجاد کو وہ شہر سے باہر ایک ٹوٹے قبرستان میں لے گئی تھی اور وہاں ڈھانچے کی شکل میں قبر میں داخل ہوگئی تھی۔ ارے سارے کے سارے پاگل تھوڑی ہیں مرزا صاحب اور پھر ابھی جو بھی نے تہہ خانے کی تلاش کی تھی نا تو میرا دماغ تو خراب نہیں ہے، پاگل نہیں ہوں میں، وہ مجھے وہاں لے گئی تھی، دیوار میں دروزہ نمودار ہوا تھا اور مجھے یوں لگا تھا جیسے کوئی مجھے پیچھے سے دھکیل رہا ہو تہہ خانے کی الماریوں میں، میں نے جو کچھ دیکھا مرزا صاحب اگر آپ دیکھ لیتے تو آپ دیوانے ہو جاتے۔ اتنی دولت کے انبار تھے کہ اللہ توبہ ہے، ارے ہمارا تو سارا کاروبار اور ساری دولت کچھ بھی نہیں ہے اس کے مقابلے میں، دیکھ لینا میں وہ تہہ خانہ تلاش کرلوں گی۔ اگر آپ کو اس تہہ خانے تک نہ لے جاؤں تو میرا نام بھی طاہرہ جہاں نہیں ہے، پھر تو مان لیں گے نا میری بات۔''

''ایک بات بڑے پیار سے کہہ رہا ہوں میں آپ سے طاہرہ جہاں، آپ مجھے بہت عزیز ہیں، ڈاکٹر فراز نے ایک بڑے ڈاکٹر کا تذکرہ کیا تھا مجھ سے، میرا خیال ہے دانش تو ٹھیک ہوگیا آپ کو میں اس ڈاکٹر کو دکھالوں۔''

''اے بھاڑ میں جائے وہ...... ٹھیک ہے، آپ دیکھ لیجئے، جب کچھ برا ہو جائے تو مجھ سے کچھ نہ کہیں۔''

''بابا، اس وقت میرا گھر سے چلے جانا ہی بہتر ہے ورنہ پھر مجھے اپنے آپ کو کسی دماغی ہسپتال میں دکھانا پڑے گا۔ کام سے ذرا جا رہا ہوں۔'' مرزا اختیار بیگ نے کہا اور اس کے بعد کمرے سے باہر نکل گئے۔

طاہرہ جہاں بیگم ٹکر ٹکر دروازے کو دیکھتی رہ گئی تھیں، انہیں یقین تھا کہ مرزا اختیار بیگ ان کے اختیار میں نہیں ہیں، وہ کبھی تزئین کو بدروح تسلیم نہیں کریں گے لیکن تہہ خانہ، اس کا مطلب ہے کہ خود مرزا صاحب کو اس تہہ خانے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم یا پھر وہ اداکاری کر رہے تھے اور انہیں اس دولت کے بارے میں بتانا نہیں چاہتے تھے جو نہ جانے کب اور کس وقت تزئین نے وہاں لاکر رکھی تھی۔ مرزا صاحب کی مدد کے بغیر بھلا یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کیونکہ دانش کو اس تہہ خانے کے بارے میں بالکل نہیں معلوم ہوگا، یہ بات طے تھی۔

اچانک ان کے ذہن میں ایک خیال آیا اور اس کے بعد انہوں نے رشیدہ اور ناظمہ کو تلاش کیا۔ دونوں کو پیشکش کی گئی تھی کہ وہ آکر کوٹھی کے اندرونی حصے میں رہیں، ملازموں کے

کوارٹر سے یہاں منتقل وہ جائیں لیکن دونوں نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر معذرت کی تھی اور کہا تھا کہ انہیں ان کے کوارٹر میں ہی رہنے دیا جائے۔

اس وقت انہیں تلاش کرنا مشکل نہیں ثابت ہوا۔ دروازے سے باہر نکلی تھیں کہ دور سے دونوں نظر آگئیں۔ طاہرہ جہاں نے انہیں اشارے سے اپنے پاس بلا لیا۔ بولیں۔ ''آؤ ذرا میرے ساتھ۔''

پھر وہ رشیدہ اور ناظمہ کو لے کر اس اندرونی حصے کی جانب چل پڑیں جہاں وہ کمرا تھا جس میں تہہ خانے میں جانے کا راستہ تھا۔ رشیدہ اور ناظمہ ڈری ڈری ان کے ساتھ چل رہی تھیں۔ پھر وہ انہیں لیے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوگئیں۔

دیوار کے پاس پہنچ کر طاہرہ جہاں نے کہا۔ ''دیکھو یہاں کوئی ایسی کل ہے جس سے نیچے جانے کے لیے تہہ خانے کا راستہ کھل جاتا ہے، ذرا اس کی تلاش میں میری مدد کرو۔''

دونوں ملازمائیں پہلے تو بات کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہیں اور جب طاہرہ جہاں خود مصروف ہوگئیں تو انہوں نے بھی ان کا ساتھ دینا شروع کردیا، لیکن خاصی دیر گزر گئی، کوئی ایسی کل نہیں ملی جس سے دیوار میں کوئی دروازہ کھل سکتا، تینوں پسینہ پسینہ ہوگئی تھیں۔

طاہرہ جہاں نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے، آؤ چھوڑو، اللہ مالک ہے۔ پتہ نہیں کم بخت خود کہاں ہے اس وقت، اپنے کمرے ہی میں ہوگی اور کہاں جاسکتی ہے۔''

تینوں واپس چل پڑیں۔ راستے ہی میں تزئین کا کمرا پڑتا تھا، طاہرہ جہاں کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے رکیں، پھر بلی کی طرح دبے قدموں سے چلتی ہوئی کمرے کے دروازے پر پہنچ گئیں۔

چابی کے سوراخ سے انہیں اندر جھانکا۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ ان کے دونوں پاؤں پیچھے کھسکے اور منہ پوری قوت سے دروازے سے ٹکرایا۔

منہ دروازے سے ٹکرایا تو زوردار آواز ہوئی اور دونوں ہاتھ بھی گرنے سے بچنے کے لیے دروازے کا سہارا لینے پر مجبور ہوگئے۔ ایسی بدحواسی ان پر طاری ہوگئی تھی کہ لگا جیسے چکرا کر بےہوش ہو جائیں گی۔ نہ جانے انہوں نے اندر کیا دیکھ لیا تھا۔

+====+====+

گرنے سے بچنے کے لیے دروازے کا سہارا لینے کی کوشش کی تو وزن پڑتے ہی دروازہ کھل گیا اور اگر ناظمہ اور رشیدہ پکڑ نہ لیتیں تو وہ اوندھے منہ گرتیں۔ ویسے دونوں ملازماؤں کی حالت بھی خراب ہوگئی تھی۔ ابھی تک انہوں نے اندر نہیں دیکھا تھا، جبکہ طاہرہ جہاں بیگم نے نہ جانے اندر ایسی کیا چیز دیکھ لی تھی کہ ان پر ایسا خوف طاری ہوا تھا۔

پھر دونوں نوکرانیوں کی نگاہیں اندر پڑیں اور ان کے حلق سے دلخراش چیخیں نکل گئیں۔ اندر مسہری پر خون بکھرا ہوا تھا۔ مسہری سے کوئی دو ڈھائی فٹ کے فاصلے پر نیچے قالین پر تزئین کا کٹا ہوا سر پڑا تھا اور مسہری پر اس کے دونوں ہاتھ بازوؤں سے الگ تھے۔ اسی طرح ٹانگیں بھی اِدھر سے اُدھر پڑی ہوئی تھیں اور جسم سے جدا تھیں۔ یہ اتنا بھیانک منظر تھا کہ بڑے سے بڑے دل والا بھی دہشت سے مرجائے۔ طاہرہ جہاں بیگم بدحواسی میں واپس پلٹیں اور راہداری کی سمت بھاگیں۔ اگر نوکرانیاں انہیں نہ سنبھال لیتیں تو بری طرح گرتیں، پھر وہ چیخم دھاڑ ہوئی کہ پوری کوٹھی لرز اٹھی۔

مرزا اختیار بیگ جو طاہرہ جہاں بیگم کی فضول بکواس سے تنگ آ کر یہ کہہ کر باہر نکلے تھے کہ تمہارے پاس بیٹھنا اپنے حواس کھو دینے کے مترادف ہے، اپنے کمرے میں پہنچے اور باہر جانے کے لیے کچھ چیزیں اٹھانے لگے کہ کوئی فون آ گیا۔

فون سننے کے بعد وہ کمرے میں اس جگہ پہنچ جہاں ان کے کاغذات ہوا کرتے تھے اور ا کاغذات نکال کر دیکھنے کے لیے رک گئے، اس میں انہیں کافی دیر لگ گئی تھی۔ ابھی کاغذات دیکھ ہی رہے تھے کہ باہر سے خوفناک شور بلند ہوا اور وہ خود بھی اعصابی طور پر متاثر ہو گئے۔

ایک لمحے کے لیے ان کی آنکھیں دروازے پر جمی رہیں اور اس کے بعد انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اعصاب کچھ ایسے متاثر ہو گئے تھے کہ چند لمحوں تک اُٹھ ہی نہ سکے۔

راہداری میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ اچانک ان کے کمرے کا دروازہ کھلا اور طاہرہ جہاں بیگم بری طرح لڑکھڑاتی ہوئی اندر آگئیں۔ پیچھے رشیدہ اور ناظمہ تھیں۔

"کیا ہوا، کیا ہوگیا؟" انہوں نے کھڑے ہوتے ہوئے وحشت زدہ لہجے میں پوچھا۔

ملازمائیں دروازے پر ہی رک گئی تھیں، طاہرہ بیگم کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا، آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں، پورا بدن پسینے میں بھیگا ہوا تھا، حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی، کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن الفاظ نے ساتھ نہیں دیا۔ مرزا اختیار بیگ نے طاہرہ جہاں بیگم ہی کو جھنجھوڑ ڈالا۔ "آپ مجھے بتائیے تو سہی ہوا کیا ہے؟"

"قتل ہوگیا، قتل ہوگیا۔ ہائے مار دیا اسے کسی نے، ماری گئی بدبخت۔" نہ جانے کس طرح طاہرہ بیگم کے منہ سے نکلا۔

"کون؟" مرزا اختیار بیگ بھی بدحواس ہوگئے۔

"صاب جی چھوٹی بہو بیگم، کسی نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔"

"گردن الگ پڑی ہے، ہاتھ پاؤں الگ کٹے ہوئے ہیں، کمرے میں خون کا دریا بہہ رہا ہے......ارے میری ماں۔" طاہرہ بیگم نے کہا اور مرزا اختیار بیگ ایک بار پھر کرسی پر بیٹھ گئے۔ یہ باتیں سن کر ان کے حواس بھی جواب دے گئے تھے، بمشکل تمام انہوں نے ملازماؤں سے کہا۔ "پانی، پانی......"

ناظمہ نے خود کو سنبھالا اور پانی کی بوتل اور گلاس لے آئی، مرزا اختیار بیگ نے پہلے طاہرہ جہاں بیگم کو پانی پلایا پھر خود بوتل منہ سے لگالی اور اس کے بعد طاہرہ جہاں بیگم کو دلاسہ دیتے ہوئے کہنے لگے۔ "خود کو سنبھالئے طاہرہ...... یہ کیسے ہوگیا؟ کس نے کہا؟ آپ نے کب دیکھا؟"

"ابھی ابھی...... میں نے ہی نہیں ان دونوں نے بھی دیکھا ہے، ہائے میرے مولا مرزا صاحب، تزئین کو مار دیا کسی نے؟ اور کسی نے کیا مارا، خود خود......"

"ملازم کہاں ہیں۔ سجاد اور محفوظ...... ناظمہ ذرا ان لوگوں کو بلا کر لاؤ۔"

"جی صاحب، آؤ رشیدہ۔" ناظمہ نے کہا۔

"میں نہیں جانے کی، میں تو اب اپنے گھر جاؤں گی۔" رشیدہ لرزتی ہوئی بولی۔

"تم جاؤ ناظمہ، میں اسے ابھی اس کے گھر بھیج دوں گا۔" مرزا اختیار بیگ نے غصیلے

لہجے میں کہا اور ناظمہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد گھر کے سارے ملازم اختیار بیگ کے کمرے کے سامنے پہنچ گئے۔ ان میں سجاد بھی تھا، بات چونکہ ابھی تک کسی کے علم میں نہیں تھی، اس لیے ملازم صرف حیرت کا شکار تھے۔

مرزا اختیار بیگ بولے۔ ''تم یہاں رکو طاہرہ اور تم لوگ میرے ساتھ آؤ وہ اپنے کمرے ہی میں ہے نا۔''

''جی بڑے مالک۔'' ناظمہ نے جواب دیا۔

مرزا اختیار بیگ تمام ملازموں کے ساتھ تزئین کے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ یہ سب کچھ سن کر خود ان کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے اور ان کے قدموں میں لرزش تھی۔ محفوظ نے آگے بڑھ کر ان کا بازو پکڑ لیا تھا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنا تھا، وہ یہ سوچتے جا رہے تھے کہ تزئین کو کس نے قتل کر دیا اور اب کیا ہوگا، یہ سوچتے ہوئے وہ تزئین کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

اور پھر انہوں نے دروازے کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ اچانک ہی تزئین ملحقہ باتھ روم سے نکل آئی۔ اس نے مرزا اختیار بیگ اور ان کے پیچھے ملازموں کی فوج کو دیکھا تو جلدی سے اپنا حلیہ درست کرنے لگی۔

مرزا اختیار بیگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے اور پھر ان کی نگاہیں تزئین کے بستر کی جانب اٹھ گئیں۔ بستر شکن آلود تھا لیکن اس پر خون کا کوئی دھبہ نظر نہیں آ رہا تھا، نیچے قالین بھی صاف ستھرا ہی پڑا ہوا تھا، تزئین بالکل نارمل نظر آ رہی تھی، البتہ ان لوگوں کو اس طرح دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

''کیا ہوا پاپا خیریت تو ہے، کیا بات ہے؟''

مرزا اختیار بیگ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ انہوں نے بمشکل تمام کہا۔ ''تم خیریت سے تو ہو نا تزئین، کیا کر رہی تھیں؟''

''بس پاپا بور ہو رہی تھی نیند آ گئی تھی ابھی جاگی ہوں، واش روم گئی تھی، مگر ہوا کیا ہے......؟''

''کک...... کچھ نہیں، کک...... کسی چور کا شبہ ہو گیا تھا، ایسا لگا جیسے کوئی چور بھاگ کر اس

طرف آیا ہو، ہم اسے تلاش کر رہے تھے۔'' مرزا صاحب سے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ بن پڑی۔

تزئین نے خوفزدہ ہونے کا مظاہرہ کیا۔ ''کک کسی نے دیکھا تھا چور کو میرے کمرے کی طرف آیا تھا کیا؟''

''نہیں بس شبہ ہوا تھا، تم آرام کرو بیٹے سوری۔'' مرزا اختیار بیگ نے کہا اور واپس پلٹ پڑے، اب ان کا چہرہ خوف کے بجائے شدید غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

کمرے میں پہنچ، طاہرہ جہاں بیگم نڈھال پڑی ہوئی تھیں۔ ناظمہ اور رشیدہ ان کے پاس ہی موجود تھیں۔ طاہرہ جہاں بیگم نے خوفزدہ نگاہوں سے مرزا صاحب کو دیکھا۔

مرزا اختیار ایک لمحے تک انہیں گھورتے رہے، پھر وہ ناظمہ اور رشیدہ کی طرف مڑ کر بولے۔ ''کیا چاہتی ہو تم لوگ، کیا تماشہ لگا رکھا ہے تم نے، مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے تم نے ہی طاہرہ کا دماغ خراب کیا ہے۔ فضول باتیں کر کے، کیا دیکھا تھا تم نے تزئین کے کمرے میں؟''

مرزا اختیار بیگ شاید ہی کبھی اس طرح ان ملازماؤں سے مخاطب ہوئے ہوں، وہ بہت ہی حلیم الطبع شخصیت کے مالک تھے اور کسی کے ساتھ سختی کرنا تو ان کی فطرت میں شامل تھا ہی نہیں۔

ملازمائیں کانپنے لگیں۔

''صاحب جی۔''

میں پوچھتا ہوں کیا دیکھا تھا تم نے؟'' مرزا اختیار بیگ بولے۔

ناظمہ اور رشیدہ ہکلانے لگیں۔ ''وہ صاحب جی...... جب ہم بیگم صاب...... وہ صاب جی۔''

''دیکھو میں تمہیں آخری بار سمجھائے دے رہا ہوں۔ طاہرہ جہاں بیگم تو پاگل ہو گئی ہیں، مجھے لگتا ہے جیسے میرے گھر پر دیوانگی کا راج ہوتا جا رہا ہے۔ اب انہیں بھی مجھے ڈاکٹر کو دکھانا پڑے گا۔ ان پر نہ جانے کون سا بھوت سوار ہو گیا ہے۔ وہ شریف لڑکی شاید لاوارث ہونے کی وجہ سے ہمارے گھر میں پڑی ہوئی ہے۔ کچھ بھی ہے نکاح ہوا ہے اس کا میرے بیٹے کے ساتھ اور پھر میری تو بڑی عزت کرتی ہے، کسی کے ہاتھوں اسے پریشان نہیں ہونے دوں گا، میرا گھر ہے یہ، اور تم لوگ...... تم طاہرہ کی حماقتوں کو ہوا دے رہی ہو، بجائے اس کے کہ اسے سمجھاتیں، صحیح معنوں میں اب اس گھر کی سربراہ وہ ہے، میرے اکلوتے بیٹے کی بیوی، دفع ہو جاؤ۔ آئندہ

خیال رکھنا اگر تم نے ان کارروائیوں میں حصہ لیا تو میں تمہیں نہ صرف نکال دوں گا بلکہ پولیس کے حوالے بھی کرسکتا ہوں۔ یقینی طور پر تم طاہرہ کو اس طرح بیوقوف بنا کر رقمیں بٹور رہی ہو۔''

''ارے میں کہتی ہوں کچھ پتہ لگا اسے کس نے قتل کیا ہے؟''

''اسے تو کسی نے قتل نہیں کیا لیکن مجھے لگتا ہے آپ ضرور اس گھر میں دو چار قتل کرا دینا چاہتی ہیں۔''

''اس کے کمرے میں تو جا کر دیکھو کیا حشر ہو رہا ہے وہاں، سارا بستر خون میں ڈوبا ہوا ہے۔''

''طاہرہ جہاں! اے تم لوگ ابھی تک یہیں ہو، جاؤ باہر......'' مرزا صاحب نے ناظمہ اور رشیدہ کو دیکھ کر کہا جو دروازے کے پاس پھر نہ جانے کیا کہنے کے لیے رک گئی تھیں، دونوں جلدی سے باہر نکل گئیں۔ طاہرہ جہاں نے اب اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

''دیکھو ناراض نہ ہو، تمہیں خدا کا واسطہ مجھے بتاؤ تو سہی، تم نے اس کی کیا کیفیت دیکھی؟''

''باتھ روم میں تھی، جب میں گیا تو باتھ روم سے باہر نکل رہی تھی۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ گردن بھی اس کی اپنی جگہ موجود تھی اور بستر بھی صاف ستھرا پڑا تھا۔''

''ایں......'' طاہرہ جہاں بیگم کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

مرزا اختیار بیگ کچھ دیر سوچتے ہوئے پھر بولے۔ ''طاہرہ! مجھے بس ایک بات بتا دو، چاہتی کیا ہو آخر، دیکھو دانش ویسے ہی سرپھرا ہے میں نہیں جانتا کہ اس پر دیوانگی کی یہ کیفیت کیوں طاری ہو گئی تھی۔ دیکھو اس کی بیوی ٹھیک ٹھاک عورت ہے۔ خوبصورت، شریف النفس اور سر جھکا کر جینے والی، تم آخر اسے کہاں لے جا رہی ہو، طاہرہ بیگم تمہاری فطرت سے میں واقف ہوں، تمہیں جو پسند نہیں آتا اس میں تم دن رات کیڑے تلاش کرتی رہتی ہو۔''

''کیا کہہ رہے ہو مرزا وہ زندہ ہے؟''

''جی تشریف لائیے، زیارت کر لیجئے اس کی۔''

''کیا دیکھا آپ نے اس کمرے میں۔'' طاہرہ جہاں نے پوچھا۔

''میں نے دیکھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے، باتھ روم سے باہر آئی مجھے سلام کیا اور بولی۔ ''کیا بات ہے پاپا خیریت تو ہے۔'' کسی چوکار کا بہانہ کرنا پڑا مجھے اس سے، ملازم بھی کیا سوچ

رہے ہوں گے کہ یہ گھر پاگل خانہ بنتا جا رہا ہے چور گھس آیا تھا تو خاص طور سے اسے بہو کے کمرے میں تلاش کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، طاہرہ بیگم کیوں اس گھر کو دو کوڑی کا بنانے پر تلی ہو، کیا باتیں سننے کو ملیں گی، بدنامیاں بھی ہو سکتی ہیں، بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔''

''مرزا تمہاری قسم! تمہارے علاوہ میرا اس دنیا میں اور ہے کون؟ تمہاری قسم اپنے دانش کی قسم، میں نے اسے اسی حالت میں دیکھا تھا، سر زمین پر پڑا ہوا تھا، ہاتھ پاؤں بستر پر الگ پڑے ہوئے تھے اور سارا بستر خون میں ڈوبا ہوا تھا۔''

''ٹی وی دیکھ رہی تھیں کیا آپ تھوڑی دیر پہلے......؟''

''اپنے کمرے میں تھی، ٹی وی کہاں دیکھ رہی تھی۔ میں تو سمجھی کہ تم ناراض ہو کر باہر آئے ہو اور سیدھے چلے گئے ہو، مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں کمرے ہی میں موجود ہو، وہاں سے اٹھی تو تو......'' طاہر جہاں بیگم ایک دم خاموش ہو گئیں۔ اگر مرزا اختیار بیگ کو بتاتیں کہ وہ آخر کمرے میں تہہ خانہ تلاش کر رہی تھیں تو مرزا صاحب کا پارہ مزید چڑھ جاتا۔ مرزا صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔

+====+====+

ہوٹل بلیو مون میں دانش عامر سے ملنے گیا تھا۔ اس نے اب کافی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا۔ بہت بار تزئین پر غور کیا تھا لیکن کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا۔ البتہ اب اتنا ضرور ہو گیا تھا کہ وہ دوسری جگہوں پر چلا جاتا تھا، ورنہ پہلے تو ایک لمحے بھی تزئین سے الگ رہنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

عامر نے دانش سے پُر جوش مصافحہ کیا تھا۔ ''یہ مت سمجھنا دانش کہ میں تمہارے مسئلے کو بھول گیا ہوں۔ بہت سے لوگوں سے بات کی ہے کہ کسی اچھے عامل کا پتہ بتاؤ۔ ویسے تو تمہیں معلوم ہے کہ آج کل عاملوں کی بھرمار ہے لیکن......''

''ٹھیک ہے یار...... تقدیر کا لکھا بھگتنا ہی پڑے گا۔''

''کوئی مسئلہ تو نہیں کھڑا ہوا۔''

''بالکل نہیں۔ بس اتنی مہربانی ہے کہ اب شکل تبدیل نہیں ہوتی۔''

''بھابی کی طرف سے کوئی توجہ؟''

"قطعی نہیں...... ہمارے درمیان اتنے ہی فاصلے ہیں۔"

"یار میرے ذہن میں ایک بات آتی ہے۔ تمہاری تزئین بھابی سے کلب میں ہی ملاقات ہوئی تھی نا۔"

"ہاں۔"

"پھر کبھی اس کلب میں گئے؟"

"سب کچھ تمہیں بتا چکا ہوں، اس کے بعد سے زندہ ہوں یہی بڑی بات ہے۔"

"ویری گڈ...... تب یار دنیا محدود تو نہیں ہوگئی۔ بس تمہیں حوصلے سے کام لینا ہوگا۔ بھابی کی طرف سے کبھی تمہارے ساتھ کوئی جارحانہ ردِعمل بھی ہوا۔"

"نہیں بالکل نہیں، بلکہ جب بھی میرے ساتھ کوئی ایسی بات ہوئی تو اس وقت اس کا لہجہ بڑا محبت بھرا ہوتا ہے۔"

"میں تم سے یہی کہہ رہا تھا کہ تم نے باہر کی دنیا میں اتنا وقت گزارا ہے، ہر طرح کی تفریحات میں حصہ لیتے رہے ہوگے، ایک بار پھر کلب جانا شروع کردو اور وہاں کی تفریحات میں مکمل طور پر دلچسپی لو یہ اندازہ لگاؤ کہ بھابی کی طرف سے کیا سخت ردِعمل سامنے آتا ہے، میرا مطلب سمجھ رہے ہوگے۔"

دانش سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔ "حقیقت تو یہ ہے عامر کہ تزئین بے حد دلکش ہے، میں نے پہلی بار جب اسے کلب میں دیکھا تھا تو تم یقین کرو، عقل و خرد سے بیگانہ ہوگیا تھا، اگر وہ میری جانب توجہ نہ دیتی اور مجھ سے اجتناب کرتی تو شاید میں برداشت نہ کر پاتا، مگر اس نے پہلی ہی بار میری دوستی قبول کرلی، پھر ہمارے درمیان وہ تمام محبت بھرے عہد و پیمان ہوئے جس کے بعد ہماری شادی لازمی ہوگئی، لیکن جب میں نے پہلی بار اسے اس بھیانک روپ میں دیکھا تو یہی سمجھا تھا کہ اس نے کوئی دلچسپ مذاق کیا ہے میرے ساتھ، لیکن عامر وہ مذاق نہیں تھا، اگر تم جارجیت کی بات کرتے ہو تو صرف اتنی جارجیت ہوئی ہے کہ میں جہاں بھی ہوا، میرے کانوں میں ایک مترنم آواز ابھری۔ "کہاں ہو دانش، میں انتظار کررہی ہوں؟" اور بس اس کے بعد میرے ہوش و حواس کھو جاتے ہیں اور جب میں ہوش کی دنیا میں آتا ہوں تو اس کے قریب ہوتا ہوں، کیا تم یقین کروگے کہ ولیمے والے دن میں نے ٹرین میں اتنا لمبا سفر کیا تھا کہ واپسی میں بھی اتنا ہی وقت لگنا چاہیے تھا لیکن میری آنکھ کھلی تو میں اپنے بستر پر موجود تھا۔

میری سمجھ میں یہ آج تک نہیں آیا کہ میں واپس اس کے پاس کیسے پہنچ جاتا ہوں۔"

"یہ تم مجھے پہلے بھی بتا چکے ہو دانش، پہلے تم حیرتوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے اور تم نے ان حیرتوں کو اپنے آپ پر اس قدر مسلط کرلیا تھا کہ تمہارا ذہن ہی بوجھل ہوگیا تھا اور جس دن تمہیں ہسپتال جانا تھا، اس دن ہسپتال سے بھاگ کر تم کہاں گئے تھے، تمہیں یاد ہے؟"

"بالکل نہیں، دیوانگی کے عالم میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا، پھر وہی آواز میرے کانوں میں ابھری اور مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور ہوش آیا تو میں اپنے کمرے میں تھا۔"

عامر نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "حالانکہ بات بہت سنگین ہے، ناقابلِ فہم اور عقل سے بعید، لیکن بہرحال میرے دوست، میری دلی دعا ہے کہ تم ان مشکلات سے نجات پاؤ۔"

"ایک بات کہوں عامر، میں تزئین کو اتنا چاہتا ہوں کہ اس کی بھیانک شکل کے باوجود اب بھی میرا دل نہیں چاہتا کہ مجھے اس سے نجات ملے، میں دہری کیفیت کا شکار رہتا ہوں۔"

"یا یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ تمہارا یہ احساس بھی اسی طاقت کا ردِعمل ہو جو تزئین کے پاس موجود ہے، مسئلہ اتنا ہے کہ ہم یہ نہیں سمجھ پار ہے کہ تزئین ایسا کیوں کررہی ہے، اگر وہ کوئی بدروح بھی ہے، تب بھی وہ تم سے کیا چاہتی ہے، کبھی یہ سوال اس سے ضرور کرڈالنا۔"

"حالانکہ یہ سوچ سوچ کر ہی میرے رونگٹے کھڑے ہورہے ہیں، بہرحال آگے بتاؤ مجھے اور کیا کرنا ہوگا؟"

"کچھ نہیں...... کلب جاؤ، خوبصورت لڑکیوں سے دوستی کرنے کی کوشش کرو، دیکھو تزئین پر اس کا کیا ردِعمل ہوتا ہے۔" دانش نے ایک خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"آئیڈیا اچھا ہے۔ میں نے خود کو محدود کرلیا تھا، چلو ٹھیک ہے یہ بھی سہی۔"

پھر دانش نے عامر کے مشورے پر عمل کیا، شام کو آفس سے واپس آنے کے بعد تھوڑی دیر تک وہ تزئین سے بات کرتا رہا، اس نے اپنے آپ کو بالکل نارمل رکھا تھا، پھر اس نے تزئین سے کہا کہ اس کا کوئی خوبصورت لباس نکال دے، اسے کہیں جانا ہے، تزئین نے اس سے کچھ نہیں پوچھا اور ایک خوبصورت سوٹ اسے نکال کردے دیا۔ دانش تیار ہوا اور اس کے بعد وہ اپنی اعلیٰ درجے کی کار کو خود ڈرائیو کرکے بہت عرصے کے بعد اس کلب میں پہنچا جہاں پہلی بار اس کی ملاقات تزئین سے ہوئی تھی۔

کلب کی رونقیں شباب پر تھیں، اس کے بہت زیادہ شناسا تو نہیں تھے لیکن دو چار افراد کو یہ بات معلوم تھی کہ وہ کلب کا ممبر تھا اور کلب کی حسین ترین لڑکی سے اس نے شادی کر لی تھی، کچھ دوستوں نے اسے مبارک باد بھی دی، دانش بڑی خوش اخلاقی سے ان سے ملا، حالانکہ فطرت وہی تھی، وہ جن لوگوں سے مل رہا تھا، انہیں بالکل حقیر سمجھ رہا تھا، چند لوگوں سے اس نے گفتگو بھی اسی انداز میں کی۔ البتہ یہ بات اس کے دل میں ضرور آئی تھی کہ وہ عامر کو بھی اپنے ساتھ کلب لے آتا، لیکن فطرتاً بہت ہی عجیب تھا، عامر سے ہوٹل بلیومون میں تو ملاقات کی جا سکتی تھی، لیکن اعلیٰ سوسائٹی میں اعلیٰ لوگوں سے ہی ملاقات کرنی چاہئے، اس کا یہ نظریہ آج بھی اسی طرح برقرار تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ لوگوں کے زیادہ قریب نہیں ہوتا تھا۔

پھر اس کی نگاہیں کسی ایسی شخصیت کی تلاش میں بھٹکنے لگیں جو بہترین پرسنالٹی کی مالک ہو اور آخر کار اس نے ایک مرکزِ نگاہ تلاش کر ہی لیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر بالکل اس انداز میں اس کی جانب بڑھا، جس طرح تھوڑے عرصے پہلے اس نے اپنے لیے ایک عذاب خرید لیا تھا۔

یوں اس کی اپنی بھی شخصیت اتنی شاندار تھی کہ جس طرف وہ بڑھتا تھا دوسری طرف سے پذیرائی ضرور ہوتی تھی۔

دونوں میں تعارف ہوا، لڑکی کا نام ایمی تھا اور وہ کرسچین تھی، ایمی نے اس کی دوستی قبول کر لی اور دونوں کلب کی تفریحات میں گم ہو گئے۔

پھر جب ہال میں رقص کا پروگرام شروع ہوا تو ایمی دانش کے ساتھ رقص کر رہی تھی، دانش محسوس کر رہا تھا کہ اس نے اپنے آپ پر بہت سے بوجھ لاد لیے ہیں، اسے اپنے لیے نئے نئے راستے تلاش کرنے چاہئے تھے۔ جن کی اسے کمی نہیں تھی، ایمی کے ساتھ رقص کرتے ہوئے اس نے ایمی سے بہت ساری باتیں کیں، اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اپنے بارے میں اسے بتایا تو ایمی اس سے بہت متاثر ہوئی۔

''آپ روزانہ یہاں آتے ہیں کیا؟'' ایمی نے سوال کیا۔

''آتا تھا اب بہت عرصے بعد آیا ہوں۔''

''آپ آیا کریں بلکہ میرا ایڈریس رکھ لیں، میرے فادر آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے، وہ بھی ایک صنعت کار ہیں، میں انہیں آپ کے بارے میں بتاؤں گی۔''

''ضرور ایمی، میری آپ کی اکثر ملاقاتیں رہیں گی۔'' دانش نے کہا۔ تقریباً دو ڈھائی

گھنٹے ہو گئے تھے اسے آئے ہوئے، پھر رقص کے تیسرے راؤنڈ میں اسے شدید ذہنی جھٹکا لگا، اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تزئین اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ایک نوجوان کی بانہوں میں بانہیں ڈالے رقص کر رہی تھی، وہ لڑکھڑا گیا تو ایمی نے اسے اپنے مضبوط ہاتھوں سے سنبھالا اور بولی، دانش صاحب خیریت؟''

''کبھی کبھی میرا سر بری طرح چکرانے لگتا ہے ایمی ڈیئر، آئی ایم سوری میں بیٹھوں گا، تم جب تک کسی اور کو پارٹنر بنا لو، دانش نے ایمی کو چھوڑا تو فوراً ہی ایک دوسرے نوجوان نے اسے رقص کرنے کی پیشکش کر دی۔ ایمی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی، لیکن ضدی سا نوجوان اسے فوراً ہی دانش سے دور لے گیا۔ دانش لڑکھڑاتے قدموں سے ایک میز پر آ بیٹھا، اس کی جلتی آنکھیں تزئین کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہت ہی حسین لباس پہنا ہوا تھا تزئین نے......اور حقیقت یہی تھی کہ اس وقت وہ پورے ہال میں سب سے حسین لگ رہی تھی۔ جس نوجوان کے ساتھ وہ رقص کر رہی تھی اس پر بے خودی کی سی کیفیت طاری تھی۔

دانش تھوڑی دیر تک جلتی نظروں سے تزئین کو دیکھتا رہا، پھر ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور تزئین کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کلب کے اصولوں کے خلاف ناچتی ہوئی تزئین کو اپنی طرف کھینچا اور اسے سنبھالے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ تزئین مسکرا رہی تھی۔ اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ دانش نے اسے دروازے کی طرف گھسیٹا تو وہ مسکرا کر بولی۔ ''رقص کریں گے دانش۔ ابھی واپس نہیں جانا۔''

''آؤ گھر چلیں۔'' دانش غرایا۔

''نہیں ابھی نہیں۔''

''شرافت سے چلو تزئین، ورنہ۔''

''نہیں دانش، اس ورنہ سے آگے تم کچھ نہیں کر سکو گے، سوائے اپنا مذاق اڑانے کے۔ یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو۔'' تزئین کا لہجہ پتھریلا تھا جسے دانش نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔

اس نے تزئین کو چھوڑ دیا اور پھر وہ ہال میں رکا نہیں اور دروازے کی طرف بڑھ گیا، لیکن وہ نوجوان جس کے بازوؤں سے اس نے تزئین کو کھینچا تھا اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔ اس کے ساتھ دو افراد بھی تھے جو شکلوں سے خطرناک نظر آ رہے تھے۔

دانش نے اس نوجوان کو آتے نہیں دیکھا تھا، وہ پارکنگ میں پہنچا تو تینوں بدمعاش اس کے پاس آ گئے، اس نوجوانوں کی آواز ابھری۔ ''اے سورما، رک جا؟'' وہ آگے بڑھ کر دانش کے سامنے پہنچ گیا۔

دانش نے چونک کر اسے دیکھا تو نوجوان بولا۔ ''کون سے جنگل کا جانور ہے تُو، پہلی بار کسی اتنے بڑے کلب میں آیا تھا، تُو نے زبردستی میری پارٹنر کو مجھ سے چھینا تھا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں تھی، وہ میری بیوی ہے۔''

''تو لے کر کیوں آیا تھا کلب میں، پردے میں لپیٹ کر رکھا ہوتا، تُو نے میری بے عزتی کی ہے، تیری تھوڑی سی مرمت تو ضرور ہونی چاہئے۔'' یہ کہہ کر نوجوان آگے بڑھا تو دانش دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ تبھی اسے اپنی داہنی طرف سے تزئین کی آواز سنائی دی۔ ''وہ ٹھیک کہہ رہا ہے، وہ میرا شوہر ہے، چلو تم لوگ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

نوجوان اور اس کے ساتھی جو دانش پر حملہ آور ہونا ہی چاہتے تھے، ٹھٹک کر رہ گئے، وہ خود رکے تھے یا پھر انہیں کسی پُراسرار قوت نے روک دیا تھا، اس کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا، تزئین نے دانش سے کہا۔ ''آؤ۔''

دانش واپسی کے لیے مڑ گیا۔ کچھ لمحوں کے لیے اس کے حواس بالکل معطل ہو گئے تھے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہرطور اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر اس نے تزئین کی طرف دیکھا، وہ بھی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھی تھی، دانش نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

تزئین بالکل خاموش تھی، دانش بھی سامنے نگاہیں جمائے ہوئے کار ڈرائیو کر رہا تھا، رخ کوٹھی کی جانب تھا۔ راستے میں دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی اور کار کوٹھی میں داخل ہو گئی۔

تزئین اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اتری اور دانش کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اندر چل پڑی، دانش کچھ دیر تک کار کے اسٹیئرنگ پر بیٹھا رہا تھا، اب سوچنے سمجھنے کی قوتیں بحال ہو چکی تھیں اور وہ صورت حال پر غور کر رہا تھا۔

وہ تو خیر اپنے دوست عامر کے مشورے پر آج کلب گیا تھا لیکن تزئین اس کا تعاقب کرتی ہوئی کس طرح کلب پہنچ گئی تھی اور کم بخت آج پھر اتنی ہی حسین لگ رہی تھی۔

ایسی بھی خوبصورت لڑکی تھی اور پوری طرح دانش کی جانب متوجہ ہوئی تھی، بلکہ دانش نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ کلب میں اور بھی کئی ایسی حسین نگاہیں تھیں جو اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ایسی ان میں سب سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی، لیکن تزئین کے سامنے سارے چراغ بجھ گئے تھے، لیکن کوئی دانش کے دل سے پوچھتا کہ تزئین کا حسن اصل میں کیا ہے۔

وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا، اندر داخل ہوتے ہوتے اس کے ذہن میں تزئین کے خلاف زہر ابلنے لگا تھا۔ وہ اس کا پیچھا کرتی وہاں تک کیوں پہنچی۔ صرف اسے جلانے کے لیے، اسے اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا، کیونکہ شادی کے بعد سے آج تک ان کے درمیان ایک لمحے کی قربت نہیں ہوئی تھی۔ دانش کا موڈ بدل گیا۔ اگر تزئین اس وقت اس کے ساتھ چلی آتی تو شاید دانش کے ذہن میں کوئی نرمی پیدا ہوتی، وہ غصے سے کھولتا ہوا اندر پہنچا تھا۔

تزئین ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی شاید اپنا میک اپ صاف کر رہی تھی یا پھر ایئر رنگ وغیرہ اتار رہی تھی۔

''تم کب میرا پیچھا چھوڑو گی؟'' وہ آگے بڑھتے ہوئے غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اور تزئین نے گردن گھما کر جلتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ''اتنی آسانی سے تو پیچھا نہیں چھوڑوں گی تمہارا۔''

''میں تم سے نفرت کرتا ہوں سمجھیں۔ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔''

''اس کا تمہیں حق ہے، لیکن مجھے بھی کچھ حقوق حاصل ہیں، اگر میں کلب جا کر کسی کے ساتھ رقص کرنے لگی تھی تو تمہیں اس پر کیوں اعتراض ہوا تھا، تم تو رنگ رلیوں میں مصروف تھے۔''

''میں تم سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں تزئین سمجھیں۔ اب میں تمہارے ٹرانس میں نہیں رہوں گا۔''

''تو نہ رہو، جہاں تک پیچھا چھڑانے کا تعلق ہے وہ تمہارے لیے ایک مشکل کام ہو گا۔''

''میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔''

''کوئی ہرج نہیں ہے، اگر تم مجھے طلاق دے بھی دو گے تب بھی میں تمہارے اتنے ہی پاس رہوں گی۔ دانش آج بھی ہمارے درمیان کون سے رشتے ہیں، سوائے اس کے کہ میں تمہارے بیڈروم میں سوتی ہوں۔''

"تزئین بہت ہو چکی اب، میں پوچھتا ہوں کہ تم میری اجازت کے بغیر کلب کیوں گئی تھیں؟"

"اور کیا تم مجھ سے اجازت لے کر کلب گئے تھے......؟" تزئین نے کہا اور دانش غصے سے بے قابو ہو گیا، اس نے آگے بڑھ کر تزئین کے بال پکڑ لیے۔

"بس اب میں تیرے ٹرانس سے نکل آیا ہوں تزئین۔" یہ کہہ کر اس نے تزئین کے بالوں کو جھٹکا دیا تو خود گرتے گرتے بچا کیونکہ تزئین کے سارے بال اس کے سر سے اکھڑ کر دانش کے ہاتھ میں آ گئے تھے اور سوکھی کھوپڑی دانش کی آنکھوں کے سامنے تھی، لیکن دانش خوف زدہ نہیں ہوا تھا، بلکہ اس نے تزئین کے بالوں کی وِگ پھینک کر اس کے سامنے آ کر اسے ایک جھٹکا دیا تھا اور اس کے منہ سے آواز نکلی۔ "آج میں تجھ سے فیصلہ کر کے رہوں گا تزئین، آج میرے اور تیرے درمیان فیصلہ ہو کر رہے گا۔" یہ کہہ کر اس نے تزئین کا لباس جو کھینچا تو اچانک ہی تزئین کا سارا لباس اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ لباس اس طرح اتر جائے گا اس کا دانش کو اندازہ نہیں تھا، لیکن اب ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے ایک استخوانی ڈھانچہ بیٹھا ہوا تھا، سوکھا ہوا سفید انسانی پنجر جسے دانش پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا، تزئین کے حلق سے ایک مترنم قہقہہ نکلا اور اس کے بعد وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھے ہوئے خوبصورت اسٹول پر بیٹھی مسلسل ہنستی رہی، وہ بری طرح قہقہے لگا رہی تھی اور دانش اس کا لباس ہاتھ میں پکڑے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

"اب مجھ سے شکایت مت کرنا دانش، تم نے خود ہی مجھے میری اصل شکل واپس کر دی ہے، میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے، کیا سمجھے؟" اس نے آہستہ سے ڈریسنگ اسٹول سرکایا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی سوکھا ہوا انسانی پنجر دانش سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہوا، اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سب کچھ جوں کا توں تھا، بس آنکھیں تھیں جو اپنے حلقوں میں گردش کر رہی تھیں، حسین ترین آنکھیں جن کی دلکشی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"بہت ناراض ہو گئے میرے کلب جانے سے، بس ایسے ہی دل گھبرا رہا تھا، میں نے سوچا چلو تمہارا پیچھا کیا جائے، ویسے بھی میں تمہارا نہ جانے کب سے پیچھا کر رہی ہوں دانش۔"

دانش نے وہ لباس ایک کرسی کی پشت پر ڈال دیا اور پیچھے ہٹتا ہوا مسہری پر آ بیٹھا، آج اس پر دہشت سوار نہیں ہوئی تھی۔ وہ مسہری پر خاموش بیٹھا ہوا تزئین کو دیکھتا رہا۔ تزئین نے

بالوں کی وگ اٹھائی، پھر لباس اٹھایا اور واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ دانش پر سکتہ سا طاری تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی اور پھر چند لمحوں کے بعد واش روم کی روشنی بجھ گئی۔ دانش روشنی بجھنے سے چونک اٹھا تھا، اس کا خیال تھا کہ تزئین واپس آئے گی، وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اب تزئین کس حالت میں ہو گی۔ کیا وہ اپنی اصل شکل میں آ گئی ہو گی، لیکن روشنی بجھ گئی اور تزئین باہر نہ آئی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور واش روم کے دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے آواز دی۔

"تزئین! باہر کیوں نہیں آ رہیں؟"

دو تین آوازیں دینے کے باوجود تزئین کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ تب اس نے آگے بڑھ کر باتھ روم کا سوئچ آن کیا اور باتھ روم میں روشنی پھیل گئی، لیکن تزئین کا وہاں نام و نشان نہیں تھا۔ وہ چند لمحے ساکت نگاہوں سے خالی باتھ روم کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر باہر نکل آیا، پھر وہی تماشہ نگاہوں کے سامنے تھا، تزئین خوبصورت سلک کی چادر اوڑھے ہوئے بستر پر دراز تھی، چادر نے اس کا پورا بدن اور چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ بس گنجی استخوانی کھوپڑی نظر آ رہی تھی، دانش وحشت زدہ نگاہوں سے چادر اوڑھے ہوئے اس انسانی ڈھانچے کو دیکھتا رہا، کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد وہ دروازے کی جانب چل پڑا۔ دروازہ کھولا ہی تھا کہ تزئین کا بھیانک قہقہہ کانوں میں گونج اٹھا، اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

کوٹھی میں لاتعداد کمرے تھے۔ ان میں سے کئی کمرے ایسے تھے جن میں بستر بھی لگے ہوئے تھے تاکہ کوئی مہمان آ جائے تو اس کے لیے بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے۔ ایسے ہی ایک کمرے میں داخل ہو کر دانش ایک بستر پر لیٹ گیا۔ شب خوابی کا لباس بھی نہیں پہنا تھا اس نے، لیٹنے کے بعد بھی اسے نہ جانے کب تک نیند نہیں آئی تھی، پھر وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"نہیں تزئین نہیں، بہت وقت گزر گیا، جب تُو میری سمجھ میں ہی نہیں آ رہی تو پھر تیرے لیے زندگی تو نہیں کھوئی جا سکتی، تُو جو کچھ بھی ہے میں اب تجھ سے مقابلہ کروں گا اور اس طرح خوف زدہ نہیں ہوں گا جس سے کہ میری زندگی ہی ختم ہو جائے۔"

ایک بار پھر تزئین کا کھنکتا ہوا قہقہہ اس کے کانوں میں گونجا تھا اور پھر اسے تزئین کی آواز سنائی دی تھی۔

"دانش، ابھی تو ہمیں بہت آگے جانا ہے، مجھے تمہاری موت نہیں زندگی کی ضرورت

ہے کیا سمجھے زندگی کی ضرورت ہے۔"

دانش کے دانت مضبوطی سے ایک دوسرے پر بھینچ گئے اور اس نے تزئین کے یہ الفاظ نظر انداز کر کے کروٹ بدل لی اور زور سے آنکھیں بھینچ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

+====+====+

یہ لمحات بڑے سنسنی خیز تھے۔ عامر کی مشاورت سے دانش نے یہ عمل بھی کر کے دیکھ لیا تھا اور اسے غیر متوقع لمحات کا سامنا کرنا پڑا تھا، لیکن اس نے واقعی ہمت کر ڈالی تھی اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ اب جب تک تزئین کوئی ایسا عمل نہ کرے جو اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو، وہ اس سے خوفزدہ ہوگا اور نہ اس کے لیے جذباتی ہوگا، وہ اپنے طور پر اس گھر میں زندگی گزار رہی ہے، گزارتی رہے۔ جب بھی ممکن ہو سکا وہ اپنے لیے زندگی اور تفریح حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، چاہے اس کے لیے غلط راستوں کا سہارا ہی کیوں نہ لینا پڑے، چنانچہ اس نے کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ رات کو اس پر کیا بیتی ہے یا وہ کہاں سویا ہے۔

دوسرے دن وہ علی الصباح اٹھ کر اپنے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ تزئین نے ایک وفادار بیوی کی طرح اس پر ایک مسکراتی ہوئی نگاہ ڈالی تھی۔ وہ اس وقت اپنی خوبصورت شکل میں تھی اور سادہ سے لباس میں بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی، اس کے لمبے بال جو پچھلی رات ایک وِگ کی شکل میں دانش کے ہاتھوں میں آ گئے، اس وقت اس کے حسن میں بے پناہ اضافہ کر رہے تھے لیکن دانش نے پوری نگاہ بھر کر اسے نہیں دیکھا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ پھر اس کے بعد وہ روزمرہ کے معمولات کے مطابق ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے وہ مرزا اختیار بیگ کے ساتھ آفس چل پڑا تھا۔

گھر کے معاملات جوں کے توں تھے، بڑی ہمت کی بات تھی کہ طاہرہ جہاں بیگم اور مرزا اختیار بیگ، دانش کے ساتھ ایک بھوتنی کو اپنے گھر میں برداشت کر رہے تھے اور انہوں نے اپنی کیفیت کو نارمل کر لیا تھا۔ مرزا اختیار بیگ کے جانے کے بعد طاہر جہاں بیگم کی محفل سج جاتی تھی اور اس محفل میں ان کے سارے رازدار موجود ہوا کرتے تھے۔ ڈرائیور محفوظ تو عام طور سے مرزا اختیار بیگ اور دانش کو لے کر چلا جاتا تھا۔ اس کی چھٹی بھی اس وقت ہوا کرتی تھی جب کبھی دانش یا اختیار بیگ خود کار ڈرائیور کر کے لے جاتے لیکن سجاد عام طور سے سفید مرسڈیز اور تزئین کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

سجاد دل ہی دل میں دعائیں مانگتا رہتا تھا کہ تزئین پر کہیں جانے کا بھوت نہ سوار ہو جائے، اس وقت بھی تینوں کوٹھی کے بیرونی حصے میں ایک خوبصورت کنج کے پاس طاہرہ جہاں کے قدموں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

تینوں کے تینوں طاہرہ جہاں سے خوش تھے کیونکہ طاہرہ جہاں نے ان تینوں کو اچھی خاصی رقم بخش دی تھی۔ ویسے تو وہ مہا کنجوس تھیں اور کسی پر کچھ خرچ کرنا نہیں جانتی تھیں، بس مرزا اختیار بیگ ہی تھے جو گھر کے ملازموں کو تنخواہوں کے علاوہ بھی انہیں نوازتے رہتے تھے، لیکن طاہرہ جہاں بیگم اس وقت کیونکہ بہت بڑے عذاب میں گرفتار تھیں اس لیے انہوں نے ملازموں کو اپنے قریب کر لیا تھا اور خاص طور سے یہ تینوں تو ان کی ناک کا بال بن گئے تھے۔ طاہرہ بیگم نے سجاد سے کہا۔ "یہ بھی شکر ہے سجاد کہ اس کے بعد اس نے تمہیں ساتھ لے جانے کی کوشش نہیں کی۔"

"خدا قسم بیگم صاحب، صبح اٹھ کر سب سے پہلی دعا یہی مانگتا ہوں کہ اللہ کرے کہ تزئین بی بی پر کہیں جانے کا بھوت نہ سوار ہو، میں نہیں جانتا کہ اگر مجھے ان کے ساتھ جانا پڑا تو میری اپنی کیفیت کیا ہوگی کیونکہ جو کچھ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں، اس کے بعد یہ بات دل سے نکالنا بہت مشکل ہے کہ میں کسی زندہ انسان کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ مجھے یہی احساس رہے گا کہ ایک بھوتنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ہے، کہیں پیچھے سے میری گردن نہ پکڑ لے۔"

"بیوقوف آدمی، یہ لفظ تُو نے میرے سامنے تو استعمال کر لیا ہے، کبھی بھول کر بھی دانش کے سامنے استعمال نہ کرنا، ورنہ نفع ونقصان کا ذمے دار تُو خود ہوگا۔"

"بیگم صاحب، اب مجھے باؤلے کتے نے بھی نہیں کاٹ لیا کہ ایسی باتوں کا خیال نہ رکھوں۔"

"تم لوگوں نے اور تو کچھ نہیں دیکھا؟"

"ہمت نہیں پڑتی بیگم صاحب، قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ تنخواہ نہیں یہ آپ کا پیار ہے کہ یہاں ٹکی ہوئی ہوں، راتوں کو کہیں آہٹ ہوتی ہے تو جان نکل جاتی ہے کہ کوئی آ تو نہیں گیا۔"

"میری بھی یہی کیفیت ہے، اگر مجھے موقع ملتا تو کسی اور کمرے میں جا کر سو جاتی تاکہ ایک سے دو بھلے ہوں مگر رشیدہ کے ساتھ بھی نہیں سو سکتی، اس کے اپنے معاملات ہیں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ کوئی ترکیب نکالوں گی میں، کوٹھی میں اندر آ جایا کرو، مجھے بھی

ایک سے دو کا سہارا رہے گا۔"

"بس اس کے لیے معافی دے دیں بیگم صاب، رات کو ایک منٹ کے لیے بھی نیند نہیں آئے گی یہ سوچ کر کہ وہ ہم سے زیادہ دور نہیں ہے۔" ناظمہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

اسی وقت طاہرہ جہاں بیگم کے موبائل فون پر بیل ہوئی تھی۔ موبائل فون طاہرہ جہاں بیگم کے پاس ضرور رہتا تھا، لیکن اس پر آنے والی کالیں نہ ہونے کے برابر تھیں، ان کے تعلقات ہی کس سے تھے، زیادہ سے زیادہ مرزا اختیار بیگ فون کر لیا کرتے تھے، انہوں نے حیرانی سے اس نمبر کو دیکھا اور پھر فون ریسیو کیا۔ "ہیلو۔"

"اے ہیلو، کون بول رہا ہے، میری بات طاہرہ جہاں سے کرا دو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں طاہرہ جہاں بول رہی ہوں، آپ کون ہیں......؟"

"ارے بٹی، میں دیدار بول رہی ہوں تمہاری خالہ دیدار۔"

طاہرہ جہاں بیگم جن کا دل ان دنوں ہر وقت مرجھایا رہتا تھا، ان کی دلی خواہش تھی کہ ان کے ارد گرد بہت سے لوگ بکھر جائیں اور ان کی تنہائی دور ہو جائے جس کا احساس انہیں پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا، لیکن اب وہ بڑی تشنگی محسوس کر رہی تھیں، دیدار خالہ کا نام سن کر انہیں ایک دم خوشی ہوئی تھی۔

"ارے دیدار خالہ! اللہ آپ کو صحت دے، لمبی زندگی دے، کیسی ہیں آپ یہ بتائیے؟"

"بیٹی ٹھیک ہوں، یہی دعائیں میں ہمیشہ تیرے لیے مانگتی رہتی ہوں، اس دن بیٹا تو نے کلیجہ ہلا دیا تھا، میں بس تیرے فون کا انتظار کرتی رہی، یہ سوچتی رہی کہ اتفاق سے ہسپتال میں ملاقات ہو گئی۔ پہلے بھی تم ہم سے بھاگتی رہی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو اپنے خلوص اور محبت سے آگے بڑھ کر ملیں اور تم سوچنے لگو کہ لو جس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کیا تھا وہ پھر گلے پڑ گئی۔"

"نہیں دیدار خالہ! بس جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، انہیں معاف کر دیں، انسان خطاء کا پتلا ہے، پتہ نہیں کیسی کیسی باتیں دماغ میں بیٹھ جاتی ہیں۔ آپ بہت اچھی ہیں دیدار خالہ کہ میری برائیوں کے باوجود آپ نے دل پر میل نہیں رکھا، آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ یہ بتائیے طبیعت کیسی ہے۔"

"بیٹا اس دن جو تم سے باتیں ہوئی تھیں وہ میرے دل پر بڑا بوجھ بن گئی ہیں، میری بچی اتنی پریشان ہے اور میں ہوں کہ اس سے مل کر اسے دلاسہ بھی نہیں دے سکتی۔ بیٹا ملنا چاہتی ہوں بتاؤ کیسے ملاقات ہو؟"

"آپ حکم کریں دیدار خالہ جب کہیں گی میں حاضر ہو جاؤں گی یا پھر آپ اگر مجھے عزت بخشنا چاہیں تو آپ تشریف لے آئیے، میری خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں ہوگا۔"

"اے بیٹا، پتہ نہیں اب تک کیوں یہ دیواریں کھڑی رہیں، خدا تمہیں خوش رکھے، اگر آؤں تو برا تو نہیں مانو گی۔"

"ایسی باتیں نہ کریں دیدار خالہ، کب آئیں گی یہ بتا دیجیے؟"

"اے بیٹا مجھے کوئی مشکل تھوڑی ہے اور یہ بھی نہیں ہے کہ تیرا گھر نہ دیکھا ہو، جب تو کہے پہنچ جاؤں گی۔"

"پھر آ جائیے دیدار خالہ بیٹھ کر باتیں کریں گے اور دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ ہی کھائیں گی۔"

"ارے توبہ، اب کھانا وانا کیا، چار نوالے لیے اور پیٹ بھر گیا، بہر حال میں تھوڑی دیر میں پہنچ جاؤں گی، اگر کوئی مصروفیت نکل آئے بیچ میں تو مجھے فون پر بتا دینا۔ ورنہ ایک گھنٹے کے بعد میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"بہت شکریہ دیدار خالہ۔" دوسری طرف سے فون بند کر دیا تو طاہرہ جہاں نے کہا۔

"بڑے کام کی ہیں یہ ہماری دیدار خالہ...... خاندان بھر میں بڑی مشہور ہیں، بس میں نے ذرا فاصلہ ہی رکھا ان خاندان والوں سے، مگر پتہ نہیں کون کون سی برائیوں کی کیا کیا سزائیں ملتی ہیں، دیدار خالہ کے آنے سے ایک ڈھارس ہو جائے گی۔ ذرا تم لوگ خیال رکھنا، باہر کریم خاں سے بھی کہہ دو کہ میری خالہ آ رہی ہیں، عزت کے ساتھ انہیں ہمارے پاس پہنچا دے۔"

"میں چلی جاتی ہوں۔" رشیدہ نے کہا اور اٹھ کر گیٹ کی طرف چلی گئی۔

طاہرہ جہاں بے چینی سے دیدار خالہ کی آمد کا انتظار کرنے لگیں۔ مردوں کے جانے کے بعد خود طاہرہ جہاں کہیں نہیں جاتی تھیں، تزئین بھی باہر نہیں نکلتی تھی، ایک آدھ بار ہی ایسا ہوا تھا کہ تزئین، سجاد ڈرائیور کے ساتھ تھوڑی بہت دیر کے لیے شاپنگ کو نکل جاتی تھی۔

اس وقت بھی وہ گھر میں تھی۔ طاہرہ جہاں نے کہا۔ "ناظمہ ذرا ایک کام کرنا۔ دیدار

خالہ کو میں ڈرائنگ روم کے بجائے اپنے کمرے میں بٹھاؤں گی۔تم اس پر پوری نظر رکھنا میں نہیں چاہتی کہ ان کی موجودگی میں وہ میرے کمرے میں آئے یا کہیں اور چھپ کے ہماری باتیں سنے۔''

''ٹھیک ہے بیگم جی۔نظر تو رکھوں گی مگر اسے روک تو نہیں سکوں گی۔''

''اللہ مالک ہے۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔کچھ دیر کے بعد رشیدہ وہاں آئی اور اس نے دیدار خالہ کے آنے کی اطلاع دی۔

+====+====+

سارے خاندان میں طاہرہ جہاں بیگم کا غرور مشہور تھا۔اول تو وہ خاندان کی تقریبات میں شریک ہی نہیں ہوتی تھیں۔کبھی مرزا اختیار بیگ نے مجبور کیا تو چلی گئیں،لیکن اس طرح جیسے صاحب تقریب پر بہت بڑا احسان کر رہی ہوں،یہ تجربہ دیدار خالہ کو بھی تھا،اس دن پہلی بار ہسپتال میں طاہرہ جہاں نے سیدھے منہ بات کی تھی،ورنہ وہ جب بھی انہیں ملیں ان کا رویہ ان کے ساتھ بھی ویسا ہی رہا جیسا دوسروں کے ساتھ ہوتا تھا۔

موبائل فون پر طاہرہ جہاں نے جس نرمی اور محبت سے بات کی تھی،اس نے دیدار خالہ کو بہت متاثر کیا تھا اور اس وقت بھی وہ بڑے خلوص سے یہاں آتی تھیں لیکن یہ سوچ کر کہ ہوسکتا ہے طاہرہ جہاں کے لہجے اور انداز کا تاثر ان کی غلط فہمی ہی ہو۔انہیں یہ کیا معلوم تھا کہ طاہرہ جہاں بیگم اس وقت زندگی کے کس عذاب سے گزر رہی ہیں۔طاہرہ جہاں بیگم اپنے آپ کو بڑا تنہا اور غیر محفوظ سمجھ رہی تھیں۔جو صورت حال درپیش تھی اس نے انہیں بڑی بے بسی کا شکار کر دیا تھا۔

وہ اتنا جانتی تھی کہ دیدار خالہ انتہائی جہاندیدہ خاتون ہیں،ہوسکتا ہے تزئین کے سلسلے میں وہ ان کی مددگار ثابت ہوں اور اگر نہ بھی ہوئیں تو بھی کم از کم دل کا بوجھ تو ہلکا ہو جائے گا۔ان سے ملتے رہنے سے اس بے بس تنہائی کا احساس تو نہیں ہوگا جو اب ہو رہا تھا۔چنانچہ دیدار خالہ کی آمد کی اطلاع ملتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور تزئین کے کمرے کے سامنے سے آنکھیں بند کر کے گزرتی ہوئی باہر نکل آئیں۔

دیدار خالہ کار سے اتر چکی تھیں اور چوکیدار کریم خاں انہیں لیے ہوئے اندر آ رہا تھا۔دیدار خالہ نے طاہرہ جہاں کو اور طاہرہ جہاں نے دیدار خالہ کو دیکھا،دونوں ایک دوسرے کی جانب بڑھیں اور اس وقت واقعی دیدار خالہ شدید حیران ہوئیں جب طاہرہ جہاں ان کے سینے

سے لگ گئی تھیں۔ دیدار خالہ نے بڑے پیار سے انہیں بھینچ لیا۔

''اے میری بچی، اللہ تجھے دنیا کی ہر خوشی دے، آج تو مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے روٹھے ہوئے لوٹ آئے ہوں، بیٹا دل میں تو ہمیشہ تیرے لیے پیار ہی رہا مگر کیا کریں، حاسدوں کو یہ پیار پسند نہیں آیا، نہ جانے کیا کیا جتن کر کے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔''

طاہرہ جہاں بیگم تو ان کے الفاظ پر صحیح طرح سے غور ہی نہیں کر رہی تھیں۔ پھر دیدار خالہ نہ جانے کن لوگوں کا تذکرہ کر رہی تھیں جنہوں نے انہیں ان سے دور کر دیا تھا۔ بہر حال طاہرہ جہاں بیگم دیدار خالہ کو بڑے پیار سے اندر لے گئیں۔

''ماشاء اللہ گھر میں بڑی تبدیلیاں کرالی ہیں اور کیوں نہ ہو، اکلوتے بیٹے کی شادی جو کرنی تھی، بہت پرانی بات ہے ایک دفعہ آئی تھی تمہارے گھر اب تو ماشاء اللہ بڑا ہی خوبصورت گھر بنوالیا ہے۔''

''آیئے دیدار خالہ بیٹھیے، یہ بتایئے صحت کیسی ہے آپ کی؟''

''اے اللہ کا کرم ہے، مزے سے جی رہی ہوں۔ بچوں نے بس یوں سمجھ لو بڑھاپا سنوار دیا ہے۔ تم سناؤ، اس دن ہسپتال میں ملی تھیں۔ دل تڑپ رہا تھا کہ کون سا وقت ایسا ہو جب دوبارہ تم سے ملوں، ایسے سرِ راہ ملنا کوئی ملنا ہوتا ہے۔ انتظار کرتی رہی کہ تمہارا فون آئے کہ دیدار خالہ ملنے کو جی چاہ رہا ہے، سر کے بل دوڑی چلی آؤں گی اور تم سے کہوں گی کہ بیٹا کہیں غریب خانے پر آجاؤ تو ہماری عزت بڑھ جائے۔''

''میں ضرور آؤں گی خالہ۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''دلہن کہاں ہیں؟'' دیدار خالہ سچ مچ آفت کی پرکالہ تھیں ایک دم اصل موضوع پر آگئیں اور طاہرہ جہاں بیگم کا چہرہ ست گیا۔

''بیٹھیں دیدار خالہ، یہ بتائیں چائے منگواؤں یا کوئی ٹھنڈی چیز۔''

''نہ بیٹا تمہیں تو معلوم ہے کہ بچپن ہی سے چائے سے دور رہی ہوں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بھی چہرے پر سرخی سفیدی ہے، یہ چائے تو موئی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔''

طاہرہ جہاں بیگم نے رشیدہ کو آواز دی جو زیادہ فاصلے پر نہیں تھی اور اس سے کوئی اچھا مشروب لانے کے لیے کہا۔ رشیدہ باہر نکل گئی۔ ناظمہ کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ نگرانی کرے

کہ تزئین اپنے کمرے ہی میں ہے یا باہر نکلی ہے، چنانچہ ناظمہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہی تھی۔

''بیٹا اس دن بڑا عجیب لگا تھا مجھے، یہ بتاؤ بچہ کیسا ہے؟''

''اللہ کا شکر ہے دیدار خالہ اب کافی بہتر ہے۔''

''ہوا کیا تھا آخر، ایسی کون سی بات ہوگئی کہ اسے ہسپتال جانا پڑا۔''

''کیا بتاؤں خالہ عجیب مصیبت میں گرفتار ہوگئی ہوں، اصل میں بزرگوں سے دور رہنا بھی ہمیشہ نقصان کا باعث ہوتا ہے۔''

''سو تو ہے، پر کیسی مصیبت آئی، کچھ اگر بتانا چاہو تو میں تمہاری ہمدرد ہوں بیٹا، کبھی نقصان میں نہیں رہو گی۔''

''ہاں میں جانتی ہوں، خالہ آپ کو یہ بات تو پتہ ہے کہ دانش نے اپنی پسند سے شادی کی ہے، پتہ نہیں کلموہی کہاں مل گئی تھی اسے، ارے اس طرح کی چڑیلیں پہلے ویرانوں میں بھٹکا کرتی تھیں اب آبادیوں میں بھی گھس آئی ہیں۔ میں دعوے سے کہتی ہوں خالہ پکی چڑیل ہے جو میرے گھر میں آگھسی ہے۔''

''آئے ہائے بہو کو کہہ رہی ہو؟'' دیدار خالہ نے ناک پر انگلی رکھ کر کہا۔

''ہاں خالہ، کسی حسد یا جلن میں نہیں کہہ رہی، اب آپ کو کیا بتاؤں کتنے عرصے سے ہم لوگ سولی پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ارے خوشحالی تھی ہمارے گھر میں، تکلیف نہیں تھی۔ اللہ کا کرم ہے کہ دولت بارش کی طرح برس رہی ہے، پر کیا بتاؤں خالہ اکلوتا بیٹا مشکل میں پڑ گیا۔''

''اللہ خیر کرے کیا ہوا اپنا سمجھو تو بتا دو بی ورنہ کوئی دباؤ تو ہے نہیں۔''

''نہیں خالہ آپ میری بڑی ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ بڑوں کی بڑی برکت ہوتی ہے، بس کبھی کبھی بدنصیبی بڑوں سے دور کر دیتی ہے، خالہ میں کیا بتاؤں آپ کو، اتنی خوبصورت ہے وہ آپ نے تو دیکھا ہی ہوگا اس دن، مگر کرتوت ہیں کہ اللہ رحم، اللہ رحم۔''

''کیا، بہت بدمزاج ہے؟''

''خالہ میں نے اسے چڑیل کہا ہے تو غلط نہیں کہا۔ وہ سچ مچ چڑیل ہے۔ کچھ کریں ہمارے لیے، ہماری تو جان عذاب میں آگئی ہے۔''

''مگر بات کیا ہے؟'' دیدار خالہ نے کہا اور طاہرہ جہاں بیگم نے سوچا کہ بات حلق سے

نکلی اور خلق میں پہنچی۔ دیدار خالہ پر کیسے بھروسہ کرلیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ کل پورے شہر میں ڈھنڈورا پیٹ رہا ہو کہ لوگو، اگر چڑیل دیکھنا چاہو تو مرزا اختیار بیگ کے گھر چلے جاؤ۔ وہ ایک دم سے سنبھلی تھیں اور پھر بولی تھیں۔ ''بس دیدار خالہ جس دن سے آئی ہے گھر میں برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بیٹا الگ بُرے حالات کا شکار ہے، یوں سمجھ لو اسی کی وجہ سے اس کا ماغ خراب ہوگیا تھا، پر اللہ نے کرم کیا کہ وہ ٹھیک ہوگیا، خالہ پتہ نہیں میاں بیوی میں کیا اختلاف ہے، کوئی بات سمجھ میں جو آئی ہو، ہم تو اس کے ایسے دشمن ہیں کہ شکل تک دیکھنا پسند نہ کرے۔''

''ائے میں تو اسی دن کھٹک گئی تھی جب مجھے پتہ چلا کہ بچہ دماغی ہسپتال میں ہے اور بہو صاحبہ مسکراتی ہوئی کمرے سے نکلی تھیں۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کسی بیمار کو دیکھنے کے بعد ایسی مسکراہٹ ہونٹوں پر آسکتی ہے اور وہ بھی بیوی کے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ خطرناک چیز ہے یہ تمہاری بہو، کیا نام ہے؟''

''تزئین۔''

''ہاں...... مگر تم فکر مند کیوں ہو، غلطی ہوئی تم سے، ارے سیدھا اپنی خالہ کو آواز دے لیتیں۔ میں نے اچھے اچھوں کے دماغ ٹھیک کر دیئے ہیں اور پھر میرے پاس ایسے ایسے گُر ہیں کہ رہے نام اللہ کا۔ اگر تم اجازت دو تو تمہارا یہ محاذ میں سنبھال لوں۔'' دیدار خالہ نے کسی دلیر کمانڈر کی طرح کہا۔

طاہرہ جہاں بیگم کا دل پھر سے پھسلنے لگا۔ سوچا کہ ساری باتیں دیدار خالہ کو بتا دیں، مگر پھر مرزا اختیار بیگ یاد آئے، اگر کوئی الٹی سیدھی بات ہوگئی تو جیتا نہیں چھوڑیں گے۔

''بس دیدار خالہ میں کبھی شکایت نہ کرتی، مگر کچھ ایسا وقت گزر رہا ہے مجھ پر کہ اب میرا دل بے قابو ہوتا جا رہا ہے۔''

''بھئی تم فکر مت کرو، ایسے تعویذ گنڈے کراؤں گی کہ دماغ ٹھیک ہوکر رہ جائے گا، تمہیں عزیز بیگم یاد ہیں نا؟''

''ہاں وہ احسان احمد کی بیگم۔''

''ارے ہاں، بڑی بری گزری تھی اس بے چاری پر بھی۔ بہو آئی تو بہو نے جان عذاب میں کر دی۔ دن رات کی لڑائی، مقبول احمد بالکل ہی پاگل ہوکر رہ گیا تھا۔ بیٹا ایک ایک کی شکل دیکھتا رہتا تھا، کیا مجال کہ بیوی کو ایک لفظ بھی برا کہہ جائے، مگر پھر اللہ ان کے مرتبے ہیں

ہزاروں گنا اضافہ کرے، بابر شاہ سے بات ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ بی بی پریشان نہ ہو بڑے بڑے سرکش رام کر دیئے ہیں۔ میں ٹھیک کرتا ہوں اس عورت کو اور اب تم یوں سمجھ لو طاہرہ جہاں کہ چار چوٹ کی مار دیتا ہے۔ مقبول احمد صبح ناشتے میں پانچ جوتے، دوپہر کو اگر دفتر سے گھر آ گیا تو لاتیں گھونسے اور تھپڑ اور پھر شام تو ہوتی ہی اپنی ہے۔ ائے دماغ ٹھیک ہوکر رہ گیا ہے فرخندہ بیگم کا کیا سمجھیں، پہلے گول گپا ہو رہی تھیں، کھا کھا کر...... اب سوکھی ٹہنی ہوکر رہ گئی ہیں۔''

''کیا نام لیا آپ نے بابر شاہ، یہ کون ہیں؟''

''ایسے پہنچے ہوئے ہیں، ایسے پہنچے ہوئے ہیں طاہرہ جہاں کہ بس یوں سمجھ لو جا کر سامنے بیٹھو گی تمہاری شکل دیکھیں گے اور تمہاری پوری رام کہانی تمہیں سنا دیں گے۔''

''ہائے دیدار خالہ مجھے ان سے ملا دیں نا، مجھے تو بڑی ضرورت ہے۔''

''لو یہ کوئی کہنے کی بات ہے، شہر سے ذرا فاصلے پر ہے ان کی رہائش، میں تمہیں وہاں لے چلوں گی۔ وقت نکالو۔''

''آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی، مجھے بابر شاہ سے ملا دیں۔'' طاہرہ جہاں بیگم نے بے قرار کر کہا۔

''میں تو کہتی ہوں ابھی چلو۔ بڑے اچھے تعلقات ہیں ہمارے ان سے بے چارے بڑی محبت کرتے ہیں۔''

ادھر یہ کہانی چل رہی تھی، ادھر ناظمہ، تزئین کے کمرے کی نگرانی کر رہی تھی، جب سے دیدار خالہ، طاہرہ جہاں بیگم کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں ناظمہ نے دوسرے کمرے میں ڈیرہ جما لیا تھا، ابھی تک تزئین کے کمرے کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی لیکن اچانک ہی ناظمہ کے کان کھڑے ہوگئے، آنکھیں چونکہ تزئین کے کمرے کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں، اس لیے اس نے ایک لمحے کے اندر دیکھ لیا کہ دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا ہے۔

اچانک اس نے دروازے کے نچلے حصے سے ایک خوبصورت سفید رنگ کے بلی کے بچے کو نکلتے ہوئے دیکھا، ناظمہ کا خیال تھا کہ بچے کے پیچھے تزئین بھی باہر نکلے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلی کا بچہ آہستہ آہستہ دبے قدموں طاہرہ جہاں بیگم کے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔ طاہرہ بیگم کے کمرے کا دروازہ سے بند نہیں تھا، لیکن بھڑا ہوا تھا، دروازے کے داہنی جانب سپاٹ

دیوار تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک راہداری بائیں سمت چلی گئی تھی جس میں آگے جا کر کمروں کے دروازے تھے۔ سپاٹ دیوار کے بالکل اوپری حصے میں ایک گول روشندان ہوا کے لیے بنا ہو تھا۔

ناظمہ نے بلی کے بچے کو اسی سپاٹ دیوار کے پاس رکتے ہوئے دیکھا۔ حالانکہ چار قدم پر طاہرہ جہاں بیگم کے کمرے کا دروازہ تھا، لیکن بلی کا بچہ دروازے کی طرف نہیں گیا۔

پھر ناظمہ نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا، دیوار بالکل سپاٹ تھی اور اس پر کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس پر ذرا بھی ہاتھ جمایا جا سکے، لیکن بلی کا بچہ سیدھا ہوا اور اس سپاٹ دیوار پر چڑھنے لگا۔ ناظمہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ عمل دیکھ رہی تھی۔ یہ صاف ظاہر ہو چکا تھا کہ بلی کا بچہ کوئی پُراسرار چیز ہے، وہ اس طرح اوپر چڑھ رہا تھا جیسے کسی درخت پر چڑھ رہا ہو، یہاں تک وہ روشن دان پر پہنچ گیا اور پھر روشن دان سے اندر جھانکنے لگا۔

ناظمہ کا دل دھاڑ دھاڑ کر رہا تھا۔ بلی کے بچے کی دم ہلتی نظر آ رہی تھی، جس کا مطلب تھا کہ وہ روشن دان میں بیٹھا ہوا ہے لیکن کیوں۔ پھر ناظمہ کی نگاہوں سے بچے کی سفید دم بھی غائب ہو گئی۔ وہ کوئی پانچ منٹ تک اسی طرح کھڑی رہی، اس کا مطلب کہ بچہ اندر کود گیا ہے، پتہ نہیں اندر موجود طاہرہ جہاں اور ان کی مہمان کو بلی کے بچے کی اس آمد کا علم ہوا یا نہیں۔

ناظمہ خوفزدہ تھی مگر تجسس بھی اور تجسس اس کی ہمت بندھانے کا باعث بنا، وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں طاہرہ جہاں بیگم کے کمرے میں کوئی اور کھیل نہ ہو رہا ہو، دیکھوں تو سہی کہ بلی کے بچے کے اندر کودنے سے ان لوگوں کا کیا ردِعمل ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور طاہرہ جہاں بیگم کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ پھر وہ سپاٹ دیوار کے پاس پہنچ گئی اور یہاں رک کر یہ سوچنے لگی کہ شاید اندر کی کوئی سن گن ملے۔

پھر اچانک ہی وہ رُونما ہوا۔ بلی کا بچہ اوپر سے ناظمہ کے اوپر کودا اور ناظمہ اوندھے منہ زمین پر آ گری تھی۔ چھوٹے سے بلی کے بچے کا وزن زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ کلو ہو سکتا تھا، لیکن ناظمہ کو یوں لگا جیسے کوئی پورا انسان اس کے اوپر گرا ہو۔ بلی کے بچے کا وزن کسی انسانی وجود کے وزن کے برابر تھا، ناظمہ کے حلق سے چیخ نکلی تھی۔ اوندھے منہ گرنے سے اس کی ناک پر بھی چوٹ لگی تھی اور ناک سے خون نکل آیا تھا۔ ادھر گھٹنے اور کہنیوں میں بھی چوٹ آئی تھی۔ بلی کے بچے نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا تزئین کے کمرے کے پاس پہنچ گیا۔

اس کے بعد وہ اندر داخل ہو گیا۔

کمرے میں طاہرہ جہاں اور دیدار خالہ بڑی رازداری سے باتیں کر رہی تھیں لیکن باہر سے سنائی دینے والی چیخ نے ان کے اعصاب بھی کشیدہ کر دیئے۔ طاہرہ جہاں تو سن ہو گئی تھیں، لیکن دیدار خالہ پر ابھی اس کوٹھی کے راز منکشف نہیں ہوئے تھے، وہ جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آئیں۔

اِدھر اُدھر دیکھا اور اس کے بعد اس طرف توجہ دی جہاں ناظمہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور دوپٹے کے پلو سے ناک منہ پر بہہ کر آ جانے والا خون صاف کر رہی تھی۔

''ارے ارے کیا ہو گیا؟'' دیدار خالہ نے آگے بڑھ کر ناظمہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اس دوران طاہرہ جہاں بھی اپنے آپ کو سنبھال کر باہر نکل آئی تھیں۔ انہوں نے جو ناظمہ کی ناک سے خون کے قطرے ٹپکتے ہوئے دیکھے اور ناظمہ کا بگڑا ہوا چہرہ دیکھا تو جلدی سے آگے بڑھ گئیں اور بولیں۔ ''کیا ہوا ناظمہ کیا ہوا، ارے تمہارے تو اچھی خاصی چوٹ لگ گئی ہے۔'' ناظمہ کے حواس منتشر تھے، ایک چھوٹے سے بلی کے بچے کا وزن ایک انسانی وزن کے برابر تھا۔ اب اگر مہمان کے سامنے ساری تفصیل بتاتیں تو کہانی عجیب ہو جاتی، لیکن کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا، چنانچہ جلدی سے بولیں۔ ''گزر رہی تھی ادھر سے بیگم صاب پاؤں پھسل گیا، معافی چاہتی ہوں۔'' ناظمہ کے لہجے میں کپکپاہٹ بتاتی تھی کہ بات صرف پاؤں پھسلنے کی نہیں ہے، لیکن طاہرہ جہاں ابھی بہت سی باتیں اپنے تک ہی محدود رکھنا چاہتی تھیں۔

''ناک میں چوٹ لگ گئی ہے، جاؤ دیکھو، چہرہ وغیرہ صاف کرو باہر چلی جاؤ۔''

''جی بیگم صاب۔'' ناظمہ نے کہا کہ اس کے لہجے میں کپکپاہٹ بتاتی تھی کہ وہ کافی خوف زدہ ہو گئی ہے۔

طاہرہ جہاں کو یاد تھا کہ انہوں نے ناظمہ کو ہدایت کی تھی جب تک دیدار خالہ ان کے کمرے میں رہیں وہ دوسرے کمرے سے تزئین کے کمرے کی نگرانی کرتی رہے۔ بہرحال ابھی تو دیدار خالہ کے ساتھ وقت گزارنا تھا۔

''دیدار خالہ سے دل کی تمام باتیں کہہ چکی تھیں اور یہ طے ہو گیا تھا کہ دیدار خالہ، بابر شاہ سے رابطہ قائم کر کے انہیں ساری باتیں بتائیں گی اور پھر ان سے وقت لے لیں گی اور

طاہرہ جہاں کو ان سے ملا دیں گی۔

دیدار خالہ کی خوب خاطر مدارت کی گئی اور پھر انہیں خوشی خوشی رخصت کیا گیا۔ طاہرہ جہاں کا دل ہلکا ہو گیا تھا۔ جب دیدار خالہ کی کار باہر نکل گئی تو طاہرہ جہاں خود ہی آگے بڑھ کر ملازموں کے کوارٹر پر پہنچ گئیں، وہاں وہ ناظمہ سے ملیں، ناظمہ، رشیدہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، اس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔

"کیا ہوا تھا ناظمہ خیریت تو ہے؟"

"خیریت اب اس کوٹھی میں کہاں، بیگم صاب بڑا عجیب واقعہ ہوا۔"

"میں سمجھ گئی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے۔ کیا ہوا تھا؟" طاہرہ جہاں نے پوچھا اور ناظمہ نے بلی کے بچے کی پوری کہانی سنا دی۔

طاہرہ جہاں فکر مند چہرہ بنا کر بیٹھ گئی تھیں، پھر وہ ایک دم چونک کر بولیں۔ "کیا کہا تم نے وہ روشندان پر بیٹھا ہوا تھا؟"

"ہاں بیگم صاب۔"

"سو فیصد وہ تزئین تھی، اس نے ہماری باتیں سن لیں، کنسوئے لینے پہنچی تھی۔ پر ٹھیک ہے جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ میں بھی اپنی نہیں اپنی اولاد کی جنگ لڑ رہی ہوں، سن لی ہیں تو ہزار دفعہ سن لے۔ مجھے اگر کوئی مل گیا تو دیکھوں گی، اس چڑیل کی بچی کو، ارے مارنا ہے تو مجھے مار دے، میں تیار ہوں مرنے کے لیے پر میرے بچے کی جان چھوڑ دے۔"

"ہمارے لیے کیا حکم ہے بیگم صاب۔"

"دیکھو ناظمہ اور رشیدہ تم نے ایک بات نہیں محسوس کی، مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے وہ صرف میری اور دانش کی جان کے پیچھے پڑی ہوئی ہو، ذرا اس کا رویہ اختیار بیگ کے ساتھ دیکھو۔ ایسے ادب سے گردن جھکائے رہتی ہے ان کے سامنے جیسے دنیا کی سب سے شریف لڑکی ہو، بس سسر کو قابو میں کر رکھا ہے، باقی کسی کی اسے کیا پروا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بیگم صاب۔ مگر وہ چاہتی کیا ہے، یہ تو پتہ چلے۔"

ہائے یہی تو پتہ نہیں چل رہا، کیسے پوچھوں اس سے کہ بی بی چڑیل اتنا تو بتا دو کہ کس کی جان کو آئی ہو، میری یا میرے بچے کی۔ ایک بات تم دونوں سے کہہ رہی ہوں کہ اگر میرے بچے کو کوئی نقصان پہنچا تو زندہ جلا دوں گی اس کتیا کو، بس میرا ڈر نکل چکا ہے، تم لوگ بار بار مجھے

احساس مت دلاؤ کہ تم میرے اوپر کوئی احسان کر رہی ہو۔ اگر میری تقدیر میں اکیلے رہنا لکھا ہے تو رہ لوں گی، تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔"

"نہیں بیگم صاب ہم نہیں جائیں گے۔" رشیدہ نے پہل کی۔

"تو میں کون سی جا رہی ہوں۔" ناظمہ اپنی دکھتی ہوئی ناک کو چھوتی ہوئی بولی، پھر کہنے لگی۔ "قسم ایمان کی رشیدہ مجھے ایسا لگا تھا جیسے کوئی وزنی بندہ میرے اوپر کودا ہو، ارے اتنا ہی وزن تھا اس چھٹانک بھر بلی کے بچے کا۔ پر وہ بلی کا بچہ تھا کہاں۔"

ناظمہ کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

✦====✦====✦

قالینوں کا کاروبار تھا احسان احمد کا اور خوب چل رہا تھا۔ ان کا ایک اکلوتا بیٹا تھا مقبول احمد، یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ وہیں پر فرخندہ سے ملاقات ہوئی تھی اور دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہو گئے تھے۔

فرخندہ بھی تیکھے مزاج کی لڑکی تھی، بڑے ناز نخروں میں پلی تھی، بہر حال مقبول احمد نے عزیزہ بیگم سے دل کی بات کہی، عزیزہ بیگم خود بھی کسی سے کم نہیں تھیں۔ تقریباً یکسانیت ہی تھی طاہرہ جہاں اور ان کے معاملات میں، خیر بیٹے کی خوشی پر رشتہ کر لیا، بڑی چاہت سے بیاہ لائیں، لیکن خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اقتدار کسی دوسرے کے ہاتھ میں دینا پسند نہیں کرتیں۔ کچھ ہی دنوں کے بعد عزیزہ بیگم ایک طرح سے فرخندہ کی دشمن ہو گئیں، فرخندہ اصول پرست تھی، اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ گھر میں اختلافات بڑھتے چلے گئے۔

اور پھر کسی طرح عزیزہ بیگم نے دیدار خالہ سے رابطہ قائم کیا اور بابر شاہ کے پاس پہنچ گئیں۔ اس نے عزیزہ بیگم کو خوب لوٹا۔ پتہ نہیں کس طرح عمل کرتا تھا کہ عزیزہ بیگم کا کام بن گیا۔ پہلی بار کسی بات پر مقبول احمد نے فرخندہ کے منہ پر تھپڑ مارا تو عزیزہ بیگم کے دل کے کنول کھل اٹھے، لیکن فرخندہ ہکا بکا رہ گئی تھی اور اس کے بعد مقبول احمد ایک دم بدل گیا۔

عزیزہ بیگم بابر شاہ کے دیئے ہوئے تعویذ پانی میں گھول گھول کر رکھتی تھیں اور کسی بھی لیکوئیڈ چیز میں ملا کر مقبول احمد کو پلاتی رہتی تھیں۔ بہر حال فرخندہ یہ ظلم و ستم سہہ رہی تھی، ماں باپ ضعیف ہو چکے تھے، پھر باپ شدید بیمار ہو گیا اور سب سے بڑا بیٹا جو ملک سے باہر تھا ماں

باپ کو لے کر بیرون ملک چلا گیا اور فرخندہ، مقبول احمد کے ظلم و ستم سہنے کے لیے تنہا رہ گئی۔

پڑھی لکھی لڑکی تھی، مقبول احمد کے اس طرح تبدیل ہو جانے پر انگشت بدنداں تھی لیکن اس کا کوئی بھی عمل مقبول احمد کو پھر اس راستے پر نہیں لا سکا جو محبت کا راستہ تھا اور جس سے متاثر ہو کر اس نے مقبول احمد سے شادی کی تھی۔ سارے گھر کی ذمے داریاں اس پر لاد دی گئی تھیں، کھاتے پیتے لوگ تھے لیکن اب فرخندہ کی زندگی سے خوشیاں نکل گئی تھیں، عزیزہ بیگم طرح طرح کی حرکتیں کرتی رہتی تھیں۔ انہوں نے شوہر اور بیٹے کو پوری طرح مٹھی میں لے لیا تھا۔ یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ فرخندہ کے ہاں اولاد نہیں ہو گی وہ بانجھ ہے۔ چنانچہ وہ مقبول احمد کی دوسری شادی کرا دیں گی۔ البتہ ابھی تک اس منصوبے پر عمل درآمد کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ فرخندہ خون کے آنسو پی پی کر جی رہی تھی۔

اس دن وہ گھر کی کچھ چیزیں خریدنے کے لیے ڈرائیور کے ساتھ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور گئی تھی اور ٹرالی دھکیلتی ہوئی اپنی پسندیدہ اشیاء تلاش کرتی پھر رہی تھی کہ سامنے سے اسے ایک بہت ہی حسین لڑکی آتی ہوئی نظر آئی۔ انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس اور انتہائی دلکش لڑکی اس کے سامنے پہنچ کر رک گئی اور اس نے بڑے دلآویز لہجے میں کہا۔ ''ہیلو۔''

فرخندہ نے اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھا لیکن حسین چہرے لمحہ بھر میں اجنبیت ختم کر لیتے ہیں سامنے والی لڑکی کی دلکشی نے فرخندہ کو بہت متاثر کیا تھا، اس نے مسکراتے ہوئے اسے ''ہیلو'' کہا۔

''آپ فرخندہ ہیں نا؟'' لڑکی نے کہا اور فرخندہ چونک پڑی۔ اس کی یادداشت میں یہ چہرہ نہیں تھا۔

''ہاں...... میں فرخندہ ہوں۔''

''آپ نے شاپنگ کر لی؟''

''مکمل نہیں ہوئی، کیوں کیا بات ہے؟''

''تھوڑی دیر کے لیے اسے ملتوی کر دیجئے اوپر کی منزل میں ریسٹوران ہے، اگر ہم وہاں بیٹھ کر کافی پئیں تو کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گی؟''

''ناپسندیدگی کی تو کوئی بات نہیں ہے لیکن میں آپ کو بالکل نہیں پہچانی، جبکہ آپ نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا ہے۔''

''چلئے کم از کم اسی رشتے سے میری یہ دعوت قبول کر لیجئے کہ میں نے آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کیا ہے۔''

''نہیں نہیں، کوئی ہرج نہیں ہے۔ میں ٹرالی کاؤنٹر پر چھوڑ دیتی ہوں۔''

ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے تیسرے فلور پر ایک خوبصورت سا ریسٹوران تھا، دونوں وہاں جا کر بیٹھ گئیں۔

''اب بتائیے آپ مجھے کیسے جانتی ہیں، میں نے تو پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا؟'' فرخندہ نے پوچھا۔

''ہاں فرخندہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں پہلی بار آپ سے مل رہی ہوں، کسی ذریعے سے مجھے آپ کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل معلوم ہوئی تھی۔ آپ یقیناً میری اس بات کو پسند نہیں کریں گی، لیکن کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں جو انسان کو زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ میں آپ کو اپنے بارے میں فی الحال کچھ نہیں بتا سکتی۔ ہاں ایک وعدہ ضرور کرتی ہوں کہ جیسے ہی موقع ملا میں آپ کو بتا دوں گی۔''

''عجیب سی بات ہے۔''

''اس سلسلے میں اور کچھ نہیں کہوں گی۔ بس اتنا ضرور کہوں گی کہ اگر بھروسہ کر سکتی ہیں تو اس بات پر بھروسہ کر لیجئے کہ میری ذات سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ فائدے ہی فائدے ہوں گے۔''

''آپ جیسی پیاری لڑکی کسی کو نقصان پہنچا ہی نہیں سکتی، میرا تجربہ تو نہیں ہے، لیکن دل یہی کہتا ہے۔''

''آپ کا دل بالکل ٹھیک کہتا ہے، اصل میں تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں آپ سے، کیا پئیں گی یہ بتائیے۔''

''کافی۔'' فرخندہ نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے سامنے کافی سرو ہو گئی۔

''آپ کے بارے میں جو باتیں میرے علم میں آئی ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ نے لو میرج کی۔ آپ کے شوہر مقبول احمد آپ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ آپ کی انڈراسٹینڈنگ ہوئی اور اس کے بعد آپ دونوں کے والدین کی مرضی سے آپ کی شادی ہو گئی۔''

”ویری گڈ، چلئے اب مجھے میرے بارے میں آپ ہی بتاتی رہیے۔“ فرخندہ نے شو
سے کہا۔

طویل عرصے سے وہ ذہنی عذاب کا شکار تھی۔ مقبول احمد نے جو چولا بدلا تھا وہ فرخندہ
لیے بہت ہی اذیت ناک تھا۔ اب کسی سے تھوڑی سی شوخ گفتگو کرنے کا موقع ملا تھا تو ا
بڑی فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ خاص طور سے ایک اپنے چہرے کے سامنے بیٹھ کر جو اسے پہلی
ہی نگاہ میں پسند آ گیا تھا۔

”فرخندہ میرے علم میں یہ بات بھی آئی ہے کہ آپ کے شوہر آپ کے ساتھ بہ
زیادتی کرتے ہیں۔“

”کہتی رہیے، کہتی رہیے، اچھا ایک بات بتایئے؟“

”ہاں پوچھیے۔“

”ثنا کو جانتی ہیں آپ؟“ فرخندہ نے اپنی دانست میں بہت بڑا تیر مارا تھا۔ ثناء اس کی
راز دار سہیلی تھی اور تھوڑا بہت اس کے بارے میں جانتی تھی، لیکن فرخندہ کو ثناء سے بھی ملنے کی
اجازت نہیں تھی۔

”ثناء......؟ نہیں میں نہیں جانتی۔“ خوبصورت لڑکی نے جواب دیا۔

”پھر اور کون ہو سکتا ہے جو آپ کو میرے بارے میں اتنی تفصیل بتا دے اور کوئی بھی نہیں
پلیز...... مجھے بتایئے آپ اتنا کچھ کیسے جانتی ہیں؟“ فرخندہ نے زچ ہو کر کہا اور لڑکی مسکرانے
لگی۔

”ابھی یہ جاننے کی ضد نہ کیجئے۔ یہ ایک سنجیدہ بات ہے۔ ورنہ میں آپ کو ضرور بتا
دیتی۔“

”اپنا نام تک نہیں بتایا آپ نے۔“ فرخندہ بولی۔

”نام...... چلئے نام بتائے دیتی ہوں۔ میرا نام تزئین ہے۔“

”پیارا نام ہے کچھ اور نہیں بتائیں گی۔“

”ہاں۔ بتاؤں گی۔ آپ کی لو میرج تھی۔ پھر آپ کے شوہر اچانک اتنے کیوں بدل
گئے؟“ تزئین نے کہا۔

”بس تقدیر میں گردش لکھی ہے۔“

”آپ نے کوئی اندازہ نہیں لگایا، ایسا کیوں ہوا۔“

”لگایا ہے۔“ فرخندہ ہچکچا کر بولی۔

”کیا......“

پلیز تزئین...... میں بن موت ماری جاؤں گی۔ میرا کوئی ہمدرد کوئی سہارا نہیں ہے۔“

”میں ہوں نا۔“ تزئین نے کہا۔

”یہ تک تو بتا نہیں رہیں آپ کہ آپ کون ہیں۔“

”یہ ابھی نہیں بتاؤں گی اور آپ نے ضد کی تو میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔“

”اوہ...... نہیں...... میں ضد نہیں کروں گی، اچھا ایک بات تو بتا دیں آپ دوبارہ بھی مجھ
سے ملیں گی۔“

”آپ کیا چاہتی ہیں۔“

”میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ میں آپ کو کیسے بھول سکوں گی۔ خیر میری اس کیفیت اور
مقبول کی تبدیلی کی وجہ میری ساس ہیں۔ وہ تعویذ گنڈے کراتی ہیں اور ان تعویذوں نے مقبول
کا دماغ الٹ دیا ہے۔“

”ٹھیک۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ چلو پرواہ مت کرو، اس کا بھی کوئی حل نکالتے ہیں۔“

”مجھے جانا ہو گا تزئین۔ دیر ہو گئی ہے۔ ساس صاحبہ عذاب نازل کر دیں گی۔“

”ٹھیک ہے اٹھو......!“ تزئین نے کہا۔ بل کی رقم ادا کر کے وہ اٹھ گئیں۔ فرخندہ کا
ڈرائیور ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں اسے تلاش کر رہا تھا۔ فرخندہ نے اسے مخاطب کیا پھر جلدی جلدی
باقی سامان کا بل بھی بنوایا اور وہ تزئین کے ساتھ باہر نکل آئی۔

”آپ نے کچھ نہیں خریدا......؟“ باہر نکلتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”مجھے کچھ نہیں خریدنا تھا......“ تزئین نے جواب دیا۔ فرخندہ حیران ہو کر اسے دیکھنے
لگی۔

”پھر میرا مطلب ہے کہ......“

”میں تمہارے لیے آئی تھی یہاں فرخندہ۔ مجھے معلوم تھا کہ تم اس وقت یہاں ہو۔“
تزئین نے پُراسرار لہجے میں جواب دیا۔

”کاش میری سمجھ میں کچھ آ جائے......“ فرخندہ نڈھال لہجے میں بولی۔

""فضول فکریں چھوڑ دو...... اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ابھی تمہارے گھر چل رہی ہوں۔""

""مم...... میرے گھر......"" فرخندہ متحیر ہو کر بولی۔

""ہاں۔ تمہیں چھوڑنے تمہارے گھر جاؤں گی۔ تمہاری پرانی دوست ہوں۔ پھر تمہاری کار بھی تو خراب ہو گئی ہے۔""

""ڈ ڈ۔ ڈرائیور ساتھ ہے۔ بات کچھ عجیب ہو جائے گی۔""

باتیں کرتی ہوئی وہ باہر نکل آئی تھیں۔ فرخندہ کا ڈرائیور خریدی ہوئی اشیاء کار کی ڈگی میں رکھ رہا تھا۔ فرخندہ بدستور حیران نگاہوں سے تزئین کو دیکھے جا رہی تھی، پھر اس نے کہا ""تزئین ہماری دوسری ملاقات کیسے ہو گی۔ میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں، آپ نے تو اتنی سی دیر میں میرے دل میں اتنا گھر کر لیا ہے کہ آپ کو بھول نہ سکوں گی۔ اصل میں جیسا میں نے آپ کو بتایا کہ گھر میں مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے گئے ہیں، مجھے کسی سے ملنے دیا جاتا ہے، نہ کہیں جانے دیا جاتا ہے، نہ کسی کو دوست بنانے کی اجازت ہے، وہ لڑکی ثناء جس کا آپ نے نام لیا تھا، میری بہت ہی گہری دوست تھی، میری راز دار، لیکن سختی سے منع کر دیا گیا کہ اب اس سے نہیں ملوں گی۔""

""سب ٹھیک ہو جائے گا، فرخندہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"" تزئین نے کہا۔

ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا، فرخندہ نے غم آلود لہجے میں کہا۔ ""اچھا تزئین! اللہ حافظ۔ آپ کوئی ترکیب نکال سکیں دوبارہ ملنے کی تو نکال لیجئے گا، میں اس معاملے میں بالکل بے بس ہوں۔""

""بابا رکو تو سہی، میں تمہیں چھوڑنے تمہارے گھر تک جاؤں گی اور پھر گھر کے اندر بھی چلوں گی۔ ظاہر ہے تمہاری پرانی دوست ہوں، اتنے عرصے کے بعد ملی ہوں، مگر یہ کچھ نہ کچھ پلاؤ گی مجھے، گاڑی تو تمہاری خراب ہو گئی ہے، ابھی ڈرائیور تمہیں آ کر یہ اطلاع دے گا۔""

بات فرخندہ کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی، لیکن وہ ڈرائیور کو دیکھ رہی تھی جو گاڑی میں سیلف پر سیلف لگائے جا رہا تھا اور گاڑی اسارٹ نہیں ہو رہی تھی، اس نے پریشان نگاہوں سے فرخندہ اور تزئین کو دیکھا، پھر نیچے اتر کر بونٹ کھول لیا، دو تین منٹ تک وہ انجن چیک کرتا رہا اور پھر واپس آ کر دوبارہ سیلف لگانے لگا۔ فرخندہ اس دوران گاڑی کے پاس پہنچ گئی تھی۔

تزئین اس کے ساتھ ہی تھی۔

""کیا ہوا ڈرائیور؟""

""پپ...... پتہ نہیں...... کیا ہو گیا ہے بیگم صاحب، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا گاڑی اسٹارٹ ہی نہیں ہو رہی۔""

""تو پھر۔""

""وہ بیگم صاحب، آپ کے لیے ٹیکسی لائے دیتا ہوں، میں کسی میکینک کو گاڑی دکھاتا ہوں، آپ بے فکر رہیئے، آپ گھر جائیں، میں سامان لے کر آ جاؤں گا۔""

فرخندہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن تزئین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

""آؤ وہ میری گاڑی کھڑی ہے۔"" دفعتاً ہی فرخندہ کو تزئین کے الفاظ یاد آئے اور اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

""آؤ پلیز، فرخندہ آؤ۔"" تزئین نے ایک پُر اعتماد مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور فرخندہ کے قدم بے اختیار سفید مرسڈیز کی جانب اٹھ گئے۔ ڈرائیور بھی مرسڈیز کے پاس کھڑا ہوا تھا اور اس نے شاید ان خواتین کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا، چنانچہ اس نے پھرتی سے دروازے کھولے اور منتظر کھڑا ہو گیا۔

""آ جاؤ۔"" تزئین نے کہا اور فرخندہ کسی سحر زدہ انسان کی طرح آگے بڑھتی ہوئی تزئین کے ساتھ کار میں جا بیٹھی۔ ڈرائیور نے پہلے تزئین اور پھر فرخندہ کی طرف کا دروازہ بند کیا، پھر اپنی سیٹ پر آ بیٹھا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ چند لمحوں کے بعد مرسڈیز سڑک پر رواں دواں تھی اور فرخندہ حیرت زدہ تزئین پر غور کر رہی تھی، تزئین نے کہا۔ ""فرخندہ! ڈرائیور کو راستہ بتاتی رہو۔""

""ایں ہاں۔"" فرخندہ نے کہا اور پھر ڈرائیور سجاد کو اپنے گھر کے بارے میں بتانے لگی۔ سجاد خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا تھا، تزئین کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خوبصورت سی کوٹھی کے سامنے ڈرائیور نے کار روکی، دروازہ کھلا اور کار اندر داخل ہو گئی۔

اب فرخندہ کچھ پریشان نظر آ رہی تھی، تزئین کے بارے میں پوچھا جائے گا تو وہ کیا جواب دے گی، اس خیال سے وہ الجھ گئی تھی، لیکن تزئین نے فوراً ہی کہا۔ ""اسٹور میں، میں

تمہیں مل گئی تھی اور جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ گھر والوں کو یہ بتانا کہ میں تمہاری پرانی دوست ہوں۔ بس اس سے زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے، میں تم سے ایک بات کہوں فرخندہ، ڈرنا بالکل چھوڑ دو، اب کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

فرخندہ اندر داخل ہوگئی۔ اس کے سہمے سہمے قدم اُٹھ رہے تھے، سب سے پہلے عزیزہ بیگم ہی اسے نظر آئی تھیں، انہوں نے کڑی نگاہوں سے فرخندہ اور پھر تزئین کو دیکھا۔

تزئین نے جلدی سے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو آنٹی میرا نام تزئین ہے اور میں فرخندہ کی بہت پرانی دوست ہوں۔ اصل میں میرے ڈیڈی ملک سے باہر چلے گئے تھے اور وہیں انہوں نے وقت گزارا۔ ڈیڈی اور می کا انتقال ہوگیا تو میں واپس وطن آگئی۔ بس اتفاقیہ طور پر فرخندہ سے اسٹور میں ملاقات ہوگئی۔ پتہ چلا کہ اس نے ایک بہت اچھی جگہ شادی کرلی ہے، بس آپ ہی کے گن گا رہی ہے کہ ایسے اچھے لوگ ہیں میرے سسرال والے، سوری آنٹی، پرانی دوستی تھی، اسٹور میں رسمی گفتگو سے میرا دل نہیں بھرا۔ آپ کو میرے آنے پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں بیٹا۔ بیٹھو آرام کرو۔" عزیزہ بیگم نے خشک لہجے میں کہا پھر فرخندہ پر انہوں نے ایسی نگاہ ڈالی تھی کہ فرخندہ کے بدن میں لرزش پیدا ہوگئی۔

عزیزہ بیگم کا خیال تھا کہ فرخندہ کو کسی ایسی دوست کو گھر میں لانے کی جرأت کیسے ہوگئی، اگر اتفاقیہ طور پر اسٹور میں مل گئی تھی تو وہیں سے دفع کر دیا ہوتا۔ بہر حال فرخندہ آگے بڑھی تو عزیزہ بیگم نے کہا۔ "سارا سامان خرید لیا فرخندہ؟"

"جی مما...... گاڑی خراب گئی تھی، سامان گاڑی کی ڈکی میں ہے، ڈرائیور گاڑی ٹھیک کرا کر سامان سمیت آجائے گا، میں تزئین کے ساتھ ادھر آگئی تھی۔"

"ہوں...... ٹھیک ہے۔" عزیزہ بیگم نے کہا اور پھر دروازے کی جانب بڑھ گئیں، غالباً انہیں کسی کا انتظار تھا۔

فرخندہ کمرے میں آگئی تو تزئین نے کہا۔ "تمہارے جو حالت ہو رہی ہے فرخندہ اس کی وجہ سے میں تم سے بددل ہوئی جارہی ہوں، جب میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ اب ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تو تم مجھ پر اعتبار کیوں نہیں کر رہیں۔"

"ٹھیک ہے، لیکن آپ تو تھوڑی دیر کے بعد چلی جائیں گی، میرے ساتھ پتہ نہیں کیا

سلوک کیا جائے اور پھر یہ تو خیر ذرا حد میں ہی رہتی ہیں، مقبول بالکل ہی آؤٹ ہوگئے ہیں، بات بات پر تھپڑ مار دیتے ہیں۔ یہ ان سے لگائی بجھائی کریں گی کہ اب دوستیاں بھی شروع ہوگئیں اور بغیر اجازت کے سہیلیوں کو گھر میں لایا جانے لگا اور مقبول کچھ نہیں پوچھیں گے مجھ سے۔ بس میری دھنائی شروع کر دیں گے۔"

"ہوں۔" تزئین نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

کافی دیر تک دونوں کے درمیان باتیں ہوتی رہیں، فرخندہ ڈری سہمی باہر نکلی، غالباً تزئین کے لیے چائے کا بندوبست کرنے گئی تھی، تھوڑی دیر کے بعد ملازم چائے لے آئی۔

"تم سے میں ملاقات کرتی رہوں گی اور جیسا کہ میں نے تم سے کہا ہے، بالکل فکر نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے، میں کوشش کروں گی۔"

"میں تمہیں اپنا فون نمبر دیئے دیتی ہوں، تم بھی اپنا فون نمبر مجھے دے دو، فون وغیرہ کرنے کی ممانعت تو نہیں ہے۔"

"ابھی تک تو اللہ کا فضل ہے، ویسے میں اگر فون کرتی ہوں تو زیادہ سے زیادہ مقبول کو اور کوئی ایسا ہے ہی نہیں جس سے فون پر بات کروں۔"

"ہوں دیکھتی ہوں، دیکھتی ہوں۔" تزئین نے کہا اور دونوں کمرے سے باہر نکل آئیں۔

یہ ایک انتہائی دلچسپ اتفاق تھا کہ جونہی وہ کمرے سے باہر نکلیں، عزیزہ بیگم اپنی اس مہمان کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی تھیں جن کا شاید وہ انتظار کر رہی تھیں اور وہ مہمان تھیں دیدار خالہ۔

دیدار خالہ نے ان دونوں کو دیکھا، فرخندہ نے بڑے احترام سے دیدار خالہ کو سلام کیا لیکن وہ تزئین کو دیکھ رہی تھیں اور پہچاننے کی کوشش کر رہی تھیں۔ دوسرے لمحے ان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

تزئین مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی، دیدار خالہ اُلوؤں کی طرح منہ کھولے تزئین کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں، فرخندہ اسے باہر تک چھوڑنے آئی اور جب تزئین گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی تو فرخندہ سہمی ہوئی سی اندر آئی۔

دیدار خالہ ہانپتی کانپتی عزیزہ بیگم سے پوچھ رہی تھیں۔ ''اے عزیزہ! اس سے تمہارے تعلقات کہاں سے ہوگئے، یہ کب آئی یہاں اور فرخندہ کو یہ کیسے جانتی ہے؟''

''کیوں، آپ اسے جانتی تھیں کیا، تزئین نام بتایا ہے فرخندہ نے اس کا، کہنے لگی کر اسٹور میں اتفاقیہ طور پر مل گئی تھیں، پرانی سہیلی ہے۔''

''ارے خدا کی بندی، پتہ ہے کون ہے یہ؟''

''آپ جانتی ہیں اسے؟''

''ارے ہاں، تمہیں مرزا اختیار بیگ تو یاد ہوں گے نا؟''

''لیجئے رشتے داری ہے، یاد نہ ہونے کا کیا سوال ہے؟''

''بہو ہے ان کی، بیٹے سے شادی کر کے ہڈی کی طرح طاہرہ جہاں بیگم کے حلق میں پھنس گئی ہے، ان کے سارے کروفر نکل گئے ہیں، اب بھیگی بلی کی طرح کونے کھدروں میں منہ چھپائے چھپائے پھرتی ہیں۔''

''ہیں...... طاہرہ جہاں، ارے آؤ دیدار خالہ ذرا بیٹھ کر تفصیل سے مجھے ساری بات بتاؤ تو سہی۔''

عزیزہ بیگم کی دلچسپی عروج پر پہنچ گئی تھی۔ دیدار خالہ کو لے کر پھر کمرے میں گھس گئیں۔ دیدار خالہ ان سے ملنے کے لیے آئی تھیں، رشتے داری بھی تھی اور فطرت بھی یکساں تھی، دونوں عورتیں کمرے میں گھس کر بیٹھ گئیں۔

عزیزہ بیگم نے کہا۔ ''ہائے دیدار خالہ تم نے تو میرے ہوش اُڑا دیئے، یہ طاہرہ جہاں کی بہو تھی، میرا مطلب ہے ان کے انگلینڈ پلٹ بیٹے کی بیوی۔''

''ہاں، کیا سنا ہے تم نے ان کے بارے میں۔'' دیدار خالہ نے بات کو مزید دلچسپ بناتے ہوئے پوچھا۔

''ارے سارا خاندان ہی تھوتھو کر رہا تھا کہ ذرا طاہرہ جہاں بیگم کا غرور دیکھو، خاندان میں سے کسی کو نہیں بلایا، بس بڑے بڑے لوگوں کی شاندار تقریب کر ڈالی، ہم لوگوں کو کارڈ تک نہیں بھیجا۔''

''لو تو ہمیں کہاں بھیجا، انہوں نے ہم چھوٹے لوگوں کو بلایا کب تھا، بس جی اللہ اگر دولت دے تو ظرف بھی دے، لیکن ایک بات بتائے دیتی ہوں عزیزہ بیگم اللہ کی لاٹھی بے آواز

ہوتی ہے۔ طاہرہ جہاں کی ایسی مٹی پلید ہوئی ہے کہ رہے نام اللہ کا۔''

''یہ بہو ہے کون؟''

''یہی تو طاہرہ جہاں کا سب سے بڑا غم ہے، بہو کا کوئی خاندان ہے نہ رشتے ناتے دار، بیٹے نے اپنی پسند سے شادی کی، ماں باپ کو مجبور کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ شادی کرنی ہے تو اسی لڑکی کے ساتھ، ورنہ وہ گھر سے نکل جائے گا۔ اکلوتا بیٹا تھا ماں باپ کو کرنی پڑی، مگر دیکھو ساری کی ساری رشتے دار بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں، ارے کسی کو بھی بہو بنا لیتیں آج راج کر رہی ہوتیں، خاندان سے بھی ناتا جڑ جاتا، مگر بھیا کہاں اور اب میں تمہیں بتاؤں عزیزہ بیگم کہ ناک کٹ گئی ہے، اس لیے منہ رگڑتی پھر رہی ہیں۔ ارے اب تو ان کا دیدار خالہ دیدار خالہ کہتے ہوئے منہ نہیں تھکتا۔ دیکھا تھا میں نے بیٹا ہسپتال پہنچ گیا تھا گھر کے جھگڑوں سے پریشان ہو کر دماغی ہسپتال میں۔ وہیں مجھے ملی تھیں، میں بھی اپنی کسی جاننے والی کو دیکھنے گئی تھی جو ہسپتال میں داخل تھی۔ وہاں میں نے بہو بیگم کو دیکھا، شوہر دماغی ہسپتال میں بیمار پڑا اور بہو بیگم ہنستی مسکراتی کمرے سے باہر نکل رہی تھیں۔ پھر طاہرہ جہاں بیگم نے مجھے اپنے گھر بلایا بڑی چاہت کے ساتھ، جبکہ پہلے تو وہ یہ بھول ہی گئی تھیں کہ میرا ان کا کوئی رشتہ ہے، پھر وہاں بلا کر اپنی بپتا مجھے سنائی، خیر تم جانتی ہو عزیزہ بیگم کہ میں دل کی کتنی نرم ہوں، طاہرہ جہاں نے کچھ اس انداز میں دیدار خالہ کہہ کر اپنی باتیں سنائیں کہ میری آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ میں نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ طاہرہ غم نہ کر میں ہوں نا، دنیا کا دکھ درد بانٹنے کے لیے، مگر مجھے حیرت یہ ہے کہ یہ فرخندہ کی دوست کہاں سے نکل آئی، اس کا کہنا تو یہ تھا کہ یہ بیرون ملک سے آئی ہے۔''

''فرخندہ ہی بتائے گی سب کچھ، پوچھوں گی اس سے اچھی طرح اور یہ دوستیاں میرے گھر میں نہیں چلنے کی، ذرا مقبول آ جائے بات کروں گی اس سے۔'' عزیزہ بیگم نے کہا، پھر کافی دیر تک دونوں ایک دوسرے کے کان میں کانا پھوسی کرتی رہی تھیں۔

دیدار خالہ نے کہا۔ ''ذرا طاہرہ کو بھی فون کرتی ہوں بیٹھو تمہارے سامنے ہی کر لیتی ہوں۔''

دیدار خالہ اپنی شان بڑھانے کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ تھیں، چنانچہ انہوں نے طاہرہ جہاں کا نمبر ملایا، تھوڑی ہی دیر کے بعد طاہرہ جہاں سے رابطہ قائم ہوگیا۔

''دیدار بول رہی ہوں۔''

''میں نے آپ کا نمبر پہچان لیا ہے خالہ، سنائیے سب خیریت تو ہے نا، بابر شاہ سے بات ہوئی۔''

''اے میری تو سن لو بابر شاہ سے تو بات ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تمہیں جو سنا رہی ہوں، اسے سن کر اچھل پڑو گی۔'' دیدار خالہ نے بات کو سنسنی خیز بناتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا خالہ اللہ خیر کرے، خیریت تو ہے نا؟''

''ذرا مجھے ایک بات تو بتاؤ۔''

''جی پوچھئے۔''

''بہو بیگم گھر میں ہیں؟''

''نہیں، کیوں خیریت؟''

''کہاں گئی ہیں؟''

''پتہ نہیں کبھی کبھی گھر سے نکلتی ہے، وہ بے چارہ سجاد ڈرائیور، اس سے پریشان رہتا ہے، مجھے نہیں معلوم کہاں گئی مگر آپ نے یہ کیوں پوچھا۔''

''میں نے تم سے عزیزہ کا ذکر کیا تھا نا، احسان احمد کی بیوی کا یاد ہے ناں؟''

''ہاں ہاں پوری طرح سے، آپ ایسے کیوں کہتی ہیں رشتے دار ہیں وہ ہماری۔'' طاہرہ جہاں کو اب سارے رشتے یاد آ گئے تھے۔

''انہی کے گھر میں، ان کے پاس بیٹھی ہوئی ہوں۔''

''اچھا اچھا...... سلام کہہ دیں عزیزہ باجی کو میرا۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''کہے دیتی ہوں۔ بعد میں بات بھی کر لینا۔ ایک خبر دینا...... چاہتی ہوں تمہیں۔''

''کیا دیدار خالہ، جلدی کہیں، میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

''تمہاری لاڈلی بیگم، یعنی تمہاری بہو بہت دیر سے یہاں بیٹھی تھیں۔ ابھی اٹھ کر گئی ہیں۔''

''کیا......؟'' طاہرہ جہاں کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

+====+====+

''اللہ قسم میں تو خود دیکھ کر حیران رہ گئی، پہلے تو میں پہچانی ہی نہیں، ارے میں نے دیکھا کہاں تھا انہیں ٹھیک سے۔ وہ سلام کرنے تک تو آئی نہیں کہ گھر میں کوئی بزرگ آیا ہے جا کر اس سے مل لیں۔ اب برا مت ماننا طاہرہ جہاں۔ تمہاری اتنی عزت بھی نہیں ان کی نگاہوں میں کہ یہی سوچ کر آ جاتیں کہ ساس کی کوئی رشتے دار آئی ہوئی ہیں۔''

''ایسی باتیں کر کے میرے دل پر کیوں زخم لگا رہی ہیں دیدار خالہ، سب کچھ تو بتا چکی ہوں آپ کو، لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عزیزہ بیگم سے ان کی جان پہچان کیسے ہے؟''

''عزیزہ بیگم سے جان پہچان نہیں ہے بلکہ ان کی بہو فرخندہ سے ہے۔ عزیزہ بیگم بتا رہی تھیں کہ پہلی بار ان کے گھر آئی ہیں اور فرخندہ نے کہا ہے کہ ان کی پرانی دوست ہیں، خود بھی بڑی چٹر پٹر باتیں کر رہی تھیں عزیزہ بیگم سے اپنے بارے میں۔''

''فرخندہ کی دوست ہے اور فرخندہ عزیزہ بیگم کی بہو ہے نا۔''

''اے تجھے بتا تو رہی تھی کہ پہلے انہوں نے بھی ناک میں دم کیا ہوا تھا عزیزہ بیگم کا۔ بعد میں تمہاری اس دیدار خالہ نے کام دکھایا اور اللہ نے سارا کام ٹھیک کر دیا۔ خود مقبول احمد، عزیزہ بیگم کے بیٹے نے ہی اپنی پسندیدہ چہیتی جان جہاں کا کریا کرم کر دیا۔ وہ جو تم بیزار کی کہ دیکھنے والے دیکھیں اور یہ سب قربان جاؤں بابر شاہ جی، ان ہی کی کرامات ہیں۔''

''دیدار خالہ زندگی بھر احسان مند رہوں گی۔ میری مشکل حل کرا دو۔''

''ارے ایسی باتیں مت کرو۔ میں بزرگ ہوں تمہاری۔ تم فکر مت کرو۔ ایسا ٹھیک کروں گی کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔ اب ذرا دیکھنا عزیزہ، مقبول سے کہیں گی کہ ذرا معلوم کریں کہ یہ دوستوں نے گھر میں آنا کب سے شروع کر دیا اور مقبول وہ تماشہ لگائے گا کہ دل تو چاہتا ہے کہ میں خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھوں مگر وہی بات کہ حد سے زیادہ آگے بڑھنا بھی ٹھیک نہیں

ہے۔"

"دیدار خالہ ذرا ایک کام کریں۔ عزیزہ بیگم سے میری بات کرائیں فون پر۔"

"ہاں لو کر لو۔" دیدارہ خالہ نے فون عزیزہ بیگم کو دے دیا۔

سلام دعا ہوئی اور اس کے بعد طاہرہ جہاں نے کہا۔

"عزیزہ بیگم، دیدار خالہ نے آپ کو میری مشکل تو بتا ہی دی ہوگی؟"

"برا مت ماننا طاہرہ جہاں، ہر انسان اللہ کا دیا کھاتا ہے، کوئی کسی کے کندھوں پر نہیں رہتا۔ تم نے تو ہم سب کو ایسے نکال کر پھینک دیا جیسے دودھ میں سے مکھی۔"

"عزیزہ باجی! اب ایسے وقت میں تو طعنے مت دیں، زمین پر گرے ہوئے انسان کو غیر بھی اٹھا لیا کرتے ہیں، آپ تو اپنی ہو۔"

"ہاں ہیں تو اپنے، چلیں چھوڑیں، کیا مشکل پیش آئی ہے آپ کو؟"

"دیدار خالہ سب کچھ بتا دیں گی، تم ایک کام کرو عزیزہ باجی اگر ممکن ہو سکے تو۔"

"چلئے بتائیے کیا بات ہے؟"

"سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ مجھے یہ تک نہیں معلوم کہ بہو بیگم کا ماضی کیا ہے، خاندان کون سا ہے، کوئی رشتے ناتے دار ہے بھی اس دنیا میں یا نہیں۔ ویسے دولت مند تو وہ ہے، میں اس کی دولت دیکھ چکی ہوں، مگر ماضی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ ابھی فرخندہ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کرنا بلکہ جس طرح بھی ہو سکے پیار سے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھنا کہ یہ تزئین ہے کون؟ اگر کوئی پرانی سہیلی ہے تو تعلق کہاں سے ہے، ارے ذرا تھوڑی سی معلومات تو حاصل ہو جائیں مجھے۔ اس کے بعد آپ کا جو دل چاہے سلوک کریں اس کے ساتھ بلکہ میں تو خود چاہتی ہوں کہ وہ کہیں بھی سکون کی سانس نہ لے سکے۔"

"ہو جائے گا یہ کام، مگر کیا ملے گا اس صلے میں؟" عزیزہ بیگم نے کہا۔

"دعائیں تو خیر دوں گی ہی، اس کے علاوہ جو چاہو گی عزیزہ بیگم۔"

"ٹھیک ہے، دعائیں ہی چاہئیں ہمیں۔ بس یہی خواہش ہے کہ رشتے دار کو رشتے دار سمجھیں، ارے کھوٹے سکے ہی وقت پر کام آتے ہیں۔"

"سو تو ہے عزیزہ باجی۔ چلیں پھر میں آپ کے فون کا انتظار کروں گی۔ جتنی جلدی ہو سکے معلومات حاصل کریں۔"

"ٹھیک ہے دیدارہ خالہ سے بات کریں۔"

"ہاں بھئی تو ٹھیک ہے۔"

"دیدار خالہ! اب تو میری پیاس بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ خدا کے لیے جس قدر جلد ممکن ہو سکے بابر شاہ سے ملیں اور میری مشکل حل کرائیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ اچھا جلدی ملوں گی تم سے۔" دیدار خالہ نے فون بند کر دیا۔

عزیزہ بیگم مسکرا رہی تھیں، فون بند کیا تو دونوں ٹھٹھے مار کر ہنسنے لگیں۔ عزیزہ بیگم نے کہا۔

"ایسے غرور کا سر نیچا ہوتا ہے، دیکھا آپ نے دیدار خالہ۔"

"لو مجھے دکھا رہی ہو، سب کچھ تو دیکھے بیٹھی ہوں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ دیدار خالہ ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔" عزیزہ بیگم نے کہا۔

"بولو کیا؟"

"یہ طاہرہ جہاں نے جو سلوک ہم لوگوں کے ساتھ کیا ہے، اس کے بعد یہ اس قابل تو ہیں نہیں کہ ان کے لیے کچھ کیا جائے، مگر ہمیں بھی تو کچھ مزہ آنا چاہئے کوئی ایسی ترکیب کرو کہ ذرا ان کی بھی گردن نیچی ہو، یقین کرو، بڑا دل دکھا تھا جب انہوں نے ہمیں شادی تک میں نہیں پوچھا تھا۔"

"کیا کروں، بتاؤ؟"

"چلو بہو کا مسئلہ حل ہو ہی جائے گا کسی نہ کسی شکل میں، مگر دانش کی دوسری شادی کراؤ۔ بہو کو چھڑوا دیں گے۔ ظاہر ہے طاہرہ جہاں خود بھی یہی چاہتی ہیں کہ وہ بیٹے کی گردن چھوڑ دے اور اس کے بعد پھر کوشش کرتے ہیں، بلکہ شرط یہی رکھو طاہرہ بیگم سے کہ دانش کی دوسری شادی کرا دیں اور پھر خاندان ہی کی کسی لڑکی سے اس کی شادی کرائی جائے۔ ارے ہاں راج کرے تو کوئی اپنا راج کرے۔ میری تو کوئی بیٹی نہیں، ورنہ میں تم سے کہتی کہ دیدار خالہ میری بیٹی کو اس گھر میں بھیجو۔"

یہ سن کر دیدار خالہ پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھیں۔

+====+====+

دانش معمول کے مطابق باپ کے ساتھ آفس چلا گیا تھا۔ رات کو جو واقعات پیش آئے

تھے وہ دانش کی زندگی میں بڑی حیثیت کے حامل تھے۔ اس نے وہ کر ڈالا تھا جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا، لیکن عاجز آ گیا تھا زندگی سے سب کچھ ہی تو ہو چکا تھا۔ مینٹل ہسپتال تک پہنچ گیا تھا۔ وہ تو قدرت نے رحم کیا کہ جلد ہی ٹھیک ہو گیا۔ نہ جانے کس احساس نے اس کے ذہن کو پھر سے نارمل کر دیا تھا، لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر بدروح کا سایہ ہو گیا ہے۔ تزئین تو پہلے ہی دن اس وقت جب اس نے اس سے شادی کر لی تھی اس کے سامنے عیاں ہو گئی تھی، اس نے بڑا احترام کیا تھا تزئین کا، مگر شادی کے بعد جو کچھ ہوا تھا اس نے اس کا دل خون کر دیا تھا۔ کوئی تجربہ نہیں تھا زندگی میں کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ عامر نے اسے بڑا حوصلہ دیا تھا اور جو راہ دکھائی تھی اس راہ میں اس کے پہلا قدم نے ہی اسے ہمت دی تھی کہ اس نے تزئین کا بھرپور مقابلہ کیا تھا اور اس پر ہاتھ اٹھا لیا تھا۔

ہر چند کہ اس کا نتیجہ جو کچھ نکلا تھا وہ بڑا سنسنی خیز تھا، لیکن کم از کم اسے حوصلہ تو ہوا تھا اور اس احساس نے اس کی ہمت بڑھا دی تھی۔ بے شک تزئین پُراسرار قوتوں کی مالک تھی، لیکن اسے یہ بھی یاد تھا کہ کلب میں جب غنڈوں نے اسے مارنا چاہا تو تزئین نے اس کی مدد کی تھی، الجھنیں اب بھی بے شمار تھیں، لیکن اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان الجھنوں کا مقابلہ کرے گا۔

تزئین تو انسان ہے ہی نہیں، وہ کون ہے؟ یہ تجسس اس کے دل میں تھا، لیکن ابھی تک اس نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا۔ ہاں عامر کی خواہش کے مطابق کلب جا کر اس نے ایمی کے ساتھ پینگیں بڑھائی تھیں۔ ایمی کو تھوڑی بہت حقیقت معلوم ہو گئی تھی اور وہ اس کے بارے میں نرم ہی نظر آتی تھی۔

دانش سوچ رہا تھا کہ ایمی سے دوبارہ ملے اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ ان باتوں سے واقف ہونے کے بعد ایمی کا اس سے کیا رویہ رہتا ہے۔ دوپہر کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے اسے ایمی کا فون موصول ہوا اور وہ خوش ہو گیا۔

''کیسے ہیں دانش، کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ میں ایمی بول رہی ہوں۔''

''ہاں ایمی! میں ٹھیک ہوں۔ آپ سنائیے۔''

''بس میں آپ کے فون کا انتظار کرتی رہی اور جب مجھے آپ کا فون نہیں ملا تو میں نے سوچا کہ خود ہی آپ کو رِنگ کروں۔''

''اصل میں جو حالات پیش آ گئے تھے، ایمی ان کی وجہ سے مجھے دوبارہ آپ سے رابطہ

قائم کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔''

''اس میں آپ کا کیا قصور تھا دانش۔ آپ تو مجھے اپنے بارے میں بہت کچھ بتا چکے تھے۔ آپ کا کیا خیال ہے، کیا کسی انسان سے اتنی ہمدردی بھی نہیں کی جا سکتی کہ اس کے دکھے ہوئے دل کو سنبھال لیا جائے، چلیں چھوڑیں کیا پروگرام ہے آپ کا رات کو؟''

''جیسا آپ کہیں۔ کیا آپ کلب جائیں گی؟''

''کلب نہیں جاتے دانش، کہیں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ آپ مجھے بتائیے آپ کو کون سا ہوٹل پسند ہے؟ ڈنر میری طرف سے ہوگا۔''

''ارے نہیں ایمی۔ آپ نے دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کر کے میرے حوصلے اتنے بڑھا دیئے ہیں کہ میں اس خوشی کو سینے میں دبا نہیں سکتا۔''

''کوئی ہرج نہیں ہے، ہوٹل بتائیے۔''

''گرین لینڈ کیسا رہے گا؟''

''میرا پسندیدہ ہوٹل ہے۔'' ایمی نے جواب دیا۔

''تو پھر بتائیے ہمارا رابطہ کیسے ہوگا؟''

تھوڑی سی مزید گفتگو کے بعد فون بند ہو گیا۔ وقت طے ہو گیا تھا۔ دانش بہت سے فیصلے کر رہا تھا اور ان ہی فیصلوں کے تحت اس نے عامر کو فون کیا۔

''عامر میرے دوست۔ میں واقعی ایک خود غرض انسان ہوں، پتہ نہیں کیوں میرے اندر دوستی نبھانے کی صلاحیت نہیں ہے؟''

''کیا ہو گیا دانش؟''

''مجھے چاہیئے تھا کہ جو کچھ واقعات میرے ساتھ پیش آئے ہیں، میں تمہیں ان سے آگاہ کرتا کیونکہ تمہاری ڈائریکشن میں، میں نے اپنی زندگی کے لیے ایک قدم اٹھایا ہے۔''

''ہوا کیا؟''

اور دانش نے ساری تفصیل عامر کو بتا دی۔ عامر نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

''ویسے یہ زیادتی ہے۔ مجھے فوراً پتا چلنا چاہیئے تھا کہ تمہارے ساتھ کیا بیتی، لیکن خیر اب بتاؤ کیا ارادہ ہے؟''

''ایمی نے مجھے پھر بلایا ہے رات کے کھانے پر۔''

’’تو جاؤ۔ جب تم نے اتنا بڑا قدم اٹھالیا ہے تو میرے خیال میں تمہیں ایمی کی دعوت پر ہوٹل جانا چاہیے۔‘‘

’’پہلے میں گھر سے تیار ہو کر نکلا تھا، ہو سکتا ہے تزئین کو مجھ پر کچھ شبہ ہو گیا ہو اور اس نے میرا پیچھا کیا ہو۔‘‘

’’تم با آسانی اس کا حل نکال سکتے ہو۔ میرا خیال ہے شہر بھر میں تمہاری جائیداد پھیلی ہوئی ہے۔ اپنے لیے ایک الگ جگہ منتخب کر لو۔ کوئی خوبصورت سا فلیٹ۔ وہاں اپنے لباس بھی رکھو تا کہ اگر ضرورت پیش آئے اور تزئین بھابی کچھ زیادہ ہی پریشان کریں تو اپنے اس فلیٹ میں تم قیام بھی کر سکو۔‘‘

’’تمہارے مشورے مجھے نئی زندگی بخش رہے ہیں۔ یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ میں انتظام کر لوں گا، لیکن آج کیا کیا جائے؟‘‘

’’گھر جاؤ۔ خاموشی سے وقت گزارو اور وقت سے کچھ پہلے باہر نکل آؤ۔ بھابی صاحبہ کو پتہ نہیں چلنا چاہیے۔ ویسے یار ایک بات کہوں تم سے۔ میرا خود بھی دل چاہتا ہے کہ محترمہ تزئین کو ایک نگاہ دیکھوں اور جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے بارے میں اندازہ لگاؤں بلکہ اپنے آپ کو ہوشیار کر لوں کہ کہیں میری زندگی میں بھی ایسی کوئی شخصیت تو شامل نہیں ہونے والی۔‘‘

’’اللہ سے توبہ کرو عامر۔ جو مجھ پر بیتی ہے نا میں ہی جانتا ہوں۔‘‘

’’تو پھر ٹھیک ہے، میرے مشورے پر عمل کرو اور میرے پیارے بھائی جو بھی صورت حال ہوا کرے مجھے اس سے آگاہ ضرور کر دیا کرو۔ کم از کم میں تو اپنے دل میں تمہارے لیے دوستوں جیسا ہی پیار رکھتا ہوں۔‘‘

’’سوری عامر۔ اب تک جو کچھ ہوا اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔‘‘ دانش نے کہا۔

عامر کا مشورہ اسے بہت پسند آیا تھا۔ جائیداد کی کوئی کمی نہیں تھی۔ بہت سے گھروں اور فلیٹوں کے بارے میں اسے خود بھی معلوم تھا۔ کسی بھی فلیٹ میں اپنے لیے بندوبست کیا جا سکتا تھا۔ باپ سے اس بارے میں کچھ کہنا مناسب نہیں تھا، لیکن طاہرہ بیگم ہر اس مسئلے میں اس کا ساتھ دے سکتی تھیں جو کسی بھی شکل میں تزئین کی مخالفت میں ہو۔ اسے اندازہ تھا کہ آج بھی جب وہ گھر سے تیار ہو کر نکلے گا تو اسے تزئین کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن اس کے لیے اس نے کچھ فیصلہ کر لیا تھا۔

شام کو وہ آفس سے گھر پہنچا تو تزئین اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی۔ موقع غنیمت جان کر اس نے پھرتی سے اپنا ایک خوبصورت سوٹ نکالا اور اسے دوسرے کمرے کی ایک الماری میں منتقل کر دیا۔ اس کے بعد دوسری ضرورت کی تمام چیزیں بھی۔

اس کام سے فارغ ہوا تھا کہ طاہرہ جہاں سامنے آ گئیں۔ انہوں نے محبت بھری نظروں سے بیٹے کو دیکھا اور بولیں۔ ’’چائے لگواؤں، پیو گے؟‘‘

’’تزئین کہاں ہے؟‘‘ دانش نے پوچھا۔

’’اس سے پہلے کبھی بتا کر گئی ہیں جو اب مجھے معلوم ہو گا؟‘‘ طاہرہ جہاں نے کہا۔

’’میرا مطلب ہے گھر میں نہیں ہیں؟‘‘

’’نہیں۔ تیار ہو کر گئی ہیں سجاد کے ساتھ۔ باہر کار نہیں دیکھی تم نے۔‘‘

’’غور نہیں کیا۔ ویسے کیا وہ اکثر کہیں جاتی رہتی ہے؟‘‘

’’کبھی کبھی؟‘‘

’’چائے لگوا لیجیے۔ میں آتا ہوں۔‘‘ دانش نے کہا۔ ماں سے مطلب کی بات کرنے کا یہ اچھا موقع تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ طاہرہ جہاں کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔

’’ایک حسرت ہی رہتی ہے دانش کہ تجھ سے دل کی کوئی بات کروں۔‘‘ طاہرہ جہاں نے کہا۔

’’کیوں؟ کسی نے منع کیا آپ کو؟‘‘

’’ارے گھر میں ہی دشمنوں کی تعداد کون سی کم ہے۔ ہر طرف پہرے لگے ہوئے ہیں۔ دانش تو ہم سے چھن گیا۔‘‘

’’میں خود کون سا کم پریشان ہوں مما۔ اپنی پریشانیاں آپ کو کیا بتاؤں؟‘‘

’’بیٹا ماں ہوں تیری، ساری پریشانیاں میرے علم میں ہیں، مگر خود کردہ را علاج نیست، اب کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔‘‘

’’تنگ آ گیا ہوں مما، کچھ کریں میرے لیے۔ آپ جو کچھ کریں گی میں آپ کا ہاتھ بھی نہیں روکوں گا۔‘‘

اندر ہی اندر طاہرہ جہاں بیگم خوش ہو گئیں۔ دانش کے یہ الفاظ بڑے سکون بخش تھے۔

’’بیٹا جان دے کر بھی تیری اس مشکل کا حل مل جائے تو میں جان دینے کو تیار ہوں۔ پر زبان

کھولتے ہوئے ڈر لگتا ہے کسی اور کی بھلا مجھے کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بس یوں سمجھ لے تجھ سے ڈرتی ہوں کہ تُو مجھ سے فرنٹ نہ ہو جائے۔''

دانش خاموشی سے چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر بولا۔ ''مما ایک بات کہنا چاہتا تھا میں آپ سے؟''

''ہاں۔ بول بیٹے۔''

''آپ کو چھوڑنے کا تو خیر میں خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا، لیکن ایک بڑی مشکل ہے میرے لیے۔ وہ یہ کہ اگر کہیں دوستوں میں جاتا ہوں تو وہ میری جان کے پیچھے لگ جاتی ہے۔ میرے پیچھے پیچھے چل پڑتی ہے۔ ایک عذاب بن گیا ہے میرے لئے۔ دوست الگ میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ ماما آپ میری مدد کریں۔ میں اپنے مختصر سے ضروری سامان کے ساتھ اپنے لیے کوئی الگ رہائش گاہ بنانا چاہتا ہوں تا کہ جب میرا دل گھبرائے تو وہاں جا کر تھوڑا سا سکون حاصل کر سکوں۔ میری یہ رہائش گاہ بالکل خفیہ ہونی چاہئے۔ یہاں تک کہ پاپا کو بھی اس بارے میں علم نہ ہو۔ ہزار سوال کریں گے۔ الٹی سیدھی باتیں سوچیں گے، لیکن میں نے دل کی بات آپ کو بتا دی ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ اپنے بیڈروم میں سونے پر مجبور نہ ہوں۔''

''لے بیٹا۔ کیا نہیں ہے تیرے لیے۔ ایک سے ایک خوبصورت گھر، ایک سے ایک خوبصورت جگہ پڑی ہوئی ہے۔ کوئی بھی جگہ حاصل کر لے۔''

''ایک فلیٹ چاہئے مجھے۔''

''تو لے لے، میرے پاس کچھ چابیاں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ لے ایک چابی میں تجھے دیتی ہوں۔'' پھر طاہرہ جہاں بیگم نے اسے فلیٹ کے بارے میں بتایا اور دانش خوش ہو گیا۔

''وہ فلیٹ تو میں نے بھی دیکھا ہے مما۔ خالی ہے۔''

''ہاں پچھلے ہی مہینے کرائے دار چھوڑ کر کینیڈا چلے گئے ہیں۔ صاف ستھرا کر دیا ہے نوکروں نے۔ چابی مجھے لا کر دی ہے۔ تمہیں یہ بات تو پتہ ہے کہ مرزا صاحب کے پاس اتنا وقت کہاں ہے اور پھر سچ بات یہ ہے کہ اب وہ بھی تمہاری طرف سے پریشان رہنے لگے ہیں۔''

''مجھے اندازہ ہے مما بس......''

''بیٹا ابھی ماں باپ پر اعتبار نہیں کیا تُو نے، یہ تک نہیں بتایا کہ بہو کے ماں باپ کہاں ہیں؟ یہاں اور کوئی رشتے دار ہے یا نہیں؟ ویسے ایک بات بتاؤں دولت تو اس کے پاس بے پناہ ہے۔''

''میں تو کہتا ہوں مما ایسی دولت پر جو میرے لیے سکون کا باعث نہ ہو۔ اللہ کے فضل سے خود میرے اپنے پاس کیا نہیں ہے۔ میں نے کبھی اس سے نہیں پوچھا کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے؟ کہاں ہے؟ لیکن لیکن......'' دانش کی زبان یہاں ہمیشہ بند ہو جاتی تھی۔ حالانکہ کتنی ہی بار تزئین کی اصلیت ملازموں تک پر کھل گئی تھی، لیکن دانش جب بھی اس کے بارے میں کچھ کہنے کی کوشش کرتا، اسے اپنی زبان کے آگے ایک دیوار سی محسوس ہوتی تھی۔ اس کی زبان ساکت ہو جاتی تھی۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا اور اس نے اس کیفیت کو اچھی طرح محسوس بھی کر لیا۔

بس اس کے بعد مزید کیا کہتا۔ طاہرہ جہاں بیگم سے چابی لی، فلیٹ کا پتہ اسے معلوم تھا۔ چابی اس نے احتیاط سے جیب میں رکھ لی۔ اسے اس بات کا بھی خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جب وہ تیار ہو کر نکل رہا ہو تو تزئین واپس آ جائے۔ بس ماں سے اجازت مل گئی تھی اتنا ہی کافی تھا، چنانچہ اپنے کپڑے لے کر جنہیں اسے پہن کر رات کو گرین لینڈ جانا تھا، وہ تیزی سے باہر نکل آیا۔

+====+====+

فلیٹ بے حد خوبصورت تھا۔ چار بڑے کمروں پر مشتمل اور ہر طرح سے آراستہ اور پیراستہ۔ مرزا اختیار بیگ کے پاس ایسی کئی جگہیں تھیں، جنہیں انہوں نے اپنے طور پر ہر لحاظ سے ڈیکوریٹ کرایا ہوا تھا اور عام طور سے غیر ملکی مہمانوں کو کرائے پر دے دیا کرتے تھے۔ بہر حال یہ بھی ان کا ایک بزنس ہی تھا۔ اس فلیٹ میں بھی آراستگی کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اس وقت دانش خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ وقت کے لیے تزئین کے طلسم سے آزاد ہو گیا ہو۔ خوب اچھی طرح غسل کرنے کے بعد اس نے لباس پہنا۔

وقت گزرتا جا رہا تھا اور وہ ایمی کے خیال سے مسرور تھا۔ ایمی بہر طور ایک خوبصورت لڑکی تھی اور اسے بہت پسند آئی تھی، لیکن اس وقت تزئین نے بڑا غلط طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ یہاں دانش نے کچھ اور فیصلے بھی کئے کہ تزئین اگر کہیں جا کر دفع ہو جاتی ہے تو اسے ہونے دیا

جائے۔ اس دن کلب میں کسی کے ساتھ رقص کرتے دیکھ کر نہ جانے کیوں دانش کی رگِ حمیت بھڑک اٹھی تھی اور اس نے خواہ مخواہ جھگڑا مول لے لیا تھا، لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ کہیں اور اپنے دل کو لگاتی ہے تو لگانے دیا جائے۔

اوّل تو اس کمبخت کے پاس دل کی موجودگی ہی ناممکن تھی، وہ ایک بدروح تھی، ایک چڑیل، چڑیلوں کا کیا طریقۂ کار ہوتا ہے، اس بارے میں اسے معلومات نہیں تھیں بلکہ صحیح طور پر تزئین کے بارے تک میں اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ چڑیلوں کی کون سی قسم میں سے ہے اور اس پر کس طرح مسلط ہوگئی ہے جہاں تک اس کے ماضی کا تعلق تھا، خود اسے کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ وہ طاہرہ بیگم کو کیا بتاتا۔

طاہرہ بیگم نے جس دولت کا حوالہ دیا تھا وہ طاہرہ بیگم نے تو بے شک دیکھی تھی، لیکن یہ بات دانش کے علم میں آج تک نہیں آئی تھی۔ ویسے اس نے کبھی اس بارے میں غور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ تو خود مصیبت کا شکار ہوگیا تھا۔ اسی رات سے جس رات اس نے پہلی بار تزئین کا خطرناک روپ دیکھا تھا۔

بہر حال اس وقت وہ اپنے ذہن پر ایسے کسی بوجھ کو نہیں رکھنا چاہتا تھا کیونکہ ایمی سے ملاقات ہونے والی تھی اور اس کے بعد آئندہ کے لیے بھی لائحہ عمل طے کرنا تھا۔ ایمی فراخ دل لڑکی تھی۔ اس نے اس دن کی باتوں کو بھی نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ بات دانش کو بہت پسند آئی تھی۔ وقتِ مقررہ پر وہ اپنی اعلیٰ درجے کی کار میں بیٹھ کر ہوٹل گرین لینڈ روانہ ہوگیا۔

گرین لینڈ میں بہت رونق تھی۔ یہاں آنے والے معمولی لوگ نہیں ہوا کرتے تھے۔ اس وقت بھی ریفریشنگ ہال میں بڑی جینٹری نظر آرہی تھی۔ دانش نے اپنی میز مخصوص کرائی تھی۔ وہ آگے بڑھا تو ویٹر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ویٹر کو اپنا نام بتایا تو ویٹر نے اس کی رہنمائی اس میز تک کی۔ دانش میز پر بیٹھ گیا۔

اس نے طائرانہ نگاہ چاروں طرف ڈالی۔ مدھم مدھم آوازیں گونج رہی تھیں۔ بڑا اچھا پُرسکون ماحول تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے ایمی کو دیکھا جو ایک خوبصورت لباس میں اندر داخل ہوئی تھی اور اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ دانش نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر اسے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ایمی مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو دانش۔"

"ہیلو ایمی، میں آپ کی آمد کا بے حد شکر گزار ہوں۔"

"شکریہ۔" ایمی بیٹھ گئی۔ وہ پسندیدہ نگاہوں سے دانش کو دیکھ رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے لگے۔ پھر اس نے کہا۔ "اور آپ کی مسز کیسی ہیں مسٹر دانش؟"

"حسبِ معمول، کوئی تبدیلی نہیں ہے ان کے اندر۔"

"دانش! کبھی کبھی انسان ایسی غلط باتیں کر بیٹھتا ہے جو دوسرے کو ناگوار گزرتی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی کسی کو پسند آئے تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ آپ نے اس دن مختصراً مجھے اپنی مسز کے بارے میں بتایا تھا۔ خیر کبھی کبھی ہم لوگ ایسے اندھے اقدامات کر بیٹھتے ہیں وقتی طور پر جذباتی ہو کر جو بعد میں ہمارے لیے عذاب بن جاتے ہیں۔ میں کہہ رہی تھی کہ اب تو یہ زمانہ نہیں ہے کہ انسان ناپسندیدہ جگہوں پر قید ہو کر رہ جائے۔ میرے خیال میں آپ کو فوری طور پر اپنی مسز کو طلاق دے دینی چاہیے تھی۔ زندگی کو روگ لگانے سے کیا فائدہ؟"

دانش نے گردن جھکالی۔ وہ سوچ میں ڈوب گیا تھا، پھر اس نے کہا۔ "ایمی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، لیکن کچھ الجھنیں ایسی ہوتی ہیں جن کا حل انسان کے پاس نہیں ہوتا۔"

"نہیں۔ میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ نے لَو میرج کی ہے۔ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف۔"

"ہاں مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ آنے والا وقت مجھ پر کیسا گزرے گا۔ چلیں چھوڑیئے یہ بعد کی باتیں ہیں۔ آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔ بہت اچھی۔ ایمی مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایئے۔"

"میں ایک سمپل سی لڑکی ہوں، کوئی تبدیلی نہیں ہے میرے اندر۔ آپ نے خود دیکھ لیا ہو گا۔ اس دن بھی میں نے آپ سے تعاون کیا تھا اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ شاید آپ نے کسی خاص احساس کی وجہ سے مجھے فون نہ کیا ہو۔ میرا مطلب ہے کہ بس میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔ میں نے سوچا کہ میں آپ کو فون کرکے خود ہی آپ سے رابطہ کروں۔ اصل میں دانش آپ بھلائی جانے والی چیز نہیں ہیں۔"

دانش نے شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھا، لیکن اچانک ہی اس کی اپنی آنکھوں میں دھندلاہٹ سی پیدا ہونے لگی۔ اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ایمی کے چہرے میں کوئی تبدیلی رُونما ہو رہی ہو۔ دانش نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی۔ وہ اسے اپنی ایک بیماری سمجھتا تھا، جو اس پر اچانک ہی حملہ آور ہو جاتی تھی۔ اس نے رومال سے آنکھیں صاف کیں اور پھر ایمی کو دیکھنے لگا، لیکن اب ایمی کا چہرہ بالکل تبدیل ہو چکا تھا۔ ہڈیوں کا ایک ہولناک ڈھانچہ لمبے لمبے دانت اور جاگتی آنکھیں۔

دفعتاً ہی وہ منمناتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''اور سناؤ دانش۔ خوب رنگ رلیاں منائی جا رہی ہیں لیکن یاد رکھو کہ اچھی بیویاں شوہروں سے غافل نہیں رہتیں۔ اس طرح کی لڑکیاں دولت مند نوجوانوں پر ڈورے ڈالتی رہتی ہیں۔ میرا فرض ہے کہ تم پر نگاہ رکھوں اور تمہاری حفاظت کروں۔'' وہی منمناتی آواز، وہی چہرہ، دانش نے مزید غور سے دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ چند لمحات پہلے کی ایمی اب مکمل طور پر تزئین بن چکی ہے۔ وہ تزئین جسے دیکھ کر ہی دانش کے دل میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا۔

ایک دم اس کے حلق سے خوفناک چیخ نکلی اور اس نے سامنے رکھا ہوا گلاس اٹھا لیا۔

''جان سے مار دوں گا تجھے، ختم کر دوں گا۔'' اس نے گلاس تزئین پر پھینک کر مارا، لیکن گلاس تزئین کے چہرے کے پاس سے گزر گیا اور پیچھے بیٹھے ہوئے ایک معزز شخص کے شانے پر پڑا۔ شکر ہے کہ گلاس شانے پر ہی پڑا تھا ورنہ جس قوت سے دانش نے اسے پھینکا تھا، اگر وہ اس شخص کے چہرے پر لگ جاتا تو لازمی طور پر وہ شدید زخمی ہو جاتا۔

''تُو نے میری زندگی تلخ کر دی ہے بے غیرت عورت، بہت ہو چکا، جہاں بھی تُو مجھے ملی میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔'' پھر دانش نے سامنے رکھا ہوا ایش ٹرے اٹھایا۔ پتھر کا حسین ایش ٹرے دانش کے ہاتھ سے نکلا اور اس بار خوب بھگدڑ مچ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ چند ویٹر اس جانب دوڑ پڑے۔ دانش کچھ اٹھانے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ ویٹروں نے اسے پکڑ لیا۔

''کیا بات ہے جناب کیا بات ہے؟'' ویٹر اس سے سوال کرنے لگے۔

قرب و جوار کے لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ کسی نے کہا۔ ''بے ہوش ہے۔ نشے میں ہے۔''

لوگ گالیاں بکنے لگے۔ جس کے کندھے پر دانش کا پھینکا ہوا گلاس لگا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور دانش کے قریب پہنچنے کی کوشش کی، لیکن پیچھے سے ویٹروں نے اسے پکڑ لیا تھا۔

''آپ کو اندازہ ہو گیا ہے جناب کہ وہ نشے میں ہے۔ میڈم! آپ انہیں اس طرح یہاں کیوں لے آئیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ معزز لوگوں کا ہوٹل ہے۔ آپ پلیز انہیں فوراً باہر لے جائیے۔'' یہ الفاظ وہ ایمی سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے، جو خود حیرت سے منہ پھاڑے دانش کو دیکھ ہی تھی اور بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔

اسی وقت دانش پر کئی فلیش لائٹ کے جھماکے ہوئے، غالباً وہاں فوٹو گرافر بھی موجود تھے، جو خبروں کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکتے رہتے ہیں۔ دانش کو کوئی اندازہ نہیں تھا۔ وہ بار بار ایمی پر جھپٹ رہا تھا اور ایمی گھبرا گھبرا کر پیچھے ہٹ رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایمی پھرتی سے ہال کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ ویٹروں نے دانش کو پکڑ لیا تھا۔

''آپ...... آپ براہ کرم شرافت سے باہر تشریف لے جائیے، ورنہ پھر ہم آپ کے ساتھ وہ سلوک کریں گے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ چلئے باہر۔''

''میری بات سنو میں ایک معزز آدمی ہوں۔''

''جی ہاں، وہ تو آپ نظر آ رہے ہیں۔'' کسی نے طنز کیا۔

''وہ کیا چلی گئی کمبخت۔ اس نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔''

''آپ جیسے لوگوں کو برباد ہونا ہی چاہئے۔ آئیے۔'' اب ہوٹل کا سپر وائزر اور منیجر بھی آ گئے تھے۔

دانش کو ایک طرح سے دھکے دے کر وہاں سے نکالا گیا۔ ایمی کا اب دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ باہر آنے کے بعد دانش کے حواس واپس آنے لگے۔ ویٹر اب بھی دروازے پر کھڑے ہوئے اسے گھور رہے تھے اور دانش کو تمام تر صورتِ حال کا اندازہ تھا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے۔ اب اس کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ یہاں سے نکل جائے۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھا اور اپنی کار تک پہنچ گیا۔

ہوٹل کا عملہ اور کچھ دوسرے لوگ جو اس صورتِ حال سے لطف اٹھا رہے تھے، وہ خوب دانش کا مذاق اڑا اڑا کر ہنس رہے تھے۔ پھر وہ اسے اپنی کار کے قریب دیکھ کر حیران ہو گئے۔ بہت قیمتی کار تھی۔ ویسے بھی دانش کا لباس وغیرہ بہت شان دار تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ

گیا تو کسی نے کہا۔ ''کل صبح اس کی تصویر اخباروں میں ہوگی کہ اس کا حادثہ ہوگیا۔ بری طرح نشے میں ہے کمبخت۔ کیسے کیسے لوگ ہیں۔ جب اپنے آپ پر قابو نہیں پاسکتے تو نشہ کیوں کرتے ہیں۔''

یہ آوازیں دانش کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکالی۔

+====+====+

عزیزہ بیگم نے فرخندہ کو آواز دی۔ فرخندہ تو ویسے ہی سہمی ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کافی عرصے کے بعد اسے ایک دوست نما لڑکی ملی تھی۔ اتنی بے باک اور اتنی پیاری کہ فرخندہ کے دل میں آبیٹھی تھی۔ اس کے جانے کے بعد فرخندہ کو شدید احساس ہوا تھا کہ اس نے اپنے گھر میں تزئین کی وہ پذیرائی نہیں کی جو اسے کرنی چاہیے تھی، لیکن چشمِ تصور سے وہ عزیزہ بیگم کے بھوت کو بھی دیکھ رہی تھی، جو اب اس پر قہر برسانے والا تھا۔

عزیزہ بیگم نے جب اسے آواز دی تو وہ بری طرح سہم گئی۔ عزیزہ بیگم بہت ہی ستم ظریف خاتون تھیں۔ وہ فرخندہ کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتی تھیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ شروع میں فرخندہ، مقبول احمد کی بہت چہیتی تھی۔ وہ اس کی ہر بات مانتا تھا، لیکن بعد میں حالات بدلتے گئے اور پھر کایا ہی پلٹ گئی۔

فرخندہ کے اپنے والدین تو ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہاں اور کوئی عزیز واقارب نہیں تھے۔ چنانچہ بس اس گھر کی ہی ہو کر رہ گئی تھی۔ جب تک اسے مقبول احمد کا تحفظ اور محبت حاصل تھی تب تک تو اس نے بڑی خوش وخرم زندگی گزاری اور اس کے بعد جب کھونٹا اکھڑ گیا تو پھر کس کے سہارے جیتی۔ اب تو بس زندگی کے دن گزر رہے تھے، خوشیوں کا کہیں نام ونشان نہیں تھا۔ بس زندگی گزار رہی تھی۔ تزئین اسے بہت اچھی لگی تھی۔ آخر کار وہ لرزتی کانپتی عزیزہ بیگم کے پاس پہنچ گئی۔

''جی امی جان۔''

''فرخندہ، پریشان پریشان سی لگ رہی ہو۔ کیا بات ہے؟''

''نہیں امی ٹھیک ہوں۔''

''وہ لڑکی کون تھی فرخندہ۔ عجیب سی تھی۔ ویسے تھی بڑی چناخ پٹاخ۔ کب سے تمہاری

دوست ہے۔ پہلے تو کبھی تم نے نہ اسے بلایا، نہ کسی ایسی دوست کا تذکرہ کیا۔ کیا ملک سے باہر تھی۔ یہی کچھ بتایا تھا نا؟''

''جی امی۔ میری اس سے آج ہی جان پہچان ہوئی تھی۔ پہلے کبھی نہیں ملی تھی میں اس سے۔ اسٹور میں خریداری کر رہی تھی کہ میرے پاس آگئی اور اس طرح محبت سے باتیں کیں کہ میں بھی جواب دینے پر مجبور ہوگئی، مگر میں نے اسے اپنے گھر آنے کی دعوت نہیں دی تھی۔ گاڑی میں جا کر بیٹھی تو ڈرائیور نے بتایا کہ گاڑی خراب ہوگئی ہے۔ وہ بھی شاید اپنے گھر جانے والی تھی جب ڈرائیور نے صاف کہہ دیا کہ بیگم صاب گاڑی ٹھیک ہونے میں دیر لگے گی تو اس نے مجھے آفر کی کہ وہ مجھے گھر چھوڑ دے گی۔''

''پھر؟''

''بس پھر وہ میرے ساتھ یہاں تک چلی آئی۔ یہاں آنے کے بعد اس نے خود ہی مجھ سے گھر کے اندر آنے کی فرمائش کی۔ میں کیسے منع کرتی اسے۔'' عزیزہ بیگم نے ساری صورتِ حال سنی۔ فرخندہ کے چہرے سے اندازہ لگایا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی اور پھر اپنی اصلیت پر آگئیں۔

''تو بی بی سامان تو ساتھ لا نہیں رہی تھیں کندھے پر رکھ کر، ٹیکسی کر لیتیں، تمہیں پتہ ہے کہ مجھے اس طرح کسی کا آنا پسند نہیں ہے۔''

''جی امی۔ آپ یقین کریں میں نے اس سے ایک بار بھی نہیں کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ گھر آئے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ ایک طرح سے خود ہی چلی آئی تھی۔ ہاں اتنی غلطی مجھ سے ہوئی ہے کہ میں نے اسے گھر آنے سے منع نہیں کیا، مگر کیا کہہ کر منع کرتی۔ آپ خود بتائیے۔''

''چلو ٹھیک ہے، لیکن دوبارہ نہ آئے خیال رکھنا اس چیز کا۔ میں نہیں پسند کرتی کہ ایرے غیرے میرے گھر میں گھسے چلے آئیں۔ آئیں تو بی بی قاعدے سے آئیں۔ تمہاری دوست تھی۔ پہلے آ کر مجھے سلام کرتی، خیریت پوچھتی، اس کے بعد کچھ کھاتی پیتی۔ اب ہم اتنے گئے گزرے بھی نہیں ہیں۔'' اچانک ہی عزیزہ بیگم کو اس کا خیال آگیا تھا کہ وہ طاہرہ جہاں کی بہو ہے۔ ان کے اکلوتے بیٹے کی بیوی۔ دوبارہ آنے کو منع تو کر رہی تھیں لیکن اگر خود طاہرہ جہاں کبھی آنا چاہیں یہ تو ان کے لیے بڑے اعزاز کی بات تھی، چنانچہ ایک دم باتیں کرتے کرتے انہوں نے چولا بدل لیا تھا، پھر بولیں۔ ''سمجھ رہی ہو نا میری بات۔ مجھے صرف اس بات کا غصہ

ہے کہ آئی تھیں تو کم از کم میرے پاس تو آتیں۔ چلو خیر خیال رکھنا آئندہ۔''

''جی امی جان۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں خود اسے کبھی دوبارہ فون نہیں کروں گی آ جائے تو آپ خود اس سے بات کر لیجئے گا بلکہ اگر میرے پاس آئی تو میں اسے لے کر آپ کے پاس آ جاؤں گی۔'' فرخندہ کو حیرت تھی کہ عزیزہ بیگ نے اتنی آسانی سے اس کی جان کیوں چھوڑ دی ہے۔

ادھر عزیزہ بیگم فوراً ہی طاہرہ جہاں بیگم کو فون ملانے لگی تھیں۔ فرخندہ ان کے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

طاہرہ جہاں سے رابطہ قائم ہو گیا تو عزیزہ بیگم نے سلام کیا۔ ''وعلیکم سلام......کون؟''

''لو اب ایسی بھی بے رخی کیا۔ نمبر نہیں پہچان رہیں میرا؟'' عزیزہ بیگم نے کہا، طاہرہ جہاں ٹیلی فون نمبر دیکھنے لگی تھیں، پھر انہوں نے کہا۔ ''معافی چاہتی ہوں میرے پاس یہ نمبر محفوظ نہیں ہے۔''

اچانک ہی عزیزہ بیگم کو خیال آیا کہ انہوں نے تو دیدار خالہ کے فون پر طاہرہ جہاں سے بات کی تھی۔ طاہرہ جہاں نے ان کا نمبر مانگا تھا اور نہ ہی انہوں نے اپنا نمبر خود دیا تھا۔ یہ نمبر تو عزیزہ بیگم نے دیدار خالہ سے لے لیا تھا۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔ ''ارے ہاں میں بھول ہی گئی۔ میری تو آپ سے دیدار خالہ کے فون پر بات ہوئی تھی۔ خیر آپ نے جو حکم دیا تھا میں نے اس کی تعمیل کر ڈالی۔ میں نے فرخندہ سے معلوم کیا کہ بی بی کب سے جانتی ہو ان بیگم صاحبہ کو۔ مگر بات ہی عجیب معلوم ہوئی۔ پتہ چلا آج ہی ملی تھیں انہیں اسٹور میں۔ وہ شاپنگ کر رہی تھی تب۔'' اس کے بعد عزیزہ بیگم نے تھوڑی نمک مرچ لگا کر اس ملاقات کے بارے میں تفصیل بتائی۔ طاہرہ بیگم نے گردن ہلا کر کہا۔ ''اچھا تو یہ سلسلہ ہوا تھا۔''

''ہاں۔ ہمارے لیے کوئی اور خدمت ہو تو بتائیں طاہرہ جہاں۔ ہم تو سچی بات ہے دل مسوس کر رہ جاتے تھے کہ دیکھو کوئی دور کی رشتے داری بھی نہیں ہے، مگر دلوں میں کتنے فاصلے ہو گئے ہیں کہ ہمیں بیٹے کی شادی پر بھی نہیں بلایا۔''

''بس جو غلطی ہو گئی سو ہو گئی عزیزہ باجی، آئندہ ملاقاتیں رہیں گی۔''

''ارے گھر آؤ میرے، میرے ساتھ کھانا کھا کر مجھے عزت بخشو، بلکہ اگر مناسب ہو تو بہو کو بھی لے کر آؤ۔ ہماری جو بھی اوقات ہے ہم خاطر مدارات کریں گے۔''

ضرور آؤں گی کسی وقت۔''

''اچھا پھر خدا حافظ۔''

''خدا حافظ۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

اور عزیزہ بیگم کسی سوچ میں ڈوب گئیں۔

+====+====+

طاہرہ جہاں پھر پریشان ہو گئی تھیں۔ یہ تو کچھ نہ ہوا۔ ایک امید بندھی تھی کہ شاید عزیزہ بیگم کی بہو اس کے ماضی کے بارے میں کچھ جانتی ہو، لیکن یہاں بھی معاملہ ٹائیں ٹائیں فش ہو گیا تھا۔ نہ جانے ان کے ذہن میں کیا کیا جال بنتے رہتے تھے۔ آخر یہ عزیزہ کے گھر کیسے پہنچ گئی۔ دل میں یہ خیال بھی آیا کہ کہیں جان بوجھ کر کسی منصوبے کے تحت نہ گئی ہو۔ رشیدہ اور ناظمہ مشیر خاص تھیں۔ ان سے دل کی ہر بات ہو جایا کرتی تھی، ورنہ شوہر کوئی دلچسپی لے رہا تھا نہ بیٹا۔ دونوں مشیر خاص پہنچ گئیں۔

''ارے ناظمہ بڑی گڑبڑ ہو گئی۔''

''کیا ہوا بیگم صاحبہ؟''

''ناظمہ وہ بلی کا بچہ جو تھا نا وہ اصل میں بلی کا بچہ نہیں تھا، تم بتا رہی تھیں کہ تزئین کے کمرے سے نکلا تھا۔''

''ہاں بیگم صاحبہ میں تزئین کو یہی بتا رہی تھی کہ قسم اللہ کی روشن دان سے مجھ پر کودا تھا تو مجھے یہی لگا جیسے ڈھائی من کی بوری میرے اوپر آ پڑی ہو۔ اس چھٹانک بھر بلی کے بچے میں اتنا وزن کہاں سے آ گیا۔ وہ تھا ہی نہیں بلی کا بچہ۔ سپاٹ دیوار پر ایسے چڑھ گیا جیسے کوئی چھپکلی چڑھتی ہے۔ کوئی رکاوٹ ہی نہیں تھی۔''

''میں سمجھ گئی، دیدار خالہ آئی تھیں۔ دروازہ بند تھا اسے کنسوئے لینا ضروری تھا۔ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اس کے حق میں یا اس کے خلاف۔ سو بی اس کے لیے دیوار پر چڑھنا کیا مشکل تھا۔ تم بتا رہی تھیں کہ درخت پر ایسے چڑھ گئی تھی جیسے بندر چڑھ جاتے ہیں۔ ارے بھیا کہاں سے یہ عذاب لے آیا دانش۔ کہاں سے یہ عذاب لے آیا بیٹا۔ ذرا سا ماں پر بھروسہ کر لیتا، ایسی دلہن لے کر آتی تیرے لیے کہ دنیا دیکھتی، پر اس کمبخت چڑیل نے کیسا گھیرا ہے میرا۔ ہائے دیدار خالہ جلدی سے مجھے ملا دو بابر شاہ سے۔ ہاتھ جوڑ کر کہوں گی کہ شاہ جی، اس

بھوتنی کو نکال دو میرے گھر سے ورنہ کسی نہ کسی کی جان چلی جائے گی، مگر یہ آخر وہاں پہنچ کیوں گئی۔ اس کا کیا مسئلہ ہے۔ ہم لوگ عزیزہ بیگم اور ان کی بہو کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، سو کمبخت گھس گئی وہاں پر جا کر۔ ارے اب تو عزیزہ کا بھی اللہ ہی حافظ ہے۔ پتہ نہیں کس چکر میں گھسی ہے وہ وہاں۔"

"بیگم صاحبہ، ہوشیار کر دیں انہیں۔ آپ کی رشتے دار ہیں۔" رشیدہ بولی۔

"ہاں ہیں تو خیر رشتے دار، مگر کیا کہوں گی، وہ میرے لیے اور عذاب بن جائے گی۔"

"تو بن جائے اس سے کیا فرق پڑتا ہے، وہ اب کون سا آپ کے ساتھ اچھا سلوک کر رہی ہیں۔" رشیدہ نے کہا اور طاہرہ جہاں فکر مندی سے گردن ہلانے لگیں، پھر بولیں۔

"اب صرف ایک ہی سہارا ہے۔ میں سمجھ رہی ہوں ان سب کو۔ دیدار خالہ بھی نخرے کر رہی ہیں۔ ارے میری کوئی اپنی ہوتیں تو دو منٹ نہ لگاتیں بابر شاہ سے ملنے میں۔ میری یہ مشکل میرا دل یہی کہتا ہے کہ اب بابر شاہ ہی کے ذریعے دور ہو گی۔ دیکھو اللہ مالک ہے۔ کب ملنا ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا اور رشیدہ اور ناظمہ گردن ہلانے لگیں۔

✦====✦====✦

کاروبار کی طرف سے بالکل اطمینان تھا۔ ایک سیٹ اپ بنا ہوا تھا مرزا اختیار بیگ کا۔ ملازمین تھے، ہر طرح کی آسانیاں حاصل تھیں، لیکن بس بیٹے کی طرف سے پریشان رہتے تھے۔ یہ بات نہیں تھی کہ دانش کے لیے دل میں پیار نہ ہو۔ بہت چاہتے تھے وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو، لیکن دانش اور ان کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

وہ خود سر، سرکش اور کوئی بات نہ ماننے والوں میں سے تھا۔ یہی چیز اسے لے ڈوبی تھی، ماں کے زیر تربیت رہا تھا اور طاہرہ جہاں بیگم بس مرزا اختیار بیگ کی کمزوری رہی تھیں۔ پتہ نہیں کیوں ہمیشہ ہی درگزر سے کام لیتے رہے تھے اور اب بھی وہی کیفیت تھی۔ اس وقت بھی ناشتے کی میز پر باقی لوگوں سے پہلے آ بیٹھے تھے۔

وہ پہلے وہاں بیٹھ کر اخبار پڑھتے، پھر طاہرہ جہاں بیگم آ جاتیں، اس کے بعد دانش اور تزئین، لیکن اس میں کوئی باقاعدگی نہیں تھی۔ شروع ہی سے یہ رہا تھا کہ دانش اور تزئین کو آنا ہوتا تو آ جاتے، ورنہ ناشتہ ان کے کمرے ہی میں چلا جاتا۔ انتظار کے لیے تھوڑا سا وقت متعین تھا، اس وقت میں اگر دونوں آ جاتے تو ٹھیک تھا ورنہ نہیں۔

مرزا صاحب اخبار پڑھتے پڑھتے ایک دم اچھل پڑے۔ انہوں نے اخبار میں دانش کی تصویر دیکھی تھی۔ دوسرے لمحے انہوں نے آنکھوں سے چشمہ اتار کر صاف کیا اور پھر تصویر کو غور سے دیکھنے لگے۔ برابر ہی ایک خوبصورت لڑکی کی تصویر تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک بار پھر دھندلائی ہوئی آنکھوں کو صاف کیا اور تصویر کے ساتھ لگی ہوئی خبر کو پڑھنے لگے۔ لکھا تھا۔

"شہر کے ایک بڑے رئیس زادے پر دیوانگی کا دورہ۔ ایک خوبصورت لڑکی پر پلیٹیں پھینکنا شروع کر دیں۔ گلاس کھینچ مارا۔ لڑکی زخمی ہونے سے بچ گئی، لیکن ہوٹل کے دوسرے گاہکوں کو نقصان پہنچا۔ بہت بڑے آدمی کا بیٹا ہونے کی وجہ سے انہیں پولیس کے حوالے نہیں کیا گیا۔ لڑکی انہیں چھوڑ کر بھاگ گئی۔ یہ صاحب زادے شہر کے ایک بہت بڑے بزنس مین اور صنعت کار مرزا اختیار بیگ کے صاحب زادے دانش اختیار بیگ تھے۔"

مرزا صاحب نے خبر پڑھی اور آگ بگولہ ہو گئے۔ یہ ایک نئی افتاد تھی جو پڑھنے کو ملی تھی۔ ملازم ناشتہ لگا رہا تھا۔ طاہرہ جہاں ناشتے کے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں کہ مرزا اختیار بیگ نے غراہٹ کے ساتھ ناشتے کے برتن اٹھا کر پھینک دیئے اور غصے سے دہاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"الٰہی خیر۔ آپ کو کیا ہوا؟" طاہرہ جہاں نے ہول کر کہا۔

"پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے طاہرہ جہاں۔ ٹھیک ہے وہ میری اکلوتی اولاد ہے، لیکن خودکشی تو میں بھی نہیں کر سکتا۔ میں بھی جینا چاہتا ہوں۔ طاہرہ جہاں ختم کر دیا اس شخص نے ہمیں۔ مار دیا اور دیکھو نہ جانے کیا کیا دیکھنے کو ملتا ہے۔ طاہرہ جہاں برباد کر دیا اس نے۔ دو کوڑی کی عزت کر کے رکھ دی۔ ہم شریف لوگ اچھی خاصی حیثیت کے مالک، لیکن اس نے ہمیں بدنام کر کے رکھ دیا۔ ہے کہاں مردود؟" مرزا اختیار بیگ دروازے کی جانب بڑھے۔

"رکیے۔ میری بات تو سنیے۔ میری بات تو سنیں۔"

"بہت سن لی تمہاری بات طاہرہ جہاں۔ آج اس سے دو ٹوک بات کر کے رہوں گا۔"

مرزا اختیار بیگ آندھی اور طوفان کی طرح دانش کے بیڈ روم میں داخل ہوئے۔

اس وقت دانش بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر تزئین ایک آرام دہ کرسی پر دراز، پُرسکون نگاہوں سے دانش کو دیکھ رہی تھی۔ مرزا صاحب کے ہاتھ میں اخبار دبا ہوا تھا، جس طرح وہ اندر داخل ہوئے تھے۔ اس پر دانش اور تزئین نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا تھا صاحبزادے رات کو، کتنی پی لی تھی۔ میں کہتا ہوں جتنی ہضم کر سکتے ہو اتنی پیا کرو۔ اس طرح تماشے کرنا تمہارے لیے کوئی حیثیت نہ رکھتا ہوگا، لیکن میں ایک باعزت شہری ہوں، میرا اپنا ایک مقام ہے۔ میرے لیے یہ سب کچھ ناقابلِ برداشت ہو چکا ہے اب۔"

"کیا ہوا پاپا؟ مجھے بتائیے تو سہی۔"

"یہ دیکھیے، عیاشیاں تو آپ کو کرنی ہی چاہئے تھیں۔ ظاہر ہے اپنی محنت سے آپ نے ایک روپیہ نہیں کمایا۔ باپ کی دولت پر زندگی گزاری ہے، لیکن یہ سب کچھ تو نہیں ہونا چاہیے۔"

"ہوا کیا ہے؟" دانش نہ جانے کیوں ان باتوں کے باوجود نرم ہی رہا تھا۔

تب مرزا اختیار بیگ نے اخبار والی تصویر سامنے رکھ دی۔ "ماشاء اللہ اب اس قدر مشہور ہو گئے ہیں آپ کہ اخبارات میں تصاویر چھپنے لگی ہیں۔ فوٹو گرافر پیچھے لگے رہتے ہیں کہ دیکھیے رئیس اعظم مرزا اختیار بیگ کے صاحبزادے دانش اختیار بیگ کیا کیا گل کھلاتے پھر رہے ہیں۔ تزئین تم بھی دیکھو بیٹا۔ تمہارا شوہر کتنی خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔"

"دانش، تزئین کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر سرخی پھیلتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے خونی نگاہوں سے تزئین کو دیکھا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "پاپا! تمام مصیبتوں کی جڑ یہ ہے۔ یہی ہے وہ کمبخت جس نے میری زندگی عذاب بنا دی ہے۔ میں اسے قتل کر دوں گا پاپا، میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" دانش پر کچھ ایسی دیوانگی طاری ہوئی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تزئین کے پاس پہنچ گیا۔ تزئین ایک مظلوم لڑکی کی طرح اٹھ کھڑی ہو گئی۔ دانش کا بھرپور تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا اور وہ لڑکھڑا گئی۔

"مردود! میری موجودگی میں تُو اس پر ہاتھ اٹھائے گا۔ اس قدر بے غیرت ہو چکا ہے تُو۔" مرزا اختیار بیگ آگے بڑھے، لیکن اس دوران دانش دو تین ٹھوکریں تزئین کو مار چکا تھا اور تزئین کے حلق سے درد بھری چیخیں نکل رہی تھی۔ مرزا اختیار بیگ نے دانش کی دونوں کلائیاں پکڑیں تو دانش نے ایک جھٹکا دے کر دونوں کلائیاں ان سے چھڑالیں۔ مرزا اختیار بیگ آگے بڑھے اور انہوں نے دانش پر حملہ کر دیا۔

دانش نے اپنا بچاؤ کیا پھر بولا۔ "آپ مجھے نہ روکیے پاپا۔ آپ نہیں جانتے، یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔"

"اس کی وجہ سے کچھ نہیں ہو رہا، وہ میرے تحفظ میں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کس گھر سے تعلق رکھتی ہے؟ کیوں تیرے چنگل میں آ پھنسی ہے؟ میں کچھ نہیں جانتا، لیکن اب وہ میری بہو ہے، تُو یہ سلوک نہیں کر سکتا اس کے ساتھ۔"

"پاپا۔ آپ کو بالکل علم نہیں ہے اس کے بارے میں۔"

"مجھے سب علم ہے۔ خبردار جو اس کے بعد تُو نے اس کو ہاتھ لگایا۔"

تزئین آہستہ آہستہ سسکیاں لے رہی تھی۔ اس نے چہرہ دونوں ہاتھوں چھپا لیا تھا۔ بھلا کون دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت اس کے ہاتھوں کے نیچے چھپے ہوئے چہرے پر ایک پُراسرار اور شیطانی مسکراہٹ...... البتہ طاہرہ جہاں بیگم کی روح تک خوش ہو گئی تھی۔ انہوں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی انہیں یہ دلکش منظر دیکھنے کو ملے گا۔ دانش نے اس وقت بھی تزئین کے بارے میں زبان نہیں کھولی تھی، لیکن اس نے تزئین کے ساتھ جو سلوک کیا تھا، وہ طاہرہ بیگم کے لیے دل کی ٹھنڈک بن گیا تھا۔

"ہوش میں آ جا دانش ورنہ میں کچھ کر ڈالوں گا۔ میں تجھے عاق کر دوں گا۔ میں تجھے اپنی تمام دولت، جائیداد سے محروم کر دوں گا۔"

"میں خود یہاں سے چلا جاتا ہوں پاپا۔ میں خود آپ کی دولت پر تھوک دوں گا۔"

"نکل جا مردود، اسی وقت نکل جا۔ اسی وقت۔" مرزا اختیار بیگ دہاڑے اور دانش دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

طاہرہ جہاں کو اس حد تک امید نہیں تھی۔ وہ دانش کو روکنے کی کوشش کرنے لگیں، لیکن دانش گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

+====+====+

"پڑگئی کلیجے میں ٹھنڈک، بنا لیے نمبر بہو کے سامنے، ارے کیسے ہوتے ہیں دنیا والے، اپنوں سے دشمنی غیروں سے دوستی......! کل تک خود بھی کلکلا رہے تھے کہ آخر کون ہے یہ جس نے ہماری عزت دو کوڑی کی کر دی ہے اور اب اسی کے لیے بیٹے کو گھر سے نکال باہر کیا۔"

"طاہرہ جہاں! پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ ہوش میں آجاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" مرزا اختیار بیگ نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

تزئین ایک گوشے میں بیٹھی سسکیاں بھر رہی تھی۔ چہرہ دوپٹے سے ڈھکا ہوا تھا۔

"دیکھو کیسی ٹسوے بہا رہی ہے مرزا اختیار بیگ! میرا بچہ اس گھر میں نہیں رہا تو میں بھی نہیں رہوں گی، کہے دیتی ہوں تم سے!"

"تو جہنم میں جاؤ، روکا کس نے ہے تمہیں، پیچھا چھوڑو تو سہی تم دونوں ماں، بیٹے لعنت ہے تم پر!" یہ کہہ کر مرزا اختیار بیگ کمرے سے باہر نکل گئے۔

طاہرہ جہاں نے ایک نگاہ پھر تزئین پر ڈالی اور بولیں۔ "تزئین! تُو جو کچھ بھی ہے ایمان کی قسم مامتا کی بھینٹ چڑھ جاؤں گی، بیٹے کو داؤ پر نہیں لگنے دوں گی، میں قربان ہو جاؤں گی اپنی اولاد پر......! کیا کر لے گی تُو زیادہ سے زیادہ میری زندگی چھین لے گی، تو چھین لے مگر دانش کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی، ہائے میرے بچے کو تلاش کرو، ارے سجاد۔ محفوظ! دیکھو کدھر گیا وہ......!" طاہرہ جہاں روتی بلکتی باہر نکل آئیں۔ مرزا اختیار بیگ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ طاہرہ جہاں باہر آئیں۔ پوچھنے پر کریم بخش نے بتایا کہ صاحب پیدل ہی باہر نکل گئے ہیں، گاڑی بھی نہیں لے گئے۔

"ارے دیکھو کہیں خودکشی نہ کر لے میرا بچہ......! جاؤ، دوڑو، جہاں بھی ملے، پکڑ کر لاؤ، چاہے تمہیں زبردستی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

سجاد اور ڈرائیور محفوظ گیٹ سے باہر نکل گئے، کریم خان البتہ گیٹ پر ہی موجود تھا۔

طاہرہ جہاں اس وقت دہری کیفیت کا شکار تھیں۔ دانش نے جس طرح تزئین کی پٹائی کی تھی، وہ توان کی روح میں ٹھنڈک کا باعث بنی تھی لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتی جا رہی تھیں کہ تزئین پٹ کس طرح لی، کیا سچ مچ کوئی غلط فہمی ہے، اگر وہ کوئی بدروح ہوتی تو اس طرح دانش کی مار نہ برداشت کر لیتی۔ دوسری پریشانی انہیں دانش کے چلے جانے کی تھی اور وہ سوچ رہی تھیں کہ پتہ نہیں کہاں کہاں بھٹکتا پھرے گا لیکن پھر ایک دم انہیں اس فلیٹ کا خیال آیا جس کی چابی انہوں نے اپنے ہاتھوں دانش کو دی تھی۔ فلیٹ کی بات یاد آ جانے کے انہیں قدرے اطمینان ہوا تھا، کم از کم اس کے پاس ایسی کوئی جگہ تو ہے جہاں وہ تھوڑا بہت وقت گزار سکتا ہے۔

دانش پیدل ہی گھر سے باہر نکل آیا تھا۔ اس وقت مرزا اختیار بیگ گھر میں موجود تھے، وہ پیچھا کر سکتے تھے چنانچہ اس نے گھر سے باہر نکلتے ہی ایسے راستے اختیار کئے جہاں اگر نوکر اس کا تعاقب بھی کریں تو اسے نہ پا سکیں۔ یہ راستے گھروں کے درمیان سے گزرتے تھے۔

کافی دور جانے کے بعد اس نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ خوش بختی سے اس وقت فلیٹ کی چابی اس کے پاس ہی تھی۔ فلیٹ کی جانب سفر کرتے ہوئے وہ ان باتوں پر غور کر رہا تھا، کمبخت پریس فوٹو گرافروں نے نہ جانے اس کی تصویر کہاں سے حاصل کر لی تھی، ویسے تصویر ہوٹل گرین لینڈ ہی کی تھی۔ بہرحال دانش شدید ذہنی کوفت کا شکار تھا۔

پتہ تو چلے کم از کم وہ امی ہی تھی یا پھر تزئین نے امی کا روپ دھار لیا تھا۔ اب اس کی تفصیل تو امی ہی سے پتہ چل سکتی تھی۔ پتہ نہیں امی نے اخبار دیکھا ہوگا یا نہیں......!

بہرحال ٹیکسی نے اسے فلیٹ کے پاس اتار دیا اور وہ بل ادا کر کے اس عمارت میں داخل ہو گیا جس میں اس کا فلیٹ تھا۔ فلیٹ میں آنے کے بعد اسے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا اور وہ اپنے دوست عامر کے بارے میں سوچنے لگا جس نے اسے یہ قیمتی مشورہ دے کر ایک اعتماد بخشا تھا۔

فلیٹ میں داخل ہو کر اس نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر سجے سجائے فلیٹ کے ایک کمرے میں داخل ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔ ابھی یہاں کچھ لباس، کرنسی اور دوسری چیزیں لا کر رکھی تھیں، بلکہ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ عامر سے بات کرے گا کہ اس فلیٹ میں ایک ایسی

ملازمہ کا بندوبست کردے جو اس کے لیے چائے، کھانے پینے کی دوسری چیزیں مہیا کردیا کرے۔ اس طرح اس کی اپنی ایک الگ زندگی کا آغاز ہو جائے گا اور یہ اس کے حق میں بہت اچھا رہے گا۔ کم از کم چوبیس گھنٹے اس پر تزئین کی نحوست مسلط نہیں رہے گی، مزید یہ کہ کسی بہتر جگہ رہ کر سوچنے کا موقع ملے گا۔ دل چاہا کہ عامر کو فون کرکے کہے کہ وہ اس کے پاس آ جائے لیکن عامر اس کی طرح فارغ آدمی نہیں تھا۔ اس نے اس فیصلے کو ملتوی کر دیا اور سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اسے دوبارہ ایمی یاد آئی اور وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ موبائل فون پر اس نے ایمی کا نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ کچھ ہی لمحوں کے بعد اسے ایمی کی آواز سنائی دی تھی۔

''ہیلو ایمی! میں دانش بول رہا ہوں۔''

''جی دانش صاحب! فرمایئے؟'' ایمی کا لہجہ تیکھا تھا۔

''ایمی! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں پوچھو!''

''مجھے ایک بات بتاؤ تم نے مجھے رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا نا؟''

''ہاں......!''

''اور اس کے بعد ہم تم گرین لینڈ میں ملے تھے......؟''

''کیا فضول باتیں کر رہے ہو، تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے دانش! میں...... میں...... میں......!'' ایمی کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

''ایمی! میں بھی بہت جذباتی ہو رہا ہوں، تمہارے ساتھ جو بدتمیزی ہوئی، اس کی وجہ بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں، خدا کے لیے مجھ سے ملاقات کرو اور اپنے دل میں کوئی برائی مت لاؤ۔''

''ٹھیک ہے، میرے گھر کے بارے میں معلوم ہے......؟''

''ہاں ایمی! کیوں نہیں!''

''آ جاؤ، میں گھر پر ہی ہوں۔''

''آ جاؤں؟'' دانش خوشی سے اچھل پڑا۔

''ہاں بھئی کیا لکھ کر دوں، فون پر میسج کروں کہ دانش صاحب تشریف لے آیئے؟''

''میں آدھے پونے گھنٹے میں آتا ہوں ایمی!''

''ٹھیک ہے۔'' ایمی نے جواب دیا اور اس نے فون بند کر دیا۔ ایمی اس کی بات کا زیادہ

برا نہیں مانی ہے۔ بہت ہی سلجھی ہوئی لڑکی ہے، یقینی طور پر اس نے سوچا ہوگا کہ میں تزئین کی وجہ سے کسی ذہنی الجھن کا شکار ہو گیا ہوں مگر یہ سب ہوا کیا تھا۔ وہ لباس جو وہ گھر سے پہن کر آیا تھا اور دوسرا لباس پہن کر کلب گیا تھا، وہ یہاں موجود تھا۔ کلب والا لباس تو خیر اس نے گھر میں تبدیل کر لیا تھا، وہ گھر پر ہی تھا لیکن یہ لباس بھی برا نہیں تھا، اسے پہن کر وہ ایمی کے پاس جا سکتا تھا چنانچہ اس نے اچھی طرح منہ، ہاتھ دھویا، شیو بنایا اور پھر لباس پہن کر تیار ہو گیا۔

ٹیکسی سے سفر کرنا تھا۔ ذہنی ہیجان کے عالم میں کار اس نے گھر ہی چھوڑ دی تھی، کسی ڈرائیور وغیرہ کو بھی ساتھ نہیں لیا تھا اور ایسے ہی پیدل نکل آیا تھا۔ بہرحال فلیٹ سے باہر نکلا، ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ٹیکسی ڈرائیور کو اس علاقے کا پتہ بتا دیا جہاں ایمی کا گھر تھا۔ پہلے وہ اس گھر میں نہیں آیا تھا لیکن اسے وہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ پھر چند لمحات کے بعد ایک ملازم نے اسے گھر کے ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا۔

''آپ تشریف رکھیے، میں مس بابا کو اطلاع دیئے دیتا ہوں۔'' ملازم نے کہا اور دانش نے ایک صوفے پر بیٹھ کر صوفے کی پشت سے گردن ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

ایمی سے گفتگو کرنے کے لیے اس نے مناسب الفاظ کا انتخاب کر لیا تھا، پھر دروازہ کھلا اور آہٹوں پر اس نے آنکھیں کھول دیں لیکن اپنے سامنے ایک دراز قامت ادھیڑ عمر شخص کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ یہ ادھیڑ عمر شخص اچھی شخصیت کا مالک تھا لیکن اس وقت اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں خون کی سی سرخی لہرا رہی تھی۔ وہ اندر آ کر دانش کو گھورنے لگا۔ دانش جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

''ہوں......! تمہارا نام دانش ہے؟''

''ج...... جی، جی سر......!''

''میں ایمی کا فادر ہوں، تُو کیا سمجھتا ہے خود کو، میں جانتا ہوں کہ تُو اختیار بیگ کا بیٹا ہے اور اختیار بیگ ایک بڑا بزنس مین ہے لیکن تُو مجھے جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟''

''س...... سر! آپ، آپ......!''

''ہاں باپ ہوں میں ایمی کا، کیا ہنگامہ کیا تھا تُو نے رات کو ہوٹل میں؟''

''سر! وہ میں میں...... مس ایمی کہاں ہیں؟''

''میں ہوں یہاں موجود دانش! میں یہیں موجود ہوں۔'' پیچھے سے ایمی کی آواز سنائی

دی۔

''ایمی! میں رات کے واقعات کے لیے تم سے معافی مانگنے آیا تھا۔''

ایمی اندر آ گئی۔ اس نے اندر آ کر کہا۔ ''دیکھو دانش! مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم دماغی طور پر ایک ختم شخص ہو، پاگل ہو، دیوانے ہو اور اپنی دیوانگی کا مظاہرہ اس طرح کرو گے کہ دنیا تماشا دیکھے گی، اخبار دیکھا آج کا، رپورٹر نے کیا لکھا ہے ہمارے بارے میں، میں اپنے پاپا سے کبھی کچھ نہیں چھپاتی، تمہارے بارے میں، میں نے بتا دیا تھا انہیں کہ میری دانش نامی نوجوان سے دوستی ہو گئی ہے جو شہر کے ایک متمول رئیس کا بیٹا ہے، دانش! بات صرف دوستی کی تھی، اگر تم اسے کوئی اور شکل دیتے ہو تو یہ تمہاری مزید جہالت ہے، باہر کی دنیا سے آنے والے تو اچھے خاصے سلجھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن تم ذہنی طور پر انتہائی گھٹیا ہو، تمہارے ساتھ جو کچھ بھی واقعات ہوئے، اب مجھے یقین ہے کہ تم نے کسی بے چاری شریف زادی کو ذہنی طور پر معطل کر دیا ہے، تمہارا فون آیا میرا خون کھول رہا تھا، میں نے سوچا کہ کم از کم تمہیں اپنے پاپا کے سامنے بلا کر ذلیل کروں، ذلیل، بے غیرت انسان! ہماری تو رسوائی ہو ہی گئی ہے رات کے واقعے سے، فوٹو گرافر نے تصویر بھی چھاپ دی ہے، میں پاپا سے کہہ رہی تھی کہ پاپا میں اسے کسی جگہ لے جا کر وہی مظاہرہ کروں جو اس نے کیا، میں اس کے سر پر جوتے لگاؤں اتنے کہ اس کا چہرہ لہولہان ہو جائے، تبھی مجھے سکون آئے گا لیکن پاپا نے کہا کہ بیٹے وہ ذلیل لوگ ہیں تو ہم کیوں ان کی طرح ذلیل بن جائیں، بہرحال میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، پاپا! یہ ہے وہ کمینہ جس نے مجھے ہوٹل میں کھانے کی دعوت دی اور اس کے بعد اپنے دماغی دیوالیہ پن کا اظہار کیا۔''

''مسٹر دانش! آپ نے سن لیا، دوبارہ اگر آپ نے کبھی ایمی کا نام لیا یا اسے فون کیا تو اس بات کو ذہن نشین کر لیجیے کہ میں پولیس سے مدد نہیں لوں گا، میرے پاس اس طرح کے لوگ موجود ہیں جو آپ کو خود اچھی طرح سبق سکھا دیں گے، اٹھیے اور فوراً یہاں سے دفع ہو جائیے اس سے پہلے کہ میں مزید آپ کے لیے کچھ کروں۔''

دانش سکتے کے عالم میں تھا لیکن ایمی کے والد کے ان الفاظ پر وہ جلدی سے سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس کے بعد اس نے باہر نکلنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ ایمی کے گھر کے بڑے گیٹ سے باہر نکلا اور ادھر ادھر دیکھے بغیر تیز تیز قدموں سے چل پڑا۔

اسے ٹیکسی کی تلاش تھی۔ حلق خشک ہو رہا تھا، زبان تالو سے چپک گئی تھی۔ ایمی کے

عزتی...... اس قدر برا سلوک، اس نے خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا۔ ایمی کے باپ نے جو الفاظ استعمال کئے تھے، اگر کوئی اور وقت ہوتا تو دانش شاید برداشت نہ کرتا لیکن اسے وقت کی نامہربانی کا احساس تھا، ہر طرف سے حالات کی چکی میں پس رہا تھا۔ وہ کافی دور تک پیدل چلتا رہا پھر ایک ٹیکسی نظر آ گئی، اشارے سے اسے روکا اور بڑی مشکل سے اس عمارت کا پتہ بتایا جس میں اس کا فلیٹ تھا۔

اپنے فلیٹ میں داخل ہو کر اس نے سب سے پہلے فریج سے پانی نکالا اور پانی کی آدھی بوتل منہ سے لگا کر خالی کر دی۔ اندر شعلے بھڑک رہے تھے۔ ایمی کی آنکھوں کی حقارت اور اس کے باپ کا رویہ یاد آ رہا تھا اور بدن نڈھال ہوا جا رہا تھا۔ وہ جوتوں سمیت بستر پر گرا، آنکھیں بند کئے نہ جانے کب تک لیٹا رہا۔

گرین لینڈ میں ہونے والے واقعات اور اپنی بے بسی کے مناظر اس کے ذہن میں آ رہے تھے اور وہ خود اپنے بارے میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔ بہت دیر تک سوچوں میں ڈوبا رہا پھر کچھ خیال آیا اور دوسرے لمحے اس نے عامر کو فون کیا۔ عامر نے فون ریسیو کر لیا۔

''عامر! مجھے اندازہ ہے کہ میں تمہیں بے وقت پریشان کر رہا ہوں میرے دوست! میرے لیے اس وقت تم میرا واحد سہارا ہو، دنیا میرے لیے بہت مشکل جگہ ہو گئی ہے، کیا تم مجھ سے مل سکتے ہو؟''

''ہاں اتفاق سے میں اس وقت فارغ ہوں، کہاں ہو تم؟'' عامر نے سوال کیا۔

''میں اپنے اسی فلیٹ پر ہوں جس کے بارے میں......!''

''سمجھ گیا، پتہ بتاؤ۔'' عامر بولا اور وہ اسے فلیٹ کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد فلیٹ کی بیل بجی اور اس کے بعد عامر اندر داخل ہو گیا۔

''واؤ...... بھئی بڑے لوگوں کی بڑی بات، بہت زبردست فلیٹ ہے تمہارا مگر یار تمہارے چہرے پر یہ جو بارہ بجے رہے ہیں نا یہ مجھے پسند نہیں ہیں۔''

''تم میرے واحد دوست ہو عامر جس کی کوئی بات اب مجھے بری نہیں لگتی، ورنہ جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے، اس کے بارے میں میری ساری بددعائیں تمہارے لیے ہوتیں۔''

''ارے نہیں بھائی نہیں! بددعا مت دینا۔''

عامر نے ہنس کر کہا اور وہ دونوں ڈرائنگ روم میں جا بیٹھے۔ ابھی دانش نے گفتگو کا آغاز نہیں کیا تھا کہ اس کے فون کی بیل بجی اور اس نے چونک کر فون کو دیکھا۔ کیا امی اس سے کچھ بات کرنا چاہتی ہے لیکن فون طاہرہ جہاں کا تھا۔

اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اس نے فون ریسیو نہیں کیا، اسے آف کر دیا۔ فون بند کر کے اس نے ایک طرف ڈالا۔

عامر اس کی تمام حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بولا۔ ''اب جلدی سے بتا دو ہوا کیا ہے؟''

''یار عامر! ہر کھیل بگڑ رہا ہے، میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق یہ فلیٹ اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے، صرف میری مما کو اس بارے میں پتہ ہے، انہوں نے اس فلیٹ کی چابی مجھے دی تھی اور کسی کو اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے، بہر حال اس کے بعد میں نے تمہارے دوسرے مشورے پر عمل کیا۔''

دانش نے امی کا پورا واقعہ عامر کو سنایا اور پھر اسے ہوٹل گرین لینڈ کے واقعات کے بارے میں تفصیل بتائی جس میں اس نے تزئین کی ٹھیک ٹھاک پٹائی کر ڈالی تھی اور اختیار بیگ سے جھڑپ کی روداد بھی سنائی۔

''ویری گڈ! اس کا مطلب ہے کہ خاصے بہتر جا رہے ہو مگر یار ایک بات بتاؤ بقول تمہارے بھابی صاحبہ خاموشی سے پٹ لیں۔''

''اس بات نے مجھے ششدر کر دیا ہے، وہ اس مزاج کی عورت ہے نہیں۔'' دانش نے کہا۔ اب تک اس نے عامر کو اپنے تمام راز بتا دیئے تھے لیکن جب بھی اس نے تزئین کے استخوانی ڈھانچے میں تبدیل ہو جانے کے بارے میں بتانا چاہا، اس کے ذہن کی کیفیت عجیب ہو جاتی تھی اور وہ اپنی زبان سے جملے ادا نہیں کر پاتا تھا۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

عامر نے البتہ اس بات پر غور نہیں کیا تھا اور سوچوں میں ڈوب گیا تھا، پھر اس نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے تم اس فلیٹ کو صحیح طور پر آباد کرو اور یہاں کسی ملازم وغیرہ کا بندوبست کرو کیونکہ تم نے ایک بار بھی چائے کے بارے میں نہیں پوچھا ہے۔''

''میں تمہیں اپنے دل کی کیفیت بتا نہیں سکتا عامر...... ! کتنا الجھا ہوا اور پریشان ہوں میں!''

''میرے دوست! میرا مشورہ یہی ہے کہ آرام سے یہاں وقت گزارو، ماں، باپ کے

ردعمل کا انتظار کرو، اس کے بعد یہ بھی دیکھو کہ تزئین صاحبہ کیا فرماتی ہیں اس سلسلے میں، جہاں تک امی کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے وہ کھیل ختم ہو چکا، اس نے اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے لیے تمہارا اپنے باپ سے سامنا کرایا اور اپنا دل ٹھنڈا کر لیا۔''

''اور میرے دل میں جو آگ لگی ہوئی ہے عامر! اس کا کیا کروں؟''

''دیکھو میرے دوست! اب تک تم نے مجھے جو کچھ بتایا ہے، اس کی روشنی میں تم سے یہی کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں باقاعدہ تزئین بھابی سے مقابلہ کرنا ہوگا۔''

''یار! اسے بھابی مت کہو، جب وہ میری بیوی ہی نہیں ہے تو تمہاری بھابی کہاں سے ہو گئی؟''

''ٹھیک ہے تو تزئین سے تمہیں مقابلہ کرنا ہوگا جس کا آغاز تم نے کر دیا ہے، ہمت نہ ہارنا، ابھی تھوڑا سا وقت یہاں گزارو اور دیکھو کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، اگر اُدھر سے کوئی بات سامنے آئے تو پھر جو بھی صورت حال ہو، مجھے بتانا، ہو سکتا ہے تزئین ہی ان مشکلات کا کوئی حل نکالے، کیا سمجھے؟''

''ٹھیک ہے مگر مجھ سے ملتے رہا کرو۔''

''تم مجھے فون کر دینا۔'' عامر نے کہا۔

کافی دیر تک عامر کے ساتھ رہا اور اس کے بعد عامر نے اجازت مانگ لی۔

دانش نے اپنا موبائل بند کیا ہوا تھا لیکن وہ یہ بات جانتا تھا کہ طاہرہ جہاں کو اس فلیٹ کے بارے میں معلوم ہے۔ کہیں ڈرائیور کے ساتھ فلیٹ پر نہ آ دھمکیں یا مرزا اختیار بیگ کو بتا دیں، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ فلیٹ سے باہر نکل آیا اور پھر سارا دن اس نے آوارہ گردی کرتے ہوئے گزارا تھا۔ موبائل بند ہی رکھا تھا تاکہ طاہرہ جہاں اسے اپنی ممتا کا واسطہ نہ دینے لگیں۔

وہ ابھی گھر واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ دوپہر کے بعد شام ہو گئی اور وہ بغیر کسی مقصد کے اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔ بہت سی باتوں کا احساس ہو رہا تھا لیکن یہ اس نے طے کر لیا تھا کہ اپنے طور پر تزئین سے الگ رہ کر زندگی گزارنے کی کوشش کرے گا اور تزئین پر یہ ثابت کر دے گا کہ اس کائنات میں وہ واحد شخصیت نہیں ہے بلکہ شخصیت تو وہ تھی ہی نہیں۔ اب جو بھی ہے، وہ اس سے کم از کم خوف نہیں کھائے گا۔

گھر واپس جانے کا بھی کوئی سوال نہیں تھا، ہاں اس نے یہ باتیں ضرور سوچی تھیں کہ نئے لباس خریدنے کے بجائے وہ چوری چھپے گھر میں داخل ہوگا اور اپنے لیے کچھ لباس وہاں سے لے آئے گا۔

رات کا کھانا اس نے ایک ہوٹل میں کھایا، بمشکل کھایا، ورنہ دل تو کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا، پھر وہ واپس فلیٹ پر آ گیا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ کہیں کوئی فلیٹ میں داخل تو نہیں ہوا۔ حالانکہ فلیٹ کی دونوں چابیاں اسی کے اپنے پاس تھیں۔ کم از کم طاہرہ جہاں بیگم نے مرزا اختیار بیگ کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا ہوگا۔

پھر وہ لباس تبدیل کر کے لیٹ گیا۔ اسی لباس میں وہ گھر سے بھاگ کر یہاں آیا تھا۔ بستر پر لیٹنے کے بعد بہت سے خیالات اس کے دماغ سے گزرنے لگے۔ تزئین یاد آئی، کیسے کمبخت نے آغاز کیا تھا، کس قدر حسین تھی لیکن بعد میں کیا نکلی۔ ایک بات پر ذرا تعجب ہوا تھا۔ اس نے تھوڑا بہت بھوتوں اور چڑیلوں کے بارے میں سنا تھا کہ وہ ویرانوں اور کھنڈرات میں رہتی ہیں، یہ کون سی بھتنی تھی جو اسے کلب میں ملی تھی، ایک ماڈرن بھتنی......! اس نے دل میں سوچا اور اسے ایک عجیب سا احساس ہونے لگا جیسے تزئین کے لیے اس کا دل دکھ رہا ہو۔ اپنی ماں اسے یاد آئی۔ اس وقت کیسی مظلوم بن کر پٹ رہی تھی۔ کیا کرنا چاہیے اس کمبخت کے سلسلے میں......! لیٹے لیٹے کافی وقت گزر گیا پھر آنکھیں بوجھل ہونے لگیں۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اچانک ہی اس کے کانوں میں سرگوشی ابھری۔

''ابھی تک غصہ نہیں اترا؟''

وہ بری طرح چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ آواز تزئین ہی کی تھی لیکن کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا، یہ آواز کہاں سے آئی۔

''لو میرے لیے بند کمرے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔'' تزئین کی سرگوشی دوبارہ سنائی دی اور وہ جلدی سے اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''میرا پیچھا چھوڑ دے تزئین! میرا پیچھا چھوڑ دے۔''

''جنم جنم کا ساتھ ہے، کیسے چھوڑ سکتی ہوں تمہارا پیچھا، سرتاج! چلو غصہ تھوکو، واپس آ جاؤ۔''

''ب......بکواس بند کرو......میں کبھی نہیں آؤں گا۔''

''ارے توبہ، یہ مرد کیسے ہوتے ہیں، دو منٹ میں سارا عشق ہوا ہو جاتا ہے، چلو آ جاؤ، واپس آ جاؤ۔'' تزئین کی آواز میں شہد گھلا ہوا تھا۔ اس کا ذہن بوجھل ہونے لگا۔ اس نے آنکھیں پھاڑنے کی کوشش کی لیکن پھر آہستہ آہستہ نیم غشی کی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

+====+====+

مرزا اختیار بیگ سے بدستور ناراضی چل رہی تھی۔ وہ بری طرح جھلائے ہوئے تھے۔ طاہرہ جہاں بیگم نے ویسے بھی پوری زندگی مرزا اختیار بیگ سے تعلقات زیادہ اچھے نہ رکھے، خود سری ان کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی جبکہ مرزا اختیار بیگ ٹھنڈے دماغ کے آدمی تھے لیکن اب یوں لگتا تھا جیسے وہ بہت زیادہ اکتا گئے ہوں۔ حالات اور واقعات ہی ایسے تھے، البتہ ایک اور کڑھن تھی طاہرہ جہاں کو مرزا اختیار بیگ کچھ ضرورت سے زیادہ تزئین کی حمایت پر اتر آئے تھے۔

رات کو دو تین بجے تک طاہرہ جہاں جاگتی رہی تھیں، آخری بار ساڑھے بارہ بجے چوری چوری گیٹ پر پہنچی تھیں اور کریم خان سے پوچھا تھا کہ دانش واپس تو نہیں آیا۔ جواب نفی میں ملا تھا اور وہ ٹوٹے دل کے ساتھ واپس آ گئی تھیں۔ پھر بہت دیر تک جاگتی رہی تھیں اور سوچتی رہی تھیں پھر انہی سوچوں کے درمیان نیند آ گئی۔

صبح کو دیر سے آنکھ کھلی تو جیسے چور بن گئیں۔ ''ہائے میں سوتی رہی ہوں، پتہ نہیں میرا بچہ کس حال میں ہوگا، ارے اللہ کرے فلیٹ ہی چلا گیا ہو، کم از کم آرام کی جگہ تو ہوگی اس کے پاس۔'' مرزا اختیار بیگ ابھی سو رہے تھے۔ ناظمہ جب چائے لاتی تھی تو وہ جاگتے تھے۔

پھر ناظمہ کے چائے لانے کا وقت ہو گیا۔ وہ چائے کے برتن سجائے کمرے میں داخل ہوئی تو طاہرہ جہاں تڑپ کر بولیں۔ ''ہائے ناظمہ! میرا بچہ پتہ نہیں کس حال میں ہوگا، ساری رات گزر گئی ہے۔''

''کمرے میں آرام کی نیند سو رہے ہیں بیگم صاب!'' ناظمہ کے لہجے میں طنز تھا۔

طاہرہ جہاں بری طرح اچھل پڑی۔ ''کیا کہا تم نے ناظمہ......؟''

''ہاں جی چائے دینے گئی تھی، چھوٹی بیگم تو جاگ رہی تھیں پر وہ آرام سے سو رہے تھے۔''

''ارے غور سے دیکھا بھی تھا تُو نے ناظمہ! کیوں میرے دل کا خون کر رہی ہے؟''

''جی بیگم صاب! اللہ ان کی زندگی رکھے، چادر اوڑھے ہوئے تھے لیکن چہرہ کھلا ہوا تھا، سکون کی نیند سو رہے تھے جبکہ وہ دلربا بیگم جاگ رہی تھیں، روکھے سے انداز میں کہا کہ ناظمہ چائے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دو، بیگم صاب، آپ کو ایک بات بتاؤں؟ دونوں میاں، بیوی ٹھیک ہیں، خوش ہیں، آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں لیکن یہ بھی محبت کی نشانی ہوتی ہے، جب انہوں نے اپنی بیگم کو قبول کر لیا ہے تو آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنا جی جلاتی رہیں، خوش رہنے دیں۔''

''پاگل ہے تُو، کہاں خوش ہے وہ ......! ہاتھ اٹھایا تھا اس نے اس کلموہی پر، کیا لاتیں ماری ہیں، اِدھر اُدھر لڑھک رہی تھی مٹی ماری! میرے کلیجے میں ٹھنڈک اتر رہی تھی، مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اب وہ اپنی جادوگری کے جال مرزا اختیار بیگ پر پھینک رہی ہے، تم جانتی ہو کہ مرزا اختیار بیگ کتنے سیدھے سچے آدمی ہیں، ہر ایک کی باتوں میں آ جاتے ہیں اور ویسے بھی ان کے دل میں بیٹی کی بڑی خواہش تھی مگر اللہ کی مرضی ہی نہیں تھی، کوئی بھی بہو آتی اس گھر میں مرزا اختیار بیگ اسے اپنی بیٹی کا ہی درجہ دیتے، پر ہائے ہمیں بھی موقع ملتا کہ اپنی مرضی سے کسی اچھی سی پیاری سی لڑکی کو لے کر گھر آتے، جنت بن جاتا ہمارا گھر، کنبہ ہی کتنا سا ہے، ایک کام کر دے میرا!''

''جی بیگم صاب! بتائیے؟'' ناظمہ نے دلجوئی سے کہا۔

''دیکھ میں تو جاؤں گی نہیں اس کے کمرے میں، تاک جھانک کا الزام لگ جائے گا مجھ پر، تُو کسی بہانے سے ایک بار اور چلی جا اور یہ دیکھ کر آ کہ وہ سو رہا ہے یا جاگ گیا ہے، جا ذرا دیکھ کر آ اور مجھے بتا، میرا جی خوش ہو جائے گا۔''

''جاتی ہوں بیگم صاب!'' ناظمہ نے کہا اور چائے رکھ کر باہر نکل گئی۔

مرزا اختیار بیگ اٹھ کر بیٹھ گئے تھے اور بولے۔ ''جی شوق فرما لیا آپ نے؟''

''کیسا شوق مرزا اختیار بیگ؟'' طاہرہ جہاں نے خشک لہجے میں کہا۔

''صاحب زادے جاتے تو بڑے تنک کر ہیں لیکن بعد میں جانے کے بعد سوچتے ہوں گے کہ اتنی دولت، اتنی جائیداد چھوڑ کر جانا ٹھیک نہیں ہے۔''

''تو آپ کیا چاہتے ہیں مرزا صاحب! سچ مچ نکالنا چاہتے ہیں اسے اس گھر سے؟''

''نکال تو میں نے کل ہی دیا تھا، اب آ گئے ہیں بے حیا بن کر تو میں کیا کر سکتا ہوں لیکن ایک بات کہوں آپ دونوں ماں، بیٹے اس بچی کا پیچھا چھوڑ دیں، انسان بنیں آپ دونوں، صاحب زادے یورپ میں رہ کر آئے ہیں، کچھ رنگینیاں تو ساتھ لائے ہی ہوں گے، کہیں اور دل اٹکا لیا ہے، اب اندر کی باتیں میں اور آپ کیا جانیں، ہو سکتا ہے بہو سے اسی بات پر جھگڑا ہو۔''

''ارے اختیار بیگم! اللہ کا نام لیں، اللہ لگتی کہیں، کیا شادی کی پہلی ہی رات اسے رنگینیاں یاد آ گئیں، ارے کتنی چاہت سے اس نے شادی کی تھی، ایسے ہی حالات نہیں بگڑ جاتے، اب کیا بتاؤں آپ کو اندر والی باتیں جو کچھ میرے علم میں آ چکا ہے۔''

''طاہرہ جہاں! ساری باتیں آپ ہی کے علم میں آنی تھیں، میں نے تو آج تک اسے کسی اور روپ میں نہیں دیکھا، اچھی خاصی شریف زادی ہے ورنہ صاحبزادے نے جو سلوک کیا تھا، اس دور میں لڑکیاں ایسا سلوک کہاں سہتی ہیں، نکل کر گئی آپ کے گھر سے؟ عزت لئے بیٹھی ہے۔''

''مرزا جی! کیا بتاؤں آپ کو کمبخت بڑی دولت مند ہے اور پکی جادوگرنی ہے، ایسی جگہ چھپا کر رکھا ہے اپنا مال کہ خود آپ بھی اس جگہ تک نہیں پہنچ سکتے۔''

''خدا کے لیے صبح ہی صبح میرا دماغ خراب مت کریں۔'' مرزا اختیار بیگ نے کہا اور غسل خانے میں داخل ہو گئے۔

ناظمہ چپکے چپکے اندر آئی اور بولی۔ ''جی بیگم صاب! جگا رہی تھیں چھوٹی بیگم انہیں، جاگ گئے ہیں اور واش روم گئے ہیں۔''

''تُو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟''

''ہاں جی اللہ قسم اپنی آنکھوں ہی سے دیکھا ہے۔'' ناظمہ نے جواب دیا۔

طاہرہ جہاں نے دونوں ہاتھ اوپر کئے اور بولیں۔ ''اللہ تیرا شکر ہے۔''

+====+====+

نیلم، احسان احمد کے گھر کی پرانی ملازمہ تھی۔ بیس سال سے اس گھر کی خدمت کر رہی تھی۔ عزیزہ بیگم اس پر بڑا اعتماد کرتی تھیں اور وہ عزیزہ بیگم کے ہر راز سے واقف تھی۔ گھر میں ایک ملازم اور بھی تھا لیکن نیلم کی بات الگ تھی۔ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ وہ عزیزہ بیگم کی

ناک کا بال تھی، ان کے ہر معاملے میں پیش پیش لیکن یہ بیگمات قسم کی خواتین بڑی تنگ دل ہوتی ہیں۔ اکثر نیلم کی امام دین سے باتیں ہوتی رہتی تھیں اور وہ یہی کہتی تھی کہ مالکوں پر جان دے دو، پر فائدہ کچھ نہیں، ایسے بہت کم ہوتے ہیں جو وفاؤں کا بھرپور صلہ دیتے ہیں۔ ان دنوں نیلم، عزیزہ بیگم سے کچھ زیادہ ہی چڑی ہوئی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ مسلسل گھر میں رہا کرتی تھی، مہینے کے آخری دنوں میں کبھی ایک دو دن کی چھٹی مل جاتی تو اپنے گاؤں کا چکر لگا آتی جہاں بوڑھے ماں، باپ رہا کرتے تھے۔

پچھلے دنوں کی بارشوں میں اکلوتے کمرے کی چھت گر گئی تھی اور اس چھت کو دوبارہ بنانے کے لیے پیسے چاہئے تھے۔ نیلم کا خود کا کھانا پینا تو احسان احمد کے گھر میں ہی تھا۔ جو تنخواہ ملتی تھی، وہ ماں باپ، کو بھیج دیا کرتی تھی، ایک چھوٹی بہن اور تھی جس کی شادی ہوگئی تھی لیکن اس کا شوہر عام طور سے بیمار رہا کرتا تھا، کبھی اس کی دوا دارو کے لیے پیسے بھی بھیج دیا کرتی تھی، پچھلے دنوں سے ماں مطالبہ کر رہی تھی کہ تھوڑے سے پیسے بھجوا دے تو کمرے کی چھت ٹھیک کرالی جائے اور نیلم نے ڈرتے ڈرتے عزیزہ بیگم سے کچھ پیسوں کی بات کی تھی۔

''نیلم! تمہارا تو بس نہیں چلتا ورنہ گھر پر ڈاکا مار لو، ارے بابا تنخواہ کے علاوہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ لیتی ہی رہتی ہو، اب میں اور کہاں سے دوں تمہیں؟''

''بیگم صاحبہ! ایک ہی کمرہ ہے میرے گھر میں اماں، ابا کے سر سے چھت غائب ہوگئی ہے، دس ہزار روپے چاہئے ہیں، میں کہاں سے لاؤں؟ میری تو زندگی ہی آپ کے ساتھ گزری ہے۔''

''توبہ ارے دس ہزار کیا پچاس ہزار مانگو کم از کم...... جاؤ بی بی جاؤ، آج کل حالات جتنے خراب ہیں، تمہیں خود اس کا اندازہ ہے، احسان احمد اسمگلنگ نہیں کرتے، چھوٹا موٹا کاروبار ہے، لو غضب خدا کا دس ہزار......! نا بابا نا! معافی چاہتی ہوں...... کچھ نہیں کر سکتی میں!''

''بیگم صاحبہ......!''

''ارے جاؤ، میرے کان مت کھاؤ، کہہ دیا بس تم سے ایک دفعہ، تنخواہ روکی ہے کبھی تمہاری اسی میں سے ہی بچت کر کے گھر کے کام کاج کیا کرو، مجھ پر فرض تھوڑی ہے کہ تمہیں بھی پالوں، تمہارے ماں، باپ کو بھی پالوں۔''

عزیزہ بیگم کی باتیں نیلم کے دل کو بہت بری لگی تھیں۔ دل مسوس کر واپس آگئی اور پھر

امام دین کو اپنی بپتا سنانے لگی۔

امام دین کا بھی یہی کہنا تھا کہ وہ بڑے ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں دل والے مالک مل جائیں۔ نیلم بہت اداس تھی اور اس وقت اپنے کمرے کے سامنے بیٹھی ہوئی دال چن رہی تھی کہ اچانک اسے خوشبو کا ایک جھونکا محسوس ہوا۔ نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے ایک دم یاد آگیا کہ یہ خوبصورت لڑکی اس دن فرخندہ بیگم کے ساتھ آئی تھی اور بعد میں عزیزہ بیگم نے اس کے بارے میں فرخندہ سے کھوج کی تھی اور پھر نیلم سے کہا تھا۔

''نیلم! ذرا خیال رکھا کرو، آج کل کچھ پر پُرزے نکال رہی ہیں دلہن بیگم......! دوستیں آنے لگی ہیں اب گھر پر، ذرا دھیان رکھنا، موبائل فون پر کچھ باتیں ہوتی ہوں گی، تو سن کر مجھے بتانا۔'' عزیزہ بیگم کا تو کام ہی یہ تھا عزیزہ بیگم نے دلہن کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، اس کی رازدار نیلم ہی تھی۔

لڑکی چونکہ اسی کی جانب آرہی تھی اس لیے نیلم نے جلدی سے دال کا برتن ایک طرف رکھا اور کھڑی ہوگئی۔

''سلام میم صاب!'' اس نے عادت کے مطابق کہا۔

''وعلیکم السلام! کیسی ہو نیلم؟''

''مہربانی بیگم صاب! بڑی مہربانی۔'' نیلم نے نیازمندی سے کہا۔

''تم سے کچھ بات کرنی تھی نیلم!''

''ہم سے بیگم صاب......؟''

''ہاں اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، آؤ اندر آؤ۔'' لڑکی نے کچھ اس طرح کہا کہ نیلم فوراً تیار ہوگئی۔ لڑکی اسے لے کر کمرے میں چلی گئی تھی پھر اس نے کہا۔ ''نیلم! تمہیں حیرانی تو ہوگی کہ میں سیدھی تمہارے پاس کیسے آگئی؟''

''جی بیگم صاب! حیرانی تو ہے، پر آپ ہمیں بتاؤ ہمارے لیے خدمت ہو تو ہم تابعدار ہیں آپ کے!''

''مجھے پہچان گئیں تم......؟''

''ہاں بیگم صاب جی! اس دن آپ فرخندہ بیگم کے ساتھ آئی تھیں۔''

''چلو ٹھیک ہے، ذرا دروازہ بند کر دو۔''

''جی بیگم صاب!'' نیلم نے حیرانی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

''دیکھو نیلم! یہ دنیا اتنی بری ہو گئی ہے کہ اب اگر کوئی کسی کے ساتھ خلوص سے بھی پیش آئے تو دوسرے کو یقین نہیں آتا۔''

''جی بیگم صاب!'' نیلم نے کہا۔

''مجھے بالکل اتفاقیہ طور پر پتہ چلا کہ تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے، نیلم! دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مشکل کا شکار ہے، اب اگر کوئی اتنے عرصے سے کسی کی خدمت کر رہا ہو اور اگر اس سے کچھ پیسے مانگ لے تو یہ کوئی بری بات تو نہیں ہے، تمہارے گھر کی چھت گر گئی ہے اور تمہیں اسے ٹھیک کرانے کے لیے دس ہزار روپے کی ضرورت ہے، ہے نا یہی بات اور میں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ عزیزہ بیگم نے تمہیں ٹکا سا جواب دیا۔''

نیلم کا سر جھک گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''بڑے لوگ چھوٹے لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں بیگم صاب!''

''چھوڑ دان باتوں کو، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ لو یہ دس کے بجائے میں پندرہ ہزار روپے تمہیں دے رہی ہوں۔ یہ رکھ لو، اپنے ماں، باپ کو پہنچاؤ اور گھر کا کام کراؤ، یہ پیسے میں تم سے کبھی واپس نہیں مانگوں گی، کیا سمجھیں!''

نیلم نے لڑکی کے ہاتھ میں نوٹ دیکھے اور اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''بیگم صاب! آپ، آپ ہمیں کیوں دے رہی ہیں یہ پیسے؟''

''میں نے کہا نا اس وقت دنیا بڑی خود غرضی سے گزر رہی ہے، مجھے تم سے ایک کام ہے جو تم ہی کر سکتی ہو۔''

''بیگم صاب یہ ہم......!''

''لو پیسے رکھ لو، میرا کام کر سکتی ہو تو کر دینا اور نہیں کر سکتی ہو تو ان پیسوں کو اپنی ایک دوست کا تحفہ سمجھنا۔''

''دوست......؟''

''ہاں بھئی میں......!''

''آپ ہماری دوست بن سکتی ہیں بیگم صاب! آپ تو بہت بڑی آدمی ہو؟''

''دیکھو نیلم! انسان بس انسان ہوتا ہے، بڑا چھوٹا نہیں ہوتا، کم از کم میں تو ایسا ہی سمجھتی ہوں، میں نے تم سے صاف کہہ دیا ہے کہ میرا کام اگر تم کر سکو گی تو تمہاری مہربانی ہو گی، ان پیسوں سے اس کام کا کوئی تعلق نہیں ہے، ہاں اگر تم کر دو تو تمہیں جب بھی کچھ ضرورت ہو، میں تمہیں ہمیشہ دیتی رہوں گی۔''

''بیگم صاب! ہمارا دل چاہتا ہے آپ کے پاؤں پکڑ لیں۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے، تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا، یہ بات تم جانتی ہو نیلم کہ عزیزہ بیگم میری دوست فرخندہ کے ساتھ بہت برا سلوک کرتی ہیں حالانکہ فرخندہ نے مجھے بتایا تھا کہ شروع شروع میں اسے ایسی کوئی پریشانی نہیں تھی، تم نے اس دن مجھے فرخندہ کے ساتھ ہی دیکھا تھا نا؟''

''جی بیگم صاب......!''

''تو میں تم سے یہ کہہ رہی تھی کہ اس وقت فرخندہ کو ایسی کوئی پریشانی نہیں تھی اور اس کا شوہر مقبول اسے بڑی اچھی طرح رکھتا تھا، اس کی ہر بات مانتا تھا۔''

''جی بیگم صاب! لو میرج تھی ان کی اور مقبول صاب، فرخندہ بیگم سے بہت محبت کرتے تھے مگر آپ کو پتہ ہے کہ یہ ساسیں، بیٹے اور بہو کو خوش کہاں دیکھ سکتی ہیں، تعویذ گنڈے کرائے بیگم صاب نے اور مقبول صاب کا دماغ پھیر دیا، ایسا ہی ہوتا ہے، بیگم صاب! اپنی عقل سے کوئی نہیں سوچتا اور پھر جب بابر شاہ جیسے آدمی تعویذ کریں تو پھر سمجھ لو کہ سارا کام ہی خراب ہو جاتا ہے۔''

''تمہیں خاصی تفصیلات کا پتہ ہے نیلم!''

''جی بیگم صاب! بڑی بیگم ویسے تو ہمیں بڑی بڑی کہانیاں سناتی رہتی ہیں کہ نیلم تُو میری رازدار ہے، تُو میری دوست ہے مگر بیگم صاب لین دین کا جو حال ہوتا ہے، وہ آپ نے خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔''

''وہی میں تجھ سے کہہ رہی ہوں نیلم! فرخندہ بیگم کا یہ حشر کیسے ہوا؟''

''تعویذوں سے بیگم صاب......! اب بھی پڑھا ہوا پانی الماری میں رکھا ہے اور ہم ہی وہ بدنصیب ہیں جس کے ذریعے بیگم صاب مقبول صاب کا دل خراب کرتی ہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

"بابر شاہ نے پانی پڑھ کر دیا ہے، جب سے یہ پانی مقبول صاب کو پلایا ہے بس ان کا دماغ پھر گیا ہے اور اب آپ یہ سمجھ لیں کہ چار چوٹ کی مار دیتے ہیں فرخندہ بیگم کو!"

"پانی تُو پلاتی ہے؟"

"معافی چاہتے ہیں بیگم صاب! فرخندہ آپ کی دوست ہیں پر ہم بھی مجبور ہیں، نہ کریں یا کسی کو بتائیں تو گردن کٹوادی جائے گی ہماری، بڑے لوگوں کے لیے ایسے کام مشکل نہیں ہوتے۔"

"پانی کہاں رکھا ہے؟"

"الماری میں......!"

"روزانہ پلاتی ہو؟"

"نہیں جی ایک دن چھوڑ کے!"

"اب کتنا پانی باقی رہ گیا ہے اس میں؟"

"ابھی تو آدھی بوتل سے زیادہ ہے بیگم صاب!"

"نیلم میرا ایک کام ہے تجھ سے!"

"کیا بیگم صاب......؟" نیلم نے کہا۔

"وہ پانی اب تجھے مقبول نہیں بلکہ احسان احمد کو پلانا ہے۔"

"بڑے صاحب کو......"

"ہاں......!"

"مم......مگر......!"

"دیکھو نیلم! میں نے تجھ کو پندرہ ہزار روپے اسی کام کے دیئے ہیں لیکن میں اب بھی کہہ رہی ہوں کہ اگر تُو یہ کام نہیں کر سکتی تو میں چلی جاؤں گی مگر یہ پیسے تجھ سے واپس نہیں مانگوں گی۔"

نیلم سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر بولی۔ "کر دیں گے بیگم صاب جی! یہ کون سا مشکل کام ہے، پانی ہم رات کو دودھ میں ڈال کر مقبول صاب کو دیتے ہیں۔ بڑے صاب بھی دودھ پیتے ہیں، یہ پانی مقبول صاب کے بجائے ہم بڑے صاب کے دودھ میں ڈال دیا کریں گے۔"

"کب سے یہ کام کر رہی ہے؟"

"آج سے ہی بیگم صاب! روزانہ صاب کو، بیگم صاب کو اور مقبول صاب کو دودھ ہم ہی دیتے ہیں، بیگم صاب تو خیر دودھ پیتی نہیں ہیں، چائے پیتی ہیں مگر بڑے صاب دودھ پیتے ہیں، روزانہ ایک گلاس!"

"یہ کام تُو آج سے شروع کر دے گی نیلم؟"

"بیگم صاب وعدہ کرتے ہیں آپ سے، آج سے ہی یہ کام شروع کر دیتے ہیں، ارے آپ نے ہماری اتنی بڑی مشکل حل کر دی ہے، ہم آپ کا اتنا سا کام بھی نہیں کریں گے؟"

"اور راز داری شرط ہوتی ہے نیلم! میں تجھ سے ملتی رہوں گی، اب مقبول کو یہ پانی نہ دینا تُو!"

"ٹھیک ہے بیگم صاب! ہمارا آپ سے وعدہ ہے، ایسا ہی کریں گے۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔"

"بیگم صاب! اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ آپ ہمارے پاس کیوں آئی تھیں؟"

"مجھے کسی نے نہیں دیکھا اور میں ویسے بھی چھپ کر جاؤں گی، تُو بالکل پروا مت کر، کسی کو میرے بارے میں پتہ نہیں چلے گا۔" لڑکی نے کہا۔

"بڑی مہربانی بیگم صاب! آپ نے ہمیں نئی زندگی دے دی ہے، وہ تو ہمیں کبھی پیسے نہ دیتیں اور ہم مارے مارے پھرتے، اب تو بیچنے کے لیے بھی کوئی چیز نہیں ہے ہمارے پاس جو ہم بیچ دیتے۔"

"میں نے کہا نا میں تیری مدد کرتی رہوں گی، تجھ سے تیرے کوارٹر میں ملوں گی میں، مجھے بتانا کہ میرا کام ہوا یا نہیں!"

"بیگم صاب! ہم یہ کام کر دیں گے، آپ کو کوارٹر میں کوئی دیکھ لے گا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"اس کا وعدہ میں تجھ سے کرتی ہوں کہ مجھے کوئی نہیں دیکھے گا، اچھا اب میں چلتی ہوں۔" یہ کہہ کر خوبصورت لڑکی کمرے سے باہر نکل آئی۔ نیلم تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے جلدی سے وہ نوٹ اپنے لباس میں چھپا لئے اور تیزی سے باہر نکلی۔

باہر نکل کر اس نے دور دور تک دیکھا، دروازے تک آئی لیکن خوبصورت لڑکی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اس نے واپس آ کر دال اٹھائی اور اسے چننے لگی لیکن اسے حیرت ہو رہی تھی کہ لڑکی

کس طرح غائب ہوگئی اور پھر یہ پیسے......!اس نے ایک بار پھر یقین کیا کہ واقعی اس کے پاس پیسے موجود ہیں یا صرف ایک خواب تھا لیکن کرارے نوٹ اس کے لباس میں کڑکڑا رہے تھے۔

+====+====+

عامر فطرتاً شریف النفس تھا، خوددار اور اپنے لواحقین کے لیے مخلص انسان......!ماضی میں دانش سے اس کی دوستی رہی تھی، اس وقت بھی دانش ایک خودغرض انسان ثابت ہوا تھا۔ کبھی کسی مرحلے پر اس نے اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا تھا جس سے عامر کی کسی طرح مدد ہوتی ہو، بس ایک رواداری والی بات تھی، پھر دانش ملک سے باہر چلا گیا۔ عامر نے اسی دوستی کے ناتے اسے کئی خط لکھے لیکن کبھی کسی خط کا کوئی جواب نہیں ملا۔ اس سے دانش کی خود غرض فطرت کا اظہار ہوتا تھا۔ عامر خاموش ہوگیا۔

پھر دانش واپس آیا اور کچھ وقت کے بعد اس نے عامر سے رابطہ قائم کیا تو عامر مخلصانہ طور پر اس سے رجوع ہوگیا۔ اس کے بعد دانش نے اپنی مشکلات عامر کے سامنے پیش کیں اور عامر مقدور بھر اسے مشورے دیتا رہا لیکن اب بھی دانش نے کبھی اس سے اس کی کسی تکلیف یا پریشانی کے بارے میں نہیں پوچھا تھا جبکہ عامر اپنے چھوٹے موٹے مسائل کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔

اس کی خودداری نے کبھی دانش سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا، ہر چیز معمول پر تھی۔ کسی کام سے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو کسی کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی۔ یہ کیسا کاغذ تھا، اسے یاد نہیں آیا چنانچہ اس نے کاغذ نکال لیا۔ نفیس قسم کے خوبصورت کاغذ پر ایک تحریر لکھی ہوئی تھی۔ عامر اسے پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔

''عامر صاحب! آپ مجھے جانتے ہیں اور میں بھی آپ کو جانتی ہوں، میرا نام تزئین ہے، آپ کے دوست دانش کی بیوی ہوں میں، میری آپ سے کبھی کوئی لڑائی نہیں رہی، نہ ہی کوئی ایسا اختلاف جس کی بنا پر آپ کو میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہو لیکن آپ اپنی دوستی میں مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں اور دانش کو الٹے سیدھے مشورے دے رہے ہیں۔ عامر صاحب! یہ مناسب نہیں ہے اور مجھے اس بات پر اعتراض ہے، میں آپ کو وارننگ دے رہی ہوں کہ آپ دانش کو بھٹکانے کا عمل چھوڑ دیجیے ورنہ بحالتِ مجبوری مجھے آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھانا پڑے گا، خیال رکھیے گا اس بات کو صرف مذاق نہ تصور کیجیے گا۔

تزئین......!''

عامر یہ تحریر پڑھ کر حیران ہوگیا تھا۔ تزئین کو اس کے بارے میں ساری معلومات حاصل ہوگئی تھیں۔ لازمی بات ہے کہ دانش نے ہی اسے بتایا ہوگا حالانکہ دانش کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

بہرحال وہ کافی دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا، پھر اس نے فیصلہ کیا کہ دانش سے ملاقات کر کے اس بارے میں بات کی جائے۔ تزئین کی اس تحریر سے اسے دکھ پہنچا تھا۔

اس کا براہِ راست تزئین سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اس نے تو اسے آج تک دیکھا بھی نہیں تھا، حالانکہ دانش اس کا دوست تھا لیکن اس کے اپنے ہی معاملات ٹھیک نہیں تھے۔

بہت دیر تک الجھن کا شکار رہنے کے بعد آخر اس نے فیصلہ کیا کہ دانش سے اس موضوع پر بات کرے اور پوچھے کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

دانش سے اس کی کئی دن سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ جب وہ اپنے کاموں سے فارغ ہوگیا تو اس نے سوچا کہ دانش سے اس کے فلیٹ پر جا کر ملے۔

دفتر میں بیٹھے بیٹھے اس نے جیب سے پھر وہ کاغذ نکالا۔ وہ دوبارہ اس تحریر کو پڑھنا چاہتا تھا لیکن کاغذ کھول کر وہ حیران رہ گیا کیونکہ کاغذ بالکل سادہ تھا اور اس پر کوئی تحریر نہیں تھی۔

+====+====+

عامر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس سادہ کاغذ کو دیکھتا رہا۔ یہ کیا ہوا؟ اس نے پورے ہوش و حواس کے عالم میں یہ تحریر پڑھی تھی۔ اسے تحریر پر بھی حیرت ہوئی تھی اور اس بات پر بھی کہ یہ کاغذ اس کی جیب میں کہاں سے پہنچا۔ خوب غور کرنے پر بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کاغذ کہاں سے آیا۔

بہت دیر تک سوچتا رہا۔ تحریر کی گمشدگی کوئی انوکھی بات نہیں تھی، وہ اس طرح کی روشنائیوں کے بارے میں جانتا تھا جو تھوڑی دیر کے بعد خود بخود مٹ جاتی ہیں، ہوسکتا ہے یہ تحریر ایسی ہی کسی روشنائی سے لکھی گئی ہو لیکن تزئین کی طرف سے یہ وارننگ اور اس کے الفاظ عامر کے لیے بڑے حیران کن تھے۔

دانش کو اس بارے میں بتانا ضروری تھا۔ آفس سے چھٹی کا وقت ہو چکا تھا۔ اس نے موبائل فون پر دانش سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار نمبر ملانے پر یہی جواب ملا کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے فون ریسیو نہیں کیا جا رہا، براہ کرم تھوڑی دیر کے بعد رابطہ کیجیے۔ یہ بھی حیران کن بات تھی، لیکن ہوسکتا ہے دانش فون رکھ کر کہیں چلا گیا ہو۔ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے، اس بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ دانش کو اس کے فلیٹ پر دیکھ لیا جائے اور اگر وہ نہ ملے تو پھر اس کے لیے پیغام چھوڑ جائے کہ وہ جہاں بھی ہے، اس سے رابطہ قائم کرے۔ یہ سوچنے کے بعد وہ اپنے آفس کی بلڈنگ سے باہر نکل آیا اور اپنی موٹر بائیک پر بیٹھ کر دانش کے فلیٹ کی جانب چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ دانش کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر اس نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ ایک دو بار کال بیل بجائی پھر دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا اور اندر سے آواز آئی۔

"آ جاؤ کون ہے؟"

"آواز دانش کی ہی تھی۔ وہ دروازے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ اس نے اندر سے بند کر دیا۔ پتہ نہیں دانش کو کس کا انتظار تھا جو اس نے رواروی میں آنے والے کو اندر بلا لیا۔

بہرحال چند قدم آگے بڑھنے کے بعد اس نے آواز دی۔ "دانش! کہاں ہو بھئی، کون سے کمرے میں ہو یار! میں عامر ہوں۔"

دانش نے کوئی جواب نہیں دیا تو عامر کو پھر حیرت ہوئی۔ اس نے دوسری بار آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا جبکہ اسے دانش کی آواز صاف سنائی دی تھی جس نے کہا تھا کہ آ جاؤ۔ شاید وہ واش روم میں ہو۔

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا اور پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔ دو منٹ، پانچ منٹ، دس منٹ......! جب دس منٹ سے زیادہ گزر گئے تو وہ حیران ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کہیں سے کوئی آہٹ کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔

وہ حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر اس نے زور سے آواز دی۔ "یار دانش! کہاں ہو، کم از کم جواب تو دے دو، کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟"

لیکن پھر کوئی جواب نہیں ملا تو وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر ایک کمرے میں داخل ہوا۔ کمرا بھائیں بھائیں کر رہا تھا، دوسرا اور تیسرا کمرہ بھی خالی تھا، ملحقہ باتھ روموں میں بھی کوئی آہٹ نہیں تھی۔ اس نے باتھ روم کا دروازہ کھول کر دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

نہ جانے کیوں عامر کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرسراہٹ سی ہونے لگی۔ یہ کیا اسرار ہے اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک جگہ اسے عجیب سا منظر نظر آیا۔ دانش کے اس فلیٹ کی ڈیکوریشن شاندار تھی اور یہاں انتہائی قیمتی چیزیں رکھی ہوئی تھیں لیکن اس نے دیکھا کہ یہ تمام قیمتی چیزیں ایک بڑے سے کپڑے میں بندھی ہوئی رکھی ہیں۔ عامر بدحواس ہو گیا۔ یہاں دانش نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس پر وحشت سوار ہونے لگی۔ کسی پُراسرار عمل کا احساس اس کے دل میں جاگ اٹھا تھا۔

وہ تیزی سے دروازے کی طرف چلا اور اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ دروازے کے باہر کچھ آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ یہ کئی انسانوں کی آوازیں تھیں، پھر دروازہ بجایا جا رہا

تھا۔ عامر نے وحشت زدہ انداز میں دروازہ کھول دیا۔

باہر دس بارہ افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ''پکڑو...... پکڑلو، پکڑلو، جانے نہ پائے، بھاگنے نہ پائے، خان صاحب ادھر!'' لوگ چیخنے چلانے اور چوکیدار قسم کے ایک آدمی نے جس کے ہاتھ میں ڈنڈا دبا تھا، عامر پر حملہ کردیا۔ اس نے عامر کو دبوچ لیا۔ وہ کافی طاقتور تھا، اس نے عامر کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر ہاتھ جمادیئے۔ ''آپ لوگ میرا مدد کرو صاب! ہم نے چور رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔''

''کیا بدتمیزی ہے، کیا ہو رہا ہے یہ......؟'' عامر غصے سے دھاڑا لیکن ایک منٹ کے اندر اندر اس کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے۔ کچھ لوگوں نے اس کے دو چار ہاتھ بھی رسید کر دیئے تھے۔

''میں کہتا ہوں کیا بدتمیزی ہے یہ، آپ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں مجھے؟''

''ہم آپ کو مہاراجہ سمجھ رہے ہیں، کیا کرنے آئے تھے یہاں؟'' ایک شخص نے طنزیہ انداز میں کہا، پھر بولا۔ ''اکبر خان! کس کر باندھے ہیں نا اس کے ہاتھ، ذرا اس کی جیبوں کی تلاشی لے لو، کوئی ہتھیار نہ ہو؟''

''خوچہ میں ابھی دیکھتا ہے۔'' خان صاحب نے کہا اور اس کے بعد وہ عامر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر تلاشی لینے لگا۔

''کیا بدتمیزی کر رہے ہو تم لوگ، یہاں میرا دوست دانش رہتا ہے، میں اس کا دوست ہوں۔''

''ٹھیک ہے، ذرا اندر چل کر دیکھو، کیا دانش صاحب اندر موجود ہیں؟'' ایک پڑھے لکھے آدمی نے کہا لیکن اس کا لہجہ بھی طنز سے بھرپور تھا۔

عامر کو ایک طرف کھڑا کیا گیا۔ کئی افراد اس کی نگرانی کر رہے تھے اور اس طرح چوکس تھے جیسے انہیں خدشہ ہو کہ عامر باہر چھلانگ لگا دے گا۔ اندر داخل ہو کر انہوں نے دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔ پھر وہ لوگ تلاشی لینے لگے اور اس کمرے میں پہنچ کر جہاں عامر نے خود سامان کا گٹھر بندھا ہوا دیکھا تھا، اسے دیکھ کر ان میں سے کئی شخص چیخے۔

''لیجئے آجایئے ادھر اکبر خان! ادھر آجایئے، ذرا دیکھئے تماشا!'' عامر کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔ سامان جس طرح بندھا ہوا رکھا تھا، وہ خود عامر کے لیے حیران کن بات

تھی لیکن اس نے اس وقت نہیں سوچا تھا کہ سامان اس طرح بندھا ہوا کیوں رکھا ہے۔ وہ تمام لوگ عامر کو گھورنے لگے۔

''تو تم دانش صاحب کے دوست ہو اور یہ کیا ہے، خالی فلیٹ میں گھس کر سامان باندھ رہے تھے۔''

''آپ لوگ یقین کریں۔''

''ہم یقین کرلیں گے بلکہ پولیس ہم سے پہلے ہی یقین کرلے گی، آنے والی ہے، آپ ذرا شرافت سے یہاں بیٹھ جایئے ورنہ اس کے بعد جو کچھ ہوگا، اس کی ذمے داری آپ پر ہی ہوگی۔''

یقیناً یہ لوگ دانش کے اس فلیٹ کے آس پاس کے لوگ تھے۔ عامر شدید پریشانی کا شکار ہوگیا۔ بہت ہی پُراسرار حالات تھے۔ کاغذ جس پر ایک تحریر لکھی ہوئی تھی، وہ غائب ہوگئی تھی، پھر فلیٹ کے اندر سے ابھرنے والی دانش کی آواز......؟

عامر کو اپنے کانوں پر یقین تھا، اندر سے دانش ہی کی آواز ابھری تھی کہ آجاؤ اور وہ اندر داخل ہوا تھا اور پورے فلیٹ کی اس نے خود تلاشی لی تھی لیکن دانش نظر نہیں آیا تھا۔ دانش اس طرح کا مذاق نہیں کرسکتا تھا کہ یہاں چھپ گیا ہو اور اگر چھپ گیا ہوتا تو آپ تک سامنے آچکا ہوتا۔

بہرحال اسے بعد میں پتہ چلا کہ چوکیدار اکبر خان سے کسی نے فون پر کہا تھا کہ فلاں فلیٹ میں چور گھسا ہے، جا کر دیکھے۔ چوکیدار کچھ لوگوں کو جمع کر کے فلیٹ پر لے آیا اور اس نے رنگے ہاتھوں چور کو پکڑ لیا تھا۔ عامر نے لاکھ کہا کہ یہ فلیٹ میرے دوست کا ہے، اس سے رابطہ قائم کر کے اس کے بارے میں تصدیق کرلی جائے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد پولیس آگئی تھی۔

عامر نے اپنی بائیک کی نشاندہی بھی کی تھی۔ پولیس نے عامر کو گاڑی میں بٹھایا۔ چند پڑوسیوں نے پولیس کے سامنے گواہی دی کہ انہوں نے چور کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے، اس نے قیمتی سامان باندھ لیا تھا اور بس نکلنے ہی والا تھا کہ چوکیدار اکبر خان نے چھاپہ ماردیا۔ ایک اے ایس آئی عامر کو موبائل میں بٹھا کر تھانے لے گیا اور اس کے بعد اسے انچارج کے سامنے پیش کردیا گیا۔

''جناب! میں شریف آدمی ہوں، آپ یقین کرلیں، بجائے اس کے کہ آپ کسی غلط فہمی

کا شکار ہوں، دانش صاحب سے رابطہ قائم کر لیجیے، وہ شہر کے ایک انتہائی معزز اور دولت مند شخص ہیں، مرزا اختیار بیگ کے بیٹے...... ! میں نے آج پورے دن اپنے آفس میں اپنے فرائض سرانجام دیئے ہیں، آپ وہاں سے معلوم کر لیجیے، چھٹی ہونے پر میں وہاں سے نکلا ہوں۔"

"تو یہ آپ کا پارٹ ٹائم جاب ہے، میرا مطلب ہے گھروں میں گھس کر اس طرح ہاتھ کی صفائی دکھانا۔" ایس ایچ او نے کہا۔

"میں نے عرض کیا نا آپ میرے کیریکٹر کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر لیجیے اور باقی جو میں نے آپ سے عرض کیا ہے، اس کی تفصیل بھی معلوم کر لیں۔"

"دیکھیے جناب! آپ کے سامنے ہی فلیٹ کے آس پاس رہنے والوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ آپ تنہا فلیٹ میں گھسے تھے، بندھا ہوا سامان ہم نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے، دانش صاحب سے بھی تصدیق کی جائے گی، اگر یہ سب کچھ آپ کے بیان کے مطابق ہوا تو ہم آپ کو یہاں سے جانے دیں گے لیکن جب تک دانش سے رابطہ نہیں ہو جاتا، آپ کو لاک اپ میں رہنا پڑے گا۔"

"دیکھیے میرا پورا کیریئر تباہ ہو جائے گا، میں شریف آدمی ہوں۔"

"آپ جیسے شریف لوگ تو ہمیں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔" ایس ایچ او نے جواب دیا اور عامر کو لاک اپ میں بند کر دیا گیا۔

عامر بری طرح نروس ہو گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے۔ سارا کھیل بگڑ گیا تھا۔ گھر والوں کا کیا حال ہوگا۔ وہ لاک اپ میں تنہا تھا۔ پریشانی کے عالم میں ایک جگہ بیٹھ کر اس نے سوچا کہ یہ وقت بھی دیکھنا تھا اور وہ بھی دانش جیسے خود غرض انسان کے لیے......! وہ ابھی یہ بات سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے اپنے لباس میں کسی کھڑکھڑاہٹ کا احساس ہوا۔ ایسا لگا تھا جیسے کوئی اجنبی ہاتھ اس کی جیب کی جانب بڑھا ہو اور اس نے اس میں کچھ رکھ دیا ہو۔

اس نے فوراً جیب پر ہاتھ مارا تو اسے کسی کاغذ کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ سادہ کاغذ جو اس کی جیب میں تھا جسے تلاشی کے دوران نکال لیا گیا تھا لیکن ویسا ہی ایک اور کاغذ اسے اپنی جیب سے ملا۔ اس نے جلدی سے کاغذ نکال کر کھولا۔ اس پر ایک چھوٹی سی تحریر تھی۔

"یہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے، آپ دانش کو ساری تفصیل بتانے آئے تھے نا، بجائے اس کے کہ آپ آئندہ کے لیے محتاط ہو جاتے، دوستی نبھانے کے لیے تشریف لے آئے تھے، تو اب نبھائیے دوستی! اتزئین۔"

عامر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ مزید اس وقت وہ دنگ رہ گیا جب اس نے ایک ایک کر کے کاغذ سے یہ الفاظ غائب ہوتے ہوئے دیکھے اور چند لمحات کے بعد کاغذ سادہ رہ گیا تھا۔

✦====✦====✦

نیلم اس حسین لڑکی کی بڑی احسان مند تھی جس نے برے وقت میں اس کا ساتھ دیا تھا جبکہ اس نے عزیزہ بیگم کے سارے کام بڑی رازداری سے کیے تھے اور ایک وفادار نوکرانی ہونے کا ثبوت دیا تھا، لیکن عزیزہ بیگم نے اسے دس ہزار روپے دینے سے منع کر دیا تھا جبکہ اس خوبصورت لڑکی نے اسے دس کے بجائے پندرہ ہزار روپے دیئے تھے اور نیلم نے وہ پیسے اپنے ماں، باپ کو دے دیئے تھے تاکہ وہ اپنے گھر کا کام کرا لیں۔

اس نے نہایت خلوص سے اپنا کام شروع کر دیا تھا جس کے عوض اسے یہ رقم ملی تھی، چنانچہ آج تیسرا دن تھا اور وہ تین دن سے بڑی باقاعدگی کے ساتھ احسان احمد کو رات کے دودھ میں وہ پانی پلا رہی تھی جبکہ مقبول احمد کو اب وہ پانی نہیں پلاتی تھی اور پھر چوتھے دن کی صبح نتیجہ برآمد ہو گیا۔

احسان احمد صاحب، عزیزہ بیگم کے ساتھ ناشتے کی میز پر پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مقبول بھی آ گیا۔ اس سے پہلے فرخندہ کو بڑی چاہت کے ساتھ ناشتے کی میز پر بلا لیا جاتا تھا بلکہ وہ خود آ جاتی تھی لیکن اب مقبول بھی اس پر توجہ نہیں دیتا تھا اور یہ تینوں ہی ناشتہ کرتے تھے۔ فرخندہ اپنے کمرے میں ناشتہ کر لیا کرتی تھی۔

بہرحال احسان احمد ناشتہ کر رہے تھے۔ چائے عزیزہ بیگم نے کیتلی سے کپ میں ڈال کر احسان احمد کو پیش کی اور انہوں نے اس کا پہلا گھونٹ لیا۔ اس کے بعد احسان نے بڑے زور سے چائے کی پیالی پلیٹ میں رکھی۔

"یہ آپ نے اس میں شکر ڈالی ہے شیرہ بنا دیا ہے۔"

"ہیں...... خیریت......! وہی ڈیڑھ چمچ شکر ڈالی ہے۔"

"دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا، ذرا ایک گھونٹ پی کر دیکھیے۔" احسان نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور چائے کی پیالی اس طرح عزیزہ بیگم کی طرف سرکائی کہ چائے سا سر اور میز پر چھلک گئی۔ کچھ چھینٹیں عزیزہ بیگم پر بھی پڑی تھیں۔

احسان گرم گرم چائے پینے کے عادی تھے۔ اس وقت بھی پیالی خوب گرم تھی۔ عزیزہ بیگم کے منہ سے سی کی آواز نکل گئی اور وہ چائے کی پیالی کی طرف ہاتھ بڑھانے کے بجائے سامنے رکھے ہوئے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اپنی کلائی پر پڑ جانے والی چھینٹیں صاف کرنے لگیں۔

"یہ صبح ہی صبح آپ کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے کیا؟" شوہر کے ساتھ وہ یہی رویہ رکھتی تھیں اور احسان ان کی باتوں کو خوشی سے برداشت کر لیا کرتے تھے لیکن آج نہ جانے کیا ہوا۔ وہ کرسی کھسکا کر پیچھے ہٹ گئے۔

"جی ہاں گرمی چڑھ گئی ہے مجھے، کیا سمجھیں آپ؟" انہوں نے چائے کی پیالی اٹھائی اور ساری چائے عزیزہ بیگم کے اوپر پھینک دی۔ کھولتی ہوئی چائے نے عزیزہ بیگم کو اچھی طرح جھلسا دیا اور وہ چیخیں مارنے لگیں۔ احسان احمد اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

"اپنی کسی حماقت کو تسلیم ہی نہیں کرتیں آپ! اوپر سے بدزبانی کی حد ہوگئی ہے۔"

"مار دیا مجھے...... ارے مار دیا تم نے مجھے، ارے دماغ پلٹ گیا ہے کیا تمہارا...... ہائے میں مرگئی۔" عزیزہ بیگم کرسی سے اٹھ گئیں۔ احسان احمد بھی اٹھ کر باہر نکل گئے تھے۔

"دیکھا تُو نے مقبول! آج اصلیت دکھا گئے، ارے کچھ کرو کوئی، میں جھلس گئی ہوں۔"

"رضیہ! میرا اور فرخندہ کا ناشتہ ہمارے کمرے میں پہنچا دو، فرخندہ کو ابھی ناشتہ تو نہیں دیا؟" مقبول نے کہا۔

"کہاں چھوٹے میاں صاحب! پہلے آپ لوگ ناشتہ کر لیں، میں بعد میں ان کے پاس جاتی ہوں۔"

"ناشتہ لے آؤ۔" مقبول احمد نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ عزیزہ بیگم منہ پھاڑ کر رہ گئی تھیں۔ ان کا سر گھوم گیا۔ ایک تو بدن میں جلن تھی، دوسرے مقبول احمد کے طرزِ عمل نے مزید جھلسا دیا۔

مقبول احمد تو جان چھڑکتا تھا ان پر، ان کے ہر اشارے پر سر جھکا دیتا تھا، اس نے ذرا بھی خیال نہیں کیا بلکہ فرخندہ کے ساتھ ناشتہ کرنے کی بات کر کے چلا گیا۔ انہوں نے کراہتے

ہوئے کہا۔ "کیا ہوگیا ان دونوں باپ بیٹوں کو! ارے کیا ہوگیا، سب مر گئے کیا؟ رضیہ! نیلم کہاں ہے، اسے بھیجو، ہائے میرے زخم جل رہے ہیں، بھٹی بنی ہوئی ہوں میں، مار دیا تم نے مجھے احسان احمد! اس طرح طوطے کی طرح آنکھیں بدلو گے، کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا، ہائے میں مرگئی، رضیہ! کیا کر رہی ہے تُو؟"

"بیگم صاب! ناشتہ پہنچانے جا رہی ہوں فرخندہ بیگم کے کمرے میں۔"

"اری بھاڑ میں جھونک ناشتہ، پہلے میرے لیے کچھ کر تم دونوں...... ! ارے نیلم! تُو کہاں مرگئی؟"

نیلم مری نہیں تھی بلکہ باہر موجود تھی۔ اسے احسان احمد کے ردِعمل کا انتظار تھا اور اس نے اس وقت سب کچھ چوری چھپے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بابر شاہ کے پڑھے ہوئے پانی نے جہاں مقبول احمد کو بیوی کا دشمن بنایا تھا، وہی آج احسان احمد اپنی بیگم کے خلاف ہوگئے تھے۔ یہ معمولی بات نہیں تھی بہرحال وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔

"ہائے نیلم! اری چل میرے کمرے میں، چل کوئی دوا لگا، میرے اوپر چائے گر پڑی ہے۔"

"ہائے بیگم صاب! کیسے گری......؟" نیلم نے کہا۔

"کمبخت کچھ کرے گی یا ایسے ہی بک بک کرتی رہے گی؟"

"ٹوتھ پیسٹ لگاتے ہیں بیگم صاب جلے پر، میں ٹوتھ پیسٹ لے کر آتی ہوں۔" نیلم نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گئی۔

"تجھے تو میں دیکھوں گی ذرا رضیہ، جا مر، ناشتہ دے لکھوں کو!" عزیزہ بیگم نے کہا اور کمرے سے باہر نکل کر اپنے کمرے میں پہنچ گئیں۔

نیلم ٹوتھ پیسٹ لے کر ان کے کمرے میں آگئی اور پھر ان کے بدن کے جلے ہوئے حصوں پر ٹوتھ پیسٹ لگانے لگی۔ اس کے پیٹ میں بری طرح درد ہو رہا تھا اور وہ یہ سب کچھ کسی کو بتانے کے لیے بے چین ہو رہی تھی۔ اب کسی کو کیا بتاتی سوائے فرخندہ کے......! نہ جانے کس طرح اس نے انتظار کیا۔ عزیزہ بیگم تو بستر پر لیٹ کر ہائے ہائے کرنے لگی تھیں، اس سے زیادہ اور کیا کرتیں۔

احسان احمد تیار ہو کر اپنے آفس چلے گئے۔ مقبول نے ناشتہ فرخندہ کے ساتھ کیا اور پھر وہ بھی باپ کے ساتھ ساتھ آفس چل پڑا تھا۔ نیلم نے تیمارداری کا کام رضیہ کو سونپا اور باہر نکل گئی پھر اس کے بعد اس نے فرخندہ کو تلاش کر لیا۔

''چھوٹی بیگم صاحبہ! چمپا کی کیاری کتوں نے کھود دی ہے، آپ ذرا دیکھ لیجئے، مالی کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ ٹھیک کر دے۔''

''ارے ارے کتے کہاں سے گھس آئے؟''

''میں نے بتایا تھا بیگم صاب کو کہ پڑوسی کے دونوں کتے دیوار پھلانگ کر اندر آ جاتے ہیں۔ ذرا انہیں سمجھا دیجئے گا۔''

''چلو چلو دیکھوں تو سہی، عزیزہ بیگم تو مجھے جان سے مار دیں گی، انہیں تو بس کوئی بہانہ چاہئے ہوتا ہے۔'' فرخندہ نے ہول کر کہا اور نیلم کے ساتھ باہر لان پر نکل آئی۔

نیلم اِدھر اُدھر دیکھتی جا رہی تھی۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ چمپا کے درختوں کے پاس پہنچ کر نیلم نے کہا۔ ''معافی چاہتی ہوں بیگم صاحبہ! کتوں نے زمین نہیں کھودی، میں آپ کو کوٹھی سے نکال کر باہر لانا چاہتی تھی۔''

''کیوں خیریت......؟''

''وہ جی کچھ بتانا ہے آپ کو!''

''کیا بات ہے نیلم! کوئی خاص بات ہوئی ہے کیا، آج کچھ انوکھی باتیں ہو رہی ہیں، پتہ ہے تجھے مقبول نے ناشتہ میرے ساتھ کیا ہے، عجیب شرمندہ شرمندہ سے نظر آ رہے تھے، آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، بڑے پیار سے مجھے میری پسند کی چیزیں کھانے کے لیے پلیٹیں بڑھاتے رہے، مجھے تو کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔''

''مبارک ہو چھوٹی بیگم صاحبہ! اس کا مطلب ہے کہ دہرا کام ہوا ہے۔'' نیلم نے کہا۔ فرخندہ حیرت بھری نگاہوں سے نیلم کو دیکھنے لگی۔ ''کیا ہوا، کیا کہہ رہی ہے تُو؟''

نیلم نے ایک مرتبہ پھر مور کی طرح گردن اٹھا کر دور دور تک دیکھا۔ آس پاس کوئی نہیں تھا تب وہ بولی۔ ''یہ کام آپ کی نیلم نے سرانجام دیا ہے۔''

''کون سا کام......؟''

''آپ کو اصل بات ابھی تک نہیں پتہ چلی......؟''

''نہیں، کیا ہوا، اصل بات کیا ہے؟''

''ارے آپ کو یہ پتہ ہے کہ بڑی بیگم صاحبہ کمرے میں لیٹی ہوئی ہائے ہائے کر رہی ہیں، ان کے پیٹ، سینے اور کلائیوں پر میں نے ٹوتھ پیسٹ لگایا ہے۔''

''کیوں خیریت......؟''

''چائے کی پیالی پھینکی تھی بڑے صاحب نے ان کے اوپر!''

''کیا......؟''

''تو اور کیا، چائے میں شاید چینی زیادہ ہو گئی تھی اور یہ چینی بڑی بیگم صاحبہ ہی نے ملائی تھی، صاحب نے احتجاج کیا اور کہنے لگے کہ چائے کو شیرہ کیوں بنا دیا ہے تو بڑی بیگم صاحبہ نے الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیں اور صاحب نے گرم گرم چائے ان کے اوپر پھینک ماری، وہ تو شکر ہے یہ چائے منہ پر نہیں پڑی بلکہ پیٹ اور سینے پر ہی گری تھی۔''

''بڑے صاحب نے چائے پھینک دی ان کے اوپر! ان کی یہ ہمت کیسے ہو گئی؟''

''میں نے کہا نا یہ آپ کی نیلم کا کارنامہ ہے۔''

''کیا بک بک کر رہی ہے صاف بتا!''

''بتاتی ہوں بیگم صاحبہ! وہ جو آپ کی دوست آئی تھیں نا ایک دن جب آپ ان کی کار میں بیٹھ کر آئی تھیں!''

''ہاں تو پھر......؟''

''وہ آئی تھیں دوبارہ یہاں پر۔''

''یہاں......کب......؟''

''تین چار پانچ دن پہلے کی بات ہے۔''

''یہاں آئی تھیں، ہمارے گھر میں؟''

''ہاں یہیں پر......!''

''پھر کیا وہ بڑی بیگم صاحبہ سے ملی تھیں؟''

''نہیں بس مجھے ملی تھیں، میرے ہی کوارٹر کی طرف آئی تھیں۔''

''کیا بکے جا رہی ہے نیلم! تیری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''ارے صدقے جاؤں میں ان بابر شاہ جی کے صحیح معنوں میں پہنچے ہوئے بزرگ

ہیں۔ غضب کے تعویذ گنڈے کرتے ہیں۔'' نیلم نے کہا اور فرخندہ غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ نیلم پھر بولی۔ ''ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہیں بیگم صاب! ہم جو نوکر ہوتے ہیں نا بی سمجھ لیں ہم انسان ہی نہیں ہوتے، ہمیں جانور سمجھا جاتا ہے اور ہم اس قدر مجبور ہوتے ہیں کہ ہمیں ہر صورت وقت گزارنا ہی ہوتا ہے، تھوڑے دن پہلے کی بات ہے بیگم صاحبہ نے دیدار خالہ کے ساتھ جا کر بابر شاہ سے تعویذ لئے تھے۔''

''اچھا پھر......؟''

''یہ تعویذ چھوٹے صاحب کو پلانے تھے، بیگم صاحبہ چاہتی تھیں کہ چھوٹے صاحب آپ کے خلاف ہو جائیں اور آپ دیکھئے کہاں تو وہ آپ پر جان چھڑکتے تھے اور کہاں انہوں نے آنکھیں پھیر لیں۔''

فرخندہ حیرت سے منہ کھولے نیلم کی باتیں سن رہی تھی۔ نیلم بول رہی تھی۔ ''آپ ہمیں معاف کر دینا، ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہے ہیں آپ سے، چھوٹے صاحب کو تعویذ گھول کر پلانا ہمارا ہی کام تھا جو بڑی بیگم صاحب نے ہمارے سپرد کیا تھا اور سختی سے کہہ دیا تھا کہ نیلم اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تجھے کھڑے کھڑے نکال دوں گی، نہ صرف نکال دوں گی بلکہ تیرے اوپر چوری کا الزام لگا کر تجھے پولیس کے حوالے کر دوں گی، ہم غریب لوگ بس اپنی عزت سے ڈرتے ہیں، ہم نے خاموشی سے وہی کیا جو انہوں نے کہا تھا اور چھوٹے صاحب نے آپ سے آنکھیں بدل لیں۔''

''پھر کیا ہوا نیلم؟'' فرخندہ نے نڈھال لہجے میں پوچھا۔

''بس جی سلسلہ جاری تھا، ہم دوسرے تیسرے دن دودھ میں چھوٹے صاحب کو ان تعویذوں کا پانی دے دیا کرتے تھے۔''

''آگے بول، آگے بول پھر کیا ہوا؟'' فرخندہ نے بے چینی سے کہا۔

''پھر ہم بتا رہے تھے نا آپ کو کہ وہی چھوٹی بیگم صاحبہ آئیں جو بڑی خوبصورت سی تھیں۔''

''ہاں اور تُو کہہ رہی تھی کہ وہ تجھ سے ملیں!''

''ہاں......! اصل میں بیگم صاب بات یہ تھی کہ ہم بھی مصیبت میں گرفتار تھے ورنہ شاید بڑی بیگم صاحبہ سے غداری نہ کرتے، ہمارے گھر کی چھت خراب ہو گئی تھی۔ اماں، ابا مصیبت کا

وقت گزار رہے تھے، ہم نے بیگم صاب سے دس ہزار روپے مانگے تو انہوں نے ہمیں ٹکا سا جواب دے دیا اور کہا کہ جو تنخواہ ملتی ہے، وہی تیرے لیے کافی ہے جبکہ تُو اس قابل نہیں ہے کوئی دس ہزار نہیں ملیں گے، ہم کیا کرتے، صبر کر کے خاموش ہو گئے پھر وہ خوبصورت بیگم ہم سے ملیں، انہیں پتہ نہیں ہماری بات کیسے معلوم ہوگئی، وہ ہمارے کوارٹر میں آئیں اور انہوں نے ہمیں پندرہ ہزار روپے دیئے، انہوں نے ہم سے پوچھا کہ آخر مقبول صاحب کے آنکھیں بدل لینے کی وجہ کیا ہے، بس ہم جذباتی تھے، ہم نے بتا دیا، ہمیں بات معلوم تھی کہ وہ آپ کی سہیلی ہیں اور انہوں نے بھی ہم سے یہی کہا تھا کہ میری سہیلی کو اس طرح پریشان کیوں کیا جاتا ہے، ہم نے بتا دیا کہ پہلے تو چھوٹے صاحب چھوٹی بیگم صاب سے بہت محبت کرتے تھے بعد میں انہیں جب بابر شاہ کا تعویذ پلایا گیا تو ان کا دماغ پلٹ گیا اور یہ تعویذ بڑی بیگم صاحبہ نے حاصل کیا تھا اور ہمیں ہدایت کی تھی کہ وہ ہمیں پلانا ہے۔''

''تزئین نے تمہیں پندرہ ہزار روپے دیئے تھے؟''

''ہاں بیگم صاب! اللہ تعالیٰ انہیں زندگی دے، جیسی شکل خوبصورت ہے، ایسا ہی دل بھی خوبصورت ہے، انہوں نے ہمیں یہ پیسے دیئے اور کہا کہ اب جو بابر شاہ کے تعویذ کا بچا ہوا پانی ہے، وہ مقبول احمد کو نہیں بلکہ احسان احمد کو پلانا ہے اور فرخندہ بیگم! چار دن سے ہم یہ کام کر رہے ہیں، اے صدقے بابر شاہ صاحب کے......! دماغ بدل دینے میں تو اپنا جواب نہیں رکھتے، آپ دیکھ لو آج احسان صاحب کا رویہ ہی بدلا ہوا تھا، انہوں نے گرم چائے بیگم پر پھینک دی جبکہ وہ گرم چائے تو کیا پھول بھی بڑی بیگم پر پھینکتے ہوئے ڈرتے تھے۔''

فرخندہ کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ ''اگر تزئین یہاں دوبارہ آئی تھی مجھ سے کیوں نہیں ملی اور......'' وہ پریشان لہجے میں بولی۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''کہیں ایسا نہ ہو کہ عزیزہ بیگم مجھے دیکھ لیں، چلتی ہوں، تجھ سے بعد میں بات کروں گی، نیلم سن......اب اگر کبھی تزئین آئے تو جس طرح بھی ہو سکے، مجھے فوراً خبر کر دینا۔''

''آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' نیلم نے کہا اور فرخندہ تیز تیز قدموں سے کوٹھی کے اندرونی حصے کی جانب واپس چل پڑی۔

+====+====+

عامر کی زندگی میں ایسے لمحات کبھی نہیں آئے تھے۔ تھانے کے لاک اپ میں زمین پر

بیٹھا ہوا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اگر رات بھی یہاں گزارنی پڑی تو زندگی تباہ ہو جائے گی، گھر والے الگ پریشان ہوں گے، نہ جانے کہاں کہاں مارے مارے پھرتے رہیں گے۔ گھر والوں کو اطلاع بھی نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اس سے اس کا موبائل چھین لیا گیا تھا۔

پولیس کے رویئے کے بارے میں اخبارات میں پڑھا تھا یا لوگوں کی زبانی سنا تھا۔ پہلی بار واسطہ پڑا تھا۔ ایک دو بار اس نے پھر درخواست کی تھی کہ دانش سے رابطہ قائم کر کے اس سے اس کے بارے میں پوچھ لیا جائے۔ اگر دانش بھی اس کے چور ہونے کی تصدیق کر دے تو پھر جو سلوک پولیس اس کے ساتھ کرنا چاہے، اسے منظور ہوگا۔

''اوئے چپ ہو کے اندر بیٹھ، کر لیں گے دانش سے بھی بات اور بھی بہت سے کام ہوتے ہیں ہمیں!'' اسے ڈانٹ دیا گیا۔

اس وقت اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ تزئین کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ دانش اس سے ہر بات پر مشورے کر لیا کرتا تھا۔ تزئین کے بارے میں اس نے بہت کچھ بتایا تھا لیکن عامر کو بہت سی باتوں پر یقین نہیں آیا تھا بس دوستی نبھانے کے لیے اس نے دانش کو بہت سے مشورے دیئے تھے۔ اسی کے مشورے پر اس نے فلیٹ میں رہائش اختیار کی تھی۔ تزئین کو یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تھا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تزئین ہے کیا چیز......؟

یہ بڑی خوفناک بات تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اسے عامر اور دانش کے گٹھ جوڑ کے بارے میں کیسے معلوم ہوا تھا۔ سزا بھی اس نے بڑے غضب کی دے دی تھی۔ عامر دہل کر رہ گیا تھا۔ اسے ایک احساس اور بھی ہوا تھا کہ پتہ نہیں دانش نے اس کا فون کیوں نہیں ریسیو کیا تھا۔

بہرحال عامر بری طرح دہشت زدہ تھا اور پھر نہ جانے انچارج کے دل میں کیا آئی کہ اس نے لاک اپ میں عامر سے ملاقات کی اور بولا۔ ''ہاں بھئی کیا نمبر ہے تیرے دانش کا، فون نمبر تو یاد ہوگا نا تجھے؟''

''جی سر......!''

''لکھوا مجھے۔''

''جی سر!'' عامر نے کہا اور دانش کا موبائل نمبر دہرا دیا۔

''بات کرتے ہیں، اگر وہ تیری ضمانت دے گا تو ہم تجھے چھوڑ دیں گے۔''

''جی آپ کوشش کر لیں، آپ کی مہربانی ہوگی انچارج صاحب! میں شریف آدمی ہوں۔''

تقدیر نے ساتھ دیا تھا یا کسی کی دعا لگ گئی تھی۔ انچارج نے دانش کو فون کیا اور دانش نے فون ریسیو بھی کر لیا۔ کیا بات چیت ہوئی، اس کا عامر کو پتہ نہیں چل سکا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد دانش پولیس آفیسر کے ساتھ لاک اپ روم کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دو سنتری بھی پیچھے تھے۔ انچارج کے اشارے پر ان میں سے ایک نے جلدی سے آگے بڑھ کر لاک اپ کا دروازہ کھولا اور انچارج نے بڑی شرافت سے کہا۔ ''آجایئے عامر صاحب! آیئے سر! آپ بھی میرے آفس میں آجایئے۔'' انچارج کا رویہ ہی بدل گیا تھا۔ اب پتہ نہیں یہ رویہ بدلا کیسے تھا لیکن بہرحال عامر اور دانش، انچارج کے ساتھ ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو گئے۔

''بیٹھئے جناب! آپ تو بہت بڑے لوگ ہیں دانش صاحب! مگر قصور ہمارا بھی نہیں ہے، آپ کے فلیٹ کے آس پاس کے لوگوں نے پولیس کو فون کیا کہ دانش صاحب کے فلیٹ میں کوئی چور گھسا ہوا ہے اور ہم موقع پر پہنچے تو ہمیں عامر صاحب ملے اور فلیٹ کے اندر عجیب سے نشانات بھی، سامان بھی بندھا ہوا رکھا تھا جیسے کوئی چور اس سامان کو چرا کر لے جانا چاہتا ہو۔''

دانش ہنسنے لگا پھر بولا۔ ''وہ سامان کیا پورا فلیٹ ہی میرے دوست عامر کا ہے، مالک ہے یہ اس فلیٹ کا، تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ میرا دوست چوری کی نیت سے فلیٹ میں گھسے گا، اس کے اشارے پر تو میں ایک لمحے کے اندر فلیٹ کو آگ لگا دوں گا۔''

''ارے نہیں صاحب! آگ سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوں گے۔'' تھانہ انچارج نے مذاق کیا۔ پھر بولا۔ ''تو پھر ٹھیک ہے، ہم نے کوئی ایف آئی آر وغیرہ تیار نہیں کی ہے، آپ انہیں لے جا سکتے ہیں، معاف کیجئے گا عامر صاحب! کوئی گستاخی کی گئی ہو تو نظر انداز کر دیجئے، ہم بھی اپنی ڈیوٹی کے لیے مجبور ہوتے ہیں۔'' یہ کہہ کر تھانہ انچارج نے عامر کا موبائل فون اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ آپ کا موبائل فون اور یہ آپ کی موٹر بائیک کی چابی!'' اس نے دونوں چیزیں عامر کے حوالے کیں۔ دانش، عامر کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔

عامر نڈھال نظر آرہا تھا۔ دانش نے پوچھا۔ ''عامر! موٹر بائیک چلا سکو گے؟''

''ہاں چلالوں گا۔''

''تو بلیو مون آجاؤ۔''

''دانش! میں پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکا ہوں، گھر والے وحشت کا شکار ہوں گے۔''

''فون کر دو یار کہ کہیں مصروف ہو، خدا کا شکر ہے کہ تھانہ انچارج نے مجھے فون کر لیا ورنہ پتہ نہیں رات بھر تمہیں یہاں رہنا پڑتا، فون کر دو میرے دوست! میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

عامر نے گھر فون کر کے کوئی بہانہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں ہوٹل بلیو مون میں اپنی مخصوص میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عامر کے چہرے پر شدید افسردگی نظر آ رہی تھی۔

''کوئی بدتمیزی کی عامر! تھانے والوں نے؟'' دانش نے پوچھا۔

عامر نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر بولا۔ ''مجھے ایک چور کی حیثیت سے پکڑا گیا تھا، ظاہر ہے اس کے بعد وہ جو کچھ نہ کرتے، کم تھا لیکن ابھی انہوں نے مار پیٹ نہیں شروع کی تھی۔''

''خدا کا شکر ہے...... بہر حال اس حادثے پر میں تم سے ہمیشہ شرمندہ رہوں گا، ہوا کیا تھا؟''

عامر نے پوری تفصیل دانش کے گوش گزار کر دی۔ دونوں کاغذوں کے بارے میں اسے بتایا اور دانش نے گردن جھکا لی۔ ''اب تمہیں میری کیفیت کا صحیح انداز ہو گیا ہو گا۔''

''ہاں لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ میرے ساتھ ایسا بھی کوئی عمل ہو سکتا ہے، ویسے دانش! تم نے آج تک مجھے بھابی سے ملایا نہیں ہے، اس کی مجھے بہت شکایت ہے، شادی کی تو خیر بات چھوڑو اس وقت تو میں اس قابل ہی نہیں تھا۔''

''تلخ نہ ہو میرے دوست! ساری تفصیل تمہارے علم میں ہے اور اس کے باوجود تم مجھ سے شکایت کر رہے ہو، میں تزئین سے تمہیں ضرور ملاؤں گا، یہ میرا وعدہ ہے بلکہ کل ہی یہ پروگرام رکھتے ہیں، تم شام کی چائے میرے گھر پر میرے ساتھ پینا۔''

دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے پھر عامر نے اجازت طلب کر لی اور دانش اس کی موٹر بائیک کے پیچھے پیچھے اسے اس کے گھر تک چھوڑنے آیا پھر اپنی کار میں واپس اپنے گھر کی جانب چل پڑا۔

دوسرے دن عامر مقررہ وقت پر دانش کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا، ادھر دانش نے تزئین سے خاص طور پر کہا تھا کہ میرا دوست عامر تم سے ملنے آ رہا ہے، اس کا ذرا اچھا استقبال کرنا اور جو کچھ تم اس کے ساتھ کر چکی ہو، اسے دہرانے کی کوشش نہ کرنا۔

جواب میں تزئین مسکرا دی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ''دانش! تم نے ایک عقلمندی کا کام کیا ہے کہ میرے اہم راز اسے نہیں بتائے ورنہ شاید تم قابلِ معافی نہ ہوتے، میں نے تم سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہر راز کا ایک مقام ہوتا ہے اور اسے وقت پر ہی افشا کیا جاتا ہے، ایسے نہیں!''

دانش نے کوئی جواب دینے کی کوشش کی لیکن اس کی وہی کیفیت ہوئی تھی جو ایسے موقعوں پر ہو جاتی تھی، یعنی آواز بند ہو جاتی تھی اور دماغ منتشر ہو جاتا تھا۔

پھر اس نے عامر کا استقبال کیا اور اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ تزئین ایک بہت ہی خوبصورت لباس میں موجود تھی۔ عامر اندر داخل ہوا تو تزئین نے بڑے ادب سے جھک کر اسے سلام کیا۔

عامر نے عجیب سی نگاہوں سے تزئین کو دیکھا تو وہ بولی۔ ''آئیے عامر بھائی! دانش اکثر آپ کا تذکرہ کرتے رہے ہیں، آپ نے بہت اچھا کیا کہ یہاں آئے اور مجھ سے ملاقات کی، بیٹھیے پہلی ملاقات ہے اس لیے بہت سی باتیں میں آپ سے نہیں پوچھ سکتی مثلاً یہ کہ آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی، آپ کے گھر میں کون کون ہے، اس بارے میں مجھے دانش نے کبھی نہیں بتایا۔''

اتنا پُر اخلاق لہجہ اور اتنی تہذیب تھی اس کی گفتگو میں کہ عامر عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ اس نے گہری نگاہوں سے کئی بار اسے غور سے دیکھا تھا، تزئین کے چہرے پر ایک حیا تھی، ایک سادگی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کے حسین ترین نقوش دانش کی بات کی تصدیق کرتے تھے کہ وہ دنیا کی حسین ترین لڑکیوں میں سے ایک ہے۔ کہیں کسی بھی جگہ عامر نے اس کے انداز میں کوئی برائی نہیں پائی تھی۔

کیا یہی وہ خوبصورت بلا ہے جس نے دانش کی زندگی عذاب کر رکھی ہے، ہو نہیں سکتا، یہ ہو نہیں سکتا۔ ممکن ہے خود ہی دانش نے یہ ناٹک رچایا ہو، کسی خاص مقصد، کسی خاص خیال کے تحت۔ ممکن ہے دولت مند نوجوان اپنی آوارہ فطرت کو تسکین دینے کے لیے اپنی بیوی میں یہ

کھوٹ نکال رہا ہو لیکن پھر کچھ باتیں مثلاً وہ کاغذ اس پر لکھی ہوئی تحریر اور الفاظ کا گم ہو جانا، کوئی بھی ذریعہ ایسا نہیں تھا کہ وہ کاغذ اس کے لباس میں پہنچتا۔ تزئین نے اس کی خوب خاطر مدارات کی اور پھر عامر نے رخصت کی اجازت چاہی۔

دانش کو اندازہ تھا کہ عامر نے تزئین کا اچھی طرح جائزہ لیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے عامر کوئی انکشاف کرے۔ وہ مضطرب بھی تھا۔ عامر نے رخصت چاہی تو وہ اجازت لے کر باہر آیا اور دونوں لان پر ٹہلنے لگے۔

دانش نے عامر سے کہا۔ ''کہو عامر! تم نے کیا اندازہ لگایا؟''

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا، اگر تم مجھے روزِ اول سے اس ملاقات کی تفصیل بتاؤ تو شاید میں کچھ سوچ سمجھ سکوں۔'' یہ الفاظ عامر کے منہ سے ادا ہوئے تھے کہ دانش کو اپنے کانوں میں سرگوشی سنائی دی۔

''ہر راز ہر شخص کو نہیں دیا جا سکتا دانش! جو میں نے تم سے کہا ہے، اس کا خصوصی طور پر خیال رکھنا ورنہ کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو سکتے ہو۔''

دانش ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس سرگوشی کے بارے میں بھی وہ عامر کو کچھ نہیں بتا سکتا تھا کیونکہ ایسے موقع پر بولنے کی کوشش کرتا تو زبان خود بخود بند ہو جاتی۔ بہرطور اس نے شکریہ کے ساتھ عامر کو رخصت کیا تھا اور پھر واپس اندر کی طرف چل پڑا تھا۔

تزئین نے جس انداز میں عامر کی پذیرائی کی اور جو اس کا طرزِ گفتگو تھا، وہ بڑا حیران کن تھا۔ آج اسے ایک اور نئی بات کا احساس بھی ہوا تھا کہ تزئین نے باقاعدہ عامر کو سلام کیا تھا۔ اگر وہ کوئی بدروح ہوتی اور کوئی گندا وجود ہوتی یعنی چڑیل وغیرہ تو اس طرح سلام نہ کرتی۔ پتہ نہیں یہ کیا ہے۔

وہ واپس آیا تو تزئین ڈرائنگ روم سے جا چکی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ دانش تھکے تھکے انداز میں اپنے کمرے میں داخل ہوا تو تزئین واش روم میں موجود تھی۔

اندر پانی گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور پھر چند لمحات کے بعد وہ باہر نکلی تو دانش کے حلق سے ایک دہشت بھری آواز نکل گئی۔ تزئین خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھی لیکن اس کا چہرہ ڈھانچے کی شکل میں نظر آ رہا تھا اور وہ مسکرا رہی تھی۔

+====+====+

عزیزہ بیگم گرم گرم چائے سے اچھی خاصی جھلس گئی تھیں لیکن احسان احمد نے دوبارہ ان سے کچھ پوچھا نہیں تھا۔ شام کو آفس سے بھی وہ بہت دیر سے آئے تھے۔ اس دوران مقبول احمد نے ایک اور حرکت کی تھی۔ طویل عرصے سے وہ فرخندہ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا تھا لیکن اس دن صبح کا ناشتہ بھی اس نے فرخندہ کے ساتھ ہی کیا تھا اور اس کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے وہ فرخندہ کو ساتھ لے کر کار میں باہر نکل گیا تھا۔ عزیزہ بیگم کو یہ اطلاع دوسری ملازمہ نے دی تھی۔ ان کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ انہیں شدت سے یہ احساس ہوا کہ بات بگڑ گئی ہے مگر کیسے......؟ اس بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ نیلم کو بلایا گیا۔ وہی ان کی سب سے بڑی راز دار تھی۔ عزیزہ بیگم نے پوچھا۔ ''اے نیلم! کیا بابر شاہ کا دیا ہوا پانی ختم ہو گیا؟''

''نہیں بیگم صاب! ابھی تو وہ پہلا ہی پڑھا ہوا پانی چل رہا ہے، ارے دو چمچے تو دینا ہوتا ہے، ویسے بھی آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جب پانی ختم ہونے لگے تو اس میں دوسرا سادہ پانی ملا دیا جائے۔''

''ہاں دیدار خالہ نے اور بابر شاہ نے یہی کہا تھا۔''

''تو بیگم صاب! ابھی تو پہلا ہی پانی نہیں ختم ہوا۔''

''تو پھر کیا ہو گیا، تُو دے تو رہی ہے نا مقبول کو پانی؟''

''لو بیگم صاب! آپ نے ایک دفعہ کہہ دیا بس کافی ہے میرے لیے!''

''پتہ نہیں کیا ہو گیا۔ مقبول احمد سے تو پانی کا اثر لگتا ہے ختم ہوا مگر یہ احسان احمد کو کیا ہو گیا، ارے میرے اگر پاؤں کا ناخن بھی ٹوٹ جاتا تو ان کے دل پر چوٹ لگتی تھی، انہوں نے کھولتی ہوئی چائے میرے اوپر ڈال دی اور پھر بیٹا......! نہیں نیلم! کچھ ہو گیا ہے، ہائے میں کیا کروں، اب کیا کروں میں!''

نیلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

شام کو ساڑھے چھ بجے احسان احمد گھر آئے۔ ابھی تک مقبول احمد اور فرخندہ واپس نہیں آئے تھے اور یہ بات بھی بڑی دکھ دینے والی تھی۔ احسان احمد آئے تو عزیزہ بیگم اٹواٹی کھٹواٹی لے کر پڑ گئیں۔ احسان احمد کو شام کی چائے پیش کی گئی تو وہ اور بپھر گئے۔

''عزیزہ بیگم کہاں مر گئیں؟'' انہوں نے ملازمہ سے سوال کیا۔

''اپنے کمرے میں ہیں صاحب!''

"بلا کر لاؤ۔" احسان احمد نے کہا اور نوکرانی عزیزہ بیگم کے کمرے میں پہنچ گئی۔

"بلا رہے ہیں صاحب! میں نے چائے دے دی ہے۔"

"ان سے کہہ دو میں نہیں آ رہی......!" عزیزہ بیگم نے کہا۔ ملازمہ کچھ لمحے تذبذب کے عالم میں کھڑی رہی تو عزیزہ بیگم گرجیں۔ "تم نے سنا نہیں، میں نے کہا تھا تم سے جا کر کہہ دو میں نہیں آ رہی۔"

ملازمہ واپس نہیں پلٹی تھی کہ احسان احمد دروازے کو لات مار کر اندر داخل ہو گئے۔

"اس نے سنا ہو یا نہ سنا ہو، میں نے سن لیا ہے، چلو تم باہر جاؤ۔" انہوں نے ملازمہ سے کہا اور ملازمہ باہر نکل گئی۔ احسان احمد خونی نگاہوں سے عزیزہ بیگم کو دیکھ رہے تھے۔ عزیزہ بیگم کو ان کی نگاہوں سے گھبراہٹ تو ہوئی تھی لیکن ڈھٹائی اختیار کیے رہیں۔

احسان احمد ان کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ "کیا چاہتی ہو؟" ان کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔

"آپ کا دماغ ٹھیک ہوا یا نہیں! آپ نے میرے اوپر کھولتی ہوئی چائے پھینکی اور پھر پلٹ کر پوچھا بھی نہیں، آپ کو پتہ ہے کہ......!" عزیزہ بیگم نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک زوردار تھپڑ ان کے رخسار پر پڑا اور وہ دوسری طرف لڑھک گئیں۔ احسان احمد نے ان کے بال پکڑ کر انہیں سیدھا کیا اور دوسرا تھپڑ رسید کر دیا اور بولے۔ "پتہ چلا آپ کو میرے دماغ کا، کہ ٹھیک ہوا ہے یا نہیں......؟"

"ارے میرے مولا!" عزیزہ بیگم بدحواسی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگیں۔

"خبردار دروازے سے باہر قدم نکالا تو......اپنا تماشا کمرے میں ہی رہنے دو تو اچھا ہے ورنہ......!" لیکن عزیزہ بیگم نے پوری بات نہیں سنی اور دروازے سے باہر نکل بھاگیں۔

بابر شاہ کا پڑھا ہوا پانی شاید احسان احمد پر مقبول احمد سے زیادہ اثر انداز ہوا تھا۔ وہ بپھرے ہوئے باہر نکل آئے اور انہوں نے عزیزہ بیگم کو آسانی سے پکڑ لیا اور پھر وہ انہیں لاتیں اور گھونسے مارنے لگے۔ ملازم سامنے ہی موجود تھے، احسان احمد نے ان کی بھی پروا نہیں کی تھی۔

"کہا تھا نا میں نے کہ اندر کا تماشا اندر ہی رہنے دو، اب بات سمجھ میں آئی؟" احسان

احمد کی آواز ابھری۔

"آ گئی احسان احمد! خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو، ہائے سب سامنے کھڑے ہیں، ہائے......!" ایک لمحے کے لیے عزیزہ بیگم کو موقع ملا تو انہوں نے دوڑ لگا دی۔ خوش قسمتی سے تھوڑے فاصلے پر ایک کمرے کا دروازہ کھلا مل گیا اور وہ غڑاپ سے دروازے میں داخل ہو گئیں پھر جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ احسان احمد مڑ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔

عزیزہ بیگم بری طرح حواس باختہ تھیں۔ عمر گزر گئی تھی شادی ہوئے، احسان احمد نے تو انہیں پھولوں کی چھڑی بھی نہیں چھلائی تھی، یہ انہیں کیا ہو گیا، گرم چائے اور پھر گرما گرم تھپڑ اور لاتیں......ارے یہ کیا ہو گیا، سب کچھ بدل گیا مگر کیوں......؟ مقبول احمد نے بھی چولا بدل لیا، اس کمینی کو لیے ابھی تک سیر ہو رہی ہے......ایں......؟

اچانک ان کے ذہن نے کروٹ بدلی۔ کہیں فرخندہ نے تو کوئی گنڈہ، تعویذ نہیں کر ڈالا......! لگ رہا ہے، ایسا ہی لگ رہا ہے، ضرور ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔ "ارے کوئی الٹی چکی چل گئی ہے۔ میرے مولا...... میرے مولا...... دیدار باجی...... ارے دیدار باجی......! تمہاری ضرورت آ گئی، دیدار باجی......!"

✦====✦====✦

ایک بار پھر ان کے منہ سے کراہیں نکلنے لگیں۔ اچھی خاصی چوٹیں لگی تھیں۔ معمولی بات نہیں تھی، یہ زندگی کا بڑا ہی انوکھا تجربہ تھا۔ لاڈ پیار کی بگڑی ہوئی تھیں۔ ماں، باپ کی اکلوتی تھیں، چنانچہ کبھی مار تو الگ، کوئی سخت بات بھی نہیں سنی تھی مگر آج اچھی خاصی مار پڑ گئی تھی۔ عزت بھی دو کوڑی کی ہو کر رہ گئی تھی۔ نوکروں کے سامنے پٹی تھیں۔ اب بھلا گھر میں ان کی کیا عزت اور کیا مقام رہے گا، نوکروں کی ہمت نہیں پڑی تھی، ورنہ پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنستے۔ واقعی اس سے برا وقت اور کوئی نہیں آیا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر تک ''ہائے، ہوئی'' کرتی رہیں۔ دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ کہیں احسان احمد سامنے نہ کھڑے ہوں۔

پھر کافی وقت گزر گیا تو انہوں نے نیلم اور رضیہ کو آوازیں دینا شروع کیں۔ نیلم شاید اس وقت کسی کونے میں منہ چھپائے ہنس رہی ہوگی۔ شکر تھا کہ فرخندہ گھر میں موجود نہیں تھی، ورنہ آج اس کا بھی کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ عزیزہ بیگم نے جو کچھ اس کے ساتھ کرایا تھا، آج اس کا سارا بدلہ مل گیا تھا انہیں، مگر بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ان کے ذہن میں خیال آیا کہ فرخندہ نے کوئی الٹا کام کرایا ہے۔ رضیہ نے دروازہ بجایا تو وہ اچھل پڑیں۔

''کک...... کون ہے، کون ہے؟''

''بیگم صاب جی! آپ نے آواز دی تھی، میں رضیہ ہوں۔''

''احسان احمد کہاں ہیں؟''

''چلے گئے ہیں گاڑی میں بیٹھ کر!'' رضیہ نے جواب دیا تو عزیزہ بیگم نے دروازہ کھولا۔ رضیہ ادب سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔

وہ باہر نکل آئیں اور اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی بولیں۔ ''فرخندہ اور مقبول آئے؟''

''نہیں بیگم صاب جی! ابھی نہیں آئے۔''

''کبھی نہ آئیں، اللہ کرے خبر ہی آئے دونوں مردودوں کی!'' عزیزہ بیگم کوسنے دیتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔ رضیہ پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

''کمرے میں چلیں بیگم صاب جی! بدن دبا دوں۔'' سادہ لوح رضیہ نے خلوص سے ہی یہ الفاظ کہے ہوں گے لیکن فرخندہ بیگم پلٹ پڑیں۔

''مذاق اڑا رہی ہے کمبخت میرا! ابھی تیرا بدن دباؤں میں؟''

رضیہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا اور عزیزہ بیگم اپنے کمرے میں داخل ہو گئیں۔ دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر موبائل فون کی جانب جھپٹیں۔ انہوں نے جلدی جلدی دیدار خالہ کا نمبر ملایا اور دوسری طرف سے ان کے بولنے کا انتظار کرنے لگیں۔ کافی دیر کے بعد دیدار خالہ کی آواز سنائی دی۔

''کون...... عزیزہ......! خیریت ہے؟''

''ہائے دیدار باجی! مر گئی میں، لٹ گئی، برباد ہو گئی، ارے وہ ہو گیا جس کا کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔''

''خیر تو ہے عزیزہ! کیا ہوا، کیا ہو گیا میری بہن......؟''

''چار چوٹ کی مار ماری ہے احسان احمد نے مجھے، ارے وہ کیا ہے انہوں نے جو ساری زندگی نہیں کیا، تمہیں معلوم ہے دیدار باجی کہ کیسے ناز ونعم میں پلی ہوں میں مگر اب جو کچھ ہوا ہے میرے ساتھ، میں نے کبھی خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا، ارے کام دکھا گئی کمبخت فرخندہ! کام دکھا گئی۔''

''ہوا کیا مجھے کچھ بتاؤ تو سہی......!'' دیدار خالہ کی آواز سنائی دی اور عزیزہ بیگم انہیں پوری تفصیل بتانے لگیں۔ دیدار خالہ خاموشی سے کہانی سن رہی تھیں۔

عزیزہ بیگم خاموش ہوئیں تو انہوں نے کہا۔ ''بی بی! میرا تو ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا جب میں نے تمہارے ہاں طاہرہ جہاں کی بہو کو دیکھا تھا، میں اسی وقت سمجھ گئی تھی کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے، بعد میں بھی جب تم نے مجھے تفصیل بتائی، اس سے بھی میری بات کی تصدیق ہوتی ہے، میں سمجھ گئی ہوں عزیزہ! یہ نزلہ تم پر اسی لیے گرا ہے کہ اس کو تمہاری بہو کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے، ایسی ہی کوئی بات ہوئی ہے۔''

''دیدار باجی! آپ کہاں ہیں اس وقت؟''

''شادی میں آئی ہوئی ہوں، حاجی ابراہیم کے بیٹے کی شادی میں، تمہارے پاس بھی تو کارڈ گیا تھا نا؟''

''ہاں دیدار باجی! کارڈ آیا تھا بس سوچتی ہی رہ گئی، ارے گھر میں سکون ملے تو کہیں جاؤں مگر یہ کمبخت طاہرہ جہاں کی بہو کو ہم سے کیا دشمنی ہوگئی، ویسے کیا وہ تعویذ، گنڈے والی عورت ہے؟''

''اللہ جانے......!''

''تو پھر اب کیا کریں دیدار باجی! مجھے تو اس وقت تمہارے سہارے کی بڑی ضرورت تھی۔''

''بس ایک آدھ دن کی بات ہے، پہنچ جاؤں گی میں اور پھر دیکھوں گی اس کمینی کو کہ کتنے پانی میں ہے، میرا نام بھی دیدار بیگم ہے۔''

''جلدی آجایئے دیدار باجی! اس وقت سب سے بڑا سہارا آپ ہیں میرے لیے!'' عزیزہ بیگم نے کہا۔

''ٹھیک ہے، خدا حافظ!''

دیدار خالہ کی آواز سنائی دی اور عزیزہ بیگم نے فون کاٹ دیا۔ اس کے بعد پھر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور نیلم کو پوچھنے لگیں۔ باہر رضیہ موجود تھی۔

''میں بلا کر لاتی ہوں نیلم کو۔'' اس نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد نیلم غمزدہ سا منہ بنائے اندر داخل ہوگئی۔

''کہاں مرگئی تھی تُو نیلم! پتہ چل گیا تجھے مجھ پر پڑنے والی بپتا کا؟''

''ہاں......! بہت برا ہوا ہے آپ کے ساتھ مگر ہم تو جی نوکر ہیں، دو کوڑی کے لوگ مالکوں کے معاملات میں کیسے بول سکتے ہیں، ہمیں آپ حکم دیجیے۔''

''دوں گی تجھے نیلم! تجھے حکم دوں گی، تیرے ہی ہاتھوں اس کمبخت کو زہر پلواؤں گی ذرا دیکھنا تو سہی۔'' عزیزہ بیگم نے کہا اور نیلم سر جھکائے ان کی آہ وزاری سنتی رہی۔

+====+====+

دانش نے لاکھ خود کو سنبھال لیا تھا لیکن تھا تو انسان ہی......! تھوڑی دیر پہلے حسین مورت

کو دیکھنے کے بعد یہ بھیانک منظر نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو دہشت سوار ہوئی تھی اور دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو بے خوف کرلیا اور تزئین کو گھورتا ہوا ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

''اور کچھ تزئین! اور کچھ؟'' اس نے کہا۔

''حکم دیں میرے مالک! میرے مجازی خدا! حکم دیں؟''

''میرے حکم کی کوئی حیثیت ہے؟''

''کیسی باتیں کررہے ہیں آپ! آپ نے مجھے قبول کیا ہے اور میں نے آپ کو، آپ کوئی حکم دیں تو سہی، میں اپنے سرتاج سے کبھی انحراف نہیں کروں گی۔'' تزئین کے لہجے سے شہد ٹپک رہا تھا مگر اس وقت وہ بھیانک شکل میں تھی۔ بس آنکھیں تھیں جو اس کھوپڑی کے حلقوں میں گردش کررہی تھیں۔ اتنی ہی خوبصورت، اتنی ہی حسین کہ اگر پورے چہرے کو لپیٹ کر صرف آنکھوں کو کھلا رہنے دیا جائے تو کسی کو خواب میں بھی احساس نہ ہو کہ یہ چہرہ کیسا ہے۔''

''کیا تم نے عامر کو کوئی تحریر لکھی تھی؟''

''ہاں آقا! لکھی تھی، اسے سمجھایا تھا کہ وہ آپ کو بہکانا چھوڑ دے اور معاملہ ہم دونوں میاں، بیوی کے درمیان ہی رہے مگر وہ اس تحریر کے بارے میں بتانے کے لیے آپ کے فلیٹ پر دوڑا آگیا پھر کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا، منع کیا تھا اسے کہ آپ کو پٹی نہ پڑھائے، غلط راستوں پر نہ بھٹکائے، ایک محبت کرنے والی بیوی کے لیے اس سے بڑی سزا اور کوئی ہوسکتی ہے کہ اس کا شوہر کلبوں اور دوسری جگہوں پر بھٹکتا پھرے، وہ اپنی بیوی کی قربت چھوڑ کر دوسروں کی محبت تلاش کرتا پھرے، وہ لڑکی ایسی راستے سے ہٹ گئی، تقدیر اچھی تھی اس کی ورنہ اس کے ساتھ جو تماشا کرتی، وہ بس دیکھنے والا ہوتا۔''

''کتنوں کے ساتھ تماشا کروگی تزئین! میں تمہارے فریب سے نکل گیا ہوں۔''

''میں نے تو کوئی فریب دیا ہی نہیں ہے آپ کو میرے سرتاج! بھلا میں آپ کے کیوں فریب دوں گی، ایک محبت کرنے والی بیوی اپنے مالک کے ساتھ بھلا ایسا کوئی سلوک کرسکتی ہے؟''

''طنز کررہی ہے مجھ پر، آہ کاش! بس ایک کام کردے تُو میرا مجھے اپنے بارے میں بتا

دے کہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہے، کون ہے تُو؟''

''نہیں میرے مالک! میری مجال کہ میں آپ کو آپ کی غلطی کے بارے میں بتاؤں یا اس کا احساس دلاؤں، اس کا احساس آپ کو خود کبھی ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہوں گی۔''

''کیا مطلب ہے، کوئی غلطی ہوئی ہے مجھ سے......؟'' دانش نے سوال کیا اور تزئین خاموش ہوگئی۔

''ایک بات کہوں تجھ سے تزئین! عامر بہت شریف نوجوان ہے، تم اب دوبارہ ایسا کوئی سلوک نہ کرنا۔''

''ہوش میں آجائے گا تو ٹھیک ہے دانش! ورنہ یہ دیکھو کہ یہ کھیل چل رہا ہے، جہاں تک محدود رکھو گے، محدود رہے گا اور جہاں اسے پھیلاؤ گے، پھیلتا چلا جائے گا، کیا سمجھے!''

''تو اگر مجھے دھمکیاں دے رہی ہے تو ٹھیک ہے تُو اسی طرح رہ میں تیرے قریب رہوں گا، اب میں نے تجھ سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے، سمجھی تُو!''

''ڈرو گے دانش! ضرور ڈرو گے، تم ڈرو گے نہیں تو مجھے کیا مزہ آئے گا، میرے محسن! کپڑے بدل آؤں، کہہ چکے ہو کہ یہیں رہو گے، ہیں...... بولو......!''

''ہاں ہاں، جو تیرا دل چاہے کر۔''

تزئین کچھ ضرورت سے زیادہ ہی پُراسرار شخصیت کی مالک تھی۔ ایک بہت ہی حسین نائٹی پہن کر وہ کمرے میں آگئی لیکن اس کا سارا وجود ایک سوکھے ہوئے ڈھانچے کی شکل میں تھا۔ دانش نے آنکھیں بھینچ لیں اور اپنے بستر پر چہرہ ڈھک کر لیٹ گیا۔ اسے اپنی قربت میں یہ بھیانک وجود برداشت نہیں ہو رہا تھا پھر چند ہی لمحے کے بعد اس نے سوکھی ہوئی ہڈیوں والا ہاتھ اپنی گردن میں حمائل ہوتے ہوئے دیکھا۔ تزئین [illegible]س کے برابر ہی بستر پر آگئی تھی۔ وہ ایک چیخ کے ساتھ مسہری سے نیچے کود گیا۔

''ارے کہاں دانش......؟ کہاں میرے محبوب، میرے شوہر!'' تزئین نے اٹھ کر اس کی جانب ہاتھ بڑھائے لیکن دانش پھرتی سے دروازے سے [illegible] نکل گیا تھا۔ اپنے پیچھے اسے تزئین کا انتہائی حسین اور مترنم قہقہہ سنائی دیا تھا۔

+====+====+

دیدار خالہ آفت کی پرکالہ جہاں جاتی تھیں، اپنے لیے جگہ بنالیتی تھیں۔ چغلیاں کھانے اور ایک دوسرے کو لڑوانے کی ماہر تھیں، لوگوں کے چھوٹے موٹے کام بھی کر دیا کرتی تھیں۔ اصل میں عمر کی جس منزل میں تھیں، وہاں کوئی اور ذمے داری تو تھی نہیں بس یہی ان کا مشغلہ تھا، اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر......! اسی میں وقت اچھا گزر جاتا تھا، شادی کی تقریب میں ان کی خوب عزت خوب پذیرائی ہوئی، پرانے اور نئے رشتے داروں سے ملاقات ہوئی۔

کسی جگہ طاہرہ جہاں بیگم کا ذکر نکل آیا تو دیدار خالہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ہوگئیں ٹھیک طاہرہ جہاں......! وہ جو کہتے ہیں نا کہ ہر فرعون کے لیے اللہ نے موسیٰ پیدا کیا ہے مگر طاہرہ جہاں بیگم کے لیے ان سے بھی بڑا فرعون پیدا کر دیا اللہ نے، ارے کچھ پتہ ہے تم لوگوں کو، ساری اکڑفوں نکل گئی، اصل میں دولت کا گھمنڈ جسے ہوتا ہے، اسے اوپر والے سے مار ضرور پڑتی ہے، آج کل طاہرہ جہاں کو جو مار پڑ رہی ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے مگر میں کیا کروں، میرا تو دل ہی موم کا بنا ہوا ہے، کسی کا دکھ نہیں دیکھا جاتا مجھ سے!''

''ہوا کیا دیدار خالہ! کچھ بتائیں تو سہی؟''

''بیٹا! کیا بتاؤں، شادی کر دی تھی بیٹے کی، تم لوگوں کو پتہ تو ہوگا ہی، رشتے داروں کو نہیں بلایا اس لیے کہ کوئی بھی رشتے دار دولت میں ان کی برابری نہیں کرتا تھا، شہر کے بڑے بڑے لوگ بلائے گئے تھے، اخبارات میں خوب چرچے ہوئے تھے، تصویریں چھپی تھی اور بہو کے حسن کی تعریفیں کی گئی تھیں، ولایت پلٹ بیٹے نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی، بہو کے خاندان کا پتہ، نہ ماں، باپ کا ٹھکانہ! ہاں حسن و جمال میں بے مثال! مگر بہو نے وہ ناکوں چنے چبوائے طاہرہ جہاں کو کہ اللہ دے اور بندہ لے۔''

''بہت تیز طرار ہے؟''

''بی بی تیز طرار ہی نہیں، وہ چڑیل ہے، پوری چڑیل اور تمہیں پتہ ہے چڑیلیں کتنی خوبصورت ہوتی ہیں، پر وہی بات ہوئی کہ کھوٹا سکہ اور نالائق بیٹا ہی ہمیشہ کام آتا ہے، بات پہنچی وہیں دیدار خالہ تک، بیٹا پاگل تک ہو گیا تھا، دماغی ہسپتال میں ہی ملاقات ہوئی تھی طاہرہ جہاں سے، یاد آگیا کہ دیدار خالہ سے بھی کوئی رشتہ ہے اور اب مصیبت میں گرفتار ہیں تو دیدار خالہ یاد آئی ہیں۔''

''قصہ کیا ہے؟''

’’بس بی بی! بہو نے ناکوں چنے چبوار کھے ہیں، لگتا ہے تعویذ، گنڈوں والی ہے،‘‘ وہ تماشا کیا ہے اس نے کہ طاہرہ جہاں کے تو چودہ طبق روشن ہو گئے ہیں۔‘‘

’’میرا تو دل بہت ہی برا ہے طاہرہ جہاں سے، آپ کو پتہ ہے میرا کتنا قریب کا رشتہ ہے لیکن شروع شروع میں محبتیں بھی تھیں، رشتے بھی یاد تھے، اس کے بعد تو ایسا انہوں نے آنکھیں پھیریں کہ بس دل خون ہو کر رہ گیا، حالانکہ یقین کرو دیدار خالہ! بڑی محبت تھی مجھے طاہرہ جہاں سے، یہاں تک کہ انہوں نے خود کہا تھا کہ نصرت! مائرہ کو میں لوں گی، یوں سمجھو تمہارے پاس یہ میری امانت ہے، ہم ٹھہرے سیدھے سادے معصوم لوگ، میں نے مائرہ کو دانش کے نام پر بٹھائے رکھا، ارے بیچ میں دو چار بار بات ہوئی اور انہوں نے بھول کر بھی نہ کہا کہ ان کا دماغ پلٹ رہا ہے، مائرہ نے ایم اے کر لیا، شروع شروع میں کچھ رشتے بھی آ گئے مگر میں نے سب سے کہا کہ اس کا رشتہ طے ہے اور اس کے بعد طاہرہ جہاں تو دولت کے نشے میں ایسی ڈوبیں کہ دنیا ہی بھول گئیں۔‘‘

’’ہاں اُڑتی اُڑتی میں نے بھی سنی تھی، اللہ رکھے مائرہ کا کہیں رشتہ ہوا؟‘‘

’’طاہرہ جہاں نے ایسے سبز باغ دکھائے کہ کہیں اور کے بارے میں سوچا ہی نہیں، بس یہی خیال تھا کہ دانش لندن سے آئیں گے اور چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جائے گا، اب کوشش ہو رہی ہے، کہا ہے کچھ لوگوں سے مائرہ کے رشتے کے لیے۔‘‘

’’ہوں......!‘‘ دیدار خالہ کچھ سوچنے لگیں۔ پھر بولیں۔ ’’ایک بات آئی ہے دل میں، کہو تو بولوں، بس یہی خرابی ہے دیدار خالہ میں کہ قاضی جی کیوں دبلے، شہر کا اندیشہ......! ایک کوشش کرنا چاہتی ہوں۔‘‘

’’کیا دیدار خالہ؟‘‘ نصرت بیگم نے کہا۔

’’مجھے لگتا ہے کہ طاہرہ جہاں، تزئین کی چھٹی کرا کر رہیں گی، اتنے دل بگڑ گئے ہیں کہ اب بنے گی نہیں ساس، بہو کی۔‘‘

’’تت......تو کک کیا طلاق؟‘‘ نصرت بیگم نے ہول کر کہا۔

’’طلاق......صرف طلاق اور یہ کام بھی دیدار خالہ ہی کرا کر رہیں گی، لکھ لو تم!‘‘

’’مم......مگر کیوں دیدار خالہ! آپ ایسا کیوں کریں گی؟‘‘

’’ارے میں خود دیکھ چکی ہوں اس کی حرکتیں، طاہرہ جہاں اس قابل تو نہیں ہیں کہ ان

کے ساتھ کوئی نیک کام کیا جائے مگر یہ بھی بڑوں نے ہی کہا ہے کہ نیکی کر کنویں میں ڈال......! انہوں نے جو کیا، وہ ان کا کام تھا مگر اب دن رات گڑگڑاتی رہتی ہیں کہ دیدار خالہ! کچھ کریں، ان کے بیٹے کو بچائیں، اے نصرت! اکلوتا بیٹا ہے، پتہ نہیں کس جال میں پھنس گیا ہے، میں جو کہہ رہی تھی، وہ کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔‘‘

’’ہاں دیدار خالہ! کیا؟‘‘

’’اگر یہ سارے کام ہو جائیں تو کیا تم اب بھی مائرہ کی شادی طاہرہ جہاں کے بیٹے سے کرنا پسند کرو گی؟ اتنی دولت ہے طاہرہ جہاں بیگم کے پاس کہ شاید انہیں خود بھی پتہ نہ ہو، جو بھی اس گھر میں پہنچے گا، عیش و عشرت سے زندگی گزارے گا۔‘‘

’’سو تو ہے دیدار خالہ! پر اب آپ سے کیا کہوں، آپ میری بڑی ہیں، اگر آپ یہ بات بہتر سمجھیں گی تو میرا خیال ہے کہ ہاشم خان بھی انکار نہیں کریں گے۔‘‘ ہاشم خان، نصرت بیگم کے شوہر کا نام تھا۔ اچھے خاصے کھاتے پیتے لوگ تھے، اپنا کاروبار کرتے تھے لیکن مرزا اختیار بیگ کے برابر نہیں تھے۔

’’بلاؤ تو سہی ذرا، ہے کہاں مائرہ! دیکھا تو ہے میں نے، سلام کر کے گئی تھی مجھے پر دوبارہ نہیں دیکھا، ارے یہ آج کل کی بچیاں بڑے، بوڑھوں میں کہاں بیٹھتی ہیں، کچھ کر تو نہیں رہی، کوئی نوکری وغیرہ؟‘‘

’’نہیں دیدار خالہ! اللہ کا فضل ہے، ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، اسے بھلا کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر اس کے ابو بھلا اسے کہیں نوکری کرنے دیں گے۔‘‘

’’ہاں اللہ کا فضل ہے، کیوں نہیں، کیوں نہیں۔‘‘

’’بلاتی ہوں میں مائرہ کو!‘‘

دبلے پتلے قد و قامت کی دلکش شکل و صورت کی حامل، گورا چٹا رنگ مگر چہرے ہی سے شاطر لگتی تھی۔ چیل جیسی آنکھیں جو بہت دور تک دیکھ لیتی ہیں۔ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ آفت کی پرکالہ ہے، کسی سے کم نہیں ہے۔ نصرت بیگم کے بلانے پر وہ آئی تو نصرت بیگم نے کہا۔ ’’مائرہ تم دیدار خالہ کو بھول گئیں؟‘‘

’’نہیں نہیں امی! بھلا بھولنے کا کیا سوال؟‘‘

’’دوبارہ آئی نہیں ان کے پاس......؟‘‘

"بس آپ لوگ آپس میں باتیں کرر ہے تھے، میں وہاں لڑکیوں میں مصروف تھی، کوئی کام ہے مجھ سے؟"

"نہیں مائرہ! دیدار خالہ کہہ رہی تھیں کہ مائرہ کی صورت پھر دوبارہ نظر نہیں آئی۔"

دیدار خالہ گہری نگاہوں سے مائرہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جہاندیدہ تھیں اور ایک لمحے میں اندازہ لگا چکی تھیں کہ مائرہ گن کی پوری ہے، کسی طرح طاہرہ جہاں بیگم سے کم نہیں، ارے چلو کم از کم طاہرہ جہاں پر احسان ہی رہے گا۔ بہرحال تھوڑی دیر تک وہ مائرہ اور نصرت بیگم سے باتیں کرتی رہیں پھر مائرہ چلی گئی تو کہنے لگیں۔ "ہاں تو کیا کہتی ہو تم؟"

"کہہ دیا نا میں نے آپ سے دیدار خالہ کہ اگر آپ اس بات کو بہتر سمجھتی ہیں تو جیسا آپ چاہیں کریں۔"

"ہاشم سے بھی بات کر لینا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ناک کٹے!"

"آپ ایسا کریں، آپ کا فون نمبر لے لیتی ہوں، میں ہاشم سے بات کر کے آپ کو اطلاع دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، میں بھی اب یہاں رکوں گی نہیں، جانا ہے، عزیزہ بیگم کا فون آیا تھا، ان کا کوئی کام ہے، ان سے ملوں گی۔"

"جی دیدار خالہ! عزیزہ خیریت سے تو ہیں، شادی میں نہیں آئیں؟"

"پتہ نہیں بلایا تھا ان لوگوں نے کہ نہیں!"

"بلایا تو ہوگا، خیر اب ہمارا خون اتنا سفید نہیں ہوا ہے کہ خاندان والوں کو بھول جائیں اور پھر عزیزہ بیگم کوئی دور کی رشتے دار تو نہیں ہیں، بلایا ضرور ہوگا، وہ مصروف ہیں، نہیں آئیں، یہ ایک الگ بات ہے۔" نصرت بیگم نے کہا پھر بولیں۔ "ابھی تو آپ رکیں گی نا دیدار خالہ......؟"

"ہاں بس ایک طرف دل ذرا عزیزہ بیگم میں الجھا ہوا ہے، میں نے کہا تھا نا تم سے کہ قاضی جی کیوں دبلے شہر کا اندیشہ......! پتہ نہیں عزیزہ بیگم کو کیا کام آپڑا ہے، تھوڑا بہت تو اندازہ ہے مجھے لیکن ابھی ایک دو دن رکوں گی یہاں پر، اب روز روز کب نکلنا ہوتا ہے، اس کے بعد جاؤں گی۔"

"جی......!" نصرت بیگم نے کہا اور دیدار خالہ، عزیزہ بیگم کی باتوں پر غور کرنے لگیں۔

کچھ سمجھ نہیں پائی تھیں بس اندازے لگا رہی تھیں لیکن یہاں دل لگا ہوا تھا۔ فیصلہ یہی کیا تھا کہ چاہے عزیزہ بیگم کے کتنے ہی فون آئیں، ایک دو دن رکنے کے بعد ہی جائیں گی۔

+====+====+

اچھی خاصی رات ہوگئی تھی۔ دانش اپنی خواب گاہ سے باہر نکل تو آیا تھا لیکن اس وقت کہیں جانے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ لان کے ایک گوشے میں پہنچ گیا جہاں بینچیں وغیرہ پڑی ہوئی تھیں۔ موسم اچھا خاصا سرد تھا اور باہر خوب ٹھنڈک ہو رہی تھی لیکن دانش ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور سوچنے لگا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے۔ باہر نکل کر زیادہ سے زیادہ فلیٹ تک جا سکتا تھا مگر فائدہ، وہاں جا کر بھی اکیلا پڑ جائے گا۔ کبھی کبھی تو اس پر بڑی وحشت سوار ہوتی تھی۔ ایک آدھ بار سوچا تھا کہ لندن چلا جائے اور وہاں کی فضاؤں میں اپنے آپ کو گم کر دے لیکن جب بھی یہ سوچتا ایک اور دہشت اس کے اوپر سوار ہو جاتی کہ تزئین اسے لندن سے بھی واپس بلا لے گی۔ ایک دو بار گھر چھوڑ کر نکلا تھا لیکن ہوش آیا تھا تو پُراسرار طریقے سے بیڈروم پہنچ گیا تھا اور یہ بات آج تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ سمجھ میں تو خیر بہت سی باتیں نہیں آئی تھیں لیکن ایک بات اچھی طرح جانتا تھا کہ زندگی ایک ایسے عذاب میں مبتلا ہوگئی ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔

باہر بیٹھے بیٹھے ٹھنڈ لگنے لگی تو کافی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھا اور خواب گاہ کی جانب چل پڑا۔ اس کے اندر کافی وحشت تھی، دروازہ کھلا ہوا تھا، تزئین نے اسے اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ کمرے میں مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ اس نے تزئین کی طرف دیکھا تو وہ آرام سے کروٹ لئے سو رہی تھی۔ اسے شدید نفرت کا احساس ہوا۔ آہ زندگی کو کیا روگ لگا بیٹھا، اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو برباد کیا۔

بہرحال آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اچانک ہی اس کی آنکھوں میں خون جھلکنے لگا۔ اس نے خونی نگاہوں سے تزئین کو دیکھا۔ اگر میں اس کی گردن دبا دوں تو میرا کیا بگڑے گا، ارب پتی باپ کی اولاد ہوں، اگر پتہ چل بھی جاتا ہے تو پاپا سب ٹھیک کر لیں گے، میں بھی تو عذاب میں گرفتار ہوں، اس نے مجھ پر زندگی تلخ کر دی ہے لیکن اگر میں کسی کو یہ بتاؤں گا کہ وہ انسان نہیں چڑیل ہے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ عامر کے سامنے اس نے کتنی زبردست اداکاری کی ہے، دوسروں کے سامنے بھی یہی کہے گی اور پھر ویسے بھی انتہائی چالاک ہے۔ پھر کیا کرتا

چاہیے اس کے سوا اور کوئی طریقہ کار نہیں ہے کہ اسے اس دنیا ہی سے رخصت کردوں، پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور تزئین کے قریب پہنچ گیا۔

اس نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن اچانک ہی اس کے دل کی دنیا ڈانواں ڈول ہونے لگی۔ تزئین سو رہی تھی، اس کے گہرے گہرے سانس ابھر رہے تھے۔ اتنا حسین چہرہ کہ انسان دیکھ کر سکتے میں آجائے۔ وہ اس وقت معصومیت کا شاہکار لگ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے لیکن پھر اس کا بدن کانپ کر رہ گیا۔ میں ایسا نہیں کرسکتا، میں ایسا نہیں کرسکتا۔ اس نے جھلا کر دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے تو اچانک ہی تزئین کی ہنسی ابھری۔

وہ یقیناً جاگ رہی تھی اور سب کچھ دیکھ رہی تھی یا محسوس کر رہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

دانش خاموشی سے اسے دیکھنے لگا پھر اس کے بعد آہستہ سے بولا۔ ''کیوں تزئین! آخر کیوں مجھے بتاؤ تو سہی کہ تم یہ سب کچھ کیوں کرتی ہو؟''

''میری ہابی ہے دانش! بڑا مزہ آتا ہے مجھے تمہیں تنگ کرنے میں۔''

''کب تک کروگی ایسا تزئین! کب تک کروگی؟ میں خودکشی کرلوں گا، سمجھیں، میں خودکشی کرلوں گا تزئین! میں تمہیں بے پناہ چاہتا ہوں، میں تمہیں اتنا چاہتا ہوں کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتیں، تم جو کچھ بھی ہو، مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے، کیا میرے لیے تم صرف یہی نہیں بن سکتیں جو اس وقت ہو؟''

''نہیں مشکل ہے۔'' تزئین نے جواب دیا۔

''آخر کیوں......؟''

''اس کیوں کا جواب نہیں دے سکتی۔''

''پھر میں تمہیں بتاؤں...... میں خودکشی کرلوں گا۔''

''نہیں کروگے دانش! خودکشی نہیں کروگے، میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔''

''مجھے تم سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔''

''چھوڑو دانش! اس آنکھ مچولی میں کیا مزہ نہیں آتا تمہیں؟''

''آرہا ہے تزئین! اب آنے لگے گا، تم سے جو کچھ ہوسکتا ہے، وہ کرو، مجھ سے جو کچھ ہوگا، میں کروں گا، میں تم سے انحراف کروں گا، کیا سمجھیں!''

''تبھی تو مزہ آئے گا، چلو اب سو جاؤ شاباش! میں بھی سو رہی ہوں۔'' تزئین نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔

دانش نہ جانے کتنی دیر تک وہاں کھڑا اسے گھورتا رہا تھا۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا کیا خیالات آرہے تھے، پھر اچانک اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے لیکن تزئین ان آنسوؤں سے بے خبر گہری نیند سو رہی تھی۔

✦====✦====✦

جو کچھ ہو رہا تھا، فرخندہ کو اس پر یقین نہیں آرہا تھا۔ یہ سب کچھ خواب کی سی باتیں محسوس ہو رہی تھیں۔ مقبول واپس آگیا تھا۔ طویل عرصہ گزر گیا تھا جب اس نے فرخندہ کو اس طرح ساتھ لے کر سیر کرائی تھی اور اس کے بعد وہ اس طرح فرخندہ سے دور ہوگیا تھا کہ اس کو یقین ہی نہیں آتا تھا مگر آج وہ اسے لے کر باہر نکل آیا تھا۔

یہ لوگ ایک بہترین شاپنگ مال سے شاپنگ کرتے رہے تھے۔ اس نے فرخندہ کو ایسی ایسی حسین چیزیں دلائی تھیں جو پہلے کبھی نہیں دلائی تھیں۔ بہت سے لباس اپنی پسند کے خریدے تھے اور بہت سے فرخندہ کی پسند کے! فرخندہ پر ایک سحر سا طاری تھا۔

گھومتے پھرتے وہ تھک گئے تو اس نے واپسی کے لیے کہا۔ تقریباً رات ہو چکی تھی۔ مقبول کہنے لگا۔ ''نہیں فرخندہ! کسی اچھے ہوٹل میں کھانا کھائیں گے پھر گھر واپس چلیں گے۔''

مقبول احمد کے رویئے میں اچانک جو تبدیلی آئی تھی، اس کی وجہ سے فرخندہ سہم گئی تھی۔ وہ اس سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتی تھی نہ ہی اس کے کسی حکم سے انحراف کرتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ مقبول احمد کے ساتھ ہی زندگی گزارے۔

والدین ملک سے باہر تھے اور بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ جب بھی وہ کبھی اس سے اس کی خیریت معلوم کرتے، فرخندہ یہی کہتی کہ وہ بہت خوش اور مطمئن ہے۔ اپنے بوڑھے والدین کو وہ کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ بڑے صبر وسکون سے عزیزہ بیگم اور مقبول احمد کے مظالم سہہ رہی تھی مگر آج تو یا ہی پلٹ گئی تھی۔ رات کا کھانا انہوں نے ایک بہت اچھے ہوٹل میں کھایا اور اس کے بعد فرخندہ کہنے لگی۔ ''اب واپس چلیں مقبول! میں تھک گئی ہوں۔''

''ٹھیک ہے، چلتے ہیں۔'' مقبول احمد نے کہا۔

فرخندہ کے ذہن میں بہت سے خیالات مچل رہے تھے۔ بڑی مشکل سے ہمت کر کے

اس نے مقبول سے کہا۔ ''مقبول! ایک سوال کروں، ناراض تو نہیں ہوں گے؟''

''نہیں...... ! کہو کیا بات ہے؟'' مقبول احمد نے نرم لہجے میں کہا۔

''مقبول! کہیں یہ دن میرے لیے خواب تو نہیں ہے، آج جیسا دن گزرا ہے، کیا دوبارہ بھی آئے گا؟''

''فرخندہ! میں کچھ نہیں کہوں گا اس بارے میں سوائے اس کے کہ جو غلطیاں مجھ سے ہوئی ہیں، ان کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔'' مقبول نے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ فرخندہ کی کلائی پر رکھ دیا۔ بے اختیار فرخندہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ مقبول نے اس کا چہرہ دیکھا اور ایک ٹشو پیپر نکال کر خود اپنے ہاتھ سے اس کی آنکھیں صاف کرنے لگا۔

''مم...... میں کر لیتی ہوں مقبول...... ! آپ ڈرائیونگ کیجیے۔'' فرخندہ نے کہا۔

''جو کچھ میں نے کہا ہے نا فرخندہ! اسے سچ سمجھو، پتہ نہیں ہمارے یہ دن کیسے گزرے اور کیوں گزرے لیکن اب ہر دن ایسا ہی ہوگا۔''

فرخندہ کے دل میں پھول ہی پھول کھل گئے تھے۔ نیلم نے اسے جو کچھ بتایا تھا، اس کے تحت وہ اپنی دوست تزئین کی بے حد احسان مند تھی لیکن تزئین نے اس کے لیے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ عزیزہ بیگم نے تزئین کے بارے میں اتنی چھان بین کیوں کی؟ یہ سوالات اس کے ذہن میں بری طرح اٹکے ہوئے تھے حالانکہ تزئین اسے اپنا فون نمبر دے کر گئی تھی اور وہ اس کے پاس محفوظ تھا لیکن عزیزہ بیگم کے خوف سے اس کی آج تک ہمت نہیں پڑی تھی کہ وہ اس سے رابطہ قائم کر سکتی بلکہ وہ تو اس بات سے بھی شدید خوف زدہ تھی کہ اگر نیلم کی کہانی کسی طرح عزیزہ بیگم کو معلوم ہوگئی تو اس کے شاید ٹکڑے ہی کر دیئے جائیں لیکن اب جو کچھ ہوا تھا، اس پر وہ عجیب و غریب سے احساسات کا شکار ہوگئی تھی۔

بہر حال وہ گھر واپس آ گئے۔ گھر پر گہرا سناٹا طاری تھا، ملازمین کونوں کھدروں میں گھسے ہوئے تھے لیکن مقبول احمد نے اس بات پر توجہ نہیں دی اور فرخندہ کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ احسان احمد کی کار بھی کھڑی ہوئی تھی، وہ بھی اپنے کمرے میں موجود تھے لیکن ان کی طرف سے کوئی پیغام نہ ملا تو وہ سونے کے لیے لیٹ گئے۔

دوسری صبح معمول کے مطابق تھی۔ ناشتے پر طلبی ہوگئی تو اس نے فرخندہ سے کہا۔ ''آؤ فرخندہ!''

''کک...... کہاں؟''

''ناشتہ کریں گے۔''

''مم...... میں بھی......؟'' فرخندہ نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

''آؤ، فضول باتیں مت کرو۔'' مقبول احمد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرخندہ اس کے ساتھ ساتھ ڈائننگ روم میں پہنچ گئی۔ احسان احمد وہاں موجود تھے۔ عزیزہ بیگم بھی منہ پھلائے بیٹھی تھیں۔ جب انہوں نے مقبول احمد کے ساتھ فرخندہ کو بھی دیکھا تو ایک دم ہتھے سے اکھڑ گئیں۔

''یہ کیوں آئی ہے، یہ یہاں کیوں آئی ہے؟'' انہوں نے ایک دم کرخت لہجے میں کہا۔

مقبول احمد کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ ''کیوں ...... کیا ہو گیا مما! میری بیوی ہے یہ!''

''ٹھیک ہے، میں اٹھ جاتی ہوں۔'' عزیزہ بیگم نے کرسی کھسکائی۔

احسان احمد کی غراہٹ ابھری۔ ''بیٹھو!'' بڑا خوفناک لہجہ تھا ان کا۔

عزیزہ بیگم کے پیروں کی جان نکل گئی۔

بڑے نازنخرے سے یہاں آئی تھی اور سوچا تھا کہ باپ، بیٹے مل کر انہیں منائیں گے لیکن ان کے یہاں آنے سے اب تک احسان احمد نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا بلکہ معمول کے مطابق ناشتے کی میز پر بیٹھے اخبار پڑھتے رہے تھے۔ ان کے پیروں کی جان نکل گئی اور وہ جلدی سے واپس کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''چلو ناشتہ کرو۔'' احسان احمد نے اپنے سامنے ایک پلیٹ سرکائی۔

''مم...... میں، مم...... میں...... !'' عزیزہ بیگم نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

احسان احمد نے میز پر ہاتھ مارا۔ ''میرا خیال ہے میری نرم روی نے تمہیں بہت بگاڑ دیا ہے عزیزہ! میں نے کہا ہے ناشتہ کرو۔''

''پاپا! آئی ایم سوری، فضا میں تکدر پیدا ہو گیا ہے، ہم دونوں ناشتہ اپنے کمرے میں کر لیتے ہیں۔'' مقبول نے کہا۔

''نہیں مقبول! بیٹھو ناشتہ کرو۔''

''جی!'' مقبول نے فرخندہ کو اشارہ کیا اور فرخندہ نے جلدی سے ایک پلیٹ اپنے

سامنے سر کالی۔

عزیزہ بیگم بھی ناشتہ کرنے لگیں۔ پچھلے دن کی مار یاد تھی اور انہیں یہ اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ احسان احمد اب کسی کے سامنے کوئی رعایت نہیں کریں گے، چنانچہ انہوں نے تھوڑا بہت ناشتہ کیا۔

سب سے پہلے احسان احمد اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے پھر عزیزہ بیگم البتہ مقبول احمد ناشتے کی میز پر جما رہا تھا۔

''ایک ایک کپ چائے اور پئیں گے فرخندہ! تم بھی اور میں بھی۔''

''جی......!'' فرخندہ نے مقبول کے لیے چائے بنائی۔

''تم بھی لو۔'' مقبول نے کہا اور فرخندہ اپنے لیے چائے بنانے لگی۔

مقبول نے چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ''جو ماحول میری وجہ سے خراب ہوا ہے فرخندہ! میں خود اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کروں گا، مما کو بتا دوں گا کہ فرخندہ کے ساتھ کوئی غلط سلوک نہ کریں ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

فرخندہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہر حال اس کے بعد معمولاتِ زندگی جاری ہو گئے۔ احسان احمد اور مقبول احمد ساتھ ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔ مقبول احمد نے جاتے ہوئے فرخندہ کا شانہ تھپتھپایا تھا اور اس کے بعد چلے گئے تھے لیکن فرخندہ کا دل دہشت سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب نہ جانے عزیزہ بیگم کا رویہ کیا ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر آہٹ ابھری تو وہ لرز گئی لیکن آنے والی نیلم تھی۔

نیلم کو دیکھ کر فرخندہ کو تھوڑا سا سکون ہوا۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ ''ماما کہاں ہیں؟''

''اٹوائی کھٹوائی لیے اپنے کمرے میں پڑی ہوئی ہیں، چھوٹی بیگم صاب! کل جو کچھ ہوا ہے، آپ کے کانوں تک تو نہیں پہنچی ہوگی؟''

''کیا ہوا ہے کل......؟'' فرخندہ نے پوچھا اور نیلم، فرخندہ کو پوری تفصیل بتانے لگی۔

فرخندہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں پھر اس نے کہا۔ ''میرے خدا! یہ سب کچھ ہوا ہے کل؟''

''ہاں بڑے صاحب نے بیگم صاب کو سارے نوکروں کے سامنے مارا اور بیگم صاحبہ چیختی

ہوئی کمرے میں بھاگ گئیں ورنہ اور پٹائی ہوتی۔''

''اچھا نہیں ہو رہا نیلم! یہ سب اچھا نہیں ہو رہا۔''

''ارے آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں چھوٹی بیگم! اللہ نے بڑا کرم کیا ہے اور خدا ہمیشہ ہمیشہ خوش رکھے ان خوبصورت بیگم صاب کو جنہوں نے یہ کام کرایا ہے، میں سچ بتاؤں آپ کو، آپ کے لیے تو میں خود بھی دکھی رہتی تھی، پہلے بھی کہہ چکی ہوں......!''

''نیلم! ایک کام کرو۔'' فرخندہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''حکم کریں بیگم جی! نیلم جان دے دے گی آپ کے لیے۔''

''نہیں بابا مجھے کسی کی جان کی ضرورت نہیں ہے، اصل میں تزئین مجھے اپنا فون نمبر دے گئی تھیں، میری ہمت نہیں پڑی انہیں فون کرنے کی، حالانکہ انہوں نے جو کچھ میرے لیے کیا ہے، مجھے تو ان کے پاؤں دھو دھو کر پینے چاہئیں، میں انہیں ایک فون کرنا چاہتی ہوں مگر دل ڈرتا ہے، تم ایک کام کرو ذرا باہر جا کر پہرہ دو، میں تزئین کو فون کر لوں اور اس کا شکریہ ادا کروں۔''

''بیگم صاب! آپ فون کر لیں، ہم باہر کھڑے ہو جاتے ہیں۔''

''ہاں اگر کوئی آتا ہوا نظر آئے، میرا مطلب ہے ماما تو تم دروازہ بجا دینا اس طرح جیسے ابھی ابھی میرے پاس آئی ہو، میں دروازہ کھول دوں گی تو تم اندر آ جانا باقی جیسی صورتِ حال ہوئی، دیکھ لیں گے۔''

''ٹھیک ہے، آپ بالکل اطمینان رکھو۔'' نیلم باہر نکل گئی۔ تزئین کا نمبر موبائل میں فیڈ تھا۔ دھڑکتے دل سے فرخندہ نے اس کا فون نمبر پنچ کیا، فوراً رابطہ قائم ہو گیا۔

''جی فرخندہ! سنائیں کیسی ہیں؟''

''تزئین! میں، میں بالکل ٹھیک ہوں، میں آپ سے بات کرنے کے لیے ترس رہی تھی لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھیں، آپ نے جو کچھ میرے لیے کیا ہے، مجھے نیلم سے معلوم ہو گیا ہے، میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں، اگر تقدیر نے کبھی دوبارہ ملایا تو میں آپ کے پاؤں پکڑ لوں گی، آپ نے میری زندگی، میرا گھر مجھے واپس دے دیا ہے۔''

''ایسی باتیں مت کرو فرخندہ! تم میری دوست ہو اور میں نے دوستی کے حوالے سے یہ سب کچھ کیا ہے، میں نے بتایا تھا نا کہ میں جان بوجھ کر تم تک پہنچی تھی۔ یہ سب کچھ کرنے کے

لیے، سمجھ رہی ہونا میری بات......! اس دن ڈپارٹمنٹل اسٹور میں مَیں تمہاری ہی تلاش میں گئی تھی اور میں نے تم سے یہ بات چھپائی نہیں، پھر تمہارے گھر کے ماحول سے بھی مجھے واقفیت حاصل کرنی تھی۔''

''مگر تزئین! آپ نے میرے لیے ایسا کیوں کیا؟''

''بس ایک دوست کی حیثیت سے۔ میں نے تمہیں دیکھا، تم مجھے اچھی لگیں، مجھ سے جو کچھ بن پڑا۔ میں نے تمہارے لیے کیا۔''

''آپ نے نیلم کو پندرہ ہزار روپے بھی دیئے۔''

''ہاں، ہاں بابا......! میں نے جو کچھ کیا، اپنی دوست کے لیے کیا اور یہ کوئی احسان نہیں ہے۔''

''تزئین! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، خدا کے لیے اب میرا خیال رکھنا۔''

''بالکل بے فکر رہو، اب کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔'' پھر کچھ رسمی باتوں کے بعد فرخندہ نے فون بند کر دیا۔

+====+====+

دیدار خالہ آ گئیں فرصت ملتے ہی وہ عزیزہ بیگم کے پاس پہنچی تھیں۔ عزیزہ بیگم ان سے خوب لپٹ کر روئی تھیں۔ ''ہائے دیدار باجی! میں تو لٹ گئی، تباہ ہو گئی، مر گئی میں تو دیدار باجی! سب کچھ لٹ گیا میرا تو۔''

''کیا ہوا عزیزہ! کیوں میرا دل ہولا رہی ہو، ہوا کیا مجھے بتاؤ تو سہی؟''

''سب کچھ الٹا ہو گیا، ارے وہ ہو گیا جو ماں، باپ کے گھر میں بھی نہیں ہوا تھا۔'' عزیزہ بیگم نے کہا اور پھر پوری روداد دیدار خالہ کو سنا دی۔

اور دیدار خالہ منہ کھولے رہ گئیں۔ بہت دیر تک ان کے منہ سے کچھ نہ نکل سکا، پھر انہوں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ ''مگر یہ ہوا کیسے؟''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا دیدار باجی! لگتا ہے کسی نے احسان احمد کا دماغ الٹ دیا ہے۔''

''آ رہا ہے، کچھ کچھ سمجھ میں آ رہا ہے۔'' دیدار خالہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''کیا دیدار باجی......! میری دنیا کیسے لٹی، کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔'' عزیزہ بیگم نے روتے

ہوئے کہا۔

''ارے اس وقت سے پریشان ہوں جب سے طاہرہ جہاں کی بہو کو تمہارے گھر میں دیکھا ہے، آخر وہ یہاں کیوں آئی تھی، میرا خیال ہے تمہاری بہو نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ اسے اسٹور میں نہیں ملی تھی بلکہ کہیں اور ہی سے لاگ ڈانٹ ہوئی ہے، کوئی اور ہی چکر چلا ہے عزیزہ! پوچھ تو اپنی بہو سے، سچ اگلواؤ اس سے۔''

''بہت مشکل ہے دیدار باجی! ناممکن ہے، اب تو باپ، بیٹے اس کے طرف دار ہو گئے ہیں۔ بے اوقات ہو گئی ہوں میں اپنے گھر......! آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتی فرخندہ کی طرف!''

''کوئی بہت ہی بڑا کام ہوا ہے عزیزہ! کیا کروں، میرا خیال ہے کہ سیدھے بابر شاہ کے پاس چلتے ہیں، طاہرہ جہاں کو تو میں غچے دے رہی تھی کیونکہ اس نے ہمارے ساتھ کون سا اچھا سلوک کیا تھا مگر تمہیں میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی میری بہن!''

''شکریہ دیدار باجی! پھر کب چلیں گی؟''

''آج ہی عزیزہ......! ابھی چلتے ہیں، تم تیاری کرو۔''

+====+====+

شہر سے کوئی بیس کلو میٹر دور ایک چھوٹے سے گاؤں جھانجھر کے قریب ویران علاقے میں بابر شاہ کی جھونپڑی تھی۔ خودرو شاداب درختوں کے درمیان جہاں سبز گھاس بکھری ہوئی تھی۔ یہ جھونپڑی بے حد پُراسرار لگتی تھی۔ یہاں عموماً دو افراد نظر آتے تھے۔ ایک بالکل دبلا پتلا، لمبے بالوں والا، کوئی پینتالیس سالہ، دوسرا چوڑے چکلے جسم کا ایک سرخ و سفید شخص جس کی آنکھیں بڑی بڑی اور کافی جاندار تھیں۔ کالے لباس اور کالی پگڑی میں وہ متاثر کن شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔

اس وقت وہ جھونپڑی کے پچھلے حصے میں ایک چارپائی پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اس کے قدموں کے پاس ایک خوبصورت ہرن بیٹھا ہوا تھا۔

لمبے بالوں والا آدمی تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ ''ایک کار آ رہی ہے مرشد......!''

''کتنی دور ہے؟''

''دو تین منٹ میں آ جائے گی۔''

"ٹھیک ہے، دیکھتے ہیں۔" کالے لباس والے نے کہا۔ پھر بولا۔ "جاؤان کا استقبال کرو۔"

"جی مرشد!" لمبے بالوں والے نے ادب سے کہا اور سامنے والے حصے کی طرف چل پڑا۔ کار جھونپڑی کے پاس پہنچ گئی۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا اور دیدار خالہ، عزیزہ کے ساتھ نیچے اتر آئیں۔

لمبے بالوں والے نے گردن خم کی اور بولا۔ "آیئے دیدار خالہ بیگم! بہت دن کے بعد آنا ہوا؟"

"تم کیسے ہو جادو بھیا! صحت تو اچھی ہے تمہاری؟" دیدار خالہ نے شہد میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہوں، آیئے بیٹھیے!" اس نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا جسے اس نے ابھی بچھایا تھا۔ دیدار خالہ نے عزیزہ کو اشارہ کیا اور دونوں چارپائی پر بیٹھ گئیں۔

"ہمارے شاہ جی کیسے ہیں؟"

"بخیر ہیں۔" لمبے بالوں والے نے جسے دیدار خالہ نے جادو کہہ کر مخاطب کیا تھا، جواب دیا۔

"موجود ہیں؟"

"ہاں ان کی موجودگی اور ناموجودگی کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے، ناموجود ہو کر بھی موجود ہوتے ہیں اور موجود ہو کر بھی ناموجود......! ایک لمحے قبل میرے کانوں میں آواز آئی۔ "جادو......! ہماری معزز مہمان آرہی ہیں، ان کا استقبال کرو۔"

"اللہ......! اندر بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا ہمیں، صدقے جاؤں اپنے شاہ جی کے!" دیدار خالہ نے کہا۔

جادو نے جلدی سے دوسری چارپائی بچھا دی۔ اسی وقت بلند و بالا قد والے بابر شاہ جھونپڑی سے نمودار ہوئے اور دونوں عورتیں چارپائی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"بیٹھیے آپ لوگ......! عزیزہ بیگم بہت پریشان لگتی ہیں؟" بابر شاہ نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"قربان جاؤں شاہ جی کے...... یہی بات ہے۔"

"بہو پھر سرکش ہوگئی، بیٹا باغی ہوگیا بلکہ کوئی نئی بات بھی ہوئی ہے، دیکھتے ہیں دیکھتے ہیں۔" شاہ جی نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں لیکن ان کے انکشافات نے دونوں عورتوں کو سکتے میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایک لمحے میں کچھ بتائے بغیر بابر شاہ نے سارا کچا چٹھا کھول دیا تھا۔ دونوں کے چہروں پر شدید عقیدت کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔

بابر شاہ کچھ دیر آنکھیں بند کئے رہے، پھر انہوں نے ہونٹوں ہونٹوں میں بڑبڑا کر اپنے الٹے ہاتھ پر پھونک ماری اور مٹھی بند کر لی پھر بولے۔ "شوہر نے وہ کیا جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا، بیٹا اس طرح پھر گیا جیسے کعبے سے کافر...... لیکن سارا کھیل خود نہیں بگڑا بلکہ بگاڑا گیا ہے۔"

"آپ سے کیا چھپا ہے شاہ جی! سب کچھ بتا دیا ہے آپ نے، بالکل ایسا ہی ہوا ہے، میری مشکل حل کر دو، مجھے بچا لو شاہ جی!"

"سب کچھ تمہارے گھر سے ہوا ہے عزیزہ بیگم! آستین کے سانپ نے ڈسا ہے تمہیں، ہم نے تمہیں بیٹے کے لیے پانی پڑھ کر دیا تھا۔"

"ہاں شاہ جی......! میں نے بڑی محنت سے وہ پانی اسے پلایا تھا اور وہ بدل گیا تھا لیکن نہ جانے کیوں......؟"

"کہا نا......! ڈسی گئی ہو، آستین کے سانپ نے ڈسا ہے، دیکھو گی اسے......؟"

"جی شاہ جی......!"

"لو اس کی شکل دیکھو۔" بابر شاہ نے بند مٹھی کھول کر عزیزہ بیگم کے سامنے کر دی۔ عزیزہ بیگم نے شاہ جی کی ہتھیلی پر کسی شکل دیکھی اور ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

+====+====+

کچھ لمحات تو ان کے منہ سے آواز ہی نہ نکلی پھر وہ کراہتے ہوئے انداز میں بولیں۔

''ہائے میرے مولا، ہائے میرے مالک! ارے ذرا دیکھو تو دیدار باجی! کیا دیکھ لیا میری آنکھوں نے، شاہ جی ذرا ہتھیلی سامنے کرنا۔''

شاہ جی نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کر کے دوبارہ مٹھی بند کر لی۔ ''نمائش ہو رہی ہے کیا یہاں، یہ غلط ہے، جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، کسی اور کو نہیں دکھایا جا سکتا۔'' یہ کہہ کر شاہ جی نے مٹھی کھول کر اپنی ہتھیلی پر پھونک ماری اور سادہ ہتھیلی دونوں کے سامنے کر دی۔

''اے شاہ جی! میں مر جاؤں، کیا دکھا دیا آپ نے مجھے، ارے اب منہ سے بھی کچھ بولوں یا نہیں؟''

''ہاں آپ بتا دیں، کون ہے یہ، جانتی ہیں نا آپ اسے......؟''

''ارے ایسا ویسا جانتی ہوں، پتہ نہیں کب سے نوکری کر رہی ہے میرے پاس، ارے میرے ٹکڑوں پر پلی بڑھی ہے، عیش کرائے ہیں کمبخت کو! خدا غارت کر دے ارے نیلم، خدا تجھے غارت کر دے، تیرا ستیاناس کمبخت!''

''نیلم نظر آئی ہے؟'' دیدار خالہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں نیلم کی تصویر تھی دیدار خالہ! نیلم تھی کمبخت!''

''قربان، میں قربان شاہ جی! میں نے کہا تھا عزیزہ سے کہ ایک دفعہ چل کر تو دیکھ لو، بڑی بڑی مشکلوں کا حل ہے میرے مرشد کے پاس، جب انہوں نے پہلے تمہارا کام کیا ہے تو اب بھی کریں گے۔''

''اچھا تو آپ بھی جانتی ہیں اسے......؟'' بابر شاہ نے کہا۔

''شاہ جی! گھر کی نوکرانی ہے، عزیزہ کے ہاں اور ایسی نوکرانی ہے جس پر عزیزہ بڑا

بھروسہ کرتی ہے۔''

''آپ نے جو پانی دیا تھا نا شاہ جی اس کے لیے، میں نے نیلم کی ڈیوٹی لگائی تھی، وہی کمبخت یہ پانی دودھ میں ملا کر مقبول احمد کو دیتی تھی اور اللہ نے ساری مشکلیں حل کر دی تھیں، پھر پتہ نہیں کیا ہوا شاہ جی! پھر پتہ نہیں کیا ہوا؟''

''بتائے دیتے ہیں ہم کہ پھر کیا ہوا؟'' شاہ جی نے کہا اور اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ عزیزہ بیگم اب بھی سینہ پیٹ رہی تھیں اور دیدار خالہ، شاہ جی کی صورت دیکھ دیکھ کر قربان ہو رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد شاہ جی نے آنکھیں کھول دیں۔ ''ہوں......تو یہ ہوا ہے عزیزہ بیگم! اس عورت نے جس کا نام آپ نے نیلم لیا ہے، وہ پڑھا ہوا پانی تمہارے شوہر کو پلایا ہے، پہلے اس نے یہ پانی تمہارے بیٹے کو دیا تھا اور سارے کام ٹھیک ہو گئے تھے لیکن پھر پتہ نہیں کیوں اس کا دماغ الٹ گیا اور اس نے وہی پانی تمہارے شوہر کو دینا شروع کر دیا جس کا نتیجہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک نکلا کیونکہ اس پانی کو ایک خاص مقصد کے لیے استعمال کیا گیا تھا، جب دوسرے مقصد کے لیے استعمال کیا گیا تو اس کی شدت بڑھ گئی اور تمہارے شوہر تم سے منحرف ہو گئے۔''

''مگر نیلم نے ایسا کیوں کیا؟''

''یہ بات معلوم کرنے کے لیے تو کئی دن کا چلہ کاٹنا پڑے گا، یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہے لیکن لگتا یہ ہے کہ کسی نے اسے اس کام کے لیے آمادہ کیا۔''

''ارے اس کمبخت ماری کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے، کہیں سے پتہ چل گیا اس کو اور اس نے کھیل الٹ دیا، ارے نیلم! تیرے تو میں ٹکڑے کروں گی، جیتا نہیں چھوڑوں گی تجھے، تو نے جس تھالی میں کھایا، اسی میں چھید کیا، کمبخت ماری! میں نے تو تجھے بہت کچھ دیا تھا۔''

''تو پھر شاہ جی! اب کیا کریں؟''

''لمبا کام ہے، آسانی سے نہیں ہوگا۔''

''مگر شاہ جی! ہو تو جائے گا نا، آپ یقین کریں ایسی چار چوٹ کی مار ماری ہے، میرے شوہر نے مجھے کہ میں زندگی بھر نہیں بھول سکوں گی، ارے مجھے تو پھولوں کی چھڑی بھی نہیں چھلائی گئی تھی مگر ایسی مت بدلی احسان احمد کی، ایسی آنکھیں پھیریں انہوں نے طوطے کی طرح

اب ہر وقت مجھے خونخوار نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔"

"آپ کو معلوم ہے عزیزہ بیگم! جب آپ کے بیٹے نے جس کے بارے میں آپ نے بتایا تھا کہ بیوی کے پاؤں دھو دھو کر پیتا ہے، سارا حساب بدل دیا تو آپ کے شوہر کیوں نہ بدلتے، ویسے بیٹے کا کیا حال ہے؟"

"بتا تو رہی ہوں شاہ جی! اب پھر وہی کیفیت ہے، کلیجے سے لگائے لگائے پھرتا ہے کمبخت مارا، پالا پوسا میں نے، ارے کیا نہیں کیا میں نے اس کے لیے مگر دیکھ لو شاہ جی! کس طرح لوگ آنکھیں بدلتے ہیں، چاہے کوئی بھی ہو، کوئی اپنا نہیں ہوتا شاہ جی! کوئی اپنا نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے، کیا کرنا ہے دیدار بیگم؟" بابر شاہ نے دیدار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"قربان جاؤں شاہ جی! دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا آپ نے!"

"عزیزہ بیگم! جب آپ کی شادی ہوئی تھی تو آپ کے شوہر نے آپ کو کس نام سے مخاطب کیا تھا؟"

"ایں......!" عزیزہ بیگم غور کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہیں۔ اس کے بعد کہنے لگیں۔ "سونا چاندی، سونا چاندی کہا تھا انہوں نے مجھے، اصل میں اس زمانے میں ٹیلیویژن پر ایک ڈرامہ چل رہا تھا "سونا چاندی" وہ انہیں بہت پسند تھا کہ بڑے شوق سے دیکھتے تھے اور اسے دیکھتے دیکھتے مجھے بھی سونا چاندی کہنا شروع کر دیا۔"

"بالکل ٹھیک، تو عزیزہ بیگم! اب آپ کو ایک بات بتا دی جائے، آپ کو چالیس تولے چاندی اور چھ تولے سونا مہیا کرنا ہے، یہ دونوں چیزیں آپ یہاں پہنچا دیں، پہلے ان پر عمل کیا جائے گا اور اس کے بعد غریبوں کی نذر کر دیا جائے گا، تب اس کے بعد آپ کے شوہر سے یہ بلا ٹلے گی۔"

"شاہ جی! کر دوں گی میں بلکہ اس سے زیادہ بھی کر دوں گی، پر یہ پتہ چلنا چاہئے کہ نیلم نے یہ کام کس کے کہنے پر کیا ہے؟"

"ٹھیک ہے، پتہ چل جائے گا لیکن وہ دور دوسرا ہو گا، بڑا کام کرنا پڑے گا اس پر بھی!"

"آپ کام کریں۔"

"ٹھیک ہے، آپ غریبوں کو یاد رکھیں گی تو غریب آپ کو یاد رکھیں گے، جب تک ان کی

ضرورتیں پوری نہیں ہوں گی، کچھ نہیں ہو سکے گا، آپ چالیس تولے چاندی اور چھ تولے سونے کا فوراً بندوبست کیجئے۔"

"دونوں چیزیں اصلی شکل میں چاہئیں ہیں شاہ جی یا اس کا حساب کتاب کر کے رقم بھجوا دی جائے، آپ خود منگوا لیجئے۔"

"جادو......!" شاہ جی نے اسی دبلے پتلے ملازم کو آواز دی۔

"جی مرشد......!" ایک ہی لمحے کے اندر جادو حاضر ہو گیا۔

"بیگم صاحبہ کچھ کہہ رہی ہیں۔" بابر شاہ نے عزیزہ بیگم کی طرف اشارہ کر کے کہا اور جادو عزیزہ بیگم سے بات کرنے لگا جو سونے، چاندی سے متعلق تھی۔

ادھر دیدار خالہ نے کہا۔ "شاہ جی! آپ کی اس غلام کو جہاں بھی کہیں موقع ملتا ہے، آپ کی تعریف و توصیف سے پیچھے نہیں ہٹتی، ایک اور بیگم صاحبہ ہیں میری رشتے دار ہیں، بڑی مغرور، بڑی خودسر، زمین پر پاؤں رکھنا پسند نہیں کرتیں، آسمان پر چلنے کی شوقین ہیں مگر وہ کہتے ہیں نا کہ ہر برائی کا نتیجہ سامنے آتا ہے، تھوکا چاٹنا پڑا ہے، جسے ٹھکراتی ہیں، اسی کے پیروں میں آ کر بیٹھنا پڑتا ہے اور قدرت نے یہی دن دکھا دیا ہے انہیں، اب ہیں کہ دیدار خالہ کے لیے منہ نہیں سوکھتا۔"

"کام کی بات کریں دیدار بیگم!" بابر شاہ نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

دیدار خالہ سنبھل کر بولیں۔ "جی شاہ جی! بہت دن سے آپ کے پاس آنے کا سوچ رہی تھی، وہ تو عزیزہ پر پڑی تو میں آ گئی لیکن اب میں آپ کو سارا کیس بتائے دے رہی ہوں، بہت بڑے رئیس کی بیگم ہیں، اکلوتا بیٹا ہے جس نے لندن میں تعلیم حاصل کی ہے، واپس آیا تو اپنی پسند سے شادی کر ڈالی، لڑکی کا پتہ نہیں تھا کون ہے، کہاں کی ہے پر خوبصورت بہت ہے، کمبخت ماری! بس شاہ جی! طاہرہ جہاں کو ناکوں چنے چبوا دیئے اس نے، بیٹے پر قبضہ جما لیا، ایک جیسا ہی کیس ہے عزیزہ بیگم کا اور ان کا مگر انہیں جو بہو ملی ہے، وہ کیا ہے، یہ تو آپ ہی اندازہ لگا سکیں گے شاہ جی! آپ یقین کریں وہ کوئی بدروح ہے، ایسی ایسی باتیں سامنے آئی ہیں کہ میں آپ کو کیا بتاؤں؟"

"بتائیں، تھوڑا بہت بتائیں۔" بابر شاہ نے آنکھیں بند کر لیں اور دیدار خالہ کے منہ میں جو آیا، وہ بولتی رہیں۔

"ہوں......!" جب دیدار خالہ خاموش ہوئیں تو شاہ جی نے ایک گہرا ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

"اب بتایئے شاہ جی! کیا کروں؟"

"لے آیئے انہیں......کیا نام بتایا آپ نے طاہرہ جہاں؟"

"ہاں ان کے میاں کا نام مرزا اختیار بیگ ہے۔"

"بے چارے بالکل بے اختیار ہیں اپنے گھر میں، خیر کوئی بات نہیں ہے، آپ یوں کیجیے کہ انہیں مجھ سے ملایئے۔"

"ٹھیک ہے شاہ جی! ایک آدھ دن میں لے کر آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے عزیزہ بیگم! اب آپ اپنی سنایئے، آپ نے سن لیا جادو نے آپ سے کیا کہا؟"

"ساری چیزیں پہنچا دوں گی شاہ جی! آپ بس یہی کریں جو میں نے آپ سے کہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"بہتر ہے کہ شوہر سے کوئی بدکلامی کرنے سے بچیں، اس وقت تک جب تک کام پورا نہیں ہو جاتا، آپ نے ان کی کسی بات سے انحراف کیا یا کوئی ایسی گڑبڑ کی تو آپ کو مار کھانے سے کوئی نہیں روک سکے گا کیونکہ کام پورا ہو چکا ہے، مقبول احمد پر سے اثر ختم ہو کر آپ کے شوہر پر پہنچ گیا ہے اور یہ ہونا ہی تھا کیونکہ وہ پانی آپ کو اپنے ہاتھوں سے پلانا چاہیے تھا۔ وہ آپ نے نوکرانی کے سپرد کر دیا۔"

"ارے میں آپ کو کیا بتاؤں شاہ جی! اس کمبخت پر مجھے پورا پورا بھروسہ تھا، ارے جوتوں میں پلی ہے ہمارے، اس سے ایسی امید نہیں تھی مگر شاہ جی! میں اسے نہیں چھوڑوں گی، ایسا کروں گی اس کے ساتھ کہ وہ سدا یاد رکھے گی۔" اس کے بعد دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئیں اور عزیزہ بیگم نے اپنے پرس میں جو کچھ تھا، وہ جادو کو دے دیا، باقی سونا، چاندی کے لیے وعدہ کر کے وہ کار میں بیٹھیں اور واپس چل پڑیں۔

راستے میں عزیزہ نے کہا۔ "دیدار خالہ! سن لیا تم نے، ارے یہ نمک حلالی اور نمک حرامی کی کہانیاں بالکل بیکار ہیں، نہ کوئی نمک حلال ہوتا ہے، نہ نمک حرام......! بس سب اپنے

اپنے مفاد کے لیے کام کرتے ہیں، کیا نہیں دیا میں نے نیلم کو مگر دیدار باجی! ایک بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی، نیلم نے شروع میں تو بڑا صحیح کام کیا اور جیسا میں کہتی گئی، ویسا کرتی گئی، مقبول احمد کا رنگ بدل گیا مگر اس نے یہ پانی آخر احسان احمد کو پلایا کیوں؟"

"وہی مرغے کی ایک ٹانگ......! جب فون کیا تھا تب بتا چکی تھی، میں عزیزہ بیگم کہ یہ سارا کیا دھرا طاہرہ بیگم کی بہو کا ہے، ذرا سوچو تو سب کچھ کھل کر سامنے آ جاتا ہے، اب میں اپنی غلطی تو نہیں کہوں گی اسے، طاہرہ جہاں سے بات ہو رہی تھی سارے خاندان والوں کی، تمہارا تذکرہ بھی نکلا اور میں نے بڑی خوش ہو کر کہا کہ میرے مرشد ہیں بابر شاہ جی، تمہاری ساری مشکلوں کا حل پیش کر دیں گے، جیسے انہوں نے عزیزہ بیگم کی مشکل کا حل تلاش کر دیا، اس کمبخت ماری نے بڑے عجیب و غریب طریقے سے یہ ساری باتیں سنیں اور پتہ نہیں کیوں فرخندہ کی طرف متوجہ ہو گئی، اس نے فرخندہ کو اسٹور میں تلاش کیا اور تمہارے گھر پہنچ گئی، بس اس کے بعد فرخندہ کی حمایت میں اس نے کسی نہ کسی طرح نیلم کو پھانس لیا، یہ ہوا ہے سارا کھیل اور جو کچھ ہوا ہے، بہت برا ہوا ہے، قصوروار میں بھی ہوں تھوڑی سی، مگر میں نے تو اچھے ہی کے لیے کیا تھا لیکن تم دیکھ لینا اب کیا تماشا ہوگا، ایڑیاں رگڑے گی وہ......! میں طاہرہ جہاں کی بہو کی بات کر رہی ہوں، گھسیٹ لاؤں گی اسے جلدی شاہ جی کی عدالت میں اور شاہ جی اسے دن میں تارے دکھا دیں گے، سمجھتی کیا ہے خود کو، میری بہن کو مار پڑوائی ہے اس نے، میں اسے چھوڑوں گی تھوڑی ہی!"

عزیزہ بیگم نے جو یہ "ہماری" کے بول سنے تو ایک بار پھر رونا شروع کر دیا۔ ڈرائیور نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پھر جلدی سے سامنے دیکھنے لگا۔ عزیزہ بیگم روتے ہوئے بولیں۔

"اس سے زیادہ مجھے اس کمینی سے گلہ ہے جسے میں اپنے کلیجے سے لگائے رکھتی تھی مگر اب دیکھنا کیا حشر کرتی ہوں اس کا!" عزیزہ، نیلم پر دانت پیس رہی تھیں اور دیدار خالہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

+====+====+

دانش نے بڑے صبر و ضبط سے اپنا لائحہ عمل طے کیا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا، اسے سمجھنے کی ہر کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ وہ اس بات کے لیے ترس گیا تھا کہ تزئین کے ماضی کے بارے میں معلوم کر سکے، یہ پتہ چلا سکے کہ وہ کون ہے اور اس کی دشمن کیوں ہے؟

تزئین اس موضوع پر اس سے بات ہی نہیں کرتی تھی۔ شدید ذہنی بحران کا شکار رہا تھا لیکن پھر اس نے سنجیدگی سے سوچا کہ جب یہ سب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو پھر کیوں نہ اپنے اندر وہ قوت پیدا کرے کہ تزئین کے خیال کو دل سے ہی نکال دے اور اس نے بڑی محنت سے اس پر عمل کیا تھا۔

وہ باقاعدہ تزئین کے کمرے میں آ کر سوتا تھا لیکن اس نے تزئین کے وجود کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس دوران اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ عامر نے اس سے دور رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ عام طور سے وہ اس کے فون ریسیو نہیں کرتا تھا، نہ ہی اس نے خود دانش کو کوئی فون کیا تھا۔

دانش نے اس بات کو اپنے طور پر درست تسلیم کر لیا تھا۔ وہ ایک غریب سا آدمی تھا اور تزئین نے اسے جو نقصان پہنچایا تھا، اسے برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ اس نے دانش سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ دانش گہری سوچوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ ایمی والے واقعے کے بعد ایسا کوئی دوسرا عمل کرنے سے پہلے وہ کوئی مناسب ترکیب سوچنا چاہتا تھا، البتہ اس دوران اس نے اپنے طور پر آوارہ گردی شروع کر دی تھی۔

بے شک تنہا ہی ہوتا، لیکن تزئین سے جتنا دور رہ سکتا تھا، اتنا دور رہتا، البتہ تزئین اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی تھی۔ ایک دن وہ ایک بہت اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ اچانک ہی ماحول اس کی آنکھوں میں دھندلا سا گیا اور کچھ لمحوں کے بعد اسے خبر نہ رہی۔ ہاں ساری رات گزارنے کے بعد جب صبح کو ہوش آیا تو وہ اپنے بستر پر ہی تھا۔ اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ ہوٹل سے بستر تک کا سفر کیسے طے ہوا لیکن پھر اسے اور بہت سے واقعات یاد آ گئے کہ وہ کہاں تھا اور کہاں سے کس طرح گھر واپس پہنچ گیا تھا۔ یقیناً تزئین نے ہی یہ سب کچھ کیا تھا لیکن اس نے تزئین سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا، البتہ جب وہ اپنے شاندار آفس میں بیٹھا ہوا تھا تو اس ہوٹل کے ایک نمائندے کا کارڈ موصول ہوا اور اس نے فوراً اس نمائندے کو طلب کر لیا۔

آنے والا ایک پڑھا لکھا اور مہذب آدمی تھا۔ اس نے پُرادب لہجے میں کہا۔ ''جناب عالی! آپ شہر کے بہت بڑے آدمی ہیں، ہمیں اس سلسلے میں ظرف سے کام لینا چاہئے تھا لیکن میں ہال سپروائزر ہوں، ہوٹل کے منیجر صاحب آپ کو پہچانتے تھے، آپ کھانا کھاتے ہوئے اٹھ کر چل پڑے تھے اور آپ نے ہوٹل کا بل نہیں ادا کیا، ہم نے سوچا کہ شاید آپ بل بعد میں

بھجوادیں گے لیکن منیجر صاحب زیادہ انتظار نہیں کر سکے، انہوں نے مجھے یہ ذمے داری سونپی کہ میں آپ کے پاس جا کر یہ بل پیش کر دوں۔'' یہ کہہ کر سپروائزر نے ہوٹل کا بل نکال کر دانش کے سامنے پیش کر دیا۔

دانش کو شدید شرمندگی کا احساس ہوا۔ واقعہ تو اسے یاد تھا اور وہ اس پر حیران بھی تھا لیکن اس پہلو پر اس نے غور نہیں کیا تھا۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ''پچھلے کچھ دنوں سے مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے، میری طرف سے آپ اپنے منیجر سے معذرت کر لیجئے گا، یہ بل میں ابھی منگوائے دیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے ماتحت کو آواز دی اور کہا کہ ان صاحب کو کیشئر کے پاس لے جا کر یہ بل ادا کروا دے۔ سپروائزر پُرادب انداز میں سلام کر کے واپس چلا گیا لیکن دانش کا کلیجہ خون ہو گیا تھا۔ اتنی بڑی بے عزتی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

دل چاہ رہا تھا کہ تزئین کو دانتوں سے ادھیڑ کر پھینک دے۔ یہ اسی کی وجہ سے ہوا تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ سوکھی ہوئی ہڈیوں کو دانتوں سے نہیں چبایا جا سکتا تھا۔ خود پر ہی جبر کر کے رہ گیا لیکن دل ہی دل میں اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے تزئین! کوئی شکوہ نہیں کروں گا تجھ سے، تیری حرکتوں نے مجھے زندہ درگور کر دیا ہے، دل چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں لیکن خودکشی کے مختلف طریقے ہوتے ہیں، میں تیری حرکتوں کو برداشت کر کے اپنے آپ کو ماروں گا، گھٹ گھٹ کر مروں گا کیونکہ تُو میری غلطی ہے۔''

''نہیں میرے سرتاج! میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ خودکشی نہیں کریں گے۔'' تزئین کی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے کان بند کر لئے۔ بہرحال اس طرح کے اقدامات جاری رہے۔

عامر سے ملنا جلنا تقریباً ختم ہو گیا تھا، اب وہ فلیٹ پر بھی نہیں جاتا تھا بلکہ گھر واپس آ جاتا تھا، البتہ تزئین سے کوئی رغبت نہیں رکھی تھی اس نے، ہاں ایک مرتبہ اس کا دل چاہا تھا کہ طاہرہ جہاں کے پاس بیٹھ کر ان سے دل کی باتیں کرے لیکن تزئین نے سرگوشی میں کہا تھا۔ ''نہیں تم جو کچھ کرتے رہتے ہو، اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے دانش! لیکن ماما کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کرنا مجھے گوارا نہیں ہو سکے گا، بجائے اس کے کہ میں کوئی غلط قدم اٹھاؤں، جو کچھ میں تم سے کہہ رہی ہوں، اس پر عمل کرنا۔''

اور اس کے بعد دانش کو ماں کے پاس جا کر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی، البتہ ایک دلچسپ واقعہ ضرور پیش آیا۔ شہر کے ایک بہت بڑے صنعتکار کے بیٹے کی شادی تھی اور مرزا اختیار بیگ کے آفاق شاہد سے بڑے گہرے مراسم تھے بلکہ کچھ ہی دن پہلے انہوں نے آفاق شاہد سے ایک بڑی ڈیل کی تھی، جس میں دونوں کو تقریباً ایک ایک کروڑ روپے کا فائدہ ہوا تھا۔

آفاق شاہد کا بیٹا امتیاز شاہد اپنے باپ کے ساتھ کاروباری امور دیکھتا تھا اور ان دنوں دانش کو بھی کاروبار سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ دلچسپی کیا پیدا ہوگئی تھی بس کیا بھگت رہا تھا۔ تزئین سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو مصروف رکھتا تھا۔ باپ بھی اس کی کاروبار میں توجہ دیکھا کر بہت خوش تھا کیونکہ مرزا اختیار بیگ کے بعد سارے کاروباری معاملات اسے ہی سنبھالنے تھے۔

اس سلسلے میں امتیاز شاہد سے اچھی سلام دعا ہوگئی تھی اور امتیاز شاہد نے اسے خصوصی طور پر کہا تھا کہ وہ اس کی شادی میں ضرور شرکت کرے اور دانش نے اس سے وعدہ بھی کر لیا تھا، چنانچہ مرزا اختیار بیگ نے مقررہ دن کے بارے میں اس وقت جب صبح کا ناشتہ کیا جا رہا تھا، طاہرہ جہاں کو بتایا۔

''آپ کی ملاقات آفاق شاہد کی بیگم صاحبہ سے دو یا تین دفعہ ہو چکی ہے، وہ لوگ دانش کی شادی میں بھی آئے تھے، ان کے بیٹے امتیاز شاہد کی شادی ہے، ہمیں اس میں شرکت کرنا ہو گی۔''

''ٹھیک ہے، چلیں گے۔'' طاہرہ جہاں نے رواداری میں کہا۔

تب مرزا اختیار بیگ، تزئین کی جانب متوجہ ہوئے۔ ''اور تزئین بیٹے! تمہیں بھی اس شادی میں شرکت کرنی ہے، اپنا سب خوبصورت لباس پہن کر، کیا سمجھیں؟''

طاہرہ جہاں بیگم کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ یہ ان کے لیے انتہائی تکلیف دہ بات تھی۔ تزئین کو بہو کی حیثیت سے ساتھ لے کر وہ اتنی بڑی محفل میں شریک ہوں، انہیں یہ بات گوارا نہیں تھی لیکن مرزا اختیار بیگ نے جس طرح تزئین کو اس شادی میں چلنے کے لیے کہا تھا، اس کے بعد ان کی ہمت نہیں پڑی کہ اس سلسلے میں کوئی ٹانگ اڑائیں۔

ایسی ہی کیفیت خود دانش کی بھی ہوئی تھی، اس نے چونک کر مرزا اختیار بیگ اور پھر طاہرہ جہاں بیگم کی شکل دیکھی تھی لیکن جب طاہرہ جہاں کچھ نہ بولیں تو وہ بھی خاموش ہو گیا، البتہ

تنہائی میں اس نے مسکرا کر تزئین سے کہا۔ ''تو آپ اس شادی میں شرکت کر رہی ہیں؟''

''جیسا آپ کا حکم دانش! میں کبھی آپ کے حکم سے رُوگردانی کر سکتی ہوں!''

''ارے نہیں بالکل نہیں، آپ نے تو آج تک میرے ہر حکم کی تعمیل کی ہے۔''

''جاؤں گی، ضرور جاؤں گی۔''

''ایک حکم البتہ میں دینا چاہتا ہوں۔''

''ارشاد...... ارشاد!''

''آپ اپنا سب سے خوبصورت لباس جیسا کہ ڈیڈی نے کہا ہے، پہن کر اس شادی میں شرکت کریں گی لیکن میرا حکم یہ ہے کہ آپ وہاں اپنی اسی شکل میں جائیں گی۔''

''کس شکل میں......؟''

''وہی جس نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔''

''اچھا اچھا ڈھانچے کی شکل میں!''

''جی...... جی......!''

''میں نے کہا نا آپ کے ہر حکم کی تعمیل میرا فرض ہے، میں جس طرح آپ چاہیں گے، اسی طرح کروں گی۔''

''ویری گڈ! تو آپ یہ وعدہ کر چکی ہیں۔''

''جی جی......!''

''تب پھر مجھے منظور ہے، ذرا میرے لیے بھی کوئی خوبصورت سا لباس منتخب کر دیجئے گا۔''

''آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' تزئین نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور دانش خاموش ہو گیا، البتہ دوسرے دن طاہرہ جہاں نے کنی کترائی تھی۔

''ان دنوں نہ جانے کیسی کیفیت ہو گئی ہے، ذرا سے رش میں جاتی ہوں تو دل گھبرانے لگتا ہے اور طبیعت الٹنے لگتی ہے۔''

''جی ڈاکٹر کو دکھا دیجئے گا۔''

''وہ تو میں دکھا دوں گی لیکن میں یہ کہہ رہی تھی کہ کیا میرا شادی میں جانا ضروری ہے؟''

مرزا اختیار بیگ نے چونک کر طاہرہ جہاں کو دیکھا اور پھر گردن ہلا کر بولے۔ ''طاہرہ! بات سمجھ

رہا ہوں میں تمہاری، میں جانتا ہوں کہ اچانک رش میں طبیعت کیوں گھبرانے لگی ہے لیکن طاہرہ! میری بات مانو اگر تمہارے پاس کوئی حل ہے اس بات کا کہ دانش، تزئین کو چھوڑ دے اور وہ اپنے گھر چلی جائے تو میں تمہارا ساتھ دوں گا، چلو میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں لیکن کیا تمہارا خیال ہے دانش اسے چھوڑ دے گا، تم نے اس کی کیفیت دیکھی ہے، وہ خود بھی تزئین کے سامنے بھیگی بلی بنا رہتا ہے اور اس سے کوئی ایسی بات نہیں کرتا جو اس کے خلاف ہو، طاہرہ جہاں! میں تم سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ میں ایک باعزت انسان ہوں، میری عزت سے نہ کھیلو۔''

''میں کھیل رہی ہوں......؟''

''تو پھر سارے تماشے میں نے کیے ہیں، خیر ان باتوں کو جانے دیں، آپ کو چلنا ہے اور ہر قیمت پر چلنا ہے۔''

''اگر آپ صرف تزئین کو لے جاتے تو!''

''طاہرہ......!'' مرزا اختیار بیگ کی گرج طاہرہ جہاں بیگم کے لیے بالکل اجنبی تھی۔ انہوں نے غصیلی نگاہوں سے طاہرہ جہاں کو دیکھا اور نہ جانے کیوں طاہرہ جہاں کی آنکھیں جھک گئیں۔ اب تو ہر طرف سے ہی ان پر عذاب نازل ہو چکا تھا چنانچہ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گئیں۔

✦====✦====✦

عزیزہ بیگم سسکتی رہی اور دیدار خالہ سوچ میں ڈوبی رہیں۔ کچھ لمحوں کے بعد انہوں نے گردن اٹھا کر کہا۔ ''اب کیا ارادے ہیں عزیزہ......؟''

''کچا چبا جاؤں گی اس کو، چھوڑوں گی نہیں دیدار باجی! چھوڑوں گی نہیں، آپ یقین کریں ایسا دل ٹوٹا ہے دنیا سے کہ ساری دنیا ہی مکار لگنے لگی ہے۔''

''میں بھی......!'' دیدار خالہ نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں دیدار باجی! آپ نے تو اس وقت میرا اس طرح ساتھ دیا ہے کہ اگر میری کوئی سگی بہن بھی ہوتی تو یہ سب کچھ نہ کرتی۔''

''سگی بہنوں سے بڑھ کر ہوں تمہارے لیے عزیزہ! تم سمجھتی کیا ہو، چلو چھوڑو ان ساری باتوں کو، اب یہ بتاؤ کیا کرو گی؟''

''چوٹی کاٹ دوں گی، ناک کاٹ دوں گی کمبخت کی! منہ کالا کر کے محلے میں گھماؤں گی۔''

''جو کر سکتی ہو، وہ بتاؤ، غصے اور جوش میں تو یہ باتیں کہی ہی جاتی ہیں۔'' دیدار خالہ نے کہا۔

''آپ بتائیے دیدار باجی! کیا کروں میں اس کمبخت کے ساتھ؟''

''انتظار کرو، سمجھیں انتظار کرو، ابھی کچھ نہ کرو، بلکہ اس پر بالکل ظاہر مت ہونے دو کہ تمہیں اس بارے میں سب معلوم ہو چکا ہے۔''

''کیوں دیدار باجی! مجھ سے کیسے صبر ہوگا؟''

''عزیزہ بیگم! صبر تو کرنا ہی پڑے گا، تھوڑا سا صبر کرو، اب جبکہ بابر شاہ صاحب نے تمہیں اطمینان دلا دیا ہے اور تم نے بات ان کے کانوں تک پہنچا دی ہے تو انتظار کرو کہ وہ سارے کام کریں، وہ خود تمہیں بتائیں گے کہ نیلم کے ساتھ کیا کرنا ہے، اب ایسی معمولی بات تو نہیں ہے جو ہوا ہے، وہ بہت برا ہوا ہے، احسان احمد کے اوپر سے اس پانی کا اثر کم کرنا ہوگا۔ اگر ابھی سے تم نے بات کھول دی تو سبھی ہوشیار ہو جائیں گے۔ جہاں تک نیلم کا تعلق ہے، ذرا یہ تو معلوم کرو کہ سارا کام ہوا کیسے ہے مگر ایسے نہیں کہ جاتے ہی اس پر پل پڑا، انتظار کرو، صبر کرو کہ بابر شاہ کیا کہتے ہیں۔''

''کیسے صبر کر سکوں گی دیدار باجی! کیسے صبر کر سکوں گی، ارے صحیح معنوں میں اس نے پیچھے سے چھری ماری ہے۔''

''دیکھو تم اسے زیادہ سے زیادہ نکال دو گی، جان سے تو مار نہیں سکو گی کیونکہ جذبات میں جو کچھ کہہ رہی ہو، اصلیت میں وہ نہیں ہو سکتا، نوکر ہے مگر انسان ہے، کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ اس نے وہ پانی احسان احمد کو پلایا ہے، کیا ثبوت ہے بتاؤ اور پھر کیا کریں گے احسان احمد تمہارے ساتھ، جب یہ بات ان پر کھلے گی کہ اس سے پہلے تم نیلم کے ذریعے وہ پانی مقبول احمد کو پلاتی رہی ہو، سارا گھر تلپٹ ہو جائے گا اس لیے جو کچھ کرو، سوچ سمجھ کر کرو، ابھی صبر کرو، خاموشی اختیار کیے رکھو، پانی جو بچا ہوا ہے، وہاں سے ہٹوا دو بلکہ ایک کام کرو۔''

''جی......!''

''معلوم ہے وہ پانی کہاں رکھا ہوا ہے؟''

"مجھے نہیں معلوم دیدار باجی! اس کمبخت پر بھروسہ کرلیا تھا۔"

"تم خفیہ طور پر وہ پانی تلاش کرو اور اس پانی کی جگہ سادہ پانی ڈال دو، اس کے بعد خاموشی اختیار کرو، پھر بابر شاہ صاحب سے خود ہی ہم لوگ پوچھیں گے کہ اس کمینی کو کیا سزا دی جائے، تب دیکھا جائے گا۔"

"بھاگنے نہیں دوں گی اسے دیدار باجی! نکلنے نہیں دوں گی کمبخت ماری کو!"

"ارے تو کون کہتا ہے کہ اسے نکلنے دو بس جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، اسی پر عمل کرو، تم ظاہر ہی مت کرو کہ تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے، احسان احمد کو سادہ پانی دیتی ہے، دیتی رہے، تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا، بعد میں سب کچھ دیکھ لیں گے۔"

عزیزہ بیگم سر ہلانے لگیں پھر بولیں۔ "ٹھیک ہے دیدار باجی! آپ جو کہہ رہی ہیں، میں اسی پر عمل کروں گی لیکن بڑا ضبط کرنا پڑے گا مجھے، جو بڑا مشکل کام ہے۔"

"یہ مشکل کام تمہیں کرنا ہوگا عزیزہ بیگم!"

"ٹھیک ہے، میں ایسا ہی کروں گی۔"

"عزیزہ بیگم نے دیدار خالہ کو ان کے گھر پر اتارا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑیں۔ گھر پہنچیں تو معمولات میں کوئی تبدیلی رُونما نہیں ہوئی تھی۔ نیلم سامنے سے گزری تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اسے دیکھتی رہ گئیں اور پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑیں۔ نیلم کو دیکھا نہیں جا رہا تھا، کلیجہ پھنک رہا تھا، اس کمبخت نے اتنی بڑی غداری کی ہے۔

"دیکھوں گی تجھے نیلم! دیکھوں گی۔" انہوں نے کہا اور کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

✦====✦====✦

امتیاز شاہد نے کچھ زیادہ ہی دوستی کا ثبوت دیا۔ وہ دانش کے قرب آنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے فون کر کے دانش سے کہا۔ "دانش! ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی امتیاز صاحب!"

"یار دوستوں سے کہہ بیٹھا ہوں کہ شہر کے کاروباری بادشاہ مرزا اختیار بیگ کے صاحبزادے دانش سے میری اچھی دوستی ہوگئی ہے، چنانچہ میں چاہتا ہوں دانش کہ آپ بارات

میں میرے ساتھ ہوں، براہ راست وہاں پہنچنے کی کوشش نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے، میں آجاؤں گا۔ یہ کون بڑی بات ہے، کس وقت پہنچنا ہے مجھے؟"

"میرے گھر کا پتہ تو آپ کو معلوم ہوگا، بس ساڑھے نو بجے تک گھر سے نکلیں گے، آپ کی فیملی اگر چاہے تو براہِ راست پہنچ جائے لیکن ہم چند دوست ساتھ ہی جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں آجاؤں گا۔" دانش نے وعدہ کرلیا۔

کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی۔ فیملی کے ساتھ جانے کے بجائے وہاں سے امتیاز کے ساتھ چلا جائے گا۔ مقررہ وقت پر گھر میں تیاریاں ہونے لگیں۔ طاہرہ جہاں بیگم نے بھی بال بال موتی پروئے تھے، انہیں اس بات کی پروا نہیں ہوتی تھی کہ ان کی عمر کیا ہے، اپنے آپ کو جوان ہی سمجھتی تھیں۔ دوسری طرف انہیں صرف تزئین سے کد تھی لیکن بہرحال مرزا اختیار بیگ نے جس انداز میں گفتگو کی تھی، اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہی تھی، دانش اپنے طور پر تیار ہو رہا تھا اور تزئین اپنی تیاریاں کر رہی تھی۔ ایک بار پھر تزئین سے اسی موضوع پر بات ہوئی تھی۔

"تمہیں یاد ہے نا تم نے کیا وعدہ کیا ہے مجھ سے......؟"

تزئین مسکرا دی۔ "چھوٹی چھوٹی باتوں پر اتنی زیادہ توجہ نہ دیا کریں دانش! آپ نے جیسا کہا ہے، میں ویسا ہی کروں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے، بے چارے امتیاز شاہد کی شادی خراب ہو گی مگر یہ بھی ایک لطیفہ رہے گا، تمہیں دنیا دیکھے گی تو سہی، مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ اس کے بعد کیا ہوگا، کم از کم میرے ماں، باپ کے علم میں تو آنا چاہئے کہ تم کیا ہو، میری زبان تو تم بند کر دیتی ہو۔"

"بس اتنے ناراض نہ ہوا کرو، مجھے تمہاری ناراضی اچھی نہیں لگتی۔"

"شرط شرط ہے، اس بات کا خیال رکھنا۔"

"تم سے کبھی جھوٹ بولا ہے آج تک؟" تزئین نے کہا۔

دانش اندر ہی اندر سلگ اٹھا۔ بہرحال اسے ایک خوشگوار لمحہ گزارنا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں تو خیر پہلے ہی چلا جاؤں گا، وہیں شادی میں تم سے ملاقات ہوگی، ڈیڈی سے میں نے بات کی ہے، یہ لوگ آفاق شاہد کے گھر نہیں جائیں گے بلکہ براہِ راست ہوٹل پہنچیں گے۔"

"کیا فرق پڑتا ہے مگر پھر لطف کیا آئے گا، میں تمہاری خواہش پر تمہارے ساتھ ہوتی تو دنیا میرے ساتھ ساتھ تمہیں بھی دیکھتی۔"

"دیکھے گی، وہاں ہوٹل میں دیکھے گی، کل صبح کے اخبارات بڑی گرما گرم خبریں چھاپیں گے۔"" دانش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دانش تو نو بجے تیار ہو کر گھر سے نکل گیا۔ وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا، گہرے نیلے رنگ کے انتہائی حسین سوٹ میں ملبوس شہزادہ لگ رہا تھا۔ مرزا اختیار بیگ کو اس نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ امتیاز شاہد کے ساتھ باراتی کی حیثیت سے آئے گا۔

"ٹھیک ہے بھئی، تمہاری عمر ہے، میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم کام کے لوگوں سے گھلو ملو کیونکہ آگے چل کر یہ لوگ تمہارے ساتھی ثابت ہوں گے۔" مرزا اختیار بیگ نے خوشی سے اسے اجازت دے دی۔

دانش اپنی شاندار کار میں چل پڑا۔ ادھر تزئین تیاریاں کر رہی تھی اور تیار ہو کر وہ ساس، سسر کے سامنے آئی تو مرزا اختیار بیگ تو اس پر صدقے واری ہونے لگے۔ "لاکھوں میں ایک ہے میری بہو...... دیکھ رہی ہو نا طاہرہ جہاں! دنیا دیکھے گی تو دیکھتی رہ جائے گی۔"

تزئین درحقیقت اس وقت بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس نے غضب کا میک اپ کیا تھا اور ویسے تو خوبصورت تھی ہی لیکن آج قیامت لگ رہی تھی۔ طاہرہ جہاں نے ایک نگاہ اس پر ڈالی، بڑی مشکل سے مسکرائیں کیونکہ مرزا اختیار بیگ انہی کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن اس کے بعد واش روم جانے کا بہانہ کر کے واش روم میں چلی گئیں اور اندر جا کر گہری گہری سانسیں لینے لگیں۔ بس نہیں چل رہا تھا ورنہ تزئین کو زندہ ہی دفن کر دیتیں۔

آخر کار وہ مقررہ وقت پر ہوٹل چل پڑے جہاں شادی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تزئین ساتھ تھی اور اپنی حسین شکل میں موجود تھی۔ سفر طے ہوا اور وہ ہوٹل پہنچ گئے۔ آفاق شاہد پہلے سے وہاں پہنچ چکے تھے اور لڑکی والوں کے ساتھ مل کر اپنی طرف سے آنے والوں کا استقبال کر رہے تھے۔ وہ اسی لیے پہلے یہاں پہنچے تھے کہ ان کے بہت سے مہمان براہِ راست ہوٹل پہنچنے والے تھے۔ بارات میں تو صرف دولہا، اس کے ساتھیوں اور خواتین کو آنا تھا ورنہ زیادہ تر مہمان ہوٹل ہی آ رہے تھے۔

انہوں نے مرزا اختیار بیگ اور ان کی بہو اور بیگم کا استقبال کیا، دیکھنے والوں کی نگاہیں تزئین کو دیکھ رہی تھیں اور ساکت رہ جاتی تھیں، شاید ابھی تک جتنے لوگ یہاں موجود تھے، ان میں ایک بھی لڑکی تزئین کے حسن کا مقابلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ جسے دیکھو تزئین کی جانب متوجہ تھا

اور بہت سی بیگمات نے قریب آ کر طاہرہ جہاں کو اتنی حسین بہو کی مبارکباد دی تھی۔ کچھ بیگمات وہ بھی تھیں جو اس شادی میں شریک ہوئی تھیں۔ ان میں سے کسی نے کہا۔ "حقیقت یہ ہے محترمہ طاہرہ جہاں کہ آپ کی بہو لاکھوں نہیں کروڑوں میں ایک ہے، اتنی حسین لڑکی کہاں سے حاصل کی آپ نے؟"

طاہرہ جہاں پر جو کچھ بیت رہی تھی، ان کا دل ہی جانتا تھا۔ خواتین تزئین کی تعریف کرتی رہیں اور طاہرہ جہاں بیگم کے سینے پر سانپ لوٹتے رہے۔

پھر بارات آ گئی۔ کافی مہمان براہِ راست ہوٹل پہنچ گئے تھے۔ زیادہ تر خواتین بارات کے ساتھ آئی تھیں۔ بارات میں دانش بھی شریک تھا اور امتیاز شاہد کے ساتھ ہی تھا لیکن اس کی متجسس نگاہیں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ پہلے اسے مرزا اختیار بیگ نظر آئے تو اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ پہنچ چکے ہیں، پھر خواتین کے جھرمٹ میں وہ طاہرہ جہاں اور تزئین کو تلاش کرنے لگا۔ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ ابھی تک یہاں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا تھا۔ ظاہر ہے اس کے حکم کے مطابق تزئین اگر اپنی منحوس شکل میں آئی تو یہاں تو بھگدڑ مچ جانی چاہئے تھی لیکن لگ رہا تھا کہ کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے۔ تب اس نے طاہرہ جہاں کو دیکھا۔ وہ بھی کسی خاص کیفیت کا شکار نہیں تھی۔

دانش کو حیرت ہوئی۔ دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں یا تو تزئین آئی ہی نہیں یا پھر اگر آئی ہے تو اس نے وعدہ خلافی کی ہے۔ آخر کار ماں کے پاس پہنچ گیا۔ طاہرہ جہاں نے اسے دیکھا لیکن کسی خاص ردِعمل کا اظہار نہیں کیا، البتہ دانش نے طاہرہ جہاں کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ماما! تزئین نہیں آئی؟"

"کیوں نہ آتی سسر کی چہیتی، کیسے نہ آتی، ہم آتے یا نہ آتے۔"

"کہاں ہے......؟"

"وہ لڑکیوں نے گھیرا ہوا ہے اسے، اصل دلہن تو وہی بنی ہوئی ہیں، وہ ادھر دیکھو!" طاہرہ جہاں نے کہا اور دانش کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔ دوسرے لمحے وہ ہکا بکا رہ گیا۔ تزئین نے جو لباس پہنا ہوا تھا، وہ شاید کسی اور لڑکی نے نہیں پہنا تھا لیکن اس کا چہرہ اتنا بھیانک نظر آ رہا تھا سوکھی ہوئی ہڈیوں کا ڈھانچہ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اس حسین لباس کے نیچے ایک انسانی ڈھانچہ موجود ہے۔ شکل بے حد بھیانک لگ رہی تھی۔ اس نے منہ پر لپ اسٹک لگائی

ہوئی تھی اور اس کے لمبے لمبے دانت جھلک رہے تھے۔ غالباً وہ مسکرا رہی تھی۔ دانش نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھا اور اس کے اس بعد آس پاس کی لڑکیوں کو جو تزئین میں بے پناہ دلچسپی لے رہی تھیں، کیا یہ سب پاگل ہوگئی ہیں، ان میں سے کسی کو اس ڈھانچے سے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا یا پھر تزئین نے کوئی ایسا ماحول بنا لیا ہے کہ وہ اسے اس حالت میں بھی قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ معزز خواتین بھی اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھیں۔ یہ قصہ کیا ہے۔ دانش کا سر چکرانے لگا۔ اس نے بار بار آنکھیں مل مل کر تزئین کو دیکھا لیکن تزئین اپنے بھیانک وجود میں لڑکیوں سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ دانش نے اپنے اندر بڑی کمزوری محسوس کی، ایک طرف جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور وہاں سے تزئین کا جائزہ لیتا رہا۔ تزئین نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ جیسا دانش نے کہا تھا، اس نے ویسا ہی کیا تھا اور ہڈیوں کے ڈھانچے کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ کیا ہو رہا ہے، یہ سب کیا ہو رہا ہے، دولہا اپنی مخصوص جگہ جا کر بیٹھ گیا تھا لیکن چند ہی لمحات کے بعد دو آدمی دانش کے پاس پہنچ گئے۔

''دانش صاحب! امتیاز صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔''

''ہاں ہاں آتا ہوں۔'' دانش نے کہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ بہر حال وہ امتیاز شاہد کے پاس جا کر اسٹیج پر بیٹھ گیا۔ کسی کرسی پر جا کر بیٹھ جانا کوئی خاص بات نہیں تھی، اب اس کے اندر کی کیفیت کو تو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن اس کی نگاہیں بدستور تزئین کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ بہت دیر تک وہ سوچتا رہا، پھر کچھ کچھ صورتِ حال اس کی سمجھ میں آنے لگی۔ تزئین کچھ بھی کر سکتی تھی۔ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ صرف دانش کو اس شکل میں نظر آ رہی ہو۔ اسے یہ بھی یاد آیا کہ گھر والوں کو آج تک اس کی اس شکل کا پتہ نہیں لگا تھا، ان کے سامنے وہ اپنی اسی حسین شکل میں جاتی تھی۔ اس بات کے امکانات ہیں کہ اس وقت وہ عام لوگوں کو اپنی اس حسین شکل میں نظر آ رہی ہو اور صرف اسے اس حالت میں......! یہ تمام باتیں سوچتا ہوا وہ امتیاز شاہد کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

بہر حال یہ بات طے تھی کہ دولت کے لحاظ سے یہ لوگ بہت بڑی حیثیت کے حامل تھے اور آج کل دولت ہی کی عزت ہوتی ہے۔ خود امتیاز شاہد بھی اسے بڑی اہمیت دے رہا تھا کیونکہ وہ ایک بہت ہی دولت مند آدمی کا بیٹا تھا لیکن اس دولت مند آدمی کو جس طرح ایک عورت کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑ رہی تھی، اسے اس کا دل ہی جانتا تھا۔

بہر حال شادی کی رسمیں شروع ہوگئیں۔ نکاح ہوا۔ دانش اپنے آپ کو بہلاتا رہا پھر اس کے بعد تزئین اس کے پاس پہنچ گئی۔ ویسے ہی اس کا بڑا احترام ہو رہا تھا، دونوں حیثیتوں سے، ایک طرف تو اس کا اپنا حسن، دوسرا یہ کہ ایک بہت ہی بڑے آدمی کی بہو تھی۔

امتیاز شاہد بھی بڑے احترام سے اس سے ملا اور اس نے دانش سے کہا۔ ''مسٹر دانش! میں آپ کی شادی میں شریک ہوا تھا، اس وقت بھی میں نے بھابی کو دیکھا تھا لیکن یوں لگتا ہے کہ آپ نے ان کے حسن میں اضافہ کے لیے کچھ اور بھی محنت کی ہے۔''

دانش کے بدن پر ایک لمحے کے لیے کپکپی سی طاری ہوگئی۔ دل تو چاہا کہ بے اختیار پوچھ بیٹھے کہ امتیاز کیا تم اندھے ہوگئے ہو یا یہاں اس تقریب میں سارے لوگ اندھے ہوگئے ہیں، اس بھیانک ڈھانچے کو خوبصورت کہہ رہے ہو لیکن یہ بات اس کے منہ سے نہیں نکل سکی اور اسے ظاہری خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔

بہر حال شادی کی تقریبات جاری رہیں۔ تزئین نے کافی وقت اس کے ساتھ گزارا تھا، شاید وہ دانش کے ذہنی ہیجان کا بھی اندازہ کر رہی تھی لیکن اس سے اس کے چہرے پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دانش سے اجازت لے کر لڑکیوں کے جھرمٹ میں پہنچ گئی، البتہ اس کے لمبے لمبے دانت مسکراہٹ کے انداز میں باہر نکلے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں سے خوشی کا تاثر جھلک رہا تھا۔

ادھر لڑکیاں تھیں کہ سچ مچ اس کا پیچھا لیے ہوئے تھیں۔ اسے شاید خود بھی اس کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ ان کے درمیان اتنی مقبولیت حاصل کر لے گی۔ اچانک ہی اس نے فرخندہ کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا اور ایک لمحے کے لیے حیران رہ گئی لیکن حیرانی کی بات نہیں تھی۔ احسان احمد بھی بزنس مین تھے، بے شک وہ مرزا اختیار بیگ کے مقابلے کے بزنس مین نہیں تھے لیکن پھر بھی ان کا اپنا ایک مقام تھا اور آفاق شاہد نے انہیں بھی مدعو کیا تھا چنانچہ وہ بھی اپنی بیگم، بہو اور بیٹے کے ساتھ اس شادی میں شریک ہوئے تھے البتہ ذرا دیر سے پہنچے تھے۔

فرخندہ کو یہاں آئے ہوئے پانچ یا دس منٹ ہوئے تھے پھر بالکل اتفاقیہ طور پر اس کی نگاہ تزئین کی طرف اٹھی تھی اور وہ حیران رہ گئی تھی، اب اسے عزیزہ بیگم کا کوئی خوف نہیں رہا تھا، حالات اس کے قبضے میں آگئے تھے، نیلم سے ساری حقیقت بھی پتہ چل گئی تھی، تزئین کے بارے میں بھی اسے معلومات حاصل ہوگئی تھیں، چنانچہ تزئین کو دیکھ کر وہ اپنے آپ کو باز نہ رکھ

سکی اور تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔ تزئین کو اس کی یہاں آمد کا علم نہیں تھا۔ فرخندہ کو دیکھ کر وہ خوش ہوگئی۔

''ارے فرخندہ تم......!'' فرخندہ مسکراتی ہوئی اس کے پاس آگئی۔

''مجھے علم نہیں تھا کہ تم بھی مجھے یہاں مل سکتی ہو اور قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ اس شادی میں شرکت کا لطف اب مجھے آیا ہے۔''

''ہاں فرخندہ! مجھے بھی تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے، کہو حالات ٹھیک ٹھاک جا رہے ہیں نا؟''

''ہاں تزئین! لیکن ہم لوگ یہاں زیادہ باتیں نہیں کر سکتے، اس وقت تنہائی ملنا تو مشکل ہے، میں تم سے کچھ باتیں کرنے کی خواہش مند تھی۔''

''کرلیں گے، تم فکر مت کرو، میں خود ہی تمہارے پاس آجاؤں گی، واقعی یہ لوگ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔'' تزئین نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

پھر وہ فرخندہ کا تعارف دوسرے لوگوں سے کرانے لگی۔ دانش گم صم بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے اندازے لگا رہا تھا۔ مختلف پروگرام جاری رہے۔ کھانا وغیرہ کھایا گیا۔ اچانک ہی دانش کو کچھ خیال آیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور امتیاز شاہد سے اجازت لے کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

''میں ابھی آیا۔'' یہ کہہ کر وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ فوٹو گرافر مختلف تصویریں بناتے پھر رہے تھے۔ وہ ایک فوٹو گرافر کے پاس پہنچا اور بولا۔ ''ادھر آؤ میری ایک تصویر بنانی ہے لیکن یہ پرائیویٹ تصویر ہے، جب تم اسے ڈیولپ کرلو تو مجھے دے دینا، یہ میرا کارڈ رکھ لو، منہ مانگے پیسے دے دوں گا، پرواہ مت کرنا۔''

''سر! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، میں آپ کو جانتا ہوں، پیسوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ کی خدمت کر کے مجھے بڑی خوشی ہوگی۔'' فوٹو گرافر نے کہا اور دانش نے اشارے سے تزئین کو اپنے پاس بلایا۔ تزئین بڑے احترام سے اس کے پاس پہنچ گئی۔

''تزئین! میں تمہارے ساتھ کچھ تصویریں بنوانا چاہتا ہوں۔''

''دانش! میں حاضر ہوں۔'' تزئین نے کہا اور دانش کے برابر جا کر کھڑی ہوگئی۔ فوٹو گرافر مختلف اینگل سے ان کی تصویریں لینے لگا تھا۔ تصویریں بن گئیں تو دانش دوبارہ امتیاز کے پاس پہنچ گیا۔ تزئین کو فرخندہ کے پاس جانے کا موقع مل گیا اور فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''عزیزہ بیگم کی قہر آلود آنکھیں دیکھ رہی ہیں تزئین!''

''ہاں انگاروں پر لوٹ رہی ہیں، کیا تم اب بھی خوف زدہ ہو؟''

''نہیں تزئین! تم نے جو کچھ میرے لیے کیا ہے، میں اس کا بہت احسان مانتی ہوں۔''

''بار بار یہ مت کہا کرو فرخندہ! مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''میرے لیے تو بہت بڑی بات ہے تزئین! میرا تو یہاں کوئی نہیں ہے، والدین ملک سے باہر ہیں، جن پر مجھے بہت بھروسہ تھا لیکن...... تاہم اب سب کچھ ٹھیک ہے۔''

''اصل شکریہ تمہیں دیدار خالہ کا کرنا چاہئے جن کی وجہ سے مجھے تمہارے بارے میں معلوم ہوا۔'' تزئین اپنے بارے میں باتیں چھپا کر یہ بتانے لگی کہ کس طرح اتفاق سے اسے دیدار خالہ اور اپنی ساس کے درمیان باتیں سننے کا موقع مل گیا اور اسے فرخندہ کے بارے میں معلوم ہوا۔

شادی سے واپسی ہوگئی۔ کس کس پر کیا بیتی، کسی نے کسی کو نہ بتایا۔ دانش گنگ تھا۔ اسے اندازہ تو ہوگیا تھا کہ تزئین نے ڈبل چال چلی ہے۔ دوسروں کو اس کا چہرہ حسین ہی نظر آیا ہوگا لیکن وہ تزئین سے اس بارے میں کیا کہتا۔

شادی کے تیسرے دن ہی فوٹو گرافر اس کے پاس پہنچ گیا جس سے اس نے اپنی اور تزئین کی تصویریں بنوائیں تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات عجیب تھے۔

''کیا ہوا، تصویریں لائے ہو؟''

''جی سر......! لیکن یہ!'' فوٹو گرافر نے ہچکچاتے ہوئے کہا اور تصویروں کا ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

+====+====+

دانش کو خود بھی اس فوٹو گرافر کا انتظار تھا، چنانچہ اس نے جلدی سے لفافہ کھولا اور اس میں رکھی ہوئی تصویریں باہر نکال لیں۔ پہلی تصویر دیکھ کر اس کے ذہن میں ایک عجیب سا چھناکا ہوا۔ تصویر میں وہ اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے کسی کے ساتھ فوٹو بنوا رہا ہو، لیکن ساتھ کھڑی ہوئی شخصیت کا کہیں پتہ نہیں تھا جبکہ بیک گراؤنڈ میں دوسرے لوگوں موجود تھے لیکن تزئین نہیں تھی، جسے اس نے خاص طور سے بلا کر اپنے ساتھ کھڑا کیا تھا۔

فوٹو گرافر غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا، دانش جلدی جلدی دوسری تصویریں دیکھنے لگا۔ فوٹو گرافر کے سامنے وہ کوئی تاثر نہیں دینا چاہتا تھا جو خیال اس کے دل میں تھا اس کی تصدیق ہوگئی، لیکن اس نے فوٹو گرافر پر اس کا اظہار نہیں ہونے دیا اور حیران لہجے میں بولا۔ ''یہ تم نے کیا کیا ہے؟''

''سر...... خدا کی قسم، میں خود اس وقت سے پاگل ہو رہا ہوں جب سے میں نے ان تصویروں کو ڈیولپ کیا ہے، سر یہ میری زندگی کا سب سے انوکھا واقعہ ہے۔''

''مسٹر تمہارا جو کوئی بھی نام ہے، اس مذاق کے جواب میں، میں کیا سلوک کروں تمہارے ساتھ۔ اس طرح کی تصویریں یادگار ہوتی ہیں۔ تم نے یہ کیا کیا ہے؟''

''سر مجھے تو کوئی شعبدہ گری لگتی ہے، کوئی تکنیک معلوم ہوتی ہے، سر اگر ایسا ہے تو آپ کو خدا کا واسطہ، مجھے بتا دیجئے۔''

''سنو، اس بدتمیزی کے جواب میں تمہارے ساتھ میں بہت برا سلوک کر سکتا ہوں، تصویریں تم نے بنائی ہیں اور شعبدہ گری کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو۔''

''نہیں سر میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگا رہا۔ میں تو دنگ ہوں سر۔ دیکھئے بیک گراؤنڈ کی تصویریں آئی ہیں، صرف آپ کی مسز کی تصویر نہیں آئی، اگر ایسا کوئی لباس بھی پہنا ہوا تھا انہوں

نے جو تصویروں میں نہیں آتا، سنا ہے اس طرح کے لباس بھی ایجاد ہو گئے، لیکن چہرہ اور ہاتھ پاؤں تو نظر آنے چاہئے تھے۔''

''چلو اپنی تصویروں کا یہ معاوضہ لو اور فوراً دفع ہو جاؤ یہاں سے، بجائے اس کے کہ میرا دماغ خراب ہو جائے۔''

''سر میں تصویروں کے معاوضے کے لیے نہیں آیا ہوں، آپ میرے اوپر ایک احسان کر دیں۔ ایک مرتبہ اور میڈم کے ساتھ تصویریں کھنچوالیں...... میں۔''

جواب میں دانش نے چپراسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی تھی۔

+====+====+

عزیزہ بیگم نے دیدار خالہ کا استقبال کیا اور پھر بولیں۔ ''دیدار باجی، شاہ جی کو چیزیں پہنچانی ہیں۔ اب میں کہاں چاندی اور سونا تلاش کرتی پھروں گی۔ انہیں اس کی رقم دے دی جائے۔ جادو خود سونا چاندی خرید لے گا۔''

''تو ٹھیک ہے یہی کرتے ہیں کب پہنچانی ہے رقم؟''

''اسی لیے میں نے آپ کو بلایا دیدار باجی۔''

''اچھا چلو پھر چلتے ہیں رقم کا بندوبست کر لیا ہے؟''

''ہاں بالکل کر لیا ہے۔''

بہر حال دیدار خالہ، عزیزہ بیگم کے ساتھ گاؤں جھانجھر چل پڑی، جہاں بابر شاہ کی جھونپڑی تھی، سفر طے ہوا اور اس کے بعد وہ کار سے اتر کر جادو کے پاس پہنچ گئیں۔

دور ہی سے انہیں آتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا اور عامل صاحب ان کے استقبال کے لیے تیار تھے، باہر آ کر انہوں نے عزیزہ بیگم سے ملاقات کی اور دیدار خالہ کی طرف دیکھ کر بولے۔

''جی دیدار بیگم آ گئے آپ لوگ، بیٹھ جائیے، کیا صورتِ حال ہے۔''

''آپ کی ہدایت پر عمل کر رہی ہوں شاہ جی، اللہ کا فضل ہے کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوئی، میں نے خود بھی خیال رکھا کہ احسان احمد کے ساتھ کوئی بدزبانی نہ کروں بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اب میں ان کے سامنے زیادہ آتی ہی نہیں۔ یہ نذرانہ لائی ہوں آپ کے حکم کے مطابق، بازار سے سونے چاندی کا بھاؤ معلوم کر لیا ہے، شاہ جی، معافی چاہتی ہوں کہ چیزیں خرید کر نہیں لائی، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔''

"جادو انہیں بتاؤ کہ ہمیں خود ان چیزوں سے نفرت ہے، بس ضرورت مندوں کی مدد کر
ہوتی ہے جن کی نگاہیں ہماری طرف لگی ہوتی ہیں، آپ یہ رقم جادو کو دے دیجئے، کیا سمجھیں آپ؟"

"جی شاہ جی، میرا کام کب تک ہو جائے گا؟"

"جتنی جلدی ممکن ہو سکا، ہر کام کے لیے وقت تو لگتا ہی ہے، اس نوکرانی کے ساتھ آپ
نے کیا سلوک کیا؟"

"شاہ جی ابھی تک میں نے اسے کچھ نہیں کہا، دیدار خالہ نے مجھے سمجھایا کہ اگر میں نے
ہنگامہ کیا تو بات سب کے سامنے آئے گی، احسان احمد بھی پوچھ بیٹھیں گے کہ نیلم کے ساتھ میں
نے یہ سلوک کیوں کیا ہے۔ چلو میں نہیں بتاؤں گی لیکن نیلم تو بتا دے گی اور اس طرح بات کھل
جائے گی، پھر پتہ نہیں احسان احمد میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔"

"یہ مشورہ آپ کو دیدار بیگم نے دیا تھا۔" بابر شاہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی شاہ جی۔"

"تب تو دیدار بیگم آپ کو ہماری شاگردی اختیار کرنی چاہئے کیونکہ بعض معاملات میں
آپ ہم سے بھی سمجھدار ہیں۔"

"اے شاہ جی، قربان جاؤں، میں اس قابل کہاں بس آپ کی نظر سیدھی ہے تو سب کچھ
ہے۔"

"ٹھیک ہے، آپ ایک کام کریں عزیزہ بیگم۔"

"جی سرکار حکم دیجئے۔"

"جو پانی ہم نے آپ کو پڑھ کر دیا تھا وہ ایک عام بوتل میں تھا، ایسی بوتلیں ہر جگہ مل
جاتی ہیں۔ آپ ایسا کیجئے کہ وہ پانی وہاں سے ہٹا دیجئے اور دوسری ویسی ہی بوتل میں اتنا ہی
پانی بھر اس کی جگہ رکھ دیجئے۔ نیلم اگر وہ پانی احسان احمد کو پلاتی ہے تو پلاتی رہے کیونکہ وہ سادہ
پانی ہوگا۔ آپ جس طرح بھی ممکن ہو سکے وہ پانی تھوڑا تھوڑا کر کے اپنے بیٹے کو پلانا شروع کر
دیجئے، وقت تو بے شک لگے گا لیکن اس کی کیفیت پھر پہلے جیسی ہو جائے گی، جبکہ احسان احمد
سادہ پانی پینے سے بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔"

"شاہ جی میں بالکل ایسا ہی کروں گی۔"

"اس دوران ہم وظیفہ پڑھتے ہیں، پھر آپ سے پوچھیں گے کہ آپ اپنی بہو کے لیے

کیا چاہتی ہیں؟"

"ارے ستیاناسی جھلس جھلس کر مر جائے، دوسری شادی کروں گی اپنے بیٹے کی۔ چندے
آفتاب، چندے ماہتاب لے کر آؤں گی، مجھے اس صورت حرام سے نفرت ہو گئی ہے۔"

"ہو جائے گا یہ بھی ہو جائے۔ جادو! ہمارے مراقبے کا وقت ہو رہا ہے اور ہاں دیدار
بیگم، آپ کسی کو اپنے ساتھ یہاں لانا چاہتی تھیں۔"

"جی شاہ جی دوسری بات میں یہی کرنے والی تھی۔ اب میں طاہرہ جہاں کو آپ کو
خدمت میں لانا چاہتی ہوں۔"

"لے آئیے، کب لا رہی ہیں آپ انہیں؟"

"جب آپ حکم دیں شاہ جی۔"

"ٹھیک ہے پھر کل زوال کے بعد لے آئیے، بارہ بجے کے بعد کسی بھی وقت آ جائیے
آپ۔"

"شاہ جی، آپ کا حکم سر آنکھوں پر، بس ایک ذرا سی پچ ہے۔"

"کیا؟"

"طاہرہ جہاں چھپ کر آئیں گی، کسی کو بتائیں گی نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کل نہ آ سکیں، میں
ان سے فون پر بات کر لوں گی اور پھر جادو کو فون کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" بابر شاہ نے کہا اور اٹھ کر اندر چلے گئے۔

جادو عزیزہ بیگم کی دی ہوئی رقم گن رہا تھا، اس نے گردن ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے رقم پوری
ہے۔"

دیدار خالہ عزیزہ بیگم کے ساتھ واپس چل پڑیں، انہوں نے کہا۔ "تم یہ کام پوری
احتیاط کے ساتھ کرنا عزیزہ بیگم، بوتل بدل دو، بیٹے کے ساتھ رویہ اچھا رکھو، جس طرح بھی بن
پڑے تھوڑا تھوڑا پانی اسے پلاؤ۔"

"کر لوں گی میں یہ دیدار باجی،، بالکل کر لوں گی آپ اطمینان رکھو۔"

عزیزہ بیگم کو ان کے گھر چھوڑ دیا گیا اور دیدار خالہ اپنے گھر واپس چل پڑیں۔ وہاں
سے انہوں نے طاہرہ جہاں کو فون کیا۔

"جی دیدار خالہ، آپ کا انتظار کر رہی تھی، فون کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی مگر

میں نے سوچا کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔ یہ نہ سوچیں کہ ذرا سا منہ لگایا تھا پیچھے ہی لگ گئی۔"

"ارے نہیں بھئی، دیدار خالہ پیدا ہی دوسروں کے لیے ہوئی ہیں۔ اچھا میری بات سنو، کل گھر سے بارہ بجے نکلنا ہے، تم مجھے میرے گھر سے اپنے ساتھ لے لینا، کہیں اسے شبہ ہو جائے اور وہ ہمارا پیچھا کرنے کی کوشش نہ کرے، بھئی خیال تو رکھنا ہی پڑتا ہے۔"

"آپ بے فکر رہیں میں ساڑھے گیارہ بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

پھر دوسرے دن طاہرہ جہاں، ڈرائیور سجاد کے ساتھ دیدار خالہ کے گھر پہنچ گئیں۔ دیدار خالہ کے تو پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے، یہ وہی طاہرہ جہاں تھیں جو غرور سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتی تھیں، آج ان کی چوکھٹ پر آ گئی تھیں۔

دیدار خالہ نے طاہرہ جہاں کو شربت پلایا اور اس کے بعد دونوں باہر نکل آئیں۔

"سجاد کو راستہ بتا دیجئے گا۔"

"ہاں سجاد تم نے جھانجھر گاؤں دیکھا ہے؟"

"جی بیگم صاب دیکھا ہے۔"

"بس پہلے وہیں چلو۔"

"بہت اچھا۔" سجاد بولا اور طاہرہ جہاں کی قیمتی کار گاؤں جھانجھر کی جانب چل پڑی۔

پھر وہ جھانجھر سے گزرتی ہوئی بابر شاہ کی جھونپڑی تک جا پہنچی۔ جادو انتظار کر رہا تھا۔ شاہ صاحب اندر اپنی جھونپڑی میں موجود تھے، طاہرہ جہاں دیدار خالہ کے ساتھ نیچے اتر آئیں۔ وہ راستے سے مٹھائی کا بڑا سا ڈبہ خرید لائی تھیں، یہ ڈبہ انہوں نے جادو کو پیش کر دیا، جادو نے انہیں چارپائی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ طاہرہ جہاں، دیدار خالہ کے ساتھ بیٹھ گئیں، چند لمحوں کے بعد بابر شاہ اندر سے برآمد ہوئے اور دونوں خواتین انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"بیٹھیے، بیٹھیے۔" بابر شاہ نے کہا۔ "طاہرہ جہاں بیگم، آپ کی مشکل کے بارے میں دیدار بیگم نے مجھے بتا دیا تھا، کیا خیال ہے آپ کا اپنی بہو کے بارے میں؟"

"حضور، اگر آپ مجھے وقت دیں تو تھوڑی سی تفصیل بتانا چاہتی ہوں۔"

"آج ہم نے سارا وقت آپ ہی کے لیے مخصوص کیا ہے۔ جی...... شروع ہو جائیے۔"

"شاہ جی، میرا بیٹا یورپ سے واپس آیا ہے، اسے واپس آئے کافی دن ہو گئے، بڑا عرصہ ہے، اکلوتا بیٹا جو ہوا، اپنی مرضی سے شادی کی۔ ہمیں کہا کہ اگر ہم نے اس کی پسند کی لڑکی سے شادی نہیں کی تو وہ ہمیں چھوڑ دے گا۔ ہم نے اس کی خوشی کی خاطر شادی کر دی، شادی کی پہلی ہی رات کو وہ گھر سے بھاگ گیا اور دوسرے دن تک اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ ولیمے تک میں نہیں تھا مگر ولیمے والی رات کی دوسری صبح وہ اپنے کمرے میں ہی ملا۔ خوش تھا ہمارے پوچھنے پر کوئی بات نہیں بتائی، بس اس کے بعد سے یوں لگتا رہا ہے جیسے وہ اپنی بیوی سے خوش نہ ہو۔ اپنی بیوی کے بارے میں اس نے یہ بتایا تھا کہ ارب پتی باپ کی بیٹی ہے، اربوں روپے کی مالک ہے۔ ایک دفعہ اس سے پوچھ بیٹھی تو وہ مجھے میرے ہی گھر کے تہ خانے میں لے گئی جہاں زر و جواہر کے انبار تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میرے گھر کی نوکرانیاں کہتی ہیں کہ وہ کمبخت چڑیل ہے، وہ کیا ہے کیا نہیں ہے، کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ پر میں عاجز ہوں اس سے، میرا اکلوتا بیٹا اس کے جنجال میں پھنسا ہوا ہے۔"

"ہوں۔" شاہ جی کچھ دیر خاموش رہے۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبدا رہے تھے۔ کچھ لمحوں کے بعد انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا۔ "ہم پوری محنت کے ساتھ تمہارا کام کریں گے، فی الحال تم یوں کرو کہ چھ کالے بکرے، چار من بہت ہی اچھے قسم کے چاول، ایک من زردے کے چاول، شکر، میوہ اور بیس ہزار روپے نقد بھجوا دو، لنگر کرنا ہوگا۔ اس لنگر کے بعد ہم پہلا چلہ کریں گے۔"

"یہ سب ہو جائے گا شاہ جی، بلکہ اگر آپ حکم دیں تو آج ہی شام کو میں اپنے ڈرائیو کے ہاتھ پیسے بھجوا دوں گی، آپ ساری چیزیں اپنی پسند کے مطابق منگوا لیں۔ پر شاہ جی، میری مشکل کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے، اس جادوگرنی یا چڑیل کو فنا کر کے میں اپنے بیٹے کی دوسری شادی کروں گی۔ سب کچھ ہی بتا دیا ہے میں نے آپ کو، بس ایک بات رہ گئی، میرا ڈرائیور سجاد سامنے گاڑی میں بیٹھا ہوا ہے، میں نے اس سے کہا تھا کہ ذرا سا اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور یہ دیکھے کہ یہ کہاں جاتی ہے، کس سے بات کرتی ہے تو شاہ جی ایک انوکھا واقعہ پیش آیا۔" طاہرہ جہاں نے ڈرائیور سجاد کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔

شاہ جی چونک کر اسے دیکھنے لگے، پھر انہوں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا، پھر جادو کی

طرف دیکھا اور بولے۔ ''جادو! یہ معاملات ہمیں کافی دلچسپ محسوس ہو رہے ہیں، تم آج آنے والوں سے معذرت کر لینا اور کہہ دینا کہ شاہ جی کسی کام سے گئے ہوئے ہیں، ہم اس معاملے کی پوری تحقیقات کرنا چاہتے ہیں کہ آخر وہ موصوفہ ہیں کون؟ ہمیں ان صاحبہ کے ساتھ جانا ہوگا۔''

''جو حکم مرشد۔'' جادو نے گردن خم کر کے کہا۔

بابر شاہ، طاہرہ جہاں بیگم سے بولے۔ ''کیا آپ کا ڈرائیور سجاد ہمیں اس جگہ تک لے جا سکے گا جہاں اس کے ساتھ یہ واقعات پیش آئے؟''

''اس کی کیا مجال جی کہ وہ انکار کرے، اے سجاد ادھر آؤ۔'' طاہرہ جہاں بیگم نے تھوڑے فاصلے پر کار کے قریب کھڑے ہوئے سجاد کو اشارہ کیا تو وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے بابر شاہ صاحب کو سلام کیا۔

''ہمیں تمہاری مالکہ نے بتایا ہے کہ ایک بار تم ان کی بہو، کیا نام بتایا آپ نے طاہرہ جہاں بیگم اس کا؟''

''تزئین۔''

''ہاں ان کی بہو تزئین کے ساتھ کار میں گئے تو وہ تمہیں کسی اجنبی جگہ لے گئی، وہاں اس نے کسی قبرستان میں جا کر ایک قبر کے نزدیک کچھ عمل کیا اور پھر اس قبر میں داخل ہوگئی، کیا یہ سچ ہے؟''

''حضور والا بالکل سچ ہے، ہزار فیصد سچ ہے۔''

''کیا تم ہمیں اس قبرستان تک لے جا سکتے ہو؟''

''حکم کی دیر ہے، اگر میری مالکہ کا حکم ہوگا تو کبھی انکار نہیں کروں گا۔''

''تو پھر ہم تیار ہو کر آتے ہیں آپ لوگ جا کر گاڑی میں بیٹھئے۔'' بابر شاہ کسی سنسنی خیز کیفیت کا شکار نظر آ رہے تھے۔ پتہ نہیں کیا سوچا تھا انہوں نے۔ کچھ دیر کے بعد وہ سیاہ لباس میں برآمد ہوئے اور اس کے بعد کار میں سجاد کے برابر بیٹھ گئے اور سجاد نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ کافی لمبا سفر تھا، راستے میں مکمل خاموشی طاری رہی تھی۔ طاہرہ جہاں بیگم پریشانی کا شکار تھیں۔

فاصلے طے ہو گئے اور سجاد اس کچے راستے پر قیمتی کار دوڑاتا ہوا اپنے اندازے کے مطابق اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ قبرستان تھا۔ اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور نیچے اتر آیا۔

اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، بہت دیر تک وہ اِدھر اُدھر دیکھتا۔

بابر شاہ نے اس کے چہرے کی پریشانی دیکھی تو اسے آواز دی۔ ''ڈرائیور ادھر آؤ۔''

سجاد ان کے قریب پہنچ گیا وہ سر کھجا رہا تھا۔

''کیا ہوا سجاد، یہاں گاڑی کیوں روک دی ہے؟'' طاہرہ جہاں بیگم نے پوچھا۔

''بیگم صاحبہ! آپ یقین کریں آپ کو ایک بات کا تو پتہ ہے کہ آج تک آپ نے مجھے کسی بھی جگہ بھیجا ایک دفعہ وہاں پہنچ گیا تو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی، مجھے ہر جگہ اچھی طرح یاد ہو جاتی ہے اور اب بھی مجھے یاد ہے کہ یہی وہ جگہ تھی جہاں چھوٹی بیگم صاحبہ مجھے لائی تھیں، مگر یہاں سے تو قبرستان ہی غائب ہے، جگہ وہی ہے بیگم صاحبہ قسم کھا کر کہہ رہا ہوں، دیکھیں میں آپ کو یہ دکھاؤں جس جگہ وہ قبر تھی وہاں جاتا ہوں۔ وہ اونچی قبر تھی لیکن اب اس کا نام ونشان تک نہیں ہے۔'' سجاد آگے بڑھ کر ایک جگہ جا کھڑا ہوا۔

بابر شاہ صاحب بھی نیچے اتر آئے تھے اور ان کے اترنے کے ساتھ ساتھ ہی طاہرہ جہاں اور دیدار خالہ بھی، دونوں کے جسموں میں ہلکی ہلکی کپکپاہٹ تھی، وہ سجاد کے پاس پہنچ گئے۔

سجاد نے کہا۔ ''قسم سے صاب جی بالکل یہی جگہ تھی، بالکل یہی۔''

''ہوں، ہٹو یہاں سے ہٹ جاؤ، آپ لوگ رخ بدل کر کھڑے ہو جائیں، میری طرف نہ دیکھیں جب تک میں آپ کو آواز نہ دوں۔'' بابر شاہ نے کہا اور جو جگہ سجاد نے انہیں بتائی تھی وہ وہاں بیٹھ گئے۔ بیٹھ کر کچھ دیر تک وہ کچھ پڑھتے رہے، پھر اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھے، قریب سے ایک پتھر اٹھایا اور اس جگہ ایک دائرہ بنا دیا، پھر وہ سجاد سے بولے۔ ''ہاں ڈرائیور تو یہی وہ جگہ تھی۔''

''شاہ جی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا میں۔''

''ادھر دیکھو ذرا۔'' بابر شاہ نے ایک طرف اشارہ کیا۔

سجاد کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔ یہ وہ نیم کا درخت تھا جہاں سے سجاد نے اس کے پتے توڑ کر گاڑی کی ڈکی میں رکھے تھے، سجاد ایک دم اچھل پڑا۔

''جی شاہ جی، قسم ایمان کی یہی وہ پیڑ ہے جہاں سے میں نے نیم کے پتے توڑ کر گاڑی کی ڈکی میں رکھے تھے۔''

پھر نہ جانے کیا سوچ کر سجاد نے پیڑ کی جانب دوڑ لگا دی۔ بابر شاہ، طاہرہ جہاں اور دیدار

خالہ اسے بھاگتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ سجاد نیم کے پیڑ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے اوپر نگاہ ڈالی اور پھر اس کی دلخراش چیخ ابھری اور جس تیزی سے وہ ادھر گیا تھا، اسی تیزی سے دوڑ کر واپس آنے لگا لیکن راستے میں اسے ٹھوکر لگی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ دوسرے لمحے وہ ساکت ہو گیا۔

"ہائے میرے مولا، یہ کیا ہو گیا" طاہرہ جہاں کے حلق سے دہشت بھری آوازیں نکلیں اور وہ وہیں سینہ پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئیں۔

بابر شاہ بھی کچھ لمحوں تک وہیں کھڑے رہے پھر وہ آہستہ آہستہ کچھ بدبداتے ہوئے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا کر انہیں گردش دیتے آگے بڑھے اور ڈرائیور سجاد کے پاس پہنچ گئے۔

سجاد کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اور وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا۔

بابر شاہ نے دیدار خالہ سے کہا۔ "کیا کار میں پانی وغیرہ موجود ہے؟" طاہرہ جہاں جو کچھ دعائیں پڑھ رہی تھی یہ سن کر گردن ہلانے لگیں، دیدار خالہ ان سے زیادہ باہمت تھیں، آگے بڑھیں اور کار میں رکھی ہوئی پانی کی بوتل نکال لائیں۔ بابر شاہ، سجاد کا چہرہ پانی سے بھگوانے لگے اور کچھ لمحوں کے بعد سجاد ہوش میں آ گیا۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

بابر شاہ نے اسے اٹھایا اور اسے لئے ہوئے کار کی جانب چل پڑے۔ "حواس درست کرو سجاؤ، آؤ چلو گاڑی میں بیٹھو، آ جاؤ لو پانی پیو۔"

سجاد نے پانی کی آدھی بوتل خالی کر دی تھی اور پھر وہ بابر شاہ کا سہارا لئے کار تک آ گیا۔ بابر شاہ نے اسے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر بٹھا دیا۔ پھر انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور اس کے بعد خود آگے بڑھ کر درخت کے قریب پہنچ گئے۔ وہ درخت کا جائزہ لیتے رہے۔

وہ درخت کے نیچے تھوڑی دیر تک کھڑے رہے۔ پھر انہوں نے ایک شاخ سے تین پتیاں توڑیں اور انہیں احتیاط سے ایک رومال میں لپیٹ کر اپنے لباس میں رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ واپس کار کے پاس آ گئے اور سجاد سے بولے۔ "تمہیں کیا ہوا تھا ڈرائیور۔"

"ایمان کی قسم شاہ جی، ایک شاخ پر دو پاؤں لٹکے ہوئے تھے، اتنے لمبے پاؤں کہ میں نے آج تک نہیں دیکھے۔ کوئی پانچ پانچ چھ چھ فٹ لمبے پاؤں ہوں گے، اوپر کی ایک شاخ سے نیچے تک آ رہے تھے اور ہل رہے تھے۔ پاؤں کسی عورت کے تھے، قسم ایمان کی مجھے جھوٹ بولنے سے کیا حاصل میں نے ہوش و حواس کے عالم میں وہ پاؤں دیکھے تھے اور بس میری ہمت ٹوٹ گئی اور میں وہاں سے واپس بھاگا۔"

عورتوں کی کپکپاہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا، وہ وحشت بھری آنکھوں سے اس پُراسرار درخت کو دیکھ رہی تھیں اور شاہ جی کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ دفعتہً ہی وہ چونک پڑے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان عورت دیہاتی لباس پہنے ہوئے چھم چھم کرتی ایک طرف جا رہی ہے، فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ اس نے معمولی سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ایک ٹوکرا اٹھایا ہوا تھا جس میں شاید سبزیاں رکھی تھیں۔

اچانک ہی بابر شاہ نے چیخ کر کہا۔ "اے لڑکی رکو ذرا۔"

جاتی ہوئی عورت رک گئی، لیکن اس نے رخ نہیں بدلا تھا۔

"کوئی آئے گا میرے ساتھ، سجاد تمہاری کیا حالت ہے؟"

"سس...... سس...... سس...... سرکار...... سرکار میرے تو ہاتھ پاؤں جواب دے گئے ہیں۔"

لڑکی اپنی جگہ رکی کھڑی تھی، بابر شاہ تیزی سے آگے بڑھے تو لڑکی نے ایک دم بھاگنا شروع کر دیا۔

"ارے رک جاؤ، تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ رک جاؤ، مجھے بتاؤ یہاں قبرستان کدھر ہے۔ لڑکی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، رک جاؤ رک جاؤ۔" بابر شاہ کی آوازیں گونج رہی تھیں، لیکن لڑکی کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی مشینی عمل کے تحت دوڑ رہی ہو اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک دم نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ بابر شاہ عین اس جگہ رک کے جہاں کچھ لمحے پہلے یہ لڑکی کھڑی تھی، اب وہ دور دور تک آنکھیں پھاڑ رہے تھے، لیکن لڑکی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ فضا میں پرواز کر گئی ہو یا زمین کی گہرائیوں میں داخل ہو گئی ہو۔

بابر شاہ کچھ لمحے تک سوچتے رہے، پھر انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور اس جگہ دائرہ بنانے لگے، جہاں انہوں نے لڑکی کو کھڑے ہوئے دیکھا تھا، یہ دائرہ بنا کر وہ وہاں کچھ دیر کھڑے پڑھتے رہے اور اس کے بعد وہاں سے واپس پلٹے۔

دیدار خالہ اور طاہرہ جہاں کی سٹی گم تھی، دیدار خالہ نے وحشت کے عالم میں کہا۔ "میرے مالک! آج تو کلیجہ ہل کر رہ گیا ہے، ارے سجاد بھیا، اپنے آپ کو سنبھالو گاڑی کون چلائے گا؟"

لیکن سجاد اس قابل نہیں آ رہا تھا کہ گاڑی چلائے، بابر شاہ کار کے قریب پہنچ گئے۔

"کہاں گئی وہ......؟" دیدار خالہ نے پوچھا لیکن شاہ جی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اور پھر انہوں نے کار اسٹارٹ کر کے اسے ریورس کرنا شروع کر دیا اور پھر اسے واپس لے کر اسی کچے راستے پر چل پڑے جدھر سے وہ لوگ آئے تھے۔

+====+====+

بس فطرت کی بات ہے، عزیزہ بیگم کو فرخندہ سے سخت بیر تھا، بڑی چاہت سے شادی کر کے لائی تھیں۔ کافی دن بڑے چاؤ چونچلے کیے تھے، لیکن جب مقبول احمد فرخندہ کے ساتھ ساتھ رہنے لگا، ہر مسئلے میں وہ فرخندہ کی دلجوئی کرتا، کھانے کی میز پر کھانے کی اچھی اچھی ڈشیں بیوی کی جانب بڑھاتا اور ضد کرتا تھا کہ وہ انہیں کھائے۔ بازار سے شاپنگ بھی ہوتی تھی۔ سیر و تفریح بھی کی جاتی تھی اور فرخندہ میں ان تمام باتوں سے جو نکھار پیدا ہونے لگا بس یہی جلن عزیزہ بیگم کو کھا گئی، انہیں یوں لگا جیسے ان کے حقوق چھنتے جا رہے ہوں، بیٹے کو بڑی چاہت سے پالا تھا، لیکن اب اس طرح وہ کسی دوسرے کے ہاتھ لگ جائے یہ انہیں گوارہ نہیں تھا۔

یہیں سے فرخندہ سے دشمنی کی بنیاد پڑ گئی۔ وہ مقبول احمد کو کچھ کہتیں تو وہ بہت کم اس پر توجہ دیتا تھا، لیکن فرخندہ کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات جیسے اس کے لیے پتھر کی لکیر بن جاتی، عزیزہ بیگم کو یہ کہاں گوارہ تھا۔

بس جوڑ توڑ شروع کر دیئے، پہلے تو شکوے شکایتوں سے بیٹے کا دل بیوی کی طرف سے ہٹانے کی کوششیں کرتی رہیں، جب اس میں مکمل ناکامی ہوئی تو شوہر سے رجوع کیا، لیکن احسان احمد صاف ستھری طبیعت کے انسان تھے۔ کچھ باتوں پر مقبول احمد کو سمجھایا اور اس کے بعد نارمل ہو گئے۔ مگر عزیزہ بیگم کے سینے پر اب ہر بات پر سانپ لوٹتے تھے، پھر دیدار خالہ مشیر ہوں تو جو کچھ نہ ہو جائے کم ہے۔ نتیجے میں یہ سارا کھیل چل رہا تھا۔

شوہر کی آمدنی اچھی خاصی تھی، چنانچہ بابر شاہ کی خواہشیں پوری ہو رہی تھیں، لیکن جب سے بابر شاہ کے ہاں سے واپس آئی تھیں نیلم پر جب بھی نگاہ پڑتی کلیجہ کلسنے لگتا تھا۔ وہ تو بس دیدار خالہ نے صحیح مشورہ دیا تھا کہ اگر پانی والی بات کھلی تو یہ بات احسان احمد صاحب کو بھی پتہ چل جائے گی کہ وہ کیا حرکت کرتی رہی ہیں، اسے نکال بھی سکتی تھیں۔ یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ نکالیں گی تو ضرور لیکن ذرا اس کی صحیح طریقے سے ٹھکائی کر کے۔

پانی والا معاملہ البتہ انہوں نے حل کر لیا تھا اور پرانی بوتل کی جگہ نئی بوتل پہنچ گئی تھی، جس کا نیلم کو پتہ نہیں چلا تھا، نیلم سے انہوں نے بڑے صبر کے ساتھ یہی پوچھا تھا کہ نیلم مقبول احمد کو پانی دے رہی ہو۔

"جی بیگم صاحبہ برابر۔"

پھر اس دن تزئین فرخندہ سے ملنے آئی۔ یہ بات تو اب انہیں اچھی طرح معلوم ہو چکی تھی کہ تزئین طاہرہ جہاں کی بہو ہے اور طاہرہ جہاں بڑی حیثیت کی حامل تھیں۔ اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کر سکتی تھیں۔ ہاں خود کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی تھیں اور تزئین سے ملی نہیں تھیں۔ تزئین کب تک فرخندہ کے کمرے میں رہی، اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ ہاں جب اس کی کار چلی گئی تب وہ اپنے کمرے سے باہر نکلیں۔

باہر نکلیں تو ایک اور تازیانہ ان کا منتظر تھا۔ فرخندہ نے باہر جانے والا لباس پہنا ہوا تھا اور مقبول اسے ساتھ لے جانے کے لیے تیار تھا۔ بہو بیٹے سے کچھ بھی نہیں کہہ سکیں، واپس کمرے میں چلی گئی اور انگاروں پر لوٹنے لگیں۔ ایک بار پھر نیلم ذہن میں آ گئی اور ان کا کلیجہ پھنکنے لگا۔ جب تک ایمانداری سے مقبول کو پانی پلا رہی تھی اس وقت تک سب کچھ ٹھیک تھا، مقبول بالکل صحیح جا رہا تھا، لیکن جب سے اس نے ان کے ساتھ غداری کی تھی اور وہ پانی احسان احمد کو پلا دیا تھا اس وقت سے سارا کھیل بدل گیا تھا، نہ صرف کھیل بدل گیا تھا بلکہ احسان احمد کے ہاتھوں ان کی جو بے عزتی ہوئی تھی وہ ان کے لیے ناقابل برداشت تھی اور پھر بابر شاہ نے جو کچھ بتایا تھا وہ سنسنی خیز تھا۔

پانی کی وہ بوتل جسے انہوں نے تبدیل کر دیا تھا ان کے کمرے ہی میں محفوظ تھی اور انہوں نے اسے ایک الماری میں لاک کر دیا تھا، نہ جانے کیا خیال دل میں آیا۔ پانی کا گلاس لے کر آئیں اور بوتل کا سارا پانی اس گلاس میں انڈیل دیا اور گلاس ایک طرف رکھ دیا۔

نیلم کو بلایا تو نیلم پہنچ گئی، انہوں نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی۔

"دروازہ بند کر دے نیلم، آج تجھ سے کچھ خاص باتیں کرنی ہیں۔"

"جی بیگم صاب۔" نیلم نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر ان کے سامنے پہنچ گئی۔

"لے یہ پانی پی لے۔" عزیزہ بیگم نے پانی سے بھرا ہوا گلاس نیلم کی جانب بڑھا دیا تو نیلم نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"زہر نہیں ہے اس میں پی لے، میں کہہ رہی ہوں۔"

"آپ زہر بھی پلائیں گی بیگم صاب تو میں پی لوں گی لائیے۔" نیلم نے کہا اور سارا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر گئی۔

عزیزہ بیگم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہاں اب تُو اپنی اوقات بتا، کیا ملا تھا تجھے وہ پانی احسان احمد کو پلانے کے بدلے ہیں، جواب دے مجھے کمینی؟

نیلم مسکرا دی۔ "ویسے بابر شاہ جی ہیں بڑے کمال کے، بیٹے نے پانی پیا تو بیوی کا دشمن ہوگیا۔ شوہر نے پانی پیا تو بیوی کا دشمن ہوگیا۔ کوئی پہنچے ہوئے بزرگ لگتے ہیں بابر شاہ۔"

"کمینی کتنی ڈھٹائی اور بے حیائی سے اپنے جرم کا اعتراف کر رہی ہے۔ تیرا تو میں چونڈا کاٹ دوں گی۔" عزیزہ بیگم آپے سے باہر ہوگئیں، انہوں نے چپل اٹھائی اور نیلم کی جانب لپکیں۔

انہوں نے نیلم پر چپل کا بھرپور وار کیا تھا، لیکن نیلم جھکائی دے کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی، بیگم صاحبہ جھونک میں دو تین قدم آگے بڑھیں تو نیلم نے پیچھے سے ایک لات ان کی کمر پر رسید کر دی اور وہ دھپ سے اوندھے منہ جا پڑیں۔ پھر نیلم نے وہ چپل ان کے ہاتھ سے لے کر انہی پر طبع آزمائی شروع کر دی۔ دس بارہ چپلیں بیگم صاحبہ کے لگیں تو انہوں نے چیخم دھاڑ مچادی اور ہائی ہوئی کرنے لگیں۔

بڑی مشکل سے وہ کھڑی ہوئیں تو نیلم نے تین چار چپلیں اور ان پر جڑ دیں۔ عزیزہ بیگم کے منہ سے آواز نکل رہی تھی، ایک نچ ملازمہ ان کی پٹائی کر رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور دروازے کی جانب لپکیں، دروازہ کھولنے میں انہیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ جیسے ہی دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگائی، ایک مرتبہ پھر اوندھے منہ نیچے گر پڑیں۔

سامنے ہی احسان احمد نظر آ رہے تھے، جنہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھا اور پھر جلدی سے انہیں اٹھانے کے لیے آگے بڑھے۔ انہوں نے سہارا دے کر اٹھایا، اتنی دیر میں فرخندہ اور مقبول احمد بھی آ گئے۔ وہ جہاں گئے تھے وہاں سے ان کی فوراً ہی واپسی ہوگئی تھی۔

سب نے حیران نگاہوں سے عزیزہ بیگم کو دیکھا اور عزیزہ بیگم نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ یہ سب کچھ خلاف توقع ہوا تھا، نیلم ابھی کمرے کے اندر ہی تھی اور باہر نہیں نکلی تھی۔

احسان احمد نے انہیں سہارا دیا اور حیرت سے بولے۔ "کیا بات ہے، یہ کیا حلیہ بنا ہوا

ہے آپ کا؟"

"اندر دیکھو، ارے یہ سب تمہارا ہی کیا دھرا ہے۔ ملازموں کے سامنے میری بے عزتی کر کے میری عزت دو کوڑی کی کر کے رکھ دی اور آج اس حرام خور نے بھی میرے اوپر چپل اٹھالی، ارے میرا بھی کوئی ہے۔ ارے تم باپ بیٹے اگر مجھے ذلیل کرنے پر تلے ہوئے ہو تو میرے بھی رشتے ناتے دار ہیں، جا رہی ہوں ابھی ان کے پاس۔ فریاد کروں گی کہ دیکھو اس عمر میں آ کر میرے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے؟"

"آپ بتائیے تو سہی ہوا کیا ہے آپ کے ساتھ؟"

"نیلم نے چپل سے مجھے مارا ہے۔"

"کون نیلم؟" مقبول احمد حیرت سے بولا۔

"ہاں ہاں تُو یہی کہے گا کون نیلم۔ اب تو گھر کے بارے میں تجھے کچھ معلوم ہی نہیں ہے، ارے دیکھو اندر جا کر اس کمینی کو کس طرح سے مارا ہے مجھے۔"

"دیکھو مقبول کون ہے اندر، نیلم تو ملازمہ کا نام ہے۔"

"اسی کی بات کر رہی ہوں، اسی کی بات کر رہی ہوں۔"

مقبول احمد تیزی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ اب اس قدر بھی بے غیرت نہیں ہوا تھا کہ اگر ملازمہ نے ماں پر ہاتھ اٹھایا تھا تو اس طرح اسے چھوڑ دیتا۔ کمرے میں داخل ہوا لیکن کمرے میں نیلم کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ وہ چاروں طرف دیکھنے کے بعد باپ کی طرف متوجہ ہوا اور دروازے میں کھڑے کھڑے بولا۔ "یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے پاپا۔"

"باتھ روم میں گھس گئی ہوگی ذرا پکڑ کر نکالو اسے، ارے آج فیصلہ ہو کر رہے گا، نکال مقبول اسے باہر"۔

مقبول نے باتھ روم میں بھی دیکھا، باتھ روم سے کہیں باہر جانے کا راستہ تھا نہیں، وہ باہر نکل آیا۔

"کیا ہوگیا ہے مما آپ کو؟" اس نے کہا۔

"کہاں ہے نیلم؟"

"وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔"

"ہیں، یہ کمبخت کدھر سے نکل کر بھاگ گئی، ذرا دیکھو اسے، کہیں گھر سے ہی نہ بھاگ

جائے۔"

مقبول احمد غصے میں ڈوبا ہوا نیلم کے کوارٹر میں پہنچا تو نیلم کوارٹر میں موجود تھی اور بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ دوسری ملازمہ اس کے پاس بیٹھی تھی۔

"نیلم......" مقبول احمد نے اسے آواز دی تو نیلم نے گردن گھما کر اسے دیکھا اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"چھوٹے صاب اسے شدید بخار ہے، کوئی کام ہو تو مجھے بتائیے۔"

"بخار ہے؟"

"ہاں چھوٹے صاحب، دیکھیں، آگ کی طرح تپ رہی ہے، میں کہہ رہی تھی کہ دوا لے لے، چل میں تجھے ڈاکٹر کے ہاں لیے چلتی ہوں۔"

"یہ کب سے یہاں لیٹی ہوئی ہے؟"

"دو تین گھنٹے تو مجھے ہو گئے یہاں اس کے سر پر پانی کی پٹیاں رکھتے ہوئے۔"

مقبول احمد حیرانی سے اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد بولا۔

"ٹھیک ہے، کسی ڈاکٹر کے پاس لے جا کر دوا دلوا دو۔"

اس کے بعد وہ واپس باپ کے کمرے میں پہنچ گیا جہاں عزیزہ بیگم بستر پر لیٹی ہوئی تھیں۔ فرخندہ پاس بیٹھی ہوئی تھی اور احسان احمد صاحب بھی موجود تھے۔

"پاپا! نیلم کو شدید بخار چڑھا ہوا ہے اور وہ اپنے کمرے میں دو تین گھنٹے سے لیٹی ہوئی ہے بلکہ شاید پہلے سے لیٹی ہوگی، دوسری نوکرانی نے بھی بتایا ہے کہ دو تین گھنٹے سے وہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی پانی کی پٹیاں کر رہی ہے۔"

"ہوں۔" احسان احمد نے کہا۔

لیکن عزیزہ بیگم دہاڑتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔ "ارے وہ مکار ہے زمانے بھر کی۔ تم لوگ مجھے جھوٹا سمجھ رہے ہو، ایک تو کمبخت نکل گئی، ٹھیک ہے تم لوگ اسے چھوڑ دو، مگر نیلم میں تجھے نہیں چھوڑوں گی، مکار کہیں کی۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں، ماما، میں نے خود اسے دیکھا ہے، شدید بخار میں مبتلا ہے، آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہاں ہاں، میری غلط فہمیوں کے نشان میرے منہ پر میرے بدن پر دیکھ لو اور کیا کہوں تم

ہے؟"

"سمجھ میں نہیں آتا پاپا، یہ بات میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ نیلم سچ مچ بیمار پڑی ہوئی ہے۔"

"آؤ چلو میں خود دیکھتا ہوں۔" احسان احمد نے کہا اور مقبول احمد کے ساتھ باہر نکل آئے۔

مقبول احمد کے بیان کی تصدیق ہوگئی۔ نیلم جس حالت میں تھی اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بیمار ہے، احسان احمد نے کہا۔

"پتہ نہیں اسے کیا ہوتا جا رہا ہے۔"

+====+====+

بابر شاہ خود ڈرائیونگ کرتے ہوئے اپنی جھونپڑی پر پہنچے تھے اور انہوں نے سجاد کو نیچے اترنے کے لیے کہا تھا، بمشکل تمام سجاد نیچے اترا تو بابر شاہ نے اسے باہر پڑی چارپائی پر لٹا دیا اور پھر جادو سے بولے۔ "اسے پانی پلاؤ۔"

دیدار خالہ اور طاہرہ جہاں بیگم سناٹے میں تھیں۔ وہ خوفزدہ بھی تھیں، دونوں خاموش تھیں، سجاد کی حالت تھوڑی دیر کے بعد بہتر ہوگئی تو بابر شاہ نے اس سے کہا۔ "کیا خیال ہے تم انہیں لے کر گھر تک جا سکتے ہو؟"

"جی شاہ جی اب میں ٹھیک ہوں۔" سجاد نے کہا۔

"جاؤ احتیاط سے جاؤ...... دیدار بیگم، اب مجھے سات دن کا وقت درکار ہے۔ بڑا چلہ کاٹوں گا اور معلومات حاصل کروں گا۔ وہ لنگر وغیرہ کی چیزیں آپ کسی کے ہاتھ یہاں بھجوا دیں، فوری طور پر آپ کے اوپر سے بلا ٹلنا ضروری ہے، ورنہ کوئی بڑی مشکل بھی آسکتی ہے۔"

"شاہ جی، میں کل ہی وہ سب کچھ آپ کے پاس بھجوا دوں گی۔"

"ٹھیک ہے اب آپ لوگ جائیے۔ سجاد احتیاط سے گاڑی چلانا۔"

+====+====+

جب دیدار خالہ اور طاہرہ جہاں کی کار نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو بابر شاہ نے جادو کو مخاطب کیا۔

"ادھر آ۔" جادو معمول کے مطابق دست بستہ پاس پہنچ گیا۔

"کیس کافی بگڑا ہوا لگتا ہے جادو، ہمیں امید نہیں تھی کہ صورتِ حال اتنی سنگین ہوگی، کوئی بڑا ہی مسئلہ ہے۔"

"شاہ جی میں سمجھا نہیں۔"

"وقت کافی ہو گیا ہے، باقی کام کل کریں گے۔"

بابر شاہ نے کہا اور جھونپڑی میں چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ نمودار ہوئے تو حلیہ ہی بدلا ہوا تھا، سیاہ لباس کی جگہ اب ایک صاف ستھرا جدید لباس پہنے ہوئے تھے اور خاصے شاندار نظر آرہے تھے ابھی وہ باہر نکلے ہی تھے کہ سفید رنگ کی ایک ہنڈا اسوک جھونپڑی کے پاس پہنچ گئی۔ جادو نے جلدی سے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور بابر شاہ اس میں بیٹھ گئے۔

ہنڈا اسوک فاصلہ طے کرتی رہی اور پھر ایک پوش علاقے میں ایک زبردست کوٹھی کے بڑے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی۔ یہ بابر شاہ کا اپنا گھر تھا جہاں ان کی بیگم اور بچے وغیرہ موجود تھے۔ پھر دوسرے دن صبح ہی صبح وہ اسی ہنڈا کار میں گھر سے باہر نکلے اور جھانجھر چل پڑے۔ شاید یہ روزانہ کا معمول تھا یا شاید ہفتے میں ایک آدھ دن آتے تھے، اسی کا صحیح انداز نہیں ہو سکا تھا لیکن اپنی جھونپڑی پہنچنے کے بعد انہوں نے ڈرائیور سے کہا۔ "شکرے چلنا ہے ابھی، تھوڑا سا سامان گاڑی میں رکھا جانا ہے۔"

انہوں نے کچھ چیزیں جادو کو بتائیں اور جادو نے دو چیزیں نکال کر گاڑی کی ڈگی میں رکھ دیں، شکرے نے پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی اور بابر شاہ اسے راستہ بتا رہے تھے۔ وہ اسی طرف جا رہے تھے جہاں پچھلے دن دیدار خالہ اور طاہرہ جہاں کے ساتھ گئے تھے۔

✦====✦====✦

سجاد کسی طرح طاہرہ جہاں بیگم اور دیدار خالہ کو گھر تک لے آیا تھا۔ راستے بھر اس کی حالت کافی خراب رہی تھی۔ دیدار خالہ اور طاہرہ جہاں نے راستے میں کوئی بات نہیں کی تھی بلکہ دیدار خالہ نے کہا تھا کہ واپسی میں طاہرہ انہیں ان کے گھر چھوڑ دیں تو طاہرہ جہاں نے عاجزی سے کہا۔

"دیدار! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ بس میرے گھر پر ہی آجائیں، میرے ساتھ ہی رہیں، ان دنوں جن حالات کا شکار ہوں ان حالات میں مجھے کسی ہمدرد کی تلاش ہے۔"

"ٹھیک کہتی ہو تم، مگر طاہرہ بہت مشکل ہے یہ، گھر دیکھنا پڑتا ہے پورا، ہاں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔"

"بس دیدار خالہ وقت بڑا بگڑ گیا ہے، اب میرا تو قصور بھی نہیں ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے بہو سے دشمنی کی ہے تو یہ الزام ہوگا میرے اوپر، بے شک دانش نے اپنی مرضی سے شادی کی۔ ہم نے قبول کر لیا اس کی بیوی کو، مگر پھر اسے کیا ہوا یہ آج تک اس نے نہیں بتایا۔ دل کی بات ماں سے ہی کر لیتا تو کم از کم پتہ تو چلتا۔ ایک جادوگرنی کو اٹھا کر گھر لے آیا، ارے اور کتنی تصدیق ہوگی کہ کمبخت جادو ٹونے والی ہے، چڑیل ہے، پچھل پیری ہے، بلا ہے، گھر میں گھس آئی ہے، اسے نکالنے کا کیا طریقہ ہوگا؟"

"ایک بات بتاؤ طاہرہ جہاں، دانش کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"

"ارے پاگل کر دیا ہے اس کمبخت نے اسے۔ دماغی ہسپتال چلا گیا تھا، میں تو سوچتی تھی کہ اللہ نہ کرے کہیں بالکل ہی دماغ خراب ہو جائے، پر اللہ نے میری دعا کی لاج رکھ لی، مگر چہرے سے جتنا پریشان نظر آتا ہے، اگر غور سے دیکھو گی دیدار خالہ تو تمہیں بھی پتہ چل جائے گا۔"

"لو غور سے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، جو حالات میں میرے سامنے ہیں۔"

"ادھر اختیار بیگ ہیں کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے، بہو کی طرف سے بڑے مطمئن ہیں، میں کہتی ہوں کہ ان کی آنکھوں پر اس کمینی نے پٹی باندھ دی ہے۔ کچھ سوچتے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔"

"میں نے تم سے ایک بات کہی تھی طاہرہ جہاں، اس پر تم نے کبھی غور نہیں کیا۔"

"کون سی بات؟"

"دوسری شادی کرا دو دانش کی، ارے اتنا تو تمہیں اختیار ہوگا اس پر، مرزا اختیار بیگ کو اس بات پر آمادہ کر لو، لڑ جاؤ اس سے اور کہو کہ یہ شادی تم کرا کر رہو گی۔ تم نے ہر طرح سے تزئین کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس کام کا آغاز بھی کر دو بلکہ میں تو ایک بات کہوں ذرا سا دانش کو بھی چھیڑ دینا، دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔"

طاہرہ جہاں سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔ کار گھر واپس آگئی اور سجاد لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کوارٹر کی جانب چلا گیا۔ طاہرہ جہاں دیدار خالہ کو لے کر اپنے کمرے میں آگئی تھیں۔ ان کی ملازمائیں ان کے پاس پہنچ گئیں اور ان سے پوچھا کہ کسی شے کی ضرورت تو نہیں ہے۔

دیدار خالہ نے کہا۔ "ٹھنڈا پانی لے آؤ اور بس چائے بنوا دو۔"

"طاہرہ جہاں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور بولیں۔ "ہاں دیدار خالہ تمہاری باتوں پر غور کرتی ہوں، پہلے ذرا دانش کو ٹٹول لوں کہ وہ کیا کہتا ہے، اگر وہ تیار ہو جائے تو مرزا اختیار بیگ کو تو مجبور کیا جا سکتا ہے۔"

"شادی میں گئی تھی تو تمہاری باتیں ہوئیں، ہاشم خان اور اس کی بیوی تو یاد ہیں نا۔"

"ارے خاندان والوں کو کوئی بھولتا ہے کیا؟" طاہرہ جہاں نے کہا اور خود ہی خجل ہو گئیں۔

خاندان والوں کو تو وہ نہ جانے کب سے بھولے بیٹھی ہوئی تھیں، لیکن دیدار خالہ نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں، اس وقت کسی قسم کے طنز کا موقع نہیں تھا چنانچہ بات کو آرام سے پی گئیں اور کہنے لگیں۔ "تم مانو یا نہ مانو طاہرہ جہاں خاندان والے اب بھی تمہیں اپنا ہی سمجھتے ہیں۔ اس شادی میں تمہارا جتنا تذکرہ ہوا ہے اتنا کسی اور کا نہیں ہوا، تقریباً سبھی نے ایک بات کہی کہ اللہ طاہرہ جہاں کو خوش رکھے، آخر ہماری اپنی ہے، کبھی یاد کرے گی تو ضرور اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہ بات سب سے ہوئی تھی اور اسی وقت میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا تم نے نصرت کی بیٹی مائرہ کو تو نہیں دیکھا ہوگا۔"

"ہاں کبھی غور نہیں کیا، بہت عرصے سے ملے کہاں ہیں یہ لوگ مجھے۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

"کیا شکل وصورت نکالی ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، ایم اے پاس کر لیا ہے، اکلوتی بیٹی ہے، بھئی میرا تو دل ریجھ گیا ہے اس پر، اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا تو رشتہ ضرور مانگتی، ایسی سلیقے کی ایسی ہنس مکھ، ایسی خدمت گزار کہ پاؤں میں جوتی لا لا کر پہنائے، مجھے تو بڑی پسند ہے وہ۔"

"تو پھر؟"

"دانش کے لیے سوچو اس کے بارے میں۔"

"ہاشم خان تیار ہو جائیں گے؟" طاہرہ جہاں نے کہا۔

"بی بی تم اپنا کام کرو مجھے میرا کام کرنے دو۔ تم بیٹے اور میاں کو مناؤ، میں ادھر کام شروع کرتی ہوں، ہاشم خاں اور نصرت کو تیار کرنا میری ذمے داری ہوگی۔"

"دیدار خالہ! اگر ایسا ہو جائے تو میری تو نیا پار لگ جائے گی، میں تو بس یہی چاہتی ہوں

کہ کوئی بھی آئے، کم از کم مجھے ماں کا درجہ نہ سہی ساس کا درجہ تو دے دے، ایسی گھل مل کر پیار سے رہوں گی اس کے ساتھ، وہ جو کہتے ہیں نا کہ دودھ کی جلی ہوں......"

"مجھے پتہ ہے۔"

"مگر اس کمبخت سے تو پیچھا چھوٹے کسی طرح۔"

"تم نے دیکھ لیا بابر شاہ جی کو، کتنے اچھے ہیں کچھ نہ کچھ کر کے ہی دم لیں گے۔"

"واقعات تو بڑے خوفناک ہو گئے تھے، سجاد کو بھی اب ہم جھوٹا نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ شاہ جی نے تصدیق کر دی تھی۔ بے شک قبرستان نہیں ملا، وہ قبر نہیں ملی جس کی تلاش میں گئے تھے، مگر نیم کا وہ درخت اور پھر سجاد کی باتیں۔"

"میں تو یہی سوچ کر دنگ رہ جاتی ہوں کہ آخر وہ ہے کیا بلا۔ بی بی تمہارا ہی دل گردہ ہے کہ اس کے گھر میں ہوتے ہوئے اتنی پُرسکون نظر آ رہی ہو، ورنہ کوئی اور ہوتا تو اس کا کلیجہ ہی پھٹ جاتا۔"

"بس دیدار خالہ بیٹے کے لیے جی رہی رہوں، اگر وہ میری گردن بھی دبا دے تو اُف نہیں کروں گی، اللہ میرے بیٹے کو سلامت رکھے، اسے سکون دے۔"

"آمین۔" دیدار خالہ نے کہا پھر بولیں۔ "اچھا اب مجھے گھر بھجوا دو۔"

"ہاں ڈرائیور محفوظ کے ذریعے بھجوا دوں گی، ابھی ذرا رشیدہ سے معلومات کراتی ہوں۔" طاہرہ جہاں نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور رشیدہ کو آواز دی۔ رشیدہ آئی تو انہوں نے ڈرائیور محفوظ کے بارے میں معلوم کیا۔

"ہاں جی وہ سجاد کی حالت خراب ہو گئی تھی ذرا، محفوظ وہاں بیٹھا ہوا ہے۔"

"اس سے کہو گاڑی نکال لے دیدار خالہ کو ان کے گھر چھوڑنا ہے۔"

دیدار خالہ اپنا نام سن کر باہر نکل آئی تھیں۔ رشیدہ محفوظ کو اطلاع کرنے چلی گئی اور دیدار خالہ دروازے پر کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر لینے لگیں۔

اسی وقت انہوں نے دور سے تزئین کو دیکھا جو انہی کی طرف آ رہی تھی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

+====+====+

"الٰہی خیر، جل تُو جلال تُو، یہ مٹی ماری ادھر کیوں آ رہی ہے۔" دیدار خالہ کے منہ سے نکلا تو طاہرہ جہاں بھی اس طرف متوجہ ہوگئیں۔ انہوں نے بھی تزئین کو اس طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ تزئین اپنے کمرے کے دروازے سے آگے آ گئی تھی، ورنہ یہ سوچا جاتا کہ وہ اپنے کمرے کی طرف آ رہی ہے۔

تزئین پتھریلے نقوش چہرے پر سجائے ان کے پاس آ کر رک گئی۔ دیدار خالہ کی تو حالت خیر جو ہوئی وہ الگ بات تھی لیکن تزئین کے اس طرح آ کر رک جانے سے طاہرہ جہاں بیگم بھی ہراساں ہوگئی تھیں۔ تزئین چند لمحے دیدار خالہ کو گھورتی رہی اور پھر ایک دم ہنس پڑی۔ اس کے بعد واپسی کے لیے مڑی اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔ دیدار خالہ کا کلیجہ دھاڑ دھاڑ کر رہا تھا، مریل سے لہجے میں بولیں۔ "طاہرہ، کچھ دیر رک جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد جاؤں گی، میرے تو پیروں کی جیسے جان نکل رہی ہے، تھوڑی دیر کے بعد......" دیدار خالہ نے جملہ ادھورا چھوڑا اور واپس کمرے میں داخل ہوگئیں۔ طاہرہ جہاں بھی پیچھے پیچھے آ گئیں دیدار خالہ بولیں۔ "پانی منگوا دو۔ تھوڑا سا۔"

طاہرہ جہاں پھر دروازے سے باہر آ کر رشیدہ کو آوازیں دینے لگیں۔

رشیدہ ان کی زوردار آوازیں سن کر واپس آ گئی اور بولی۔

"محفوظ کو بول دیا ہے جی وہ کہتا ہے کہ پانچ منٹ میں تیار ہوتا ہے۔"

"رشیدہ پانی لاؤ۔" طاہرہ جہاں نے کہا اور رشیدہ پانی لینے واپس دوڑ گئی۔ طاہرہ جہاں اندر آ گئی تھیں۔ دیدار خالہ کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ جب تک رشیدہ پانی نہ لے آئی وہ خاموش رہیں۔ پانی کا پورا گلاس چڑھایا۔

رشیدہ جب گلاس لے کر چلی گئی تو دیدار خالہ نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکتے ہوئے

کہا۔ "طاہرہ! داد دیتی ہوں تمہیں۔ یہ کیا لے آئیں تم اپنے گھر میں، کیا بنے گا تمہارا، طاہرہ اللہ لگتی کہہ رہی ہوں، مجھے لچھن کچھ اچھے نظر نہیں آ رہے، میں نے غور سے اس کے پیروں کو بھی دیکھا تھا۔ وہ پچھل پیری تو نہیں لگتی، مگر پوری ڈائن ہے ڈائن، ارے تم نے اس کی آنکھیں دیکھیں۔ کس طرح مجھے گھور رہی تھی اور پھر یہ کمبخت ہنسی کیوں؟"

طاہرہ جہاں خود بھی بیٹھ گئی تھیں، انہوں نے کہا۔ "دیدار خالہ! مجھے دن رات مشکلیں جھیلنی پڑ رہی ہیں، اب ہے کون تمہارے سوا جسے بتاؤں، میں نے تمہیں خزانے کے بارے میں بتایا تھا۔ میں پوچھ بیٹھی تھی اس سے کہ جس خزانے کے بارے میں تُو نے دانش کو بتایا ہے اور اپنے جال میں پھانسا ہے وہ خزانہ ہے کہاں؟ صرف فریب ہی دیا ہے نا تُو نے اسے۔ تو وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑی۔ ارے میرا گھر، ساری زندگی اس کی اینٹ اینٹ صاف کی ہے، مجھے میرے ہی گھر میں ایک کمرے میں لے گئی اور پھر تہ خانہ دکھایا۔ میرے لیے بالکل اجنبی جگہ تھی۔ پھر وہاں میں نے جو کچھ دیکھا تمہیں اگر دکھا دوں تو بے ہوش ہو جاؤ۔"

"کیا دیکھا؟" دیدار خالہ نے کہا۔

"خزانے کے انبار، سونا چاندی، نوٹ، زیور، ارے کیا نہیں تھا، میں تو سمجھتی ہوں اربوں روپے کی مالیت کا خزانہ تھا۔"

"تت......تو پھر؟"

"بس پھر کیا۔ میں نے اختیار بیگ کو بتایا، اختیار بیگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔ خود گئے اور میرے ساتھ کمرے میں جا کر تہ خانے میں جانے کا راستہ ٹٹولا مگر کچھ نہ ملا۔"

"بھیا مجھے تو پتہ نہیں دال میں کیا کیا کچھ نظر آ رہا ہے، کالا، پیلا، نیلا، سفید، کہیں ایسا تو نہیں ہے، میری بات کا برا مت، ماننا طاہرہ جہاں کہ کہیں اختیار بیگ بھی تو اس سے ملے ہوئے نہیں ہیں۔"

"وجہ تو کوئی نظر نہیں آتی اس کی، بس مجھے پاگل سمجھا جاتا ہے۔ ارے میں کسی خزانے سے کیا دلچسپی رکھ سکتی ہوں، اگر مرزا اختیار بیگ کے علم میں بھی وہ خزانہ ہے تو آخر مجھ سے کیوں چھپا رہے ہیں۔ ساری زندگی ساتھ دیا ہے۔ یہ تو جب سے کمبخت تزئین اس گھر میں آئی ہے سبھی غیر ہو گئے۔ بیٹا بھی ہاتھ سے نکل گیا، شوہر بھی مجھے جب دیکھتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے دکھ بھری آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں کہ ہائے بے چاری دیوانی ہو گئی۔ مگر تم نے بھی دیکھ لیا اب کہ میں

دیوانی ہوں ہوگئی ہوں یا یہ سب دیوانے ہوگئے ہیں اور اس نے ان سب کو دیوانہ کر رکھا ہے۔"

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے بابا میری تو جان نکل گئی۔"

"ڈر گئیں دیدار خالہ۔"

"ارے چھوڑو ان باتوں کو...... میں زندگی میں کبھی کسی سے نہیں ڈری اور پھر میرے پاس ایک ذریعہ موجود ہے، صدقے واری جاؤں نانا ابوالحسن کے، چلے گئے مگر بڑے صاحب کرامت تھے، ارے میں کہتی ہوں اگر وہ حیات ہوتے تو یوں سمجھ لو کہ تزئین جیسی پچاس چڑیلیں آجاتیں تو جلا کر پھینک دیتے منٹ کے اندر اندر۔ میرے سگے نانا تھے، بچپن میں بہت ڈرتی تھی میں۔ ایک تعویذ دیا تھا انہوں نے اور کہا تھا، کہ لو اب یہ کبھی نہیں ڈرے گی، اور اس کے بعد سے تم سمجھ لو طاہرہ جہاں کہ ڈر خوف کا میرے پاس سے کبھی گزر ہی نہیں ہوا، ارے کسی سے نہیں ڈری، بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے حادثات پیش آئے، مگر ڈر کا نام ونشان نہیں، بس بات اتنی سی ہوتی ہے کہ انسان عمر کے ساتھ ساتھ اپنی سوچیں بھی بدل لیتا ہے، کبھی ضرورت ہی نہیں پیش آئی، لیکن میں نے نانا ابوالحسن کا دیا ہوا وہ تعویذ بڑی احتیاط سے رکھا ہوا ہے۔ اپنے گلے میں ڈال لوں گی، میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہے بابا۔ یہ چڑیل ہے بھتنی ہے، لونا چماری ہے، ناگن ہے جو کچھ بھی ہے، مجھے اس کی پروا نہیں ہے، ارے مجھے دیکھ کر کیوں ہنسی...... ہیں......؟"

"مگر خالہ پھر آپ کی طبیعت خراب کیوں ہوگئی؟"

"لو بھئی انسان ہوں اور پھر اتنے دن سے ڈھیروں باتیں سن رہی ہوں، دل پر تھوڑا بہت تو اثر ہوتا ہے۔" دیدار خالہ عجیب کیفیت کا شکار تھیں۔ بہر حال تھوڑی دیر تک وہ اپنے آپ کو معتدل کرتی رہیں، اتنی دیر میں محفوظ آگیا۔

"ہاں جانا ہے بیگم صاب؟"

"محفوظ، ذرا دیدار خالہ کو ان کے گھر چھوڑ دو۔"

"جی آیئے۔ میں نے گاڑی تیار کرلی ہے۔" محفوظ نے کہا اور دیدار خالہ ہانپتی کانپتی باہر نکل آئیں۔ چور نگاہوں سے تزئین کے کمرے میں جانب دیکھا۔ اسی کے سامنے سے گزر کر باہر جانا تھا، محفوظ کے پیچھے پیچھے چل پڑیں، لیکن جب دروازے کے سامنے پہنچ تو لپک کر محفوظ کے برابر آگئیں اور اسی طرح باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ محفوظ نے کار اسٹارٹ کر

کے آگے بڑھا دی گئی۔

+====+====+

بابر شاہ اپنے ڈرائیور شکرے کو راستہ بتاتا جارہا تھا اور اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ جادو، ڈرائیور شکرے کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بابر شاہ کا کوئی خاص آدمی تھا۔ وہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا، راستے میں مکمل خاموشی طاری رہی تھی، پتہ نہیں بابر شاہ ہونٹوں ہونٹوں میں کیا بدبداتا جارہا تھا۔ آخر کار طویل فاصلہ طے ہوا۔ بابر شاہ نے شکرے کو اس کچے راستے پر مڑنے کے لیے کہا جو اس جگہ پہنچ جاتا تھا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہاں قبرستان تھا، جہاں اس نے کار رکوائی وہاں نہ کوئی قبرستان تھا نہ قبر۔ البتہ نیم کا وہ درخت نظر آرہا تھا جو اس ویرانے میں انتہائی بھیانک لگتا تھا۔ ڈرائیور سجاد نے اس قبر کی نشاندہی کی تھی جہاں بقول اس کے وہ لڑکی غائب ہوئی تھی۔ بابر شاہ نے وہاں نشان بھی لگایا تھا اور اس وقت اپنی گاڑی سے اتر کر اس نشان کی جانب جارہا تھا۔

جانے سے پہلے اس نے کہا۔ "تم لوگ آرام سے گاڑی میں بیٹھو، کوئی واقعہ پیش آئے تو فکر مت کرنا۔ میں اگر تمہیں آواز بھی دوں تو میرے پاس مت آنا۔ میں خود واپس پہنچ جاؤں گا، خیال رکھنا اس چیز کا، ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے، ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہو۔"

بابر شاہ یہ ہدایات دے کر قدم قدم چلتا رہا اور آخر کار اس نشان زدہ جگہ پر پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھ ایک کدال اور کھرپی لایا تھا، نشان کے پاس پہنچ کر اس نے چند لمحات توقف کیا اور اس کے بعد گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور چھوٹے سائز کی کدال سے وہاں کھدائی کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے وہاں ایک گڑھا بنالیا، کدال سے کھدائی کر کے وہ کھرپی کے ذریعے مٹی نکالتا جارہا تھا اور اچھا خاصا گہرا گڑھا بن گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اس کام میں مصروف رہا۔ پھر اچانک ہی اسے کوئی سفید چیز نظر آئی اور اس نے احتیاط کے ساتھ کھرپی سے اس کے اطراف کی کھدائی شروع کردی۔

یہ سنگِ مرمر کا ایک چھوٹا سا صندوق تھا جس کی لمبائی چوڑائی آٹھ انچ کے قریب ہوگی۔ اس نے یہ صندوق بڑی احتیاط کے ساتھ باہر نکال لیا اور اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ صندوق بند تھا اور اس میں ایک چوٹا سا تالا پڑا ہوا تھا، حالانکہ یہ گہری مٹی سے برآمد ہوا تھا لیکن

اس قدر صاف شفاف تھا جیسے کسی مخمل کے بکس میں رکھا ہوا ہو۔ چند لمحات وہ اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس نے اپنے کندھے سے چادر اتاری اور صندوق کو اس میں لپیٹ لیا۔ پھر وہ وہاں سے واپس چل پڑا اور اپنی کار کے پاس پہنچ گیا۔

شکرا اور جادو نیچے اتر آئے تھے، اس نے شکرے سے کہا۔ ''ڈکی کھولو۔''

شکرے نے ڈکی کھولی تو اس نے سنگ مرمر کا وہ صندوق ڈکی میں رکھ دیا اور اس کے بعد کہنے لگا۔ ''تم دونوں ٹھیک تو ہو، کوئی ایسی بات تو نہیں ہوئی جو تمہارے لیے پریشانی کا باعث ہو۔''

''نہیں شاہ جی ہم ٹھیک ہیں۔''

''بیٹھو...... تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' اس بار پھر اس نے کھرپی وغیرہ ساتھ لے لی تھی اور ساتھ لائے ہوئے کپڑے کے تھیلوں میں سے ایک تھیلے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

بابر شاہ نیم کے درخت کے پاس پہنچ گیا اور وہاں سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر پھر اسی طرح کچھ بدبدانے لگا، جیسا وہ قبر کی نشان کی وہی جگہ پر بدبداتا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی نیم کے درخت سے مدھم مدھم دھواں خارج ہونے لگا۔

بابر شاہ جلدی سے اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا کہ کہیں وہ دھوئیں کی لپیٹ میں نہ آجائے، دھواں دیر تک خارج ہوتا رہا۔ ادھر گاڑی میں بیٹھے ہوئے دونوں نوجوان بھی اس دھوئیں کو دیکھ رہے تھے اور ان کے چہروں پر خوف کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ دھواں جیسے جیسے آگے بڑھتا جا رہا تھا بابر شاہ پیچھے ہٹ رہا تھا جیسے وہ یہ نہ چاہتا ہو کہ دھواں اسے چھوئے۔

پھر آہستہ آہستہ دھواں سمٹنے لگا اور اس کے بعد درخت بالکل پہلے جیسا ہو گیا۔ بابر شاہ اب درخت کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی جیب سے چار کیلیں نکالیں اور انہیں ہتھوڑی سے درخت کے تنے میں ٹھونکنے لگا۔ یہ کیلیں ٹھونکنے کے بعد وہ رخ بدل کر اس طرف دیکھنے لگا جدھر اس نے پچھلے دن اس لڑکی کو دیکھا تھا۔

آہستہ آہستہ وہ آگے بڑھتا گیا اور پھر وہاں اس نے جو نشان لگایا تھا اس جگہ کھڑا ہو گیا۔ یہاں سے اس نے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اپنے ساتھ لائے ہوئے تھیلے میں بھری۔ اس کے بعد وہ چاروں طرف دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی جیسے وہ کسی اہم کام میں کامیاب ہوا ہو۔ اس کے بعد وہ مٹی بھی ڈکی میں رکھ کر واپس گاڑی کی

پچھلی سیٹ پر آبیٹھا اور کہا۔ ''اے واپس چلو۔''

گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور واپس چل پڑی۔

+====+====+

دانش کو جب بھی تنہائی ملتی وہ اپنے بارے میں غور کرنے لگتا تھا۔ تزئین اسے جس انداز میں ملی تھی اس میں ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس سے یہ احساس ہوتا کہ تزئین کے معاملے میں اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ سب سے بڑی اور بری بات یہ تھی کہ اس کا ایسا کوئی ہمراز نہیں تھا، جس سے وہ تزئین کے بارے میں گفتگو کر سکتا، اس بات پر اس نے کافی غور کیا تھا کہ جب بھی وہ کسی کو ہمراز بنانے کی کوشش کرتا ہے تزئین آڑے آجاتی ہے، اس نے کئی بار کھل کر یہ بات کہی تھی کہ اپنے معاملات میں، کبھی کسی دوسرے کو شریک مت کرنا، دانش اس کے خلاف کچھ کرنا چاہتا تھا، لیکن کوئی ایسا کردار ابھی تک اس کے سامنے نہیں آیا تھا جسے وہ اپنا راز دار بنا سکے۔ خاص طور سے اس نے کئی بار طاہرہ جہاں کے بارے میں سوچا تھا، ماں سے زیادہ اس کے لیے قابلِ بھروسہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا لیکن تزئین اسے ماں سے باتیں کرنے سے بھی روک دیتی تھی۔ اس کا دل بے شمار بار اس بات کے لیے تڑپا تھا کہ اور کوئی نہ سہی کم از کم وہ ماں کو تو بتا سکے کہ اس پر کیا بیتی ہے۔

عامر بھی اس سے دور ہو گیا تھا، ظاہر ہے کون کسی کی آگ میں کودتا ہے، اس نے کئی بار عامر کو فون کیا تھا لیکن عامر فون ریسیو ہی نہیں کرتا تھا، بعد میں شاید اس نے اپنی سم بھی تبدیل کر دی تھی، بے شمار لوگوں کو دانش نے اس نگاہ سے دیکھا تھا کہ ان سے دوستی کرے، لیکن کچھ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

وہ امتیاز شاہد کی شادی میں شریک ہوا تھا لیکن وہ معاملہ بھی تماشا ہی بن گیا تھا، اس دن وہ امتیاز شاہد کی بیوی کے بارے میں سوچ رہا تھا، دونوں میاں بیوی کتنے خوش نظر آرہے تھے، وہاں تصویر والا معاملہ بھی پیش آیا تھا دوسری بہت باتوں کی طرح حیران کن تھا۔ البتہ ایک خیال اس کے دل میں آیا اور اس نے تزئین پر اس خیال کا اظہار کر دیا۔

''تزئین! میرے ساتھ تصویر بنواؤ گی؟''

''کیا مطلب؟''

''میں تمہارے ساتھ ایک تصویر دیکھنے کا خواہش مند ہوں، اس دن شادی میں بھی میں

نے فوٹو گرافر کو خاص طور سے اپنی اور تمہاری تصویر بنانے کے لیے کہا تھا، اس نے بہت سی تصویریں بنائیں، لیکن وہ حیران حیران میرے پاس پرنٹ لے کر آیا تھا۔ ان تصویروں سے تم غائب تھیں۔ میں ہر تصویر میں موجود تھا اور جس جگہ تم کھڑی تھیں اس کے پس منظر میں جو کچھ تھا وہ تصویر میں آ گیا تھا لیکن تم اس میں نہیں آئی تھیں۔''

ترئین نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی۔ ''اس میں میرا کیا قصور ہے، میرے مجازی خدا؟''

''آہ کاش تم مجھے ایسے ناموں سے نہ مخاطب کیا کرو، مجازی خدا اور میں، اچھا ایک بات بتاؤ میرے ساتھ تصویر بنواؤ گی۔''

''کیسی بات کرتے ہیں دانش، آپ مجھے کسی چیز کے لیے حکم دیں گے اور میں انکار کر دوں۔ آپ نے شادی میں شرکت کے لیے مجھے حکم دیا میں نے تعمیل کی۔ آپ نے کہا کہ میں وہاں بھی ڈھانچے کی شکل میں جاؤں میں نے اس سے بھی گریز نہیں کیا۔''

''فراڈ کر رہی ہو تم ترئین جھوٹ بول رہی ہو، اگر تم وہاں ڈھانچے کی شکل میں ہوتیں تو وہاں کہرام مچ جاتا۔''

''اپنی بات کرو دانش، تم نے کیا دیکھا؟'' ترئین سنجیدہ ہو کر بولی۔

دانش خاموش ہو کر پاؤں سے زمین کریدنے لگا، پھر ایک دم چونک کر بولا۔ ''آؤ میں تمہارے ساتھ تصویر بناؤں۔ میں اپنے موبائل سے یہ تصویریں بناتا ہوں۔'' دانش نے کہا اور اس کے بعد ایک دم مسکرا پڑا۔

''کیوں، اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟''

''تم اپنی اسی شکل میں آؤ ترئین جو میرے مقدر میں لکھی ہے۔''

ترئین نے فوراً ہی اس بات پر عمل کیا اور ڈھانچے کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ اس بھیانک وجود کو صرف دانش ہی پُرسکون نگاہوں سے دیکھ سکتا تھا، بھلا کسی اور کی اس پر نگاہ پڑتی اور وہ ہوش و حواس قابو میں رکھ پاتا یہ ناممکن امر تھا۔

دانش نے اپنے موبائل سے اپنی اور ترئین کی کئی تصویریں اتاریں، وہ ہر تصویر کو بغور دیکھتا تھا، ترئین بھیانک ڈھانچے کی شکل میں اس تصویر میں نمایاں ہوتی، چھ سات تصویریں بنائی گئیں اور دانش کا کلیجہ خون ہوتا رہا۔

ترئین ایک بھیانک ڈھانچے کی شکل میں اس کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی ہوتی، کبھی سنجیدہ ہوتی، کبھی وہ باقاعدہ پوز بناتی اور پہلے سے زیادہ بھیانک لگنے لگتی۔ بہر حال دانش نے یہ تصویریں بنا کر اپنے پاس محفوظ کر لیں۔ پھر دوسرے ہی دن اس نے فوٹو گرافر کو یہ تصویریں دکھائیں اور اس سے کہا کہ ان کے پرنٹ بنا دے، کچھ ہی لمحوں کے بعد یہ پرنٹ اس کے پاس پہنچ گئے اور وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ ان میں ترئین اس کے ساتھ موجود تھی لیکن خوبصورت لڑکی کی شکل میں۔

''یہ کیا ہے ترئین!''

''کیوں کیا ہوا؟''

''تم نے تو ڈھانچے کی شکل میں تصویر بنوائی تھی۔''

''تو پھر؟''

''مگر اس میں تو تمہاری یہ شکل نظر آ رہی ہے۔''

''اس میں میرا کیا قصور ہے، اب تم ہر بات مجھ سے منسلک مت کر دیا کرو دانش، بتاؤ اس میں میرا کیا قصور ہے؟''

''قصور۔'' دانش دانت پیس کر بولا۔

ترئین اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ ''تمہیں تو میری کوئی بات پسند ہی نہیں، چلو چھوڑو ان باتوں کو دیکھو ذرا کون سی تصویر تمہیں ناپسند ہے؟''

''مجھے یہ ساری تصویریں ناپسند ہیں سمجھیں؟'' دانش نے ایک بہت ہی خوبصورت تصویر نکال کر سامنے کی جس میں ترئین اپنے پورے حسن و جمال کے ساتھ نظر آ رہی تھی۔

دفعتاً ہی تصویر میں ترئین کے نقوش بگڑنے لگے۔ وہ غصے سے برا منہ بنا کر گردن جھٹکنے لگی پھر بولی۔ ''جاؤ چھوڑو دانش، تم مجھے بھلا کیا برداشت کر سکتے ہو؟''

اچانک ہی دانش کو اس تصویر میں ترئین کے نقوش دھندلاتے ہوئے محسوس ہوئے۔ پھر اس نے دیکھا کہ ترئین اپنے قدموں سے چلتی ہوئی تصویر سے باہر نکل گئی اور دانش اس میں تنہا رہ گیا۔ دانش نے زور زور سے آنکھیں بھینچیں اور ایک ایک تصویر اٹھا کر دیکھنے لگا، لیکن اب تصویروں میں وہ تنہا ہی تھا۔ ترئین ان تصویروں سے غائب ہو چکی تھی، دانش نے ساری تصویریں یکجا کیں اور ان کے پرزے پرزے کر دیئے، پھر وہ یکدم ہنسنے لگا اور ترئین اسے

دیکھتی رہی، اس کا منہ بنا ہوا تھا اور وہ اس روٹھے ہوئے انداز میں اتنی حسین لگ رہی تھی کہ دل میں بٹھا لینے کو جی چاہے، پھر اس نے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اب کیوں ہنس رہے ہو؟''

''بس اپنی تقدیر پر ہنس رہا ہوں، کیا سوچا تھا کیا ہو گیا، تزئین ایک بات بتاؤ گی، تمہارا یہ کھیل کب تک جاری رہے گا۔ کیا کوئی ایسا لمحہ آئے گا جب یہ کھیل ختم ہو جائے، چاہے وہ میری زندگی ہی سے منسوب کیوں نہ ہو۔''

''نہیں دانش، ابھی تم جوان ہو خوبصورت ہو، بے شمار نگاہوں کا مرکز بن سکتے ہو، ابھی سے اپنی زندگی ختم کرنا چاہتے ہو۔''

''کیا کہوں، تم نے میری زبان پر تالے لگا رکھے ہیں۔''

''کیا چاہتے ہو......؟'' تزئین نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''کم از کم مجھے زبان کھولنے کا موقع تو دو، کسی سے اپنے دل کا حال تو کہہ سکوں، مجھے اپنی ماں کی کیفیت کا احساس ہے، سچی بات ہے کہ پاپا ایک خودغرض انسان ہیں۔ انہوں نے کبھی میرے بارے میں نہیں سوچا۔ وہ دور رہتے ہیں۔ ماں کی حالت میں جانتا ہوں وہ کانٹوں کے بستر پر لوٹ رہی ہیں۔ تمہارے بارے میں کیا کچھ جانتی ہیں۔ تھوڑا بہت اندازہ تو مجھے ہے لیکن میں جب بھی ان سے رجوع کرتا ہوں تم میری زبان بند کر دیتی ہو۔''

''زبان کھول کر کیا لے لو گے دانش؟''

''مجھے زبان کھولنے تو دو۔''

''ٹھیک ہے، میں نے تمہاری زبان کھول دی اب تم سرِعام مجھے رسوا کرتے رہو، میں تمہیں نہیں روکوں گی۔''

''وعدہ؟'' دانش نے دیوانوں کے سے انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔ تم سے کیا ہوا ہر وعدہ پورا کرتی ہوں۔''

''اس کے پیچھے نہ جانے تمہاری کون سی چال ہو گی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''اور اس بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

تزئین نے غصیلے لہجے میں کہا۔

+====+====+

بابر شاہ اپنی جھونپڑی میں واپس آ گیا۔ یہاں آ کر اس نے شکرے سے کہا۔ ''شکرے تو

واپس جا۔ گھر والوں سے کہہ دینا کہ ہم شہر سے باہر جا رہے ہیں کچھ دن تک گھر نہیں آئیں گے، کوئی فکر نہ کرے۔ تو بھی گھر کا خیال رکھنا۔''

''جو حکم مرشد......!'' شکرے نے سر جھکا کر کہا۔ بابر شاہ کے اشارے پر جادو نے کار کی ڈکی کھول کر اس میں سے مٹی وغیرہ کا تھیلا نکال لیا تھا۔

شکرا کار لے کر واپس چلا گیا تو بابر شاہ نے کہا۔ ''چار دن کا عمل ہے۔ ان چار دنوں میں تجھے آنے والوں کو سنبھالنا ہے، دونوں عورتوں میں سے کوئی کچھ لائے تو اسے سنبھال لینا اور اگر فون پر کچھ کہیں تو ان سے کہہ دینا کہ شاہ جی کسی کام سے گئے ہوئے ہیں، بعد میں انہیں خود فون کر لیں گے۔''

''جو حکم مرشد۔'' جادو نے سر جھکا کر کہا۔

''ہم عمل آج ہی رات سے شروع کریں گے، اس کے لیے کچھ تیاریاں کرانی ہیں، کدال اور پھاوڑا لے کر آ جا۔'' اور پھر بابر شاہ اپنی نگرانی میں جھونپڑی سے کچھ فاصلے پر چھ فٹ کے دائرے میں زمین کھدوانے لگا۔

جب جادو زمین کھود چکا تو وہ مٹی جو اس جگہ سے لائی گئی تھی جہاں نظر آنے والی لڑکی غائب ہو گئی تھی اس دائرے میں احتیاط کے ساتھ بچھا دی گئی اور پھر پانچ نوکیلے پتھر دائرے میں پانچ جگہ گاڑھ دیئے گئے، اس کام سے فراغت حاصل کر کے بابر شاہ نے جادو سے کہا۔ ''کھانے کے لیے جو کچھ ہے وہ لے آ، بارہ بجے ہم اپنے کام کا آغاز کریں گے۔''

پھر اس وقت جب چاند پوری آب و تاب سے چمکنے لگا تو بابر شاہ نے اپنے جسم پر کفن لپیٹا اور رات کے ہولناک ماحول میں کسی مُردے کی مانند آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس دائرے میں داخل ہو گیا اور اس کے بیچوں بیچ جا کر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر آہستہ آہستہ نیچے گرانے لگا اور یوں لگا جیسے وہ زمین کی گہرائیوں میں اتر گیا ہو۔ ہولناک چاندنی میں یہ خوفناک منظر ناقابلِ برداشت تھا، جادو وہاں سے چلا گیا تھا۔ بابر شاہ کچھ پڑھتا رہا اور چاند کا سفر جاری رہا، یہاں تک کہ چاند ڈوب گیا اور صبح ہو گئی، لیکن بابر شاہ اسی طرح وہیں بیٹھا رہا تھا، دن میں جو کوئی بھی ادھر آیا جادو نے بابر شاہ کی ہدایت کے مطابق اسے روانہ کر دیا۔

دن گزرا رات آئی۔ یہ رات بھی گئی، تیسری رات البتہ ایک کھیل شروع ہو گیا تھا، جس

دائرے کے اندر وہ بیٹھا ہوا تھا وہاں گڑے ہوئے پانچ پتھر پہلے سرخ ہو گئے، اس کے بعد ان سے شعلے ابلنے لگے اور وہاں شدید حدت پیدا ہو گئی۔

پھر یوں لگا جیسے زمین میں آگ لگ رہی ہو، جتنے حصے میں کھدائی کی گئی تھی وہ حصہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا مگر بابر شاہ وہیں درمیان میں بیٹھا رہا۔ بابر شاہ اپنے عمل میں مصروف رہا تھا اور جادو اس طرف نہیں آیا تھا، اس نے بابر شاہ کے کئی عمل دیکھے تھے جو بہت بھیانک ہوا کرتے تھے اور ایک دو بار جادو کی حالت بھی خراب ہو گئی تھی لیکن بابر شاہ ان عمل سے خوفزدہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ رات بھر آگ کے دائرے میں بیٹھا رہا تھا، لیکن اس کا سفید کفن جوں کا توں تھا۔

پھر آخری رات آ گئی۔ بابر شاہ کفن پہنے خاموش بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اسے پانی کی لہروں کا شور سنائی دینے لگا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو بالکل سامنے سے پانی کی ایک انتہائی اونچی اور بھیانک لہر چلی آ رہی تھی۔ دائیں بائیں پانی بھر چکا تھا اور یہ لہر سیدھی اسی طرف آ رہی تھی۔ بابر شاہ خاموشی سے اس لہر کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ شور کی بھیانک آواز کے ساتھ وہ لہر اس دائرے تک پہنچ گئی اور پھر اچانک ہی ساکت ہو گئی۔ اس لہر سے ایک انسانی جسم نمودار ہو رہا تھا جو بالکل بابر شاہ جیسے سفید لباس میں لپٹا ہوا تھا۔ اس میں اس وجود کا چہرہ بھی چھپا ہوا تھا۔ وہ بابر شاہ سے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑا ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے سے سفید کپڑا ہٹنے لگا اور بابر شاہ کو دو آنکھیں نظر آئیں۔

وہ انتہائی خوبصورت اور حسین آنکھیں جو روشن تھیں، ان آنکھوں کا سحر اس قدر زبردست تھا کہ بابر شاہ کا ذہن اس میں کھونے لگا۔ آنکھیں اسے دیکھتی رہیں اور وہ مبہوت ہو گیا۔ شاید وہ اپنا عمل بھی بھول گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک یہ آنکھیں اسے گھورتی رہیں اور اس کے بعد انہوں نے رخ بدلا اور لہر واپس چل پڑی۔ کچھ لمحوں کے بعد وہاں خشک زمین کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

البتہ بابر شاہ کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ عمل کی چوتھی رات ختم ہونے والی تھی، مگر وقت سے پہلے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا واپس اپنی جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ یہاں آ کر اس نے اپنا لباس تبدیل کیا۔

جادو کمرے سے باہر درخت کے نیچے چارپائی بچھائے سو رہا تھا۔ بابر شاہ کے انداز میں نقاہت تھی۔ اس نے کھانے پینے کی چیزیں تلاش کیں، کچھ پھل، مٹھائی اور ایسی ہی دوسری

چیزیں رکھی ہوئی تھیں، وہ انہیں کھانے لگا۔ اس کے بعد وہ اندر بچھی ہوئی ایک چارپائی پر لیٹ گیا۔

اس کی آنکھیں اپنی رہائش گاہ کی چھت سے لگی ہوئی تھیں اور اس کے چہرے پر بار بار تبدیلیاں رُونما ہو رہی تھیں، وہ حسین آنکھیں اس کے حواس پر مسلط تھیں، بہر حال بہت دیر تک چھت کو گھورتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور جھونپڑی کے ایک گوشے سے جا کر اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ایک جگہ کو ٹٹولا اور کسی صندوق کی طرح ایک ڈھکن کھول لیا۔ پھر وہ اس نمودار ہونے والے تہہ خانے کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

یہ ایک غار نما جگہ تھی جو بہت کشادہ تو نہیں تھی لیکن اس میں بہت سی چیزیں رکھنے کی جگہ تھی۔ بابر شاہ نے اندھیرے میں آگے بڑھ کر ایک ماچس اٹھائی اسے جلا کر ایک بڑی شمع روشن کی اور پُراسرار قید خانے میں پیلی ملگجی روشنی پھیل گئی۔ بابر شاہ ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ماچس دوبارہ جلا کر ایک دائرہ روشن کیا۔ دائرے نے اس طرح آگ پکڑ لی جیسے اس کے کنارے پٹرول سے بھیگے ہوئے ہوں۔ آگ کے یہ شعلے دو دو تین تین انچ اوپر اٹھنے لگے اور پھر پورا دائرہ روشن ہو گیا۔

بابر شاہ اس کے کنارے بیٹھا ہوا تھا، اس کے پاس مٹی کے ایک برتن میں کالے رنگ کی کوئی چائے کی پتی نما چیز رکھی ہوئی تھی۔ اس نے پیالے میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر کالا دانہ نکال لیا پھر وہ دانہ اس نے آگ پر بکھیر دیا اور لطیف دھواں اٹھنے لگا، دھویں میں کسی قسم کی بدبو نہیں تھی، وہ دائرے کے اندر ہی اندر گردش کر رہا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے دائرے کے کناروں والی آگ اسے باہر نکلنے سے روکے ہوئے ہو۔

ایک ناقابلِ یقین سا منظر تھا، بابر شاہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبداتا بھی جا رہا تھا، پھر اس نے دو تین مٹھیاں بھر کے کالا دانہ اس آگ میں ڈالا اور دھواں بلند ہوتا رہا۔ دھویں میں کالے کالے دھبے نمودار ہو رہے تھے لیکن وہ اس طرح تحلیل ہو جاتے جیسے کسی پانی کے برتن میں کوئی پتھر پھینکو تو اس میں گول دائرے بنتے اور پھیلتے نظر آتے ہیں۔

دیر تک یہ عمل جاری رہا اور بابر شاہ ان کالے دھبوں کے سوا اور کچھ نہ دیکھ سکا۔ پھر اس نے برابر رکھی ہوئی پانی کی بالٹی اٹھائی اور چلوؤں سے پانی بھر کر اس دائرے پر ڈالنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دائرہ سرد ہو گیا تھا۔ بابر شاہ کا چہرہ پسینے سے تر تھا اور اس پر تشویش کے آثار

نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ سب کچھ ختم کر کے تہہ خانے سے باہر نکل آیا اور آخر کار اس نے صندوق کا ڈھکن بند کیا اور وہ واپس آ کر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا۔

وہ اس طرح گہرے گہرے سانس لے رہا تھا جیسے بہت لمبا سفر طے کر کے آیا ہو۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نہیں تھے۔ باہر اجالا پھوٹنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد جادو نے جھونپڑی میں جھانکا اور بابر شاہ کو دیکھ کر بولا۔ ''چائے تیار ہے شاہ جی۔''

''لے آ۔ ناشتے کی اور چیزیں ہیں؟''

''سب کچھ موجود ہے شاہ جی، ناشتہ تیار کرلاؤں یا پہلے چائے دے جاؤں۔''

''پہلے ایک پیالی چائے دے جا اور اس کے بعد ناشتہ لے آ، تُو بھی اپنے لیے چائے لیتے آنا۔''

جادو نے تھوڑی دیر کے بعد اس ہدایت پر عمل کیا اور بابر شاہ ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ جادو بھی چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہا تھا۔

''عمل پورا ہو گیا ہے جادو مگر ہم اسے تلاش نہیں کر سکے، وہ کوئی بہت ہی آگے کی چیز ہے، شاید مایا منی۔''

''مایا منی؟'' جادو کو جیسے اس لفظ کے بارے میں معلوم حاصل تھیں۔

بابر شاہ نے اس کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا، پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ ''چلو ٹھیک ہے، مہا پال سے ہی ملاقات کیے لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ اس سلسلے میں کچھ کر سکے اور یہ پُراسرار وجود اس کے لیے کارآمد ہو۔''

''تعجب ہے مرشد، دو معمولی سی عورتوں نے مایا منی کا پتہ لگا لیا۔''

''پتہ لگانے کی بات نہ کر، وہ بے چاریاں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتیں، لیکن ہم نے جو کھوج کی ہے اس سے ہمیں کچھ صحیح حاصل نہیں ہو سکا اور اب دیکھتے ہیں مہا پال کو کیا کہنا ہے اس بارے میں۔'' بابر شاہ نے کہا اور جادو گردن ہلانے لگا۔

✦====✦====✦

طاہرہ جہاں حیرت سے اچھل پڑی۔ بہت دن کے بعد دانش ان کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا، ورنہ وہ تو جیسے ماں کو بھول ہی گیا تھا۔ عجیب سے عالم میں رہتا تھا۔

طاہرہ جہاں اسے دیکھنے لگیں، ماں کی نگاہیں بیٹے کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں، خاصا کمزور ہو گیا تھا، اس کا شاداب چہرہ مرجھا گیا تھا۔ طاہرہ جہاں کا دل کٹنے لگا، وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی رہیں۔ دانش ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا، بے اختیار ان کے ہاتھ اٹھے اور دانش کے بالوں میں کنگھی کرنے لگے۔

''کیسا ہے تُو دانش، کیسے آ گیا میرے پاس، مجھے تو تُو بھول ہی گیا تھا میرے بچے۔''

طاہرہ جہاں نے کہا اور دانش خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھا رہا۔

''کیا ہو گیا ہے تجھے دانش، کیا ماں سے زیادہ تیرا کوئی ہمدرد موجود ہے اس دنیا میں، اگر یہ خیال ہے تو دل سے نکال دے میرے بیٹے۔''

''ماما میں بہت پریشان ہوں، میں ایک ایسی مشکل کا شکار ہو گیا ہوں جس کے بارے میں خود مجھے کچھ نہیں معلوم۔'' دانش کی رندھی ہوئی آواز ابھری۔

''دل کا حال مجھے بتا دے میرے چاند، کچھ دل کا حال مجھے بھی تو سنا دے، کیا ہو گیا ہے تجھے آخر، کس مشکل کا شکار ہو گیا ہے تو؟''

''اسی بارے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں ماما۔ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے، میرا تو دماغ ماؤف ہو گیا ہے، دنیا سے کٹ کر رہ گیا ہوں میں، آپ میری مدد کریں۔''

''بیٹا میری جان حاضر ہے، مجھے کچھ بتا تو سہی۔''

''ماما، میری زبان بند تھی، پابندی تھی مجھ پر زبان کھولنے کی، مگر اب یہ پابندی ختم ہو گئی ہے میں آپ کو تزئین کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔''

''ہاں بول میرے بچے۔''

''ماما تزئین وہ نہیں ہے جو نظر آتی ہے۔''

''مجھے یہ بات معلوم ہے بیٹا۔ بہت سے ایسے واقعات ہو چکے ہیں جو صرف تیری ذات تک ہی نہیں بلکہ میری ذات بھی ان میں ملوث ہو گئی ہے، وہ ہے کون مجھے بتا؟''

''ماما مجھے ایک کلب میں ملی تھی، میں اس کی خوبصورتی دیکھ کر متاثر ہو گیا اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا، ماما اس کے بعد میں نے اس سے شادی کے لیے ضد کی اور آپ لوگوں نے میری اس ضد کا ساتھ دیا، مگر شادی کی پہلی رات میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ وہ عروسی لباس میں ملبوس تھی لیکن ایک مکروہ ڈھانچے کی شکل میں، ایک چڑیل کی شکل میں۔''

"ہائے میرے مولا اس کا مطلب ہے کہ نوکرانیوں کی ساری باتیں سچ ہیں؟"

"ماما، میں دہشت سے دیوانہ ہو کر گھر سے نکل بھاگا اور نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ میں اس سے دور چلے جانا چاہتا تھا۔ میں ریل میں بیٹھ گیا تھا اور ریل میں ساری رات سفر کیا تھا۔ ماما اس کے بعد اچانک مجھے نیند سی آ گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو میں اپنے بستر پر موجود تھا اور وہ کمبخت منحوس کمرے میں میرے پاس بیٹھی تھی، اپنی اصلی شکل میں، اس وقت وہ ڈھانچہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے بعد سے آج تک یہی ہوتا رہا ہے، وہ ایک انتہائی پُراسرار وجود ہے، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو سکا۔ بہت پریشان ہوں میں۔ میری زندگی برباد ہو گئی، میں نے کوئی قصور نہیں کیا ماما۔ ایک خوبصورت لڑکی تھی، بس میں نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا اور شادی کر لی۔ اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں کیا تھا۔"

"بیٹا بہت سی شہادتیں مل چکی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک چڑیل ہے میں ایک کوشش کر رہی ہوں تُو اس کوشش میں میرا ساتھ دے۔ تجھے اندازہ ہو گا میں ایک عورت ہوں اس کی خوفناک حرکتوں سے دہشت سے میرا پتہ پانی پانی ہو گیا ہے، مگر تیرے لیے دانش میں نے خود کو ہمت دی ہے، ماں ہوں میں تیری، میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے، ہمیں جو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے پہنچا لے، میں اس سے ڈروں گی نہیں۔" اور اس کے بعد طاہرہ جہاں نے دانش کو بابر شاہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور بولیں۔

"مجھے یقین ہے کہ شاہ جی کچھ کر کے ہی رہیں گے، ارے بڑے پہنچے ہوئے ہیں، ہر بات ان کے علم میں ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ماما، آپ کر لیں۔"

"اس کے علاوہ میں تجھے ایک بات بتاؤں۔"

"جی بتایئے۔"

"دانش! آج تک وہ تجھے ڈراتی دھمکاتی رہی ہے، لیکن اس نے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، تیرا کچھ نہیں بگاڑا...... تُو کسی اور لڑکی سے رجوع کیوں نہیں کرتا؟"

"کر چکا ہوں ماما، مگر وہ میری دال نہیں گلنے دیتی۔ ایسے ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ اس نے مجھے بالکل نڈھال کر کے رکھ دیا ہے، میری ایسی کوئی کوشش بار آور نہیں ہوتی۔"

ہو گی بیٹا ہو گی، ہمت کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑنا، ایک بات بتا، دوسری شادی کرے گا؟"

"ماما، مجھے اس سے نجات مل جائے، آپ جو کہیں گی وہ میں کر لوں گا، میری زبان کھلی ہے تو میں نے آپ سے بات کی ہے۔ آپ جو کرنا چاہتی ہیں وہ کر لیں، میں ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہوں۔"

"ارے تو بس فکر ہی مت کر۔ ادھر بابر شاہ جی کام کر رہے ہیں، ادھر میں اپنا کام دکھاتی ہوں۔ خاندان ہی کی ایک لڑکی ہے، خدا جانے کیا نام بتایا تھا دیدار خالہ نے، ہاں شاید مائرہ ہمارے رشتے دار ہی ہیں، دیدار خالہ بڑی تعریفیں کر رہی تھیں، اسے بلا لیتی ہوں، پہلے تُو اسے دیکھ لے، مگر ایک بات تجھ سے کہے دیتی ہوں تزئین جو بھی کرے گی اسے کرنے دینا، تُو ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنا کام کرنا۔"

"ٹھیک ہے ماما، میں جینا چاہتا ہوں اور جینے کے لیے سب کچھ کرنا ہی ہوتا ہے۔" دانش نے کہا اور ماں نے اس کا سر سینے سے لگا لیا، دانش کو بڑے سکون کا احساس ہوا تھا۔

✦====✦====✦

نیلم بری طرح نڈھال تھی۔ وہ سچ مچ بیمار ہو گئی تھی۔ دوا دارو سے حالت سنبھل تو گئی لیکن جب سے دوسری ملازمہ نے اسے عزیزہ بیگم کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بتایا تھا اس کی جان نکل گئی تھی۔

"تُو بیگم جی کو جانتی ہے۔ ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ تُو نے چپلوں سے ان کی پٹائی کی ہے، جب تک وہ تجھ سے بدلہ نہیں لے لیں گی چین سے نہیں بیٹھیں گی۔"

"مگر میں نے ایسا نہیں کیا، انہیں کیا ہوا؟"

"اللہ ہی جانے۔"

"میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔" نیلم نے کہا۔ اسے عزیزہ بیگم کے بارے میں اچھی طرح علم تھا کہ وہ کس قماش کی خاتون ہیں۔ بے حد ظالم تھیں اور کچھ بھی کر سکتی تھیں۔

اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔ وہ دروازہ بند کئے آنے والی مصیبت کا انتظار کر رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور اس کا بدن بے جان ہونے لگا۔

بمشکل تمام اس نے دروازہ کھولا لیکن دستک دینے والے کو دیکھ کر وہ بری طرح چونک

پڑی۔ اب اسے تزئین کا نام معلوم ہو چکا تھا۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ ''تزئین بیگم صاب۔''

''اب کیا مجھے اندر بھی نہیں آنے دوگی؟'' تزئین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آیئے چھوٹی بیگم صاب جی، آیئے، ہماری تو موت آگئی ہے، دیکھیں کتنے دن کی زندگی ہے، اب تو مرنا ہی پڑے گا۔ آپ ہماری بیگم صاحبہ کو نہیں جانتیں چھوٹی بیگم جی۔ وہ۔ وہ......'' نیلم نے جملہ پورا نہ کیا اور جلدی سے واپس پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

تزئین پُرسکون انداز میں چلتی ہوئی اس کی چارپائی پر آ کر بیٹھ گئی۔ ''سنا ہے تمہاری طبیعت بہت خراب ہے؟''

''ہاں بیگم صاب جی، بس زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔''

''ارے تم پاگل ہوئی ہو کیا؟ اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو، کیا بگاڑے گا کوئی تمہارا۔''

''آپ عزیزہ بیگم کو نہیں جانتیں، بڑی ظالم ہیں جی، کھال اتار لیں گی ہماری اب پتہ نہیں کیوں دماغ میں بیٹھ گئی ہے کہ ہم نے انہیں چپلوں سے مارا ہے، ہماری بیماری نے بچا رکھا ہے ورنہ ہمیں پتہ ہے کہ اب کسی بھی وقت ہمیں بلایا جائے گا اور ہماری کھال اتار دی جائے گی۔''

''نہیں نیلم ایسا نہیں ہوگا۔ تم کسی بات کو قبول مت کرنا، انہیں بتانا ہی نہیں کہ تم اس بارے میں کچھ جانتی ہو، بس یہی کہنا کہ جو کچھ انہوں نے تمہیں حکم دیا تھا اس کے مطابق کام کرتی رہی ہو۔ باقی کیا ہوا ہے اسے قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تمہیں معلوم ہے یہ بات فرخندہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں معلوم اور فرخندہ کبھی زبان نہیں کھولے گی۔''

''وہ ٹھیک ہے مگر بیگم صاحبہ کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے۔''

''بس نیلم، آدھی پاگل ہو چکی ہیں وہ۔ تم ہمت اور حوصلہ رکھو، میں نے تم سے کہہ دیا تھا نا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ اگر انہوں نے ذرا بھی تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کرنے کی کوشش کی تو اس کے لیے انہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا، حوصلہ رکھو اور یہ بات میں تم سے آخری بار کہہ رہی ہوں کہ کسی بات کو قبول مت کرنا۔ اگر انہوں نے کوئی سختی کرنے کی کوشش کی تمہارے ساتھ تو میں تمہیں یہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ نوکری دلا دوں گی۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ بڑے آرام سے رہو۔'' تزئین بہت دیر تک اسے حوصلہ

دیتی رہی اور جیسے ہی وہ اس کے کمرے سے باہر نکلی دوسری ملازمہ نے اسے عزیزہ بیگم کی طلبی کا پروانہ دیا۔

نیلم کا رنگ فق ہو گیا تھا لیکن ابھی چند لمحات پہلے تزئین جو کچھ کہہ کر گئی تھی اس نے اسے حوصلہ بھی دیا تھا، چنانچہ وہ ہانپتی کانپتی ڈرتی دبکتی عزیزہ بیگم کے سامنے پہنچ گئی۔

عزیزہ بیگم نے خونی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولیں۔ ''کیسی طبیعت ہے آپ کی بیگم صاحبہ؟'' ان کا لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔

نیلم کانپنے لگی۔ ''آپ کی دعائیں ہیں بیگم صاحب جی، مگر بڑی بیگم جی آپ کے دل میں ہمارے لیے جو بات بیٹھ گئی ہے ہمیں پتہ چل گئی ہے۔ ہم آپ سے صرف ایک بات کہتے ہیں بیگم جی، اتنے عرصے سے آپ کی نمک خواری کر رہے ہیں، آپ نے کبھی یہ دیکھا کہ ہم نے آپ کی جوتی سیدھی کرنے سے انکار کیا ہو، ہماری مجال کہ کبھی آپ کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر دیکھیں۔''

''تو پھر وہ کون تھی جس نے مجھ پر حملہ کیا؟''

''قسم لے لیجئے بیگم صاب جی، ہمارے تو فرشتوں کو بھی کچھ نہیں معلوم۔''

''ہوں، تیری باتوں میں مجھے سچائی نظر آ رہی ہے، مگر نیلم ایک بات تُو مجھے بتائے گی؟''

''جی بیگم صاب جی۔''

''کیا پانی کی بوتل سے تُو نے وہ پانی بڑے صاحب کو پلایا تھا احسان احمد کو؟''

''توبہ ہماری توبہ بیگم صاب جی، آپ نے ہم سے کہا تھا کہ انہیں وہ پانی پلائیں، جب آپ نے ہم سے نہیں کہا تو ہمارے فرشتوں کی مجال نہیں ہو سکتی کہ ہم ایسا کریں۔''

''مگر پھر وہ تیری ہمشکل، ہمشکل کون تھی، ارے بالکل تُو ہی لگ رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی بڑی کارروائی ہو رہی ہے اور یہ کارروائی وہی کر رہی ہے کمبخت، پتہ نہیں میری دشمن کیوں بن گئی، ویسے ایک بات کہوں دیدار باجی بھی پیٹ کی بڑی ہلکی ہیں، انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے ایک بار طاہرہ جہاں بیگم کو بتایا تھا کہ کس طرح بابر شاہ جی نے پانی پڑھ کر دیا تھا اور مقبول احمد کا حال بدل گیا تھا۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی، کیا کروں، اچھی خاصی رقم بھی دے چکی ہوں، ذرا دیدار باجی سے بات کروں، ٹھیک ہے تُو جا، مجھے اطمینان ہو گیا ہے کہ اب یہ سب کوئی اور چکر چل رہا ہے اور اس میں تیرا کوئی قصور نہیں ہے۔''

حیرت انگیز طور پر عزیزہ بیگم نے اس کی جاں بخشی کر دی تھی۔ نیلم فوراً پلٹ کر واپس چل پڑی اور عزیزہ بیگم دیدار خالہ کو فون کرنے لگیں۔ بہت دیر تک انہوں نے فون ملانے کی کوشش کی لیکن دیدار خالہ سے رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔

+====+====+

شکرا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ جادو اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا اور کالے لباس میں ملبوس بابر شاہ پچھلی سیٹ پر دراز تھا۔ وہ ایک کچے راستے پر سفر کر رہے تھے۔ غالباً کوئی پرانا گاؤں گوٹھ تھا جہاں سے وہ گزر رہے تھے۔

ہر طرف تھوہر کی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں، کچا پکا راستہ تھا لیکن قیمتی کار آسانی سے وہاں سے گزر رہی تھی، تقریباً کوئی تین گھنٹے کا سفر طے ہوا۔

پھر اس کے بعد آبادی تھی، ٹوٹے پھوٹے گھروں پر مشتمل، کہیں گھاس پھوس کے جھونپڑے بنے ہوئے، کہیں کچے مکانوں کی دیواریں اٹھی ہوئیں، ان کے درمیان ننگ دھڑنگ بچے کھیل رہے تھے۔ ماحول بڑا عسرت زدہ تھا۔

ایک طرف ایک چھوٹا سا مندر نظر آیا جو بھوری اینٹوں سے بنا ہوا تھا اور اس پر جگہ جگہ کائی کے نشان لگے ہوئے تھے۔ غالباً یہ ہندو آبادی تھی، کار جب اس آبادی سے تھوڑے فاصلے سے گزری تو بچے کار کی جانب دوڑ پڑے۔

ہاتھ پھیلا پھیلا کر بھیک مانگ رہے تھے، لیکن یہاں شکرے نے رفتار تھوڑی سی تیز کر دی تھی، آبادی پیچھے رہ گئی، لیکن اس کے آثار جگہ جگہ نظر آ رہے تھے، کہیں پکی اینٹوں کی مینڈھ بنی ہوئی تھی۔ پھر ایک ٹوٹا پھوٹا کھنڈر نظر آیا جو کافی قدیم معلوم ہوتا تھا۔ یہاں آنے کے بعد کار کی رفتار سست ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ مندر سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ شکرا اور جادو اپنی اپنی طرف کے دروازے کھول کر جلدی سے نیچے اتر آئے تھے۔ شکرے نے کار کا دروازہ کھولا اور بابر شاہ نیچے اتر آیا۔

"تم لوگ انتظار کرو، مجھے دیر بھی ہو جائے تو پروا مت کرنا۔" بابر شاہ نے کہا اور پُروقار چال چلتا ہوا اس کھنڈر نما عمارت کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

وہ دروازے سے اندر داخل ہوا تو کالے کالے رنگ کے تین چار بندے نظر آئے۔ وہ اسے دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے تھے اور انہوں نے اسے آگے جانے کا راستہ دے دیا۔ مندر میں

بدبو بھری ہوئی تھی جبکہ اندر جانے کے راستے شفاف تھے۔ ایک اور دروازے سے اندر داخل ہو کر وہ ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچ گیا جہاں بہت سے بت رکھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایک مرگ چھالہ پر دبلے پتلے بدن کا ایک سادھو دھونی رمائے بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے میں اچھی خاصی روشنی تھی۔ سادھو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ "آؤ آؤ بابر شاہ مہاراج، بڑے بھاگ ہیں ہمارے کہ مہاراج کو ہمارا خیال آیا اور وہ ہمارے یہاں پدھارے۔ ارے لاؤ رے مہاراج کے بیٹھنے کے لیے چوکی لاؤ۔"

فوراً ہی دو آدمی ایک چوڑی سی چوکی لئے ہوئے آ گئے جسے اس سادھو نما شخص کے سامنے ڈال دیا گیا اور بابر شاہ اس پر بیٹھ گیا۔ سادھو کے دونوں طرف دو انسانی کھوپڑیاں تھیں جن پر اس نے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے تھے پھر وہ بولا۔ "بھوگل پنتھ کند میں مہاراج کا سواگت، کیسے آنا ہوا بابر شاہ مہاراج؟"

"سودا کرے گا، بول سودا کرے گا تین بیروں کا......؟"

جواب میں سادھو ہنس پڑا پھر بولا۔ "یہ سودا تو تُو نے کئی بار کیا ہے بابر شاہ، اب کیا لایا ہے بدلے میں، ہم تو ایک بات کہتے ہیں تجھ سے، بھوگل پنتھ میں آ جا، کیا رکھا ہے دھرم کرم میں۔ یہ دھرم کرم کی پوجا کرنے والوں کو کبھی کچھ ملا ہے تیرے خیال میں ہمیں بتا۔"

"اپنی بات کر مہاپال اپنی بات کر صرف وہ بات کر جو تیرے کرنے کی ہے۔" بابر شاہ نے کہا۔

"چل ٹھیک ہے بات کر۔"

"میرے پاس تیرا کیس ہے مہاپال اور اس بار میں پکا سودا کرنے آیا ہوں۔"

"بدلے میں کیا دے رہا ہے؟"

"مایا منی۔" بابر شاہ نے کہا۔

اچانک ہی مہاپال کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ کھوپڑیوں سے ہٹ گئے تھے، اس نے لرزتی ہوئی لیکن بھاری آواز میں دہرایا۔ "مایا منی!"

+====+====+

بابر شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، مایا منی۔''

مہا پال سرد نگاہوں سے اسے گھورنے لگا، کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''ہم نے تجھ سے کبھی مذاق نہیں کیا ہے بابر شاہ، جب بھی کی ہے کھری بات کی ہے، جو بات کہی ہے سوچ سمجھ کر کہی ہے۔ کیا کام ہے تجھے۔ ہمیں مایا منی کا لالچ کیوں دے رہا ہے۔''

''بہت زیادہ کھرامت بن مہا پال، ہم نے بھی کبھی تجھ سے کوئی دھوکا نہیں کیا، اگر کوئی بات یاد ہے تو بتا دے۔''

''تو پھر مایا منی کا نام کیوں لے رہا ہے، جانتا ہے مایا منی کیا ہوتی ہے۔''

''جاننا بھی نہیں چاہتے، لیکن جتنا جانتے ہیں اتنا کافی سمجھتے ہیں۔ تین بیر اگر دے سکتا ہے تو بات کر، کیا کہتا ہے اس بارے میں؟''

''پہلی بات تو یہ کہ بیر تجھ سے سنبھالے نہیں جاسکیں گے۔ یہ ہمارے دھرم کا کام ہے اور تُو ہے بڑا دھرم داس، حالانکہ میں نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ دھرم کرم دھرم والوں کے لیے چھوڑ دے۔ وہ دھرم کرم کی آڑ میں جو کچھ کرتے ہیں انہیں کرنے دے۔ ہم طاقت کے پجاری ہیں، بھوگل پنتھ میں آجا، اس میں دھرم کرم کا کوئی چکر نہیں ہے۔''

''تُو مجھے کہانیاں سنانے کیوں بیٹھ گیا مہا پال، اپنی بات کر، بول تین بیروں کا سودا کرتا ہے؟''

''سودا...... لے جا تین بیر لے جا، میں تجھے دے دوں گا، لیکن اگر ان بیروں سے تجھے کوئی نقصان پہنچ جائے تو پھر مہا پال سے شکایت مت کرنا۔ انہیں قابو میں رکھنے کے کچھ بھید بھاؤ ہوتے ہیں جبکہ تُو نے اپنے منہ سے مجھے بتایا ہے کہ تیرے پاس تو کوئی مؤکل بھی نہیں ہے۔ بس ٹُونے ٹوٹکوں سے کام چلا رہا ہے۔''

''اگر کبھی دماغ میں خرابی پیدا ہو مہا پال تو بتا دینا۔ ان ٹونے ٹوٹکوں کا کھیل بھی دکھا دوں گا تجھے۔'' بابر شاہ نے کسی قدر غصیلے لہجے میں کہا۔

مہا پال ہنسنے لگا پھر بولا۔ ''برا ماننے کی بات نہیں ہو رہی، میں نے کہا نا کہ اگر بیروں کو سنبھال سکتا ہے تو ٹھیک ہے، نہ دے مجھے مایا منی میں بیر تجھے دیئے دیتا ہوں اور جہاں تک بات مایا منی کی ہے تو وہ ابھی تیری سمجھ میں کہاں آسکے گی، مایا منی کو سمجھنے کے لیے بڑی گہری آنکھ چاہیے بابر شاہ۔''

''چل ٹھیک ہے میں یہ بات تیری مانے لیتا ہوں کہ مایا منی کو میں پوری طرح نہیں جانتا پر تجھے نمونہ دکھائے دیتا ہوں فیصلہ تُو خود کر لینا۔'' بابر شاہ نے کاہ۔

اس بار پھر مہا پال اسے عجیب سی نگاہوں سے گھورنے لگا پھر بولا۔

''کیسا نمونہ؟''

جواب میں بابر شاہ نے اپنے لباس سے ایک کپڑے کی تھیلی نکالی، اس میں وہ مٹی بندھی ہوئی تھی جو بابر شاہ اس جگہ سے لے کر آیا تھا جہاں وہ لڑکی اس کی نگاہوں سے گم ہوئی تھی، اس نے مہا پال سے کہا۔ ''تجربہ کر لے مہا پال۔''

''ابھی لے۔'' مہا پال نے کہا اور پھر اس نے کسی چیلے کو آواز دی اور بھاری بدن کا ایک چیلا اس کے پاس آگیا۔

''کمنڈل لے آ۔'' مہا پال بولا اور چیلا باہر نکل گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک چوڑا کمنڈل سامنے آگیا۔ مہا پال نے وہ مٹی کمنڈل میں ڈال دی اور اس کے بعد کوئی منتر بدبدانے لگا۔ منتر بدبدا کر اس نے کمنڈل پر پھونک ماری تو کمنڈل سے شعلے بلند ہونے لگے اور مہا پال کی آنکھیں آگ کی طرح چمک اٹھیں۔ وہ ان شعلوں کو دیکھتا رہا، شعلوں میں سیاہ دھبے نمودار ہو رہے تھے، مہا پال ان دھبوں کا تجزیہ کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے کمنڈل پر ہاتھ رکھ دیا اور شعلے بجھ گئے۔ مٹی جوں کی توں ہو گئی۔

''یہ مٹی مجھے واپس کر دے۔'' بابر شاہ نے کہا۔

''ہاں ہاں ٹھنڈی ہو جانے دے، تیری امانت تیرے پاس واپس آجائے گی۔ بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے بابر شاہ، اب ذرا کچھ بتائے گا کہ یہ مٹی تجھے کہاں سے حاصل ہوئی؟''

''یہ ایک لمبی کہانی ہے، پر جس لڑکی پر مجھے مایا منی کا شبہ ہوا اس کے پیروں کے نیچے کی

مٹی ہے یہ۔"

"جو کچھ بھی ہے، وہ مایا منی ہو یا نہ ہو، لیکن کچھ نہ کچھ ہے ضرور، کوئی ایسا انوکھا وجود جو فوراً سمجھ میں نہ آئے اور اس کے امکانات ہیں کہ وہ مایا منی ہو، پر یہ تجھے کہاں سے مل گئی۔"

"یہ کالا کڑا اتار کر میرے ہاتھ میں دے دے۔" اچانک ہی بابر شاہ نے مہاپال کے ہاتھ کی جانب اشارہ کیا جس میں وہ کالے رنگ کا ایک کڑا پہنے ہوئے تھا۔

مہاپال مسکرا کر اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔"جس طرح تیری امانت میں نے تجھے واپس کر دی ہے اگر ہمارے بیچ سودا نہ ہو تو یہ کڑا تُو مجھے واپس دے دے گا۔ بول منظور ہے، اگر وہ مایا منی ہوئی اور تُو نے مجھے اس کا صحیح ٹھکانہ بتا دیا تو یہ کڑا جو بہت کرشماتی ہے، میں تیرے حوالے کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔"

کچھ لمحوں کے بعد مہاپال نے وہ کڑا اپنے ہاتھ سے اتار کر بابر شاہ کو دے دیا اور بابر شاہ نے اسے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا، پھر بولا۔"تُو جانتا ہے لوگ اپنے اپنے کام لے کر میرے پاس آتے ہیں اور مجھے اپنی بپتا سناتے ہیں، ایک کہانی میرے پاس پہنچی اور میں نے اس کا تجزیہ کیا۔" یہ کہہ کر بابر شاہ نے مختصر الفاظ میں دیدار خالہ اور طاہرہ جہاں کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

مہاپال کہنے لگا۔"ارے واہ یہ تو بہت بڑی بات ہے....." اس نے جملہ ادھورا چھوڑتے ہوئے پُرخیال انداز میں کہا۔ بابر شاہ اسے دیکھتا رہا، مہاپال کچھ لمحے خاموش رہا پھر بولا۔"پر ایک بات بتا، یہ پوچھا تُو نے ان لوگوں سے کہ جس لڑکی کو تم نے بھاگتے ہوئے دیکھا یا جس کے پاؤں درخت سے نیچے تک لٹک رہے تھے اس کا چہرہ ڈرائیور سجاد نے دیکھا، کیا یہ چہرہ وہی تھا جو ان لوگوں کی بہو کا ہے؟"

"شاید ایسا نہیں ہوا، لڑکی کا چہرہ بہت دور تھا اور میں نے اسے دیکھا تھا مگر میں نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا جو ان کے گھر میں موجود ہے۔"

"بابر شاہ تجھے اس لڑکی کو دیکھنا تو چاہیے تھا.....؟"

"زیادہ وقت نہیں گزرا ہے مہاپال، بہت زیادہ عقل مند مت بن۔ یہ سارے کام میں بھی جانتا ہوں۔ اصل میں جو شبہ مجھے ہوا وہ یہ تھا کہ کہیں وہ مایا منی نہیں۔ اس کی وجہ سے میں

تیرے پاس آ گیا ورنہ شاید نہ آتا۔"

"کھری بات مہاپال کو ہمیشہ پسند رہی ہے، تو اب ہمارے درمیان ایک سودا طے ہو گیا ہے، میرا یہ کڑا تیرے پاس ہے۔ اب تُو بھی ضمانت کے طور پر یہ مٹی مجھے دے دے، میں اس پر کچھ منتر پڑھوں گا اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا اور اس دوران اس بات کا بندوبست کر کہ اس لڑکی کو کسی جگہ دیکھ لیا جائے۔"

"یہ کام میں کر لوں گا، پر سودے میں کیا طے پایا ہے؟"

"تین بیروں کی بات کر رہا ہے نا تُو، تین بیر میں تجھے دے دوں گا، پر تُو یہ سمجھ لے کہ جب یہ بیر تیرے پاس پہنچ جائیں گے تو تجھے دھرم کرم کا کھیل بند کرنا پڑے گا کیونکہ تیرے اپنے بڑے شبدوں کے سامنے یہ بیر نہیں رکیں گے اور نہ ہی یہ کڑا تیرے ہاتھ میں رہے گا بلکہ تیری کلائی کو جلا کر بھسم کر دے گا اور تُو ٹنٹا ہو جائے گا۔"

"اس کا خیال رکھا جائے گا اور اس کا فیصلہ بعد میں کر لیا جائے گا۔"

"تو پھر یہ مٹی میں لے لوں۔"

"ہاں کڑا میرے پاس ہے۔"

"تو تُو بندوبست کر کے مجھے موبائل پر کال کر دینا، میں تیرے پاس پہنچ جاؤں گا۔" مہاپال نے کہا۔

بابر شاہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مہاپال ہنس کر بولا۔"اور جل پانی تو تُو لے گا نہیں کیونکہ تُو دھرم کا رسیا ہے۔"

بابر شاہ مسکرا کر واپسی کے لیے پلٹ پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ شکرے کے ساتھ بیٹھا اپنے ٹھکانے کی جانب جا رہا تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں بڑے انوکھے خواب تھے، یہ سب جادو کے کھیل تھے جو بابر شاہ اور مہاپال کے درمیان تھے، ایسے غلط کام کرنے والا ہر شخص دین دھرم سے ویسے ہی دور ہو جاتا ہے، بس ایک نام رہ جاتا ہے جن میں ایک بابر شاہ تھا، دوسرا مہاپال۔

✦====✦====✦

طاہرہ جہاں کو بھلا صبر کہاں ہو سکتا تھا، آخر کار فون پر دیدار خالہ سے رابطہ قائم ہو ہی گیا۔

"اے دیدار خالہ کہاں چلی گئی تھیں تم، فون بند کر رکھا تھا، کتنے فون کر چکی ہوں تمہیں۔"

''میرا قصور نہیں ہے بس وہ جو موا کیا کہتے ہیں، پتہ نہیں کیا ہوتا ہے وہ جو کبھی کبھی بند ہو جاتا ہے۔''

''نیٹ ورک۔''

''ارے ہاں وہی ورک، نیٹ ورک۔'' دیدار خالہ ہنس کر بولیں۔

''چلو، سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟''

''ارے دیدار خالہ میرے تو دل میں پنکھے لگے ہوئے ہیں، جلدی سے آجاؤ۔''

''آجاؤں؟'' دیدار خالہ نے کہا۔

''میں گاڑی بھیج دیتی ہوں، تم آجاؤ۔''

''چلو ٹھیک ہے میں آجاتی ہوں، کچھ کہوں گی تو برا مانو گی۔''

''نہیں بولیں کیا بات ہے دیدار خالہ خیریت۔''

''میرا مطلب تھا کہ وہاں تمہارے ہاں وہ موجود ہوتی ہے ہم کھل کر بات نہیں کر سکتے۔''

''ہاں یہ تو ہے تو پھر میں آجاتی ہوں۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''یہ میں کہنا چاہتی تھی، برا نہ مانو، اتنی بات میں نے اس لیے کہی ہے کہ کہیں یہ نہ سوچو کہ آج دیدار خالہ سے کام پڑ گیا ہے تو دیدار خالہ نخرے دکھا رہی ہیں۔''

''ارے نہیں دیدار خالہ میں شرمندہ ہوں اسی بات سے کہ اب تک میں نے اپنوں کو کیوں چھوڑ رکھا تھا۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ مجھ سے غلطیاں ہو رہی تھیں، پر وہ جو کہتے ہیں نا کہ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے......''

''چلو پھر جلدی سے آجاؤ میں انتظار کر رہی ہوں۔''

''شکریہ دیدار خالہ آرہی ہوں میں۔'' طاہرہ جہاں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سجاد تو بالکل ادھ مرا ہو کر رہ گیا تھا، بیمار پڑا ہوا تھا اور شاید اس کی بیماری کی وجہ سے تزئین بھی گھر سے باہر نہیں نکلی تھی۔ ویسے بھی وہ کم ہی باہر جاتی تھی۔ محفوظ البتہ محفوظ تھا اور ابھی تک اس کے ساتھ کوئی خاص واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ ہاں اگر تزئین کو کہیں جانا ہوتا تو اب وہ محفوظ کو ساتھ لے جاسکتی تھی۔

سجاد کے بارے میں اسے علم تھا کہ سجاد کی حالت بہتر نہیں ہے، البتہ اس نے سجاد سے

آج تک کسی بھی موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی تھی، بس عجیب سے مزاج کی شخصیت تھی اس کی۔ چند ہی لوگوں سے اس کا واسطہ رہا تھا، جیسے دانش یا پھر اس کا دوسرا نشانہ طاہر جہاں تھیں۔

جہاں تک معاملہ مرزا اختیار بیگ کا تھا تو وہ اس پر صدقے واری ہوا کرتے تھے، کیونکہ وہ ان کے سامنے جب بھی آتی بڑے احترام کے ساتھ آتی اور مرزا اختیار بیگ کو ابھی تک اس سے کوئی شکایت نہیں پیدا ہوئی تھی۔ طاہرہ جہاں بیگم تیار ہوئیں اور پھر وہ باہر نکل آئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ محفوظ کے ساتھ کار میں بیٹھی دیدار خالہ کے گھر جا رہی تھیں۔

ادھر دیدار خالہ بہت خوش تھیں کہ انہوں نے طاہرہ جہاں جیسی نک چڑھی کو اپنے پیروں پر جھکا لیا تھا، انہوں نے طاہرہ جہاں کا استقبال بڑے پُر جوش انداز میں کیا۔ طاہرہ جہاں کے انداز میں تھوڑی سی شرمندگی ضرور تھی، لیکن دیدار خالہ بڑی چالاک تھیں، انہوں نے طاہرہ جہاں کو محسوس نہیں ہونے دیا اور انہیں اپنے خاص کمرے میں لے گئیں۔ حالانکہ گھر میں ڈرائنگ روم بھی تھا، مگر دیدار خالہ اپنی اور طاہرہ جہاں کی باتوں کو ہر حال میں محفوظ رکھنا چاہتی تھیں۔

ان کا گھر بھی بھرا پُرا تھا۔ بیٹے بہوئیں، پوتے پوتیاں سب ساتھ ہی گھر میں رہا کرتے تھے، دیدار خالہ کی حکمرانی پورے گھر پر تھی۔ اللہ کا دیا سب کچھ موجود تھا، یہ بھی نہیں کہ کسی کا کام کرا کے کچھ اپنا کمیشن بناتی ہوں، بس ہر شخص کا اپنا ایک شوق ہوتا ہے اور دیدار خالہ کو اِدھر کی اُدھر لگانے اور اُدھر کی اِدھر لگانے کا بڑا شوق تھا۔

بہر حال طاہرہ جہاں کے چہرے پر خوشی دیکھ کر بولیں۔ ''آج بڑی خوش نظر آرہی ہو طاہرہ۔''

''ارے دیدار خالہ، ہاتھ چوم لوں آپ کے، کیا دوں کیا نہ دوں آپ کو، بس ایک بات کہے دیتی ہوں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو دیدار خالہ تو دل و جان سے حاضر ہوں، کبھی تکلف نہ کریں۔''

''نہ بی بی نہ، اللہ نے اتنا دے دیا ہے کہ خود مجھ سے سنبھالے نہیں سنبھلتا، کسی سے کوئی لالچ نہیں ہے، بس دعائے خیر کر دیا کرو دیدار خالہ کے لیے، خوشی کی وجہ بتاؤ؟''

''ارے میرے دانش نے مجھے تسلیم کر لیا، ماں مان لیا مجھے دوبارہ بھول ہی گیا تھا کہ میں اس کی ماں ہوں، پر سب یاد آگیا اسے، قربان جاؤں بابر شاہ کے، کام ہوا ہے میرا دیدار خالہ

کام ہوا ہے، ورنہ اس نے تو مجھے منہ لگانا ہی چھوڑ دیا تھا، یہ جو کچھ ہوا ہے شاہ جی کی وجہ سے ہوا ہے، مجھے اندازہ ہے کہ کام کر رہے ہوں گے، آپ کو کچھ ان کی خیر خیریت ملی دیدار خالہ۔''

''ہاں...... پتہ چلا تھا مجھے، آج کل کچھ چلوں وظیفوں پر لگے ہوئے ہیں اور جھونپڑی پر موجود نہیں ہیں، کہیں باہر نکلے ہوئے ہیں، جادو سے بات ہوئی تھی، کہنے لگا کہ ابھی کچھ دن تک نہ آنا، جب بھی شاہ جی فارغ ہو جائیں گے میں تمہیں ٹیلی فون کر کے بتا دوں گا۔''

''اچھا اچھا میرے ہی لیے کر رہے ہوں گے اور نتیجہ برآمد ہو رہا ہے دیدار خالہ۔''

''ہوا کیا کچھ بتاؤ تو سہی؟''

''ہوا یہ کہ خود میرے کمرے میں آ گیا۔''

''کون دانش؟''

''ہاں دیدار خالہ، وہ میرے کمرے میں آ گیا اور آنے کے بعد ماں کہہ کر لپٹ گیا مجھ سے، ارے اس کے لیے تو نہ جانے میں کب سے تڑپ رہی تھی۔ انگلینڈ سے آیا تھا تو بالکل صاحب بن کر، ماں کا لفظ ہی بھول گیا تھا، ماں کو ہی بھول گیا تھا، اپنی ایک الگ ہی شان نکالی تھی اس نے۔ ارے جس ماں نے ایک ایک لمحہ گنا ہو اولاد کے لیے اس کی ضرورتیں کیا ہوتی ہیں، یہی کہ اولاد جوان ہو کر اس کی ہر بات پر سر جھکائے، مگر خالہ کبھی اس نے ایسا نہیں کیا اور اب شاہ جی کی برکت سے مجھے میرا پہلے والا دانش یاد آ گیا جو رو رو کر میرے سینے سے لگ کر انگلینڈ گیا تھا۔ واپس آیا تو بدلا ہوا تھا۔ میں آج بھی یہ سوچتی ہوں کہ وہ کمبخت مٹی ماری اسے لندن میں ہی ملی ہو گی اور وہیں اس نے اپنا جادو چلایا ہو گا، مگر دانش نے اس کا اعتراف نہیں کیا۔''

''بات ہوئی تھی دانش سے۔''

''تو اور کیا دیدار خالہ، مجھے تو خوشی میں مٹھائی لانی چاہئے تھی، مگر یہ نوکر شوکر جو ہیں نا ایک کی سو کرتے ہیں، سجاد ہی سولی پر لٹکا ہوا ہے اس دن جو کچھ ہوا تھا اس نے سجاد کے ہوش اُڑا دیئے ہیں۔ سنا ہے راتوں کو اپنے کوارٹر سے چیختا ہوا باہر نکل آتا ہے، کہتا ہے کہ اسے لمبے لمبے پاؤں نظر آ رہے ہیں۔''

''ہاں بی بی، جو بلا تمہارے گھر میں گھسی ہوئی ہے وہ مجھے معمولی نہیں لگتی، دیکھو کب اس سے تمہیں نجات ملتی ہے۔''

''دیدار خالہ کام شروع ہو گیا ہے، شاہ جی نے ایک کرامت تو دکھا دی ہے کہ اس نے میرے پاس آ کر اپنا منہ کھول دیا۔''

''منہ کھول دیا۔'' دیدار خالہ نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں، میں جو لگی ہوئی تھی نا اس چکر میں کہ اس چڑیل کے بارے میں کچھ پتہ چلے وہ، بتاتا ہے کہ یہیں کلب میں ملی تھی۔ اسے اچھی لگی لیکن شادی کی پہلی ہی رات اس کی آنکھیں کھل گئیں، اسے وہ بھتنی کی شکل میں نظر آئی تھی اور میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اسے اس شکل میں میری دونوں نوکرانیوں نے بھی دیکھا تھا، بتایا تھا میں نے تمہیں کہ درخت پر چڑھی تھی اور اس کے بعد سے اب تک جو حالات پیش آتے رہے ہیں، دانش نے ان کی تصدیق کر دی، بلاشبہ وہ کوئی چھل پیری ہے، حالانکہ کمبخت کے پاؤں سیدھے ہیں، مگر ان بھوت پریتوں کی بہت ساری قسمیں ہوتی ہیں۔ دیدار خالہ ساری باتیں اپنی جگہ بابر شاہ جو کچھ کر رہے ہیں ان سے کہو کرتے رہیں، رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آخر کار وہ بھتنی گھر سے نکل ہی جائے گی۔''

''اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا، تم فکر مت کرو، لیکن مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے، اچھا وہ ہاشم خاں والی بات کیا رہی؟''

''وہی تو بتانے آئی ہوں دیدار خالہ۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔ ''تیار ہو گیا۔ وہ تیار ہو گیا۔''

''کیا؟'' دیدار خالہ خوشی سے اچھل پڑیں۔

''ہاں، میں نے رشتہ بھی بتا دیا، میں نے کہا کہ ہاشم خاں ہمارے رشتے دار ہیں، اچھی حیثیت والے لوگ ہیں، عزت دار ہیں سب کچھ ہے ان کے پاس ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ شادی کے لیے بھی تیار ہو جائیں گی، تو کہنے لگا کہ ماما جیسے آپ کا دل چاہے کریں، میں اپنی زندگی سے عاجز آ گیا ہوں۔''

''اے خدا مبارک کرے، دیکھوں گی تو سہی کہ کون بچے کا کیا بگاڑ سکتا ہے، تمہارا بچہ میرا بچہ طاہرہ جہاں، بڑی خوشی ہوئی یہ سن کر۔ تم کہہ رہی تھیں نا کہ دیدار خالہ تمہیں ان باتوں سے کیا ملتا ہے تو طاہرہ بس یوں سمجھ لو کہ دلوں کو جوڑنا میرا شوق ہے، مصیبتوں میں کام آنا میری فطرت ہے۔ مجھے اس کے بدلے میں کچھ نہیں چاہئے، کبھی کسی سے کچھ نہیں چاہا، جب اللہ نے دے رکھا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے کچھ مانگنے کی، بس رشتوں کی قدر کرتی ہوں، رشتوں

سے محبت کرتی ہوں۔"

"سو تو ہے خالہ، آپ بے لوث سب کے کام آتی ہیں۔"

"تو پھر بولو کیا کرنا ہے؟"

"لو، مجھ سے پوچھ رہی ہیں آپ، ابھی کہہ چکی ہیں کہ دانش آپ کا بھی بچہ ہے، اب آپ مجھے بتائیے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں آپ کے حکم پر چلوں گی۔"

"ہوں۔ ایک بات سوچ رہی ہوں، اگر ہاشم اور نصرت کو یہاں بلاتی ہوں یا چلو فرض کرو مائرہ کو بھی بلا لیتی ہوں تو صورتِ حال گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ آج جس لیے میں وہاں تمہارے گھر نہیں آئی وہی مسئلہ ان لوگوں کے لیے بھی ہو سکتا ہے، وہ وہاں موجود ہوگی اور وہ چڑیل کچھ بھی کر سکتی ہے اس کا تو تمہیں پتہ ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"تو پھر یوں کرو، ویسے بھی حق یہی بنتا ہے کہ تم خود ہاشم خان کے ہاں چلو۔"

"میں چلوں گی، میں نے کہہ دیا کہ کسی کو کوئی اعتراض ہے تو اپنے دل میں رکھے۔ مرزا اختیار بیگ سوال کریں گے کہ ان کے صلاح مشورے کے بغیر میں نے یہ قدم کیوں اٹھایا تو میں کہہ دوں گی کہ بس بہت ہو گئی، گھر میں رکھنا چاہتے ہو رکھو، نہ رکھنا چاہو تو نہ رکھو، اپنے بچے کو لے کر کہیں نکل جاؤں گی، بس دیدار خالہ یوں سمجھ لو کہ میں بھی عاجز آ گئی ہوں ان حالات سے، آخر میرا بھی تو کوئی حق ہے، کوئی مان ہے۔"

"ہاں ہے بالکل ہے، مگر ایک بات بتاؤ اگر انہوں نے کچھ بھنڈ کیا تو؟"

"کیسا بھنڈ؟"

"مطلب یہ ہے کہ ہم تو ہاشم خاں سے مل لیں، بات کر لیں اور مرزا اختیار بیگ کہہ دیں کہ وہ یہ دوسری شادی نہیں کرنا چاہتے۔"

"لڑ جاؤں گی جان پر کھیل جاؤں گی دیدار خالہ، مر جاؤں گی یا مار دوں گی، بس تل گئی ہوں اس بات پر، ارے میرے بچے کو دیکھو اتنا سا منہ نکل آیا ہے، میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ کیا نہیں کروں گی اس کے لیے میں۔ کہہ دوں گی مرزا اختیار بیگ بس اب باز آ جاؤ۔ اپنی چہیتی کو

لے کر کہیں چلے جاؤ یا ہمیں کہیں جانے دو۔ اصل میں دیدار خالہ دانش نے ہاں کر دی ہے اس لیے میرا کلیجہ سوا سیر کا ہو گیا ہے۔"

"تم دیکھ لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ منہ کی کھانی پڑے۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ کیا کروں؟"

"مرزا اختیار بیگ سے بات کر لو ایک بار، دبے ڈھکے لفظوں میں کہو کہ دانش دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔" دیدار خالہ نے کہا۔

طاہرہ جہاں سوچ میں ڈوب گئیں، تھوڑی دیر تک خاموش رہیں پھر بولیں۔ "ٹھیک ہے، یہ کڑوی گولی بھی نگل لوں گی، اللہ مالک ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"تو پھر میں انتظار کروں۔"

"میں کیا بتاؤں۔ مرزا اختیار بیگ سے بات کرنا خطرناک ہوگا، کوئی چکر ہی نہ چلا دیں۔"

"تو دانش کو اپنے ساتھ رکھو۔"

"دانش نے جو کچھ اس کے بارے میں بتایا ہے وہ تو بہت خطرناک ہے، چلو دیکھتی ہوں سوچ سمجھ کر تمہیں جواب دوں گی۔"

"تو میں ابھی ہاشم خاں سے نہ ملوں۔"

"دو دن صبر کر لو بس دو دن، میں نے ساری باتیں تو تمہارے کان میں ڈال دی ہیں، اب آگے جو ہوگا اللہ مالک ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" دیدار خالہ نے طاہرہ جہاں بیگم کی خوب خاطر مدارات کی۔ طاہرہ جہاں بیگم کا پیٹ بھی ہلکا ہو گیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ محفوظ کے ساتھ واپس اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑیں۔

✦====✦====✦

فرخندہ کی بھیانک ترین زندگی کے دن گزر گئے تھے۔ پچھلا جو وقت گزرا تھا اسے اس پر یقین نہیں آتا تھا، ماں باپ ملک سے باہر تھے، محبت کرنے والا شوہر تھا، مقبول احمد اس کا بھرپور خیال رکھتا تھا لیکن اس نے عزیزہ بیگم کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا تھا جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتا، بس مقبول احمد کی اس کی جانب توجہ ہی عزیزہ بیگم کے لیے سوہانِ روح

بن گئی تھی اور وہ جلنے جھلنے لگی تھیں، لیکن پھر مقبول احمد کی آنکھیں بدل گئیں اور اس کے بعد جو کچھ ہوا فرخندہ کے لیے ایک بھیانک خواب کی مانند تھا۔

عزیزہ بیگم کا منہ اسی طرح ٹیڑھا تھا، فرخندہ سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی تھیں، لیکن مقبول احمد اب ہر طرح سے بلکہ یہ کہا جائے کہ پہلے سے بھی زیادہ اس سے محبت کرنے لگا تھا، غرضیکہ وقت اچھا گزر رہا تھا، فرخندہ نے محسوس کر لیا تھا کہ اب احسان احمد سے عزیزہ بیگم کی جان جاتی ہے، وہ بالکل سیدھی ہو گئی تھیں۔ ناشتے کی میز پر بھی بالکل سیدھی رہتی تھیں اور بعد میں بھی اس وقت تک جب تک احسان احمد گھر میں رہتے، ان کے جانے کے بعد عزیزہ بیگم اپنے کمرے میں گھس جاتیں اب تو انہوں نے فرخندہ کے منہ لگنا بھی چھوڑ دیا تھا۔

پھر اس دن اچانک تزئین، فرخندہ کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ تزئین کو دیکھ کر فرخندہ کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

”ارے تم!“

”برا تو نہیں لگا میرا آنا فرخندہ؟“

”کوئی فرشتوں کے بارے میں ایسی بات کہہ سکتا ہے آؤ اندر آؤ، کیسے آئیں؟“

”بس ٹیکسی سے آ گئی، گھر میں ایک ڈرائیور بیمار ہے، دوسرا آفس گیا ہوا ہے، میرا تم سے ملنے کو دل چاہا تو ٹیکسی کر کے آ گئی۔“

”بہت خوشی ہوئی، میرا دل بھی چاہتا ہے کہ تمہارے پاس آؤں۔“

”تو پھر آئیں کیوں نہیں؟“ تزئین نے ایک کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”بس تم سے اجازت لینا تھی۔“

”ٹھیک ہے میری طرف سے اجازت ہے۔ آؤ کسی دن مقبول کے ساتھ، میری ساس کو بہت خوشی ہو گی۔“ تزئین نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی۔

فرخندہ اسے غور سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ”صورتِ حال کا مجھے کافی حد تک اندازہ ہے اور میں نے دیدار خالہ کی اور اپنی ساس کی کچھ باتیں بھی سنی ہیں، آپ کے بارے میں طاہرہ جہاں بیگم کو میں نے اس دن بھی دیکھ لیا تھا جب شادی میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا رہی تھیں، یار یہ ساسیں ایسی کیوں ہوتی ہیں؟“

تزئین ہنس پڑی پھر بولی۔ ”چلو خیر چھوڑو ان کی بات، یہ دیدار خالہ آخر کیا چیز ہیں؟ یہ

سمجھ میں نہیں آئیں۔“

”بس تعویذ گنڈوں کی شوقین ہیں، نہ جانے کہاں کہاں رابطے کر رکھے ہیں۔“

”ہاں میرے علم میں آ چکی ہے یہ بات، ویسے تمہارا تعارف بھی انہوں نے ہی کرایا تھا۔ ایک دن، ہمارے گھر آئی تھیں۔ میری ساس سے کھسر پھسر ہو رہی تھی، میں نے چوری چھپے ان کی باتیں سنیں۔ تمہارا تذکرہ بھی تھا تو میں نے سوچا کہ چلو پہلے تمہاری گلوخلاصی کرائی جائے اور خدا کا فضل ہے کہ ایسا ہو گیا، صورتِ حال تمہیں معلوم ہو ہی گئی ہو گی۔“

”ہاں دیدار خالہ نے کسی سڑک چھاپ عامل سے کوئی جادو ٹونہ کرایا تھا اور نیلم کے ذریعے مقبول احمد کو کوئی پانی پلایا تھا جس کی بنا پر مقبول احمد کا ذہن میری طرف سے ہٹ گیا۔“

”اور پھر وہی پانی نیلم نے احسان احمد کو پلا دیا اور احسان احمد نے ڈنڈا ہاتھ میں سنبھال لیا۔“ تزئین نے کہا اور دونوں ہنس پڑیں۔

اسی وقت نیلم اندر آ گئی۔ تزئین کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی، کسی نے اس کو بڑے گیٹ سے اندر آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ یہ اس کی اپنی کاوش تھی جس کے ذریعے وہ اندر پہنچ گئی تھی اور وہ کاوش کیا تھی یہ کسی کو نہیں معلوم تھا۔

”آؤ نیلم، کیسی ہو کیا حال ہیں؟“

”چھوٹی بیگم صاحبہ بس آپ کی محبتوں کے سائے میں جی رہے ہیں۔“

”پھر تو کوئی بات نہیں ہوئی۔“

”باتیں تو ہوتی رہتی ہیں یہاں بیگم صاب، ایک دن صاحب کو کسی بات پر غصہ آ گیا، انہوں نے بیگم صاحبہ کو مارا، پھر بیگم صاحبہ نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے ان پر ہاتھ اٹھایا، وہ تو اللہ کا فضل تھا جی کہ میں بیمار تھی، بڑی مشکل سے انہیں یقین آیا مگر وہ یہی آج تک کہتی رہتی ہیں کہ وہ کون تھا جو تیری شکل میں میرے پاس آیا، اب تو مجھے بڑا ڈر لگنے لگا ہے۔“

”ہوں، سارا قصور دیدار خالہ کا ہے۔“

”آپ کے لیے کوئی چائے یا ٹھنڈا لاؤں بیگم صاب۔“

”نہیں نیلم، بالکل کسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی، تجھے کوئی کام ہو تو بتا۔“

”نہیں بیگم صاب، اب سب ٹھک ٹھاک چل رہا ہے۔“ نیلم نے جواب دیا پھر بولی۔

”میں چلتی ہوں جی۔“

"ہاں، کوئی خاص بات ہو تو بتا دینا۔"

نیلم کے جانے کے بعد پھر دیدار خالہ کا موضوع نکل آیا۔

"اچھا پھر تم یوں کرو کہ دیدار خالہ کا یہاں سے پتہ کاٹ دو۔"

"میں...... نہ بابا، میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے، میں تو ویسے ہی ڈری ہوئی رہتی ہوں کہ پتہ نہیں کس وقت پانسہ پلٹ جائے۔"

"پانسہ کبھی نہیں پلٹے گا فرخندہ بے فکر رہو، چلو یہ کام بھی میں ہی کرتی ہوں۔" تزئین نے کہا۔ "تم آؤ نا کسی دن مقبول کے ساتھ میرے گھر۔"

"دانش کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا ہے؟" فرخندہ نے پوچھا۔

تزئین ہنس کر بولی۔ "بہت اچھا بہت ہی پیارا۔ ایک بار دانش اپنے دوست عامر کو لے آئے تھے میرے پاس بڑا اچھا تاثر لے کر گئے وہ۔ آج تک دوبارہ کبھی دانش سے نہیں ملے۔"

"ارے کیوں کیا کیا تم نے؟"

"یقین کرو میں نے کچھ بھی نہیں کیا، جو کچھ ہوتا ہے خود بخود ہی ہو جاتا ہے۔"

کافی دیر تک تزئین فرخندہ کے پاس رہی تھی اور اس کے بعد آخری گفتگو اس نے یہی کی کہ دیدار خالہ کا یہاں آنا جانا بند کیا جائے، باقی کام اس کے بعد دیکھے جائیں گے۔

+====+====+

بہت دن سے سکون تھا۔ دانش اب کبھی کبھی طاہرہ جہاں کے پاس جا بیٹھتا تھا۔ ان سے دل کی باتیں کر لیتا تھا۔ اس کے لہجے میں بہت دکھ ہوتا تھا۔ اسے اپنی ادھوری زندگی کا بہت غم تھا۔ وہ کہتا تھا۔ "دکھ تو یہ ہے ماما کہ اب میں یورپ بھی واپس نہیں جا سکتا۔ کاش میں وہاں سے واپس آنے کا فیصلہ نہ کرتا۔"

"اور ماں یہاں تڑپتی رہتی میرے لعل یہ کیسے ہو سکتا تھا؟"

"ماما میں آپ کو بھی اپنے ساتھ یورپ لے جانا چاہتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ میں کہیں بھی پہنچ جاؤں وہ مجھے واپس بلا لے گی۔"

طاہرہ جہاں غمزدہ انداز میں گردن جھکا لیتی تھیں۔ بیٹے سے بہت سی دل کی باتیں کہہ ڈالی تھیں، لیکن ابھی بابر شاہ کے بارے میں بتانے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑا سا وقت اور گزر جائے تو پھر دانش کو بابر شاہ کے پاس لے جائیں گی۔

بہر حال یہی غنیمت تھا کہ اب دانش ان کے پاس آ جاتا تھا۔

مرزا صاحب صبح کے ناشتے اور رات کے کھانے پر اگر تزئین موجود نہ ہوتی تو خود اس کے کمرے میں جا کر اسے بلا کر لے آتے یا کبھی کافی دیر تک اس کے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے تھے یا پھر چہل قدمی کے لیے لان پر نکل جاتے۔ گھر میں بس مرزا اختیار بیگ کی تزئین سے ہی بنتی تھی، بیوی اور بیٹے سے تھوڑے سے کھچے کھچے رہتے تھے۔

تزئین ان دنوں خاموش تھی، وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہتی تھی، بند کمرے سے باہر وہ کب نکلتی ہے اور کہاں چلی جاتی ہے اس کا کسی کو علم نہیں تھا اور نہ ہی کسی نے جاننے کی کوشش کی تھی۔

طاہرہ جہاں ان دنوں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں کہ مرزا اختیار بیگ کو بتائیں یا نہیں۔ مرزا کا رویہ دیکھتی تھیں تو اندازہ یہی ہوتا کہ وہ دانش کی دوسری شادی سے اختلاف کریں گے۔

آخر کار انہوں نے دانش سے بات کی۔ "ہمت کرتے ہیں بیٹا۔ مرزا صاحب کو اس وقت بتائیں گے جب سارے کام کر چکے ہوں گے، اگر انہوں نے شدید اختلاف کیا دانش تو چل پڑیں گے اس گھر سے، ہمارے پاس بھی اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔ مرزا صاحب ہم پر دنیا تنگ تو نہیں کریں گے۔ بھئی دوسری شادی ہی کر رہا ہے بیٹا، کوئی گناہ تو نہیں کر رہا، ایک دن میں نے سوچا تھا کہ تُو اس بارے میں تزئین سے بات کر، لیکن اب میں نے یہ فیصلہ بھی بدل دیا ہے، ارے ہم کس کس کی غلامی کریں۔"

"ماما سب کچھ آپ پر ہے۔"

"میں کرتی ہوں، دیدار خالہ سے بات، جو ہو گا دیکھا جائے گا، ہم تو ہیں ہی مصیبت میں ایک اور مصیبت سہی۔" آخر کار طاہرہ جہاں نے دیدار خالہ کو فون کیا۔

"بات کر لی تم نے مرزا اختیار بیگ سے؟" خالہ نے پوچھا۔

"نہیں دیدار خالہ! دانش کا کہنا ہے کہ اب ساری زندگی ہم دوسروں ہی کے اشاروں پر تو نہیں ناچتے رہیں گے۔ مرزا اختیار بیگ کو آخر ہمارے سامنے جھکنا پڑے گا اور اگر انہوں نے زیادہ گڑبڑ کی تو میرے نام بھی کئی کوٹھیاں ہیں، ہم اپنی کسی کوٹھی میں منتقل ہو جائیں گے۔ رہیں مرزا صاحب اپنی چہیتی بہو کے ساتھ۔ ہمارے پاس بھی اللہ کا دیا بہت کچھ ہے، کروڑوں روپیہ دانش کے نام سے بینک میں محفوظ ہے، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، قدم اٹھاؤ اللہ تعالیٰ خیر کرے گا، ویسے میں بابر شاہ کے بھی کان میں بات ڈال دوں گی، جاؤں گی ان کے پاس بس ذرا جادو کا فون آجائے۔"

"آپ ہاشم خاں سے بات کرلیں۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

دیدار خالہ ایسے کاموں میں سب سے آگے رہتی تھیں، پہنچ گئیں ہاشم خاں کے پاس۔ اس وقت نصرت جہاں گھر میں موجود تھیں۔ مائرہ بھی تھی۔ ہاشم خاں البتہ کہیں گئے ہوئے تھے، دیدار خالہ کو بڑی خوشدلی سے خوش آمدید کہا گیا۔

"سوچا تو کئی بار تھا کہ تمہارے ہاں آؤں، شادی میں ایسا اچھا وقت گزرا تھا تمہارے ساتھ کہ تم سے ملنے کو بڑا دل چاہتا تھا، لیکن پھر میں نے سوچا کہ چلو کوئی کام کی بات تو ہو، کوئی خوشخبری لے کر جاؤں تو اچھا ہے۔"

"اچھا دیدار خالہ کوئی خوشخبری لائی ہیں۔"

"بات کی تھی نا میں نے تم سے مرزا اختیار بیگ کے بیٹے کے بارے میں؟"

"ہاں دیدار خالہ مجھے یاد ہے۔"

"تم نے ہاشم خاں سے تذکرہ کیا؟"

"ہاں...... کیا تھا۔"

"اے ہے تو کیا جواب دیا ہاشم خاں نے؟"

"یقین نہیں کر رہے تھے، کہنے لگے کہ دیدار خالہ اپنے طور پر بہت مخلص خاتون ہیں، ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہیں، لیکن سب کچھ ان کے ہاتھ میں تو نہیں۔ اگر ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہو جاتا ہے تو سمجھ لو یہ ہمارے حق میں اچھا ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہاشم خاں بھی تیار ہیں، بس ایک ذرا سی بچ ہے۔"

"کیا؟"

"یہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ طاہرہ جہاں کی بہو بڑی آفت کی پرکالہ ہے، دونوں میں ایک منٹ نہیں بنتی یہاں تک کہ دانش بھی اسے منہ نہیں لگاتا، بس کسی طرح یہ رشتہ نبھا رہا ہے۔ کہتا ہے کسی مناسب موقع پر اسے طلاق دے دے گا، اگر پڑی ہے تو پڑی رہے۔ ویسے تم نے مائرہ سے اس بارے میں کوئی بات کی۔"

"ضرورت نہیں ہے، مائرہ بہت سمجھ دار لڑکی ہے، اپنا اچھا برا خوب سمجھتی ہے۔ آپ نے

نہیں بتایا کہ کیا بات ہوئی ان لوگوں سے؟" نصرت بیگم نے پوچھا۔

"میں لگی ہوئی تھی پیچھے، میں نے کہا کہ مائرہ لاکھوں میں ایک لڑکی ہے، تم بہو سے ناخوش ہو، ناخوش رہو، وہ تمہارے بیٹے کو بھی خوش رکھے گی اور اپنا گھر بھی بنا لے گی، کہنے لگیں کہ ٹھیک ہے دیدار خالہ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ تیار ہوگئیں، اور دانش تیار ہے؟" نصرت جہاں نے کہا۔

"ہاں...... ماں بیٹے میں بڑی محبت ہے۔"

"تو پھر دیدار خالہ ہماری طرف سے بھی آپ ہاں ہی سمجھئے، اب کیا کرنا ہے؟"

"ارے کرنا کیا ہے ہاشم خاں سے بات کر کے کوئی دن طے کرلو، میں طاہرہ جہاں اور دانش کو لیے آتی ہوں، ہاشم خاں خود بھی دانش سے بات کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے دیدار خالہ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" نصرت جہاں نے کہا۔

+====+====+

بابر شاہ کسی خاص چکر میں پڑ گیا تھا۔ مہاپال کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کالے علم کا بہت بڑا ماہر ہے اور اس کی دلی خواہش تھی کہ مہاپال سے تین بیر حاصل کرلے۔ اس نے کئی بار اس کڑے کو جسے وہ مہاپال سے لے کر آیا تھا سامنے رکھ کر کئی عمل کئے تھے اور ان کے بڑے انوکھے نتیجے ظاہر ہوئے تھے، لیکن وہ اسی الجھن میں تھا کہ وہ لڑکی کون ہے اس کے بارے میں پتہ چلے۔

اگر وہ مایا منی ہے جس کا خواہش مند مہاپال نہ جانے کب سے تھا اور کئی بار اس نے بابر شاہ سے اس کا تذکرہ بھی کیا تھا کہ اگر مایا منی اس کے قبضے میں آجائے تو وہ اپنے علم میں بہت آگے بڑھ سکتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے دوست تو نہیں تھے، لیکن کبھی کسی معاملے میں ان کا ٹکراؤ بھی نہیں ہوا تھا، بلکہ کئی بار ایسا ہوا تھا کہ اگر کوئی ایسا کام ہوتا ہے جسے بابر شاہ نہ کرنا چاہتا تو وہ اپنے کلائنٹ کو مہاپال کے پاس بھیج دیتا اور مہاپال کے پاس کوئی ایسا پنچھی پھنس جاتا جسے مہاپال اپنے کالے جادو کے عمل میں نہیں لا سکتا تھا تو وہ اسے بابر شاہ کے پاس بھیج دیتا تھا۔ اس طرح دونوں کی مفاہمت چل رہی تھی، لیکن ابھی تک بابر شاہ کی سمجھ میں ایسی کوئی بات نہیں آئی تھی کہ وہ طاہرہ جہاں کی بہو تزئین سے ملاقات کرسکتا۔

آخر کار اس نے براہِ راست طاہرہ جہاں ہی سے اس سلسلے میں بات کرنے کا فیصلہ کر

لیا، دیدار خالہ درمیانی راستہ تھیں، چنانچہ اس نے جادو سے کہا۔ ''جادو! اس بڑھیا کو فون کر کے بلاؤ جو ہمارے پاس اپنے کام سے آتی رہتی ہے۔''

''دیدار خالہ ہے ان کا نام، کب بلالوں شاہ جی؟''

''جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔'' بابر شاہ نے کہا۔

جادو نے دیدار خالہ کو فون کر دیا۔ ''شاہ جی نے طلب کیا ہے۔''

''آ رہی ہوں، اکیلی آؤں یا ان دونوں میں سے کسی کو ساتھ لاؤں۔''

''نہیں آپ اکیلی آیئے۔''

دیدار خالہ بابر شاہ کے پاس پہنچ گئیں۔ بابر شاہ نے ان سے کہا۔ ''ہاں دیدار بیگم ہم آپ ہی کے کام میں الجھے ہوئے ہیں۔ سوچ رہے ہیں کہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیں لیکن ایک مشکل آپڑی ہے جو آپ کو حل کرنی ہے۔''

''ہاں بتایئے شاہ جی۔''

''ہم اس لڑکی کو دیکھنا چاہتے ہیں جو طاہرہ جہاں کی بہو ہے۔''

''جی شاہ جی پر اس کا طریقہ کیا ہو۔''

''یہ طاہرہ جہاں بتائے گی کہ وہ کس طرح ہمیں اپنی بہو سے ملاتی ہے، مجھے اور میرے ایک دوست کو ان کے گھر آنا ہوگا۔''

''ویسے تو سب ٹھیک ہے شاہ جی۔ میں کر لیتی ہوں بات، پر میں آپ کو ساری صورتِ حال بتا چکی ہوں، طریقہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔''

''وہ میں بتائے دیتا ہوں۔'' جادو بیچ میں بول پڑا۔

''ہاں بتاؤ جادو۔''

''جو ڈرائیور طاہرہ جہاں کو ساتھ لے کر آتا ہے وہ وہیں رہتا ہے نا جس کی حالت خراب ہو گئی تھی......؟''

''تو بس شاہ جی اس کے رشتے دار بن کر پہنچ جائیں گے اور اسی کے کوارٹر میں ٹھہر جائیں گے، آپ یہ بات طاہرہ جہاں کو بتا دیجئے، بتا کیا دیجئے بلکہ اسے تیار کر لیجئے۔ ایک رات ہی کا تو معاملہ ہے، بس اس لڑکی کو دیکھنے کے بعد واپس چلے آئیں گے۔''

''یہ کام ہو جائے گا شاہ جی، طاہرہ جہاں کو یہ کرنا پڑے گا، میں کر لوں گی طاہرہ جہاں

سے بات۔''

''آپ ان سے بات کر کے ٹیلی فون پر جادو کو بتایئے۔''

دیدار خالہ وہاں سے سیدھی طاہرہ جہاں کے گھر پہنچی تھی۔ ویسے بھی انہیں طاہرہ جہاں سے بات کرنی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاشم خاں کے مسئلے پر طاہرہ جہاں سے بات کرتیں بابر شاہ جی نے انہیں طلب کر لیا تھا اور یہ کام اس پہلے کام سے زیادہ ضروری تھا کیونکہ وہ بابر شاہ کی بڑی عقیدت مند تھیں۔

طاہرہ جہاں یہی سمجھی تھی کہ دیدار خالہ ہاشم خاں سے مل کر ان کے پاس آئی ہیں، لیکن دیدار خالہ نے وقت ضائع کئے بغیر طاہرہ جہاں کو ساری تفصیل بتائی اور شاہ جی کی خواہش کے بارے میں بتایا تو طاہرہ جہاں کا چہرہ خوف سے سکڑ گیا۔

''وہ چڑیل کہیں کوئی طوفان نہ برپا کر دے، کہیں سارا کھیل نہ بگڑ جائے دیدار خالہ۔''

''بی بی وہ جو کہتے ہیں نا کہ اوکھلی میں سر دیا تو موصلوں سے کیا ڈرنا، یہ کام تو ہمیں کرنے ہی ہیں اور پھر ترکیب بھی اچھی ہے۔ سجاد کو کچھ لے دے کر اس بات پر خوشی سے آمادہ کر لو، اسے تفصیل بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، بس وہ آئیں گے اس کے کوارٹر میں ٹھہریں گے، باقی سارے کام وہ خود کر لیں گے۔''

''ٹھیک ہے دیدار خالہ میں اپنے بیٹے کی خوشی اور اس چنڈال سے نجات حاصل کرنے کے لیے میں سب کچھ کر سکتی ہوں۔'' طاہرہ جہاں نے منظوری دے دی۔ پھر بولیں۔ ''یہ کام کرنا کب ہے......؟''

''شاہ جی تمہارے لیے کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ کام جلد سے جلد ہو۔''

''میں سجاد سے بات کرتی ہوں۔ اس کے بعد آپ کو فون پر سب بتا دوں گی۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''ٹھیک ہے جلدی کرنا۔ دیدار خالہ بولیں۔

+====+====+

سجاد خوف زدہ تھا۔ جو واقعات اس کے ساتھ پیش آئے تھے، اس کے بعد اسے اس گھر میں ڈر ہی لگتا رہتا تھا، راتوں کو سوتے سوتے آنکھ کھل جاتی اور وہ دہشت زدہ ہو جاتا۔ کافی دن سے سوچ رہا تھا کہ کہیں اور ملازمت تلاش کر لے۔ اس دن طاہرہ بیگم نے اسے بلایا تو وہ بیگم صاحبہ کے پاس پہنچ گیا۔ ''جی بیگم صاب!''

''کیا بات ہے سجاد! کمزور ہوتے جا رہے ہو، پریشان سے دکھائی دیتے ہو ہر وقت!''

''بیگم صاب! جو حالات میرے ساتھ پیش آئے ہیں، انہوں نے مجھے بڑا ڈرا دیا ہے، زندگی میں کبھی بھوت پریت نہیں دیکھے تھے مگر اب قسم اللہ کی اتنا کچھ دیکھ لیا ہے کہ راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔''

''کیسے مرد ہو تو سجاد! مرد تو بڑی ہمت والے ہوتے ہیں، مجھے دیکھو عورت ہو کر ان حالات میں گزارہ کر رہی ہوں، تم تو اتنی دور کوارٹر میں ہوتے ہو جبکہ مجھ سے وہ صرف چار گز کے فاصلے پر ہوتی ہے اور میں ہمت سے کام لے کر وہیں رہتی ہوں، دیکھو سجاد! میں نے تم پر بھروسہ کیا ہے، تمہیں اپنا راز دار بنایا ہے، کسی اور کو نہیں، اگر تم ہی ہمت چھوڑ گئے تو میرے لیے اس سے زیادہ پریشانی کی بات اور کیا ہوگی، تھوڑا وقت اور رہ گیا ہے، تم دیکھ لینا کیا حشر ہوتا ہے اس کا، بابر شاہ نکال باہر کریں گے اسے، تم نے دیکھ ہی لیا کتنے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں، لگے ہوئے ہیں اپنے کام میں، کہہ رہے تھے کہ طاہرہ بیگم ایسی ناک چوٹی کاٹوں گا اس کی کہ دنیا دیکھے گی، سجاد! میرا ساتھ دو، بس تھوڑے دنوں کی بات اور ہے کام ختم ہونے والا ہے۔''

''بس بیگم صاب! دیکھ لیں آپ، کہیں ہم ختم نہ ہو جائیں۔''

''کچھ نہیں ہوگا، یہ تھوڑے سے پیسے رکھو اور اپنی خوراک پر خرچ کرو، دبلے ہو گئے ہو

اچھے خاصے۔'' یہ کہہ کر طاہرہ بیگم نے پانچ ہزار روپے سجاد کے ہاتھ پر رکھے تو سجاد کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا۔

''یہ ہمارے لیے ہیں بیگم صاب؟''

''ہاں تمہارے لیے ہیں، تمہاری تنخواہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اچھا یہ تین ہزار روپے اور رکھو اور ذرا غور سے سنو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔''

''جی بیگم صاب! حکم کریں۔'' سجاد نے مستعدی سے کہا۔ پیسہ اچھے اچھوں کو مستعد کر دیتا ہے۔

طاہرہ جہاں کہنے لگیں۔ ''بابر شاہ یہاں اس کوٹھی میں آنے والے ہیں ایک مہمان بن کر، وہ تمہارے کوارٹر میں ٹھہریں گے۔''

''جی......!'' سجاد اچھل پڑا۔

''ہاں محفوظ وغیرہ یا چوکیدار کو تم یہی بتاؤ گے کہ تمہارے رشتے دار ہیں اور کچھ دن کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں، کھانے پینے کا انتظام تو گھر سے ہی ہوگا، میں کہہ دوں گی کہ سجاد کے ہاں ایک دو بندوں کا کھانا زیادہ پہنچا دیا جائے، پھر بھی یہ تین ہزار روپے میں تمہیں اس لیے دے رہی ہوں کہ اگر کوئی چھوٹی موٹی ضرورت تمہیں ان مہمانوں کے لیے پیش آ جائے تو تم ان میں سے خرچ کر لینا باقی جو بچیں وہ تمہارے، سمجھ رہے ہونا، ہمت پکڑو اور میرا ساتھ دو، میں نے تم پر بھروسہ کیا ہے ورنہ کسی اور کو استعمال کر سکتی تھی، سمجھ رہے ہونا تم اور جس دن یہ موئی اس گھر سے فنا ہوگی، پورے دس ہزار دوں گی تمہیں، پورے دس ہزار، بس ذرا ہمت سے کام لو۔''

''جی بیگم صاب! پیسے آپ دو یا نہ دو، پر ہم نے نمک کھایا ہے اس گھر کا، جان دے دیں گے آپ کے لیے!'' سجاد دس ہزار کے بارے میں سن کر اپنا سارا خوف بھول گیا تھا۔

طاہرہ جہاں نے کہا۔ ''بستر وغیرہ کی جو بھی ضرورت ہو، خاموشی سے لے لینا، میں رشیدہ سے کہہ دوں گی، بس ذرا خیال رکھنا شاہ جی تمہارے مہمان بن کر آ رہے ہیں، ارے اگر حالات درست ہوتے تو میں خود انہیں اپنے سر آنکھوں پر بٹھاتی، ایسے ہی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں لیکن مصلحتاً انہیں تمہارے ساتھ رکھنا ہے۔''

''ٹھیک ہے بیگم صاب! آپ اطمینان رکھو۔ جیسا آپ حکم کر رہی ہو، ویسا ہی ہوگا۔'' سجاد بولا۔

"بس جاؤ، کسی بھی وقت وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے بیگم صاب!" سجاد نے جواب دیا اور طاہرہ جہاں نے اسے رخصت کر دیا۔ اس کے فوراً بعد ہی انہوں نے دیدار خالہ کو فون کیا۔

"میری پیاری خالہ! کام ہو گیا ہے، شاہ جی کو اطلاع دے دو کہ وہ جب بھی آنا چاہیں، آجائیں بلکہ ان سے پوچھنے کے بعد مجھے خبر کر دینا تاکہ میں انتظام کرلوں، سجاد سے کہہ دیا ہے، شاہ جی عزت احترام کے ساتھ وہیں رہیں گے، وہ پوری خدمت گزاری کرے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں جادو سے بات کر لیتی ہوں۔" دیدار خالہ نے جواب دیا۔

طاہرہ جہاں نے اپنی دوسری رازدار رشیدہ کو بھی ہوشیار کر دیا اور کہا کہ کچھ مہمان آرہے ہیں جو سجاد کے ہاں رہیں گے، ان کی پری خاطر مدارت کا خیال رکھا جائے، اس کے علاوہ سجاد کے کوارٹر میں بالکل خاموشی سے بستر وغیرہ بھی پہنچا دیئے جائیں اور جو بھی سجاد کہے، وہ مانی جائے۔

"جی بیگم صاب! جیسا آپ کا حکم۔" رشیدہ نے جواب دیا۔

+====+====+

بابر شاہ اور مہا پال نے روپ بدل لیا تھا۔ عام قسم کے معمولی سے لباس پہن کر دونوں آخر کار مرزا اختیار بیگ کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ ادھر سجاد نے چوکیدار سے اپنے مہمان کے بارے میں بتا دیا تھا کہ اس کے پھوپھا آرہے ہیں، ذرا احتیاط سے انہیں اس کے کوارٹر میں پہنچا دیا جائے، اس نے بیگم صاحبہ سے اجازت لے لی ہے۔

جب بابر شاہ اور مہا پال بدلے ہوئے روپ میں وہاں پہنچے تو چوکیدار نے انہیں سجاد کے کوارٹر تک پہنچا دیا۔ سجاد نے عقیدت سے بابر شاہ کے ہاتھ چومے اور بولا۔ "ہم آپ کے خادم ہیں شاہ جی! ہم نے کہہ دیا ہے کہ ہمارے پھوپھا آرہے ہیں، ان کے بارے میں ہم نے کچھ نہیں کہا پر کوئی بات نہیں ہے، ہم کہہ دیں گے کہ ہمارے پھوپھا کے بھائی ہیں شاہ جی! آپ ہمیں ہر ضرورت کے لیے حکم دے دیں، بیگم صاب نے کہا ہے کہ آپ کا ہر طرح خیال رکھا جائے، کوئی تکلیف نہ ہونے دی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" بابر شاہ نے کوارٹر دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "تمہیں باہر سونا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے شاہ جی! آپ فکر نہ کریں، ہم دروازے کے باہر ہر وقت موجود رہیں گے،

آپ ہمیں آواز دے دیا کرنا۔"

"ہاں اور سنو طاہرہ جہاں نے تمہیں یہ تو بتا دیا ہوگا کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"جی شاہ جی......!"

"ان کی بہو جس وقت بھی نظر آئے، ہمیں اشارہ کر دینا، ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں، کیا وہ باہر آتی جاتی ہے؟"

"جی شاہ جی! کبھی کبھی سیر کرنے باہر آجاتی ہے۔"

"بس تم کسی اور کام میں مت لگنا، جس وقت بھی وہ نظر آئیں، ہمیں اس کے بارے میں اطلاع دینا۔"

"ٹھیک ہے شاہ جی! آپ جیسا حکم کرو۔" سجاد نے جواب دیا اور پھر وقت کا انتظار کیا جانے لگا۔

پتہ نہیں تزئین کو کوئی شک وشبہ ہو گیا تھا یا اس کی پُراسرار شخصیت نے صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ اسی دن شام کے وقت چہل قدمی کے لیے نکلی اور خاص طور سے ملازموں کے کوارٹر کے سامنے سے گزری۔

سجاد نے فوراً ہی بابر شاہ کو اطلاع دے دی۔ مہا پال اور بابر شاہ دونوں چھپ کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

مہا پال کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ "اس کی خوبصورتی بتاتی ہے کہ وہ مایا منی ہی ہے، کوئی منش اتنا سندر نہیں ہوسکتا۔"

بابر شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دونوں کے دونوں غور سے تزئین کو دیکھتے رہے۔ تزئین تھوڑی دیر تک وہاں گھومتی رہی۔ اس نے کچھ پھول بھی توڑے اور اس کے بعد واپس کوٹھی کے اندر چلی گئی۔

اگر کوئی غور سے اسے دیکھتا تو اسے اس کے ہونٹوں پر ایک پُراسرار مسکراہٹ ضرور نظر آجاتی۔ ایسا لگتا تھا جیسے جان بوجھ کر وہ ان دونوں کے سامنے آئی ہو۔ مہا پال اور بابر شاہ بہت دیر تک اس کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکلے اور سجاد سے بولے۔ "کیا ہوا سجاد! وہ اپنے کمرے میں چلی گئی؟"

"جی......! وہ اندر چلی گئی ہیں۔"

''ہوں ہم باہر چلے جائیں؟''

''جی میں نے سب کو بتا دیا ہے کہ میرے پھوپھا اور ان کے بھائی آئے ہیں اور پھر مالکن نے آپ کی ہر خدمت کی ہدایت کر دی ہے، آپ جہاں چاہیں گھوم پھر سکتے ہیں۔''

''سجاد! ایک کھرپی چاہیے۔''

''کھرپی......سرکار!'' سجاد نے کہا۔

''ہاں......!''

''میں بندوبست کرتا ہوں۔'' تھوڑی دیر کے بعد سجاد نے کھرپی لا کر بابر شاہ کو دے دی تو بابر شاہ، مہاپال کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ددنوں کے پاس کپڑوں کی تھیلیاں تھیں۔ وہ ان جگہوں پر پہنچے جہاں انہوں نے تزئین کو دیکھا تھا، جہاں تزئین نے رک کر پھول توڑے تھے۔ وہ جگہ انہیں سب سے بہتر محسوس ہوئی۔ وہاں سے انہویں نے تھوڑی تھوڑی مٹی کھرپی کے ذریعے اٹھائی اور اپنی اپنی تھیلی میں ڈال لی، پھر وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑے اور سجاد کے کواٹر میں آ گئے۔ مہاپال ابھی تک مایا منی کے حسن میں کھویا ہوا تھا اور بار بار اس کے بارے میں باتیں کرنے لگتا تھا۔ اس نے خوشی کے عالم میں کہا۔ ''ایک بار مایا منی میرے قبضے میں آ جائے تو یہ سمجھ لے بابر شاہ کہ بادشاہ بن گیا، میں پورا بادشاہ......! مایا منی چیز ہی ایسی ہوتی ہے۔''

''مہاپال! تُو اپنے بیروں کو یہ حکم دے کر میرے پاس بھیجے گا کہ وہ ہر طرح سے میری خدمت گزاری کریں، میری بات مانیں گے۔''

''ایسا ہی ہوگا، تُو چنتا مت کر، لیکن ایک بات میں پھر تجھ سے کہوں گا کہ اگر تُو اپنی ضد چھوڑ کر بھوگل پنتھ میں آ جائے تو یوں سمجھ لے کہ تیرے لیے ہر خطرہ دور ہو جائے گا، بیر خوشی سے تیرے لیے کام کریں گے۔''

''یہ سب بعد کی باتیں ہیں مہاپال! دیکھیں گے، سوچیں گے، جو بہتر ہوا، وہ کریں گے۔''

''تو پھر ہم رات کو بارہ بجے کے بعد اپنا کام شروع کریں گے۔''

رات کو بارہ بجے جب سجاد باہر ہی برآمدے میں سو گیا تھا۔ دونوں کوارٹر سے باہر نکلے اور اس کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے۔ ہر طرف ہُو کا عالم طاری تھا، ایک عجیب سا سناٹا پھیلا ہوا

تھا۔

دونوں کوئی تین گز کا فاصلہ اختیار کر کے زمین پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے سامنے دو دائرے بنائے اور پھر کچھ پڑھنے لگے۔ دائروں میں مدھم مدھم روشنی ہونے لگی اور جب یہ روشنی ذرا تیز ہو گئی تو انہوں نے اپنے اپنے تھیلوں میں سے مٹی نکال کر ان دائروں میں ڈال دی۔ دونوں نے رخ بدلے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کئے بیٹھے اپنا کام کر رہے تھے۔ مٹی دائروں میں ڈال کر وہ کوئی منتر پڑھتے رہے۔ مہاپال اپنے طور پر کچھ بدبدا رہا تھا اور بابر شاہ اپنے طور پر اس مٹی کا تجزیہ کر رہا تھا۔ مہاپال اور بابر شاہ کے خیال کے مطابق یہ مایا منی کے پیروں کے نیچے کی مٹی تھی۔

ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک درخت کی شاخ سے دو روشن آنکھیں ان کا جائزہ لے رہی تھیں۔ انتہائی حسین آنکھیں جنہیں دیکھ کر انسان خوابوں میں کھو جائے۔

✦====✦====✦

چھٹی کا دن تھا۔ احسان احمد اور مقبول احمد گھر پر ہی تھے۔ گھر کی فضا پر ان دنوں ایک تکدر سا چھایا رہتا تھا۔ احسان احمد نے عزیزہ بیگم سے بات کرنا بالکل ہی چھوڑ دیا تھا۔ رات سے عزیزہ بیگم کو بخار چڑھا ہوا تھا جس کی اطلاع باپ، بیٹے دونوں ہی کو تھی۔ مبقول احمد نے رات ہی کو ماں کے پاس جا کر بات کی تھی۔

''ماما! ڈاکٹر کے پاس چلیے، روشن نے بتایا ہے کہ آپ کو بخار چڑھا ہوا ہے۔''

عزیزہ بیگم نے تیکھی نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا اور بولی۔ ''ہاں بیٹے! اب تو روشن ہی تمہیں یہ بھی بتائے گی کہ تمہاری والدہ کا انتقال ہو گیا، ورنہ تمہیں کیسے معلوم ہوگا۔''

''ماما! آپ کی یہ طنزیہ باتیں دل دکھا دیتی ہیں، پتہ نہیں آپ کو کیا ہو گیا ہے اور کیا چاہتی ہیں آپ؟''

''جو کچھ میرے ساتھ ہو گیا ہے اور ہو رہا ہے، مقبول احمد! روزِ قیامت اس کا پورا پورا حساب تم دونوں باپ، بیٹے کو دینا ہوگا، میں نے تو بڑی وفاداری سے زندگی گزاری ہے، لیکن تم دونوں اب میرے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو، اس سے ساری زندگی کی وفاداری کو آگ لگ گئی ہے، ٹھیک ہے بیٹے! اپنی دنیا بساؤ، میری جنت میں جو بھوت گھس آیا ہے، میں اس کا شکار ہو رہی ہوں۔''

"پتہ نہیں آپ کو فرخندہ سے کیا بیر ہے ماما! لیکن بہر حال یہ سمجھ لیجئے کہ وہ میری بیوی ہے، ہمیں زندگی گزارنی ہے، پوری کی پوری!"

"تو جاؤ بیٹا! گزارو زندگی، میرے پاس کیوں رسم پوری کرنے آ گئے ہو، جاؤ"

"میں ابو سے بات کروں گا ماما! کوئی نہ کوئی حل تو نکلنا ہی چاہئے، اگر آپ مجھے اور فرخندہ کو اس گھر میں نہیں دیکھنا چاہتیں تو مجھے آپ کی خوشی عزیز ہے، نکل جاؤں گا کہیں اسے لے کر!" مقبول احمد نے کہا اور باہر نکل آیا۔

پھر دوسرے دن وہ ناشتے کے بعد باپ کے کمرے میں پہنچ گیا۔ احسان احمد اخبار پڑھ رہے تھے۔ مقبول احمد غیر متوقع طور پر آیا تھا اس لیے اخبار رکھ کر اسے دیکھنے لگے۔

مقبول احمد نے بیٹھ کر کہا۔ "پاپا! گھر کی حالت جو کچھ ہو رہی ہے، آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟"

"صرف دیکھ ہی نہیں رہا مقبول! بلکہ شدت سے محسوس کر رہا ہوں۔"

"پاپا! میرا ذہن بھی بڑا خراب ہو گیا ہے، آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے، ماما کو بخار آ گیا ہے، رات کو میں پوچھنے گیا تو مجھ سے طنزیہ گفتگو شروع کر دی، میں چاہتا تھا کہ ان کے لیے کچھ میڈیسن وغیرہ کا بندوبست کروں۔"

"بالکل ہی آؤٹ ہو کر رہ گئی ہیں۔"

"اور پاپا! باتیں بھی کیسی الٹی سیدھی کرنے لگی ہیں، نیلم بے چاری پر الزام لگا دیا کہ اس نے انہیں چپلوں سے مارا ہے جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ کوارٹر میں پڑی بخار میں تپ رہی تھی، پتہ ہے پاپا! بات کیا ہے، انہیں فرخندہ سے چڑ ہے، نیلم کو فرخندہ کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے دیکھ لیا ہو گا، بس دماغ پر چڑھ گئی اور اس کے خلاف کہانی گھڑ ڈالی۔"

دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی تو باپ بیٹوں نے چونک کر باہر کی جانب دیکھا۔ نیلم پانی کا جگ اور گلاس لیے ہوئے اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ دونوں کو حیرت ہوئی۔ احسان احمد نے کہا۔ "نیلم! پانی کس نے منگوایا تھا، کیا مقبول احمد تم سے کہہ کر آئے تھے؟"

"نہیں بڑے سرکار! میں خود ہی آپ کے پاس آنا چاہتی تھی، یہ پانی لے کر حاضر ہوئی ہوں تا کہ میرے آنے کی کوئی وجہ بن سکے۔"

"کیا مطلب......؟" مقبول احمد نے تعجب سے پوچھا۔

"کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں آپ سے بڑے مالک اور چھوٹے مالک! بات یہ ہے کہ ہم ملازم لوگ ہر حالت میں اپنے مالک کے وفادار ہوتے ہیں، مالک چاہیں ہم پر نگاہ کریں یا نہ کریں، بہت سی چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں، سوچتے ہیں، بات بھی کرنا چاہتے ہیں اس بارے میں مگر مالک! ہمت نہیں ہوتی۔"

"کیا بات ہے نیلم! دروازہ بند کر دو، اچھا ہوا کہ تم خود آ گئیں، میرے ذہن میں تمہارا خیال نہیں آیا تھا لیکن میں گھر کے حالات کے بارے میں جاننا ضرور چاہتا تھا، تم میری مدد کرو نیلم! مجھے بتاؤ یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"صاحب جی! ہم اپنے دل کی بھڑاس نکالے دیتے ہیں، اس کے بعد آپ کا دل چاہے تو جوتے مار مار کر گھر سے باہر نکال دیں، آپ کا حق ہو گا۔"

"بیٹھ جاؤ، بتاؤ کیا بات ہے؟" احسان احمد نے کہا اور نیلم نیچے فرش پر بیٹھ گئی۔

"اوپر بیٹھو!"

"نہیں مالک! ہم اپنی جگہ پہچانتے ہیں مالک! برائی تو کسی کی بھی نہیں کریں گے، بڑی بیگم صاحبہ ہمارے سر کا تاج ہیں لیکن ہوا یوں مالک کہ چھوٹی بیگم صاحبہ کی جب چھوٹے مالک دلجوئی کرنے لگے تو بڑی مالکن سے برداشت نہیں ہو سکا، وہ چھوٹے مالک کی چھوٹی بیگم صاحبہ سے محبت کو بری نگاہ سے دیکھنے لگیں مالک! ایسے موقعوں پر ہوا دینے والے سب سے بڑا کردار ادا کرتے ہیں، آپ کے ہاں آپ کی ایک رشتے دار آتی ہیں، دیدار خالہ کہتے ہیں سب انہیں، اس سارے معاملے کو بگاڑنے والی دیدار خالہ ہی ہیں۔" نیلم نے آنکھیں جھکائے جھکائے کہا۔

احسان احمد نے چونک کر مقبول احمد کو دیکھا، مقبول احمد بھی حیرانی سے نیلم کو دیکھ رہا تھا۔

"دیدار خالہ نے کیا کیا......؟" احسان احمد نے پوچھا۔

"مالک! بڑی مالکن نے دیدار خالہ کو بتایا کہ کس طرح بہو نے بیٹے کو مٹھی میں لے لیا ہے تو دیدار خالہ نے کہا کہ وہ چٹکی بجاتے ان دونوں میں اختلاف پیدا کر دیں گی، ان کے پاس ایک بہت بڑے عامل موجود ہیں جو بڑے بڑے کام کر دیا کرتے ہیں، بس مالک! یہ کھیل شروع ہو گیا، دیدار خالہ نے اس عامل سے جادو ٹونے کرائے، بہت سی رقم بڑی مالکن سے

انہیں لے کر دی، مالک! انہوں نے پانی پڑھ کر دیا اور بڑی مالکن نے ہمیں حکم دیا کہ ہم یہ پا تھوڑا تھوڑا چھوٹے مالک کو پلائیں، مالک! ہم نے یہ کام شروع کر دیا، آج کل کالا جادو چڑھ کر بول رہا ہے، جادو ٹونے کر کے یہ الٹے سیدھے عامل نہ جانے کتنے گھروں کو تباہ کر چ ہیں اور کر رہے ہیں، اثر ہوا چھوٹے سرکار پر اور چھوٹے سرکار چھوٹی بیگم سے نفرت کر لگے، انہیں خوب برا بھلا کہنے لگے اور دیدار خالہ اور بڑی مالکن کی خوب دوستی ہو گئی، دونوں دونوں ان عامل صاحب کے پاس آنے جانے لگیں اور مالک پھر یہ سب کچھ چلتا رہا، ایک با نہ جانے کیا ہوا کہ بیگم صاحبہ نے ہم سے کہا کہ اس میں سے ذرا سا پانی اپنے بڑے مالک کو بھ پلاؤ اور دو تین دن تک پلاؤ، پتہ نہیں اس میں بیگم صاحبہ کی کیا مصلحت تھی یا پھر عامل صاحب نے دیدار خالہ کے ذریعے یہ پیغام بڑی مالکن کو بھجوایا تھا، ہم تو حکم کے بندے ہیں، ہم نے وہ پا آپ کو پلانا شروع کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا دل بڑی بیگم صاب سے بگڑ گیا اور اس کے بعد گھر کے حالات خراب ہوتے چلے گئے، مالک! بہت بڑی بڑی رقمیں ان عامل صاحب کو پہنچائی جاتی ہیں اور اس کا ذریعہ دیدار خالہ ہی ہیں۔''

احسان احمد کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انہوں نے تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی پھر بولے۔

''نیلم! تم نے حقِ نمک ادا کر دیا ہے، کاش یہ بات تم بہت پہلے بتا دیتیں۔''

''گھر کی حالت دیکھ رہے ہیں مالک! پہلے یہاں خوشیاں ہی خوشیاں ہوتی تھیں، بڑی مالکن کا رویہ بھی ہم سے بہت اچھا تھا، گھر میں رونق رہتی تھی اور جب گھر میں رونق رہتی ہے تو نوکروں کا دل بھی لگتا ہے، مالک! دیدار خالہ یہاں آتی جاتی رہتی ہیں اور دونوں میں بڑی کھسر پھسر ہوتی ہے، آپ بھی سن کر دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے کہ گھر کے دشمن گھر میں کیا کیا جال پھیلا رہے ہیں۔''

''شکریہ نیلم! تم جاؤ، ہم دیکھیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔''

''مہربانی مالک! ہمارا دل ہلکا ہو گیا ہے کیونکہ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔'' نیلم نے کہا اور اس کے بعد پانی کا جگ اور گلاس اٹھا کر باہر نکل آئی۔ پانی کا جگ اور گلاس ایک طرف رکھا، اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر فرخندہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ فرخندہ مقبول احمد کے لباس وغیرہ درست کر رہی تھی۔

چھٹی کا دن تھا، ناشتہ بھی دیر سے کیا گیا تھا۔ مقبول احمد، احسان احمد کے کمرے میں گئے

ہوئے تھے۔ دروازے کی سمت دیکھا لیکن اس وقت دروازے میں جو شخصیت داخل ہوئی اسے دیکھ کر فرخندہ چونک پڑی۔ وہ تزئین تھی جو معمولی سے لباس میں تھی اور یہ لباس شاید نیلم کا تھا۔

فرخندہ نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے تزئین کو دیکھا اور تعجب سے بولی۔ ''ہمیشہ چونکا دیتی ہیں، آپ کا اس طرح آنا میری سمجھ میں آج تک نہیں آیا، کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کیسے اندر آتی ہیں۔''

''اس چکر میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے فرخندہ! بس جب بھی میرا دل چاہتا ہے، میں آجاتی ہوں، تم سے کہا تھا کہ تم آؤ میرے گھر تو تم نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔''

''بس دو تین دن کے بعد ان شاء اللہ آؤں گی۔'' فرخندہ نے کہا اور تزئین نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

''خیریت...... کوئی خاص بات ہے؟''

''بہت خاص بات، ایک کام کرنا ہے مجھے۔'' تزئین بولی اور ایک کرسی پر جا بیٹھی۔ اس نے ایک موبائل فون نکالا اور فرخندہ نے صاف پہچان لیا کہ یہ فون عزیزہ بیگم کا ہے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی، تزئین کے منہ سے ایک کراہتی ہوئی سی آواز نکلی۔ ''دیدار باجی سے بات کرا دیں، کون بول رہا ہے؟'' جو آواز تزئین کے منہ سے نکلی تھی، اسے شاید احسان احمد اور مقبول احمد بھی نہ پہچان سکتے کہ وہ عزیزہ بیگم کی آواز نہیں ہے۔ وہ منہ پھاڑ تزئین کو دیکھنے لگی۔ تزئین کہہ رہی تھی۔ ''دیدار باجی بول رہی ہیں، دیدار باجی میں عزیزہ! ہاں آپ کیوں نہ پہچانتیں دیدار باجی! میں رات سے بیمار ہو گئی ہوں، اس وقت بڑی شدت سے آپ کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں، آپ کچھ بھی کر رہی ہوں، کوئی بھی مصروفیت ہو، آپ فوراً آجائیں میرے پاس، جی دیدار باجی! جی جی آپ سے بڑا ہمدرد میرا اور کون ہو سکتا ہے، باقی تو دنیا نے آنکھیں پھیر لی ہیں، آجائیں دیدار باجی! بڑی ضرورت محسوس کر رہی ہوں آپ کی، بہت بہت شکریہ، کتنی دیر میں آجائیں گی؟ چلیں ٹھیک ہے، میں انتظار کر رہی ہوں، میرے کمرے میں آجائیے گا سیدھی...... ہاں بس ہلکا سا بخار ہے، زیادہ بیمار نہیں ہوں، آپ کا انتظار کر رہی ہوں، اچھا خدا حافظ!''

فرخندہ پر بے ہوشی سی طاری ہو رہی تھی۔ جو آواز تزئین کے حلق سے نکلی تھی، وہ سو فیصد

عزیزہ بیگم کی تھی اور فون بھی انہی کا تھا۔ پتہ نہیں تزئین یہ سب کچھ کیسے کر رہی ہے۔

تزئین نے مسکرا کر فرخندہ کی طرف دیکھا اور بولی۔ ''سب کچھ تمہارے لیے کر رہی ہوں، اب ذرا تماشا دیکھو، وعدہ کیا تھا نا میں نے تم سے کہ دیدار بیگم کو تھوڑا سا ڈوز ملنا چاہئے، میرا خیال ہے آج مل جائے گا، بس اسی کے لیے بھاگ دوڑ کی ہے۔''

''مگر تزئین! یہ موبائل فون اور آپ کے حلق سے نکلنے والی آواز......!''

''یار! میں بہت بڑی ڈرامہ باز ہوں، اب رکوں گی نہیں زیادہ دیر تک کیونکہ دونوں باپ، بیٹے گھر میں ہیں، مقبول احمد تمہارے پاس کسی بھی وقت آجائیں گے باقی رپورٹ تم سے لوں گی، ذرا یہ فون واپس عزیزہ بیگم تک پہنچا دوں۔''

''مم......مگر......!''

''ہاں انہی کا اڑا کر لائی ہوں۔'' تزئین نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔

''تزئین! بیٹھیں آپ، کیسی عجیب بات ہے میرے لیے آپ اتنا کچھ کر رہی ہیں اور میں آپ کو ڈھنگ سے اٹینڈ بھی نہیں کر سکتی۔''

''یار! سب کچھ بعد میں دیکھیں گے، ابھی تکلف مت کرو، ٹھیک ہے چلتی ہوں، تمہارے شوہر نامدار واپس آنے والے ہوں گے، اس سے پہلے مجھے غائب ہو جانا چاہئے، بیٹھو تم یہیں بیٹھو، ذرا بھی اس بات کا احساس نہ ہونے دینا کہ کوئی تمہارے پاس آیا تھا۔'' تزئین نے کہا لیکن اس کے بعد جب وہ فرخندہ کو حیران پریشان چھوڑ کر باہر نکلی تو اس کی شکل نیلم کی شکل میں تبدیل ہو چکی تھی۔

+====+====+

دیدار خالہ، عزیزہ بیگم کے پاس پہنچ گئیں۔ عزیزہ بیگم نے خوشدلی سے ان کا استقبال کیا تھا۔ دیدار خالہ ان کی راز دار تھیں۔ احسان احمد اور مقبول احمد سے تو تعلقات تھے ہی نہیں، زیادہ تر اکیلی کمرے میں پڑی رہا کرتی تھی۔ حالانکہ آج چھٹی کا دن تھا لیکن معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ دیدار خالہ اندر داخل ہوئیں تو انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔

''دونوں گھر میں ہیں، آج، آپ سنائیے خیریت ہے نا؟''

''ہاں یہ بات تو مجھے بھی پتہ تھی کہ آج تو چھٹی کا دن ہے لیکن تم نے بلایا تو مجھ سے نہ رکا گیا، میرے ہاں بھی سب لوگ گھر میں موجود ہیں، پر میں نے کہا کہ میری بہن نے مجھے بلایا

ہے، کوئی نہ کوئی تو وجہ ہوگی۔''

''بلایا ہے؟'' عزیزہ بیگم نے تعجب سے کہا۔

''ہاں کیوں، ایسے کیوں پوچھ رہی ہو، فون کیا تھا نا تم نے مجھے!''

''میں نے؟'' عزیزہ بیگم تعجب سے بولیں۔

''لو کیا کہہ رہی ہو، میں تو اس وقت سارے کام چھوڑ کر تمہارے پاس آئی ہوں کہ تم نے بلایا ہے تو کوئی خاص ہی بات ہوگی۔'' دیدار خالہ نے حیرت سے کہا۔

عزیزہ بیگم تعجب سے انہیں گھورنے لگیں۔ پھر بولیں۔ ''نہیں دیدار باجی! اس وقت تو میں نے نہیں بلایا لیکن آپ آگئی ہیں تو میرے سر آنکھوں پر، آپ کی آمد سے دل کو جو خوشی ہوتی ہے اور جو ڈھارس بندھ جاتی ہے، بتا نہیں سکتی، چلیں چھوڑیں میں نے بلایا ہے یا نہیں بلایا......! آپ یہ بتائیں کہ بابر شاہ کیا کر رہے ہیں؟ مقبول احمد تو مسلسل بیوی کی غلامی میں لگا ہوا ہے۔''

''اصل میں شاہ جی کچھ چلے کاٹ رہے ہیں، کئی کام سپرد کر دیئے ہیں، ہم نے ان کے، وہ کر رہے ہیں لیکن بس تھوڑا سا رک جاؤ، تم دیکھنا مقبول احمد اس بار فرخندہ کو جوتے مار مار کر گھر سے نہ نکال دے تو میرا نام بھی دیدار نہیں ہے۔''

''احسان احمد بھی ایسے ہی گم صم ہیں، دیدار باجی! میرا تو خانہ ہی خراب ہو گیا، بس بابر شاہ سے کہو کہ جو مانگیں گے، میں منہ مانگی رقم دوں گی انہیں، اس کا خانہ خراب کر دیں۔''

''میں نے کہا نا اس بار جو ہوگا، وہ دیکھنے دکھانے کے قابل ہوگا۔''

اسی وقت دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی تو عزیزہ بیگم بری طرح اچھل پڑی۔

''ارے یہ کیا ہے، یہ کون ہے؟''

دستک اور زور سے ہوئی تو عزیزہ بیگم نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ دیدار خالہ کو چھپانے کے بارے میں سوچا لیکن یہ مناسب نہیں تھا چنانچہ اٹھیں اور دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔

دروازہ کھولا تو احسان احمد اور مقبول احمد لال بھبھوکا بنے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ احسان احمد نے عزیزہ بیگم کو پیچھے سرکایا اور اندر داخل ہو گئے۔ باپ بیٹے، دیدار خالہ کو گھور رہے تھے۔

''آپ ہماری رشتے دار ہیں دیدار باجی! بس اتنا بتا دیجئے کہ ہمارے گھر کو برباد کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، کبھی کوئی رنجش ہوئی ہم سے، میرا خیال ہے الیاس خان سے ہمیشہ

اچھی سلام دعا رہی، جب اور جہاں بھی ملے، ہم نے اپنا عزیز سمجھ کر آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا، آپ صرف اتنا بتا دیجئے کہ فرخندہ یا ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

دیدار خالہ کی تو سٹی گم تھی، ایک لفظ منہ سے نہ نکل سکا۔

"کتنی عمر ہے آپ کی دیدار باجی! کتنے گھر برباد کئے ہیں آپ نے، آپ کو شرم آنی چاہئے، میرا دل تو یہ چاہ رہا ہے کہ پاؤں سے جوتا اتاروں اور اتنے لگاؤں آپ کے سر پر کہ آپ کا دماغ درست ہو جائے لیکن آپ کی عمر کا خیال کر رہا ہوں، اٹھئے اپنی جگہ سے!" احسان احمد نے کہا لیکن مقبول احمد زیادہ جذباتی ہو گیا۔ اس نے پیچھے سے دیدار خالہ کی قمیص کا کالر پکڑا اور انہیں کھڑا کر دیا۔

"اے میری بات تو سنو۔"

"بس آپ فوراً گھر سے نکل جائیے۔" یہ کہہ کر احسان احمد نے پاؤں سے جوتا اتار لیا اور دیدار خالہ کے ہوش اُڑ گئے۔

"بس جوتا اتارنے کا مقصد ہے کہ آپ پر پچاس جوتے برسا دیئے، نکلئے یہاں سے اور اس کے بعد دوبارہ آپ کو یہاں دیکھا تو پھر میں الیاس خان اور آپ کے اہلِ خاندان کو بھی دیکھ لوں گا، چلیں نکلیں یہاں سے!"

مقبول احمد نے زور سے دیدار خالہ کو دھکا دیا اور وہ جا کر دروازے سے ٹکرائیں اور پھر دروازہ کھول کر اس طرح باہر بھاگیں کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔ نوکر انہیں دیکھ رہے تھے، ایک کمرے سے فرخندہ بھی اس صورتِ حال کا جائزہ لے رہی تھی۔

مقبول احمد نے آگے بڑھ کر دیدار خالہ کو پھر ایک دھکا دیا تو احسان احمد نے اسے روکا۔

"نہیں مقبول! بس ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے، ہاں دوبارہ اگر یہ اس دروازے سے اندر قدم رکھیں تو چوکیدار کو بتا دینا کہ دو تھپڑ مار کر انہیں گھر سے باہر نکال دے۔"

دیدار خالہ ایسی بھاگیں کہ پلٹ کر نہ دیکھا اور پھر وہ دروازے سے باہر نکل گئی تھیں۔ اندر عزیزہ بیگم پر غشی طاری ہو رہی تھی۔

+====+====+

مہاپال اور بابر شاہ کافی دیر تک وہاں بیٹھے نہ جانے کیا کیا جادو منتر کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے ان دائروں کو اپنے ہاتھوں سے مٹا دیا جو انہوں نے بنائے تھے اور پھر وہاں

سے اٹھ کر واپس سجاد کے کوارٹر میں آ گئے۔ سجاد کوارٹر کے باہر بے خبر گہری نیند سو رہا تھا۔ دونوں اندر داخل ہو گئے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ بابر شاہ، مہاپال کی شکل دیکھ رہا تھا اور مہاپال گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا، پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن بابر شاہ! مانس گند نہیں ہے، مٹی سے انسان کی خوشبو نہیں آئی، اس کی سندرتا، اس کی چھب، اس کا انداز یہ بتاتا ہے کہ یہ مایا منی کا دوسرا روپ ہے، پر مٹی یہ نہیں بتاتی کہ اس میں کسی انسان کی خوشبو رچی ہوئی ہے، میں ذرا الجھن میں پڑ گیا ہوں۔"

"مہاپال! یہ تو تمہیں اندازہ ہو ہی گیا ہے کہ وہ کوئی جیتی جاگتی انسان نہیں ہے، میں نے جو کچھ دیکھا ہے، جو تجزیہ کیا ہے، اس کا وہ تمہیں بتا چکا ہوں، ڈرائیور سجاد اس کے کئی روپ دیکھ چکا ہے، وہ درخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے پاؤں نیچے دور تک لٹکے ہوئے تھے، پھر میں نے اپنی آنکھوں سے اسے بھاگتے ہوئے دیکھا اور جب میں نے اس کا پیچھا کیا تو وہ غائب ہو گئی، اس کا مطلب ہے کہ وہ کم از کم انسان نہیں ہے، ایک بار تم نے مجھے مایا منی کے بارے میں بتایا تھا، میں نے اسے دیکھا تو مجھے لگا کہ ہو سکتا ہے وہ مایا منی ہو، اس کے پیروں کے نیچے کی مٹی کو ایک بار میں بھی اپنے علم کی کسوٹی پر پرکھ چکا ہوں، وہ انسان نہیں بس اس لیے میں نے تمہیں اپنے ساتھ ملانے کا فیصلہ کیا۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو، ہر قیمت پر ہمیں اسے بس میں کرنا ہے، ایک تجربہ میں اور کرنا چاہتا ہوں لیکن آج نہیں، کچھ تیاریاں کر کے، کل یہ تجربہ کیا جائے گا، میں آخری کوشش کروں گا، میں اس تجربے کے بارے میں تمہیں بتائے دے رہا ہوں، وہ جس طرح بھی اس گھر میں داخل ہوئی، وہ ایک الگ بات ہے، کیوں داخل ہوئی، یہ بھگوان ہی جانتا ہے لیکن اپنے پتی کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ ہے، اس کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

"کیسے......؟"

"اس کے لیے ہمیں کوٹھی میں داخل ہونا ہو گا اور اس کے کمرے میں جھانک کر یہ دیکھنا ہو گا کہ وہ پتی کے کتنے قریب ہوتی ہے، اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اصل میں وہ کیا ہے، اگر اس کے اور اس کے پتی کے درمیان پتی پتنی کا سمبندھ ہوا تو پھر بات بگڑ جائے گی اور اگر نہ ہوا تو سمجھ لو کہ وہ مایا منی ہے اور اس کے بعد میں جو کچھ کروں گا، اس میں مجھے سو فیصد کامیابی حاصل ہو جائے گی اور یوں ہو گا کہ پرسوں رات وہ خود آ کر بتائے گی کہ وہ کون ہے اور جب وہ

میرے پاس آکر مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتائے گی تو پھر میں اس پر ستیا جال پھینک دوں گا، سمجھے اور ستیا جال وہ آخری گرفت ہوتی ہے جس سے نکلنا بڑی سے بڑی آتما کے بس کی بات نہیں ہوتی، کل رات کے لیے خود کو تیار کرو، ہمیں اندر داخل ہونے کے لیے ڈرائیور کا سہارا لینا ہوگا بلکہ اگر ہوسکا تو گھر کی مالکن سے اس بارے میں بات کرنا ہوگی۔''

دوسرے دن جب مرزا اختیار بیگ اور دانش اپنے دفتر چلے گئے تو پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد طاہرہ جہاں ٹہلنے کے انداز میں باہر نکلیں اور گھومتی پھرتی سجاد کے کوارٹر کی جانب چل پڑی۔ اس وقت مہاپال اور بابر شاہ ڈرائیور سجاد کے مہمانوں کی حیثیت سے باہر کرسیاں ڈالے دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ طاہرہ جہاں ان کے سامنے پہنچ گئیں۔

''شاہ جی! بڑی محبت ہے آپ کی کہ آپ اتنے بڑے انسان ہونے کے باوجود ہمارے گھر آئے، آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی، آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی اور اگر ہوئی ہے تو اس کے لیے میں آپ سے بہت زیادہ معافی چاہتی ہوں۔''

''طاہرہ بیگم! میں بھرپور کوشش کررہا ہوں کہ تمہیں اس مشکل سے نجات دلادوں اور فکر مت کرو، ہم کامیاب ہوجائیں گے، آج مجھے تمہاری تھوڑی سی مدد کی ضرورت ہے۔''

''جی شاہ جی! حکم کریں؟'' طاہرہ جہاں نے ادب سے کہا۔

''رات کو ہم اسے سوتے ہوئے دیکھیں گے، تمہارے بیٹے کے کمرے میں جھانکیں گے اور ہمیں پتہ چل جائے گا کہ سارا کھیل کیا ہے، بس سمجھ لو اس کے بعد ہم اسے تمہارے گھر سے نکال دیں گے۔''

''ٹھیک ہے شاہ جی! میرے لیے کوئی حکم......؟''

''بتا تو رہے ہیں، ہمیں وہ دروازے کھلے ملنے چاہئیں ہیں جن سے ہم اندر داخل ہو سکیں۔''

''میں خود اپنے ہاتھوں سے بڑا دروازہ کھول دوں گی، اس کے بعد آپ اندر آجائیے، اگر آپ آنے کا وقت بتادیں تو میں خود بھی جاگتی رہوں گی چاہے ساری رات گزر جائے۔''

''بالکل نہیں طاہرہ جہاں بیگم! بالکل نہیں، کسی کو آس پاس نہیں ہونا چاہئے، آپ آرام سے اپنے کمرے میں سوئیں، آپ کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' بابر شاہ نے جواب دیا۔

''جیسا آپ کا حکم شاہ جی! جیسے آپ کہیں گے، میں ویسا ہی کروں گی۔'' طاہرہ جہاں

نے کہا۔

یہ رات بڑی دلچسپ تھی۔ بارہ بجے ہی کوٹھی میں ہُو کا عالم طاری ہوگیا۔ ملازمائیں اور ملازم اپنے اپنے کوارٹروں میں چلے گئے اور دروازے بند ہوگئے لیکن طاہر جہاں کو اپنی ڈیوٹی یاد تھی۔ وہ چپ چاپ اٹھیں اور انہوں نے بڑا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھول کر واپس آئیں اور اپنے کمرے میں جا بیٹھیں۔

ادھر بابر شاہ اور مہاپال اپنے کام کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے کچھ انتظامات کئے جو ان کے جادو منتر ہی کے سلسلے میں تھے اور پھر چوروں کی طرح دبے قدموں سجا کے کوارٹر سے نکل کر کوٹھی کے صدر دروازے کی جانب چل پڑے۔ سجاد بدستور باہر چارپائی بچھائے گہری نیند سورہا تھا۔

دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بڑے دروازے کے پاس پہنچے اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئے لیکن سارا جادو منتر ہر بار دھرارہ جاتا تھا۔ وہ پُر اسرار آنکھیں اب بھی ان کا تعاقب کررہی تھیں جو تزئین کے سوا کسی اور کی آنکھیں نہیں تھیں۔ تزئین کا باقی تمام جسم تاریکی میں چھپا ہوا تھا۔

ان کے اندر داخل ہونے سے پہلے تزئین اپنے کمرے میں پہنچی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ اندر نیلا مدھم بلب جل رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر دانش مسہری پر سو رہا تھا۔ وہ تزئین سے الگ ہی مسہری پر سوتا تھا۔ تزئین نے اس کا شانہ جھنجھوڑا تو دانش جاگ گیا۔ اس نے چونک کر تزئین کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت پھیل گئی۔ ''کیا ہے......؟''

''دانش جلدی سے اٹھو، چور گھس آئے ہیں۔'' تزئین نے دانش سے کہا۔

اور دانش چونک پڑا۔ ''مذاق کررہی ہوں؟''

''نہیں دانش! تم یقین کرو، میں نے باقاعدہ کھسر پھسر اور قدموں کی آہٹیں سنی ہیں، وہ یقیناً ہمارے کمرے کی جانب آرہے ہیں۔''

دانش چند لمحے بے یقینی کے انداز میں تزئین کو دیکھتا رہا، پھر اچانک اسے یوں لگا جیسے واقعی دروازے کے باہر کچھ آہٹیں ہورہی ہوں۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور اس الماری کے پاس پہنچ گیا جس میں بھرا ہوا پستول رکھا رہتا تھا۔ اس نے پھرتی سے پستول نکالا اور الماری کی آڑ میں ہوگیا۔

آہٹیں اب ان کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی تھیں اور پھر بڑی آہستگی سے دروازہ کھولا گیا۔ دانش نیلے مدھم بلب کی روشنی میں بخوبی سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش تھے۔ لمبے لمبے قد و قامت کے دو سیاہ پوش جنہوں نے اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے، اندر کمرے میں داخل ہو گئے۔

ادھر تزئین چادر اوڑھ کر اپنے بستر پر کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ وہ صورتِ حال کا جائزہ لے رہی تھی۔ دونوں سیاہ پوش کچھ لمحے دروازے کے پاس کھڑے رہے، پھر ان کی نگاہیں تزئین کی جانب اٹھ گئیں۔ پتہ نہیں انہوں نے دانش کی خالی مسہری پر غور کیوں نہیں کیا تھا۔ چادر اوڑھے ہوئے تزئین کے جسمانی نقوش واضح تھے اور صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ چادر کے نیچے چھپی ہوئی شخصیت کسی عورت کی ہی ہے۔

سیاہ پوشوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ تزئین کی مسہری کے قریب تھے۔ پھر انہوں نے تزئین کی جانب ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ دانش نے الماری کے برابر سوئچ بورڈ کے ایک سوئچ پر ہاتھ رکھا اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ سیاہ پوش اچھل پڑے تھے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو دانش کی آواز ابھری۔ ''خبردار ایک قدم اِدھر اُدھر کیا تو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا، خبردار!''

لیکن ایک سیاہ پوش دانش کی بات کی پروا کیے بغیر دروازے کی جانب لپکا تو دانش نے زمین پر فائر کر دیا۔ گولی سیاہ پوش کے پاؤں کے پاس لگی اور وہ ایک دم رک گیا۔ دانش نے دو گولیاں اور چلائیں۔

سیاہ پوشوں نے گھبرا کر دونوں ہاتھ اوپر کر دیئے۔ ''م...... مارنا نہیں گگ...... گولی نہیں مارنا'' ایک سیاہ پوش کی آواز ابھری۔

اسی دوران تزئین بھی چادر پھینک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں تمسخرانہ کیفیت تھی اور ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ......! تین گولیوں کی آوازوں نے رات کے سناٹے میں بری طرح ہلچل مچا دی تھی۔

مرزا اختیار بیگ بھی جاگ اٹھے تھے، طاہرہ جہاں تو خیر پہلے ہی جاگ رہی تھیں۔ ادھر ملازم اٹھ اٹھ کر اندر کی جانب بھاگے تھے اور انہیں بڑا دروازہ کھلا مل گیا تھا۔ محفوظ، سجاد، چوکیدار اور باقی ملازم بھی سارے کے سارے اندر گھس آئے تھے۔ سجاد کے فرشتوں کو بھی علم

نہیں تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ ادھر دانش ان دونوں سیاہ پوشوں کو کور کیے ہوئے کھڑا تھا۔

مرزا اختیار بیگ یہ سمجھے تھے کہ دانش نے تزئین کو ہلاک کر دیا ہے، چنانچہ وہ ایک دم اندر گھس آئے تھے لیکن اندر کا منظر دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے تھے۔ اندر دو نقاب پوش موجود تھے اور دانش انہیں پستول سے کور کیے ہوئے کھڑا تھا۔ ادھر سارے ملازم دروازے کے باہر جمع تھے۔ سب سے پہلے چوکیدار اور محفوظ اندر گھس آئے۔

مرزا اختیار بیگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''کون ہیں یہ دونوں، ان کے چہروں سے کپڑے ہٹاؤ۔''

''ڈاکو ہیں پاپا! کسی واردات کی نیت سے اندر آئے ہیں۔'' دانش نے جواب دیا۔

ادھر مہا پال اور بابر شاہ بالکل نہتے تھے اور دیکھ چکے تھے کہ دانش کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول میں ابھی کئی گولیاں باقی ہیں چنانچہ ان کے اندر سکت نہیں تھی کہ کوئی حرکت کرتے۔

محفوظ نے آگے بڑھ کر ان کے چہروں سے کپڑا ہٹا دیا اور سب سے پہلے آواز سجاد کے منہ سے نکلی تھی۔

''یہ...... آپ آپ......؟''

مرزا اختیار بیگ، دانش اور دوسرے لوگوں نے بھی پہچان لیا تھا کہ یہ سجاد کے مہمان ہیں۔ سجاد کی بری حالت ہو رہی تھی۔

مرزا اختیار بیگ نے شدید غصے کے عالم میں سجاد کو دیکھا اور بولے۔ ''ہوں تو تم نے وہی کر دکھایا جس کی خبریں عام طور سے اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں، خیر بعد میں بات کروں گا تم سے، محفوظ! مضبوط رسی لے کر آ، جلدی کرو۔''

مہا پال اور بابر شاہ نے بے چین نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ غالباً طاہرہ جہاں کا چہرہ تلاش کر رہے تھے لیکن مہا پال کو کوئی صحیح اندازہ ہو یا نہ ہو بابر شاہ کو یہ اندازہ بہ خوبی ہو چکا تھا کہ کھیل بگڑ گیا ہے۔

طاہرہ جہاں نے تو بھرپور کوشش کی تھی کہ ان کا کام آسانی سے ہو جائے لیکن صورتِ حال بگڑ گئی تھی۔ اپنے اندازے کی بناء پر بابر شاہ نے تزئین کی طرف دیکھا اور تزئین کے ہونٹوں پر ایک پُرسکون مسکراہٹ پھیلی دیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ سارا کیا دھرا تزئین کا ہی

ہے۔ گویا وہ ان لوگوں سے مقابلے کے لیے تیار تھی اور اس نے اپنا پہلا وار کر دیا تھا۔ بابر شاہ اسے گھورنے لگا اور پھر غیر محسوس طریقے سے مسکرا دیا۔ اس وقت تزئین اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہی تھی۔ بابر شاہ کی اس مسکراہٹ کا مطلب تھا کہ ٹھیک ہے لڑکی! میں نے تیرا چیلنج قبول کر لیا ہے۔

پتہ نہیں اس وقت مہا پال اور بابر شاہ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے کوئی عمل کر سکتے تھے یا نہیں لیکن جس طرح وہ بے بس کھڑے تھے اور دانش ان پر پستول تانے ہوئے تھا، اس سے انداز ہوتا تھا کہ عملیات کی دنیا میں وہ کچھ بھی ہوں لیکن پستول کی گولیوں کے سامنے بے بس ہیں۔

اتنی دیر میں محفوظ رسی لے آیا تو مرزا اختیار بیگ نے کہا۔ ''ان کے ہاتھ پیچھے کر کے اس طرح کس دو کہ ان کے فرشتے بھی نہ کھولنے پائیں۔'' پھر وہ سجاد سے مخاطب ہوئے۔ ''ہاں کیا کہتے ہو سجاد! اپنے پھوپھا صاحب کو باندھنے میں محفوظ کی مدد کرو گے یا نہیں؟''

سجاد ایک دیوار سے ٹکا ہوا پتھرائی ہوئی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ محفوظ کی مدد دوسرے دو ملازموں نے کی اور بابر شاہ اور مہا پال کو بری طرح کس دیا گیا۔

''پاپا! پولیس کو فون کروں؟''

''ابھی نہیں تھوڑی سی خاطر مدارات ہم بھی کریں گے ان کی اور اس حرام خور کے ہاتھ بھی باندھ دو جس نے انہیں ڈاکہ زنی کے لیے دعوت دی ہے اور اپنا پھوپھا بنا کر گھر لایا ہے۔''

سجاد نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن بابر شاہ نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور سجاد کو یوں لگا جیسے اس کی زبان پر کسی نے تالا لگا دیا ہو۔ ویسے بھی اس کی حالت خراب ہو رہی تھی کیونکہ سارا نزلہ اسی پر گر گیا تھا۔

طاہرہ جہاں کو تو صحیح صورتِ حال کا پتہ نہیں چل سکا تھا اور وہ خوف کے مارے اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں آ سکی تھی۔ مرزا اختیار بیگ کی ہدایت پر ان لوگوں کو دھکے دے دے کر ایک ایسے کمرے میں لایا گیا جس میں بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تھی سوائے دروازے کے...... سجاد کو بھی باہر ہی رکھا گیا تھا۔

دروازہ بند کرنے کے بعد مرزا اختیار بیگ نے چوکیدار کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ دروازے پر پہرہ دے اور ان لوگوں کی طرف سے محتاط رہے۔ کل دن میں ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔ سجاد کی

بری حالت تھی۔ اسے تزئین کے کمرے سے نکال کر باہر لایا گیا، تزئین اپنے کمرے ہی میں رہ گئی تھی البتہ دانش ساتھ تھا۔ محفوظ بھی عجیب سی نگاہوں سے سجاد کو دیکھ رہا تھا۔

مرزا اختیار بیگ، سجاد کو ایک کمرے میں لے گئے اور پھر اسے گھورتے ہوئے بولے۔ ''کون ہیں یہ دونوں، تیرے پھوپھا ہیں بھی یا نہیں؟'' سجاد اب کافی دہشت زدہ ہو گیا تھا، وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

''کتنے عرصے سے تم ہمارے ہاں نوکری کرتے ہو سجاد! تمہاری ہر ضرورت یہاں سے پوری ہوتی ہے، کتنا اعتماد کیا تھا ہم نے تم پر، اس اعتماد کا یہ صلہ دیا ہے تم نے ہمیں، کیا چاہتے تھے، جواب دو گے، یہ لوگ پیشہ ور ڈاکو ہیں یا پھر واقعی تمہارے رشتے دار، جنہیں تم نے ڈاکہ زنی کے لیے موقع فراہم کیا، ان تمام سوالوں کا جواب دو، ہو سکتا ہے میں تمہیں پولیس کے حوالے نہ کروں۔'' مرزا اختیار بیگ نے کہا۔

سجاد کی آنکھیں چڑھ گئیں، وہ جھومنے لگا اور پھر اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ مرزا اختیار بیگ کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ طنزیہ لہجے میں بولے۔ ''اس اداکاری کے علاوہ تم اور کر بھی کیا سکتے ہو، نمک حرام......! ٹھیک ہے دانش! اسے بھی یہیں بند کر دو، میں ان حرام خوروں کو ابھی پولیس کے حوالے کر دیتا لیکن ساری رات برباد ہو جائے گی، صبح کو دیکھیں گے۔''

''ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی پاپا! ڈاکہ زنی کے لیے انہوں نے میرے ہی کمرے کا انتخاب کیوں کیا؟''

''سب کچھ صبح کو معلوم ہو جائے گا، خدا کا شکر ہے کہ یہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے، آرام کرو۔'' مرزا صاحب نے کہا اور ملازموں کو مزید ہدایات کر کے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے جہاں طاہرہ جہاں اپنی مسہری پر سمٹی تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

''ڈرنے کی ضرورت نہیں، ڈاکو پکڑے گئے ہیں، اس نمک حرام سجاد نے ڈاکہ زنی کی سازش کی تھی اور ڈاکوؤں کو اپنا پھوپھا بنا کر لایا تھا، صبح کو ان کی ہڈیاں تڑواؤں گا۔''

یہ سنتے ہی طاہرہ جہاں پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

✦====✦====✦

مرزا اختیار بیگ تو تھوڑی دیر جاگتے رہے اور سجاد کو برا بھلا کہتے رہے، پھر سو گئے لیکن طاہرہ جہاں جیسے سولی پر لٹک گئی تھیں۔

اب کیا ہوگا......؟ سارے راز کھل جائیں گے۔ مرزا صاحب بہو کے بارے میں بڑے جذباتی ہو گئے تھے اور وہ بھی ان کے سامنے زمانے بھر کی سعادت مند اور اطاعت گزار بن جاتی تھی۔ ہائے میرے مولا......! اب کیا ہوگا...... خدا خدا کرکے دانش نے ان کے سامنے زبان کھولی تھی۔ ماں، بیٹے پھر سے ایک ہو گئے تھے۔ ساری روداد سن کر مرزا صاحب کا رویہ کیا ہوگا، سجاد پر مار پڑے گی تو سب کچھ اگل دے گا، آخر کتنی وفاداری دکھائے گا۔

پھر اچانک انہیں بابر شاہ پر غصہ آ گیا۔ ویسے تو بڑے پیر، مہا پیر بنے پھرتے ہیں، پکڑے گئے تو بھیگی بلی کیوں بن گئے، کبوتر بن کر اُڑ کیوں نہ گئے اور وہ پتہ نہیں کس موئے نحوست مارے کو ساتھ لے آئے تھے، وہ تو شکل ہی سے ڈاکو لگتا ہے۔

رات گزر گئی۔ مرزا اختیار بیگ معمول کے مطابق جاگے تھے۔ کچھ لمحوں کے لیے رات کے واقعات ان کے ذہن سے نکل گئے تھے لیکن پھر انہیں سب کچھ یاد آ گیا اور وہ اچھل پڑے۔

''کوئی آیا تو نہیں...... میرا مطلب ہے نوکر وغیرہ یعنی سب کچھ ٹھیک ہے؟'' مرزا صاحب نے سلیپر پہنتے ہوئے کہا۔

''نہیں......! ایک بات کہوں؟'' طاہرہ جہاں نے گھگیائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہوں؟'' مرزا صاحب نے اسٹینڈ سے سلیپنگ گاؤن اتار کر پہنتے ہوئے کہا۔

''اب کیا کریں گے آپ......؟''

''خود کچھ نہیں کروں گا، میں قانون ہاتھ میں لینا پسند نہیں کرتا، اس حرام خور سے ضرور

پوچھوں گا کہ اس نے کیوں یہ نمک حرامی کی، تینوں مردودوں کو پولیس کے حوالے کروں گا۔''

''جی......!'' طاہرہ جہاں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ کچھ کہتے بن نہیں پڑ رہی تھی، کہتیں بھی تو کیا۔ مرزا صاحب باہر نکل گئے تو دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

مرزا صاحب باہر نکل کر سیدھے اس کمرے میں پہنچے جہاں بابر شاہ اور مہا پال بند تھے۔ باہر چوکیدار مستعد تھا۔

''سب ٹھیک ہے، کوئی گڑبڑ تو نہیں کی انہوں نے ......؟'' انہوں نے چوکیدار سے پوچھا۔

''نہیں صاب! سب ٹھیک ہے۔''

''جاؤ۔ دوسرے نوکروں کو بلا کر لاؤ...... لاؤ یہ گن مجھے دے دو۔'' مرزا صاحب نے چوکیدار سے بندوق لے کر اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی۔

چوکیدار بھاگ کر دوسرے نوکروں کو بلا لایا۔ سب نوکر ہوشیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔ مرزا صاحب کے اشارے پر چوکیدار نے دروازے کا تالا کھولا اور پھر بندوق تان لی۔ مرزا صاحب نوکروں کے ساتھ اندر داخل ہوئے لیکن اندر قدم رکھتے ہی ان کے منہ سے حیرت بھری آواز نکلی۔ ''ارے...... یہ......!''

سب ہی نے دیکھ لیا کہ کمرہ خالی پڑا تھا۔ دونوں ڈاکوؤں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ انہیں جن رسیوں سے باندھ گیا تھا، وہ بھی موجود نہیں تھیں۔ سارے نوکر اور چوکیدار بھی دنگ رہ گئے تھے۔

مرزا صاحب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے خونی نظروں سے چوکیدار کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''کہاں گئے یہ دونوں......!''

''خدا کا قسم صاب...... خدا کا قسم......! ہم نے تو رات بھر پلک تک نہیں جھپکائی...... خدا کا قسم......!''

''کیوں جھوٹی قسمیں کھا کر خود کو گناہگار کر رہا ہے، تُو بھی اس ڈاکے کی سازش میں شریک تھا، ٹھیک ہے تم لوگ ہوتے ہی ایسے ہو، سجاد کو بھی بھگا دیا ہوگا، ظاہری بات ہے، جاؤ دیکھو وہ اپنے کمرے میں موجود ہے یا نہیں؟''

''صاحب! میرے کو غدار کہہ کر میرے ماں، باپ کو گالی مت دو، میں مسلمان ہے،

پانچ وقت کا نماز پڑھتا ہے، میں خدا کی قسم کھا کر بولتا ہوں کہ میں نے دروازہ کھولا ہے نہ میں رات کو سویا ہوں، میرے کو نہیں معلوم کہ وہ کس طرح ہوا بن کر نکل گئے۔''

جو ملازم سجاد کو دیکھنے گئے تھے، انہوں نے آ کر بتایا کہ سجاد کمرے میں موجود ہے اور اسی حالت میں بندھا پڑا ہے۔

''آؤ!'' مرزا صاحب نے کہا اور ملازموں کے ساتھ اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں سجاد موجود تھا۔ اس کا چہرہ ویران تھا اور وہ خلا میں گھور رہا تھا۔

''آپ نہیں فرار ہوئے پھوپھا جان کے ساتھ......؟'' مرزا صاحب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

سجاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سامنے کی دیوار کو گھورتا رہا۔

''کون تھے وہ دونوں اور کیسے فرار ہو گئے، کیا چوکیدار بھی تمہارے ساتھ ملا ہوا ہے؟'' مرزا صاحب نے اس بار غرائی ہوئی آواز میں کہا لیکن سجاد اب بھی خاموش رہا۔

''بہت بےشرم انسان ہے تُو......ڈھیٹ بنا بیٹھا ہے، ٹھیک ہے ہم لوگ پولیس کو بےدرد اور بےرحم کہتے ہیں مگر وہ تم جیسے نمک حراموں کے ساتھ سخت سلوک نہ کرے تو کیا کرے، دانش......! دانش کو بلاؤ۔''

دانش خود ہی آوازیں سن کر اندر آ گیا تھا۔

''پولیس کو بلاؤ دانش......! یہاں نمک حراموں کی بڑی تعداد موجود ہے، یہ بتائے گا کہ یہاں ڈاکہ ڈلوانے کی سازش میں کون کون شریک ہے، دونوں ڈاکو بند کمرے سے نکل گئے اور چوکیدار صاحب قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ وہ رات بھر مستعدی سے ڈیوٹی دیتے رہے ہیں اور کمرہ باہر سے بند رہا ہے۔''

''میں پولیس کو فون کرتا ہوں پاپا!'' دانش نے کہا اور ایک ملازم سے اپنے کمرے سے موبائل فون لانے کے لیے کہا۔ سجاد اسی طرح پتھرایا ہوا بیٹھا تھا۔

دانش کا موبائل فون ملازم کے بجائے تزئین لے کر آئی تھی۔ دانش اور مرزا اختیار بیگ نے چونک کر اسے دیکھا۔ تزئین نے ایک نگاہ سجاد پر ڈالی پھر فون دانش کو دے دیا۔

''پاپا! مجھے پولیس اسٹیشن کا نمبر نہیں معلوم......کیا پیٹرولنگ اسکواڈ کو فون کر دوں؟''

''نہیں دانش......! پولیس کو فون نہیں کرنا۔'' تزئین نے سرد لہجے میں کہا، پھر مرزا

صاحب کی طرف رخ کر کے بولی۔ ''پاپا......! سجاد کو پولیس کے حوالے نہیں کرنا، جو ہو چکا ہے، اس پر خاموشی اختیار کر لی جائے، ڈاکو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے، بس ٹھیک ہے۔''

''تزئین ان لوگوں نے مل کر جو کچھ کیا ہے، وہ بہت خطرناک تھا، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ڈاکو نکل گئے اور یہ سب......!''

''پاپا......! پولیس کو فون نہیں کرنا، سجاد کے ہاتھ پاؤں کھلوا دیں۔'' تزئین نے سرد لہجے میں کہا۔ اس نے مرزا اختیار کی پوری بات بھی نہیں سنی تھی۔

مرزا اختیار بیگ کو صرف ایک لمحے کے لیے تزئین کا لہجہ عجیب محسوس ہوا تھا لیکن دوسرے لمحے یہ احساس ان کے ذہن سے نکل گیا۔ انہوں نے ملازموں کو اشارہ کر کے کہا۔

''اسے کھول دو۔'' سجاد کی بندشیں کھول دی گئیں۔

''جاؤ۔'' تزئین نے سجاد کو اشارہ کر کے کہا اور سجاد لڑکھڑاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

دانش خاموش کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

تزئین نے مرزا اختیار بیگ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولی۔ ''شکریہ پاپا!'' پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

+====+====+

بابر شاہ اور مہاپال اس وقت منڈل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مہاپال اپنی اس رہائش گاہ کو مہامنڈل کہا کرتا تھا۔

اس وقت سورج نکل رہا تھا۔ مہاپال کے کچھ چیلے مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ اچانک مہاپال بیٹھے بیٹھے ہنس پڑا اور بابر شاہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا سوچ رہے ہو شاہ جی......؟''

''تمہیں ہنسی کیوں آئی مہاپال......؟'' بابر شاہ نے پوچھا۔

''اس سارے کھیل پر......انہیں اب تک ہماری گمشدگی کا پتہ چل گیا ہوگا، کیا سوچ رہے ہوں گے وہ!''

''ابھی پتہ نہیں چلا ہوگا مہاپال! ابھی تو وہ سو رہے ہوں گے۔''

''جاگیں گے تو کیا سوچیں گے؟''

''وہ جو بھی سوچیں، بھاڑ میں جائیں، ہمیں آگے کے بارے میں سوچنا ہے۔''

"میں اگر چاہتا تو ان سب کو ان کے گھر پر ہی ننگی کا ناچ نچا دیتا مگر اس طرح ہمارا سارا کھیل خراب ہو جاتا، ویسے میں تمہیں بتاؤں بابر شاہ! وہ مایا منی ہے اور ہمارے بارے میں پوری جان کاری رکھتی ہے۔"

"کیسے پتہ......؟" بابر شاہ نے پوچھا۔

"چیتاؤنی دی ہے اس نے مجھے!" مہاپال نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم نے دیکھا نہیں تھا جب اس کا پتی ہم پر پستول تانے کھڑا تھا تو وہ ہمیں دیکھ کر شرارت سے مسکرا رہی تھی، اسے ہمارے بارے میں سب کچھ پتہ تھا اور اسی نے اپنے پتی کو جگا کر ہمارے بارے میں بتایا تھا۔"

"کھیل زیادہ ہی گمبھیر ہو گیا ہے مہاپال! مجھے بھی یہی لگ رہا ہے جیسے وہ ہم سے پوری طرح واقف ہو گئی ہے اور ہمارے ساتھ کھیل رہی ہے، میں نے سوچا تھا کہ اگر وہ مایا منی ہے تو ہم دونوں مل کر اسے قابل میں کر لیں گے، میں اکیلا بھی یہ کام کر سکتا ہوں، تمہارا بھوگل پنتھ کسی کام نہیں آیا، اب اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"آ گیا نا میاں گیری پر بابر شاہ! پھینک دیا نا میرے گھر میں بیٹھ کر مجھ پر پتھر...... بھوگل پنتھ کے ذریعے ہم نے ابھی کیا کیا ہے، ہم تو بس یہ دیکھنے گئے تھے کہ وہ مایا منی ہے کہ نہیں، دوسروں سے ہمیں کیا لینا دینا ہے، اگر چاہتے تو مروڑ کر پھینک دیتے اس کو، مگر ہم دشمنی کرنے تو نہیں گئے تھے، لا کڑا واپس کر دے ہمیں، تُو نے بات ہی ایسی گروی ہے۔"

"تم نے اسے دیکھ تو لیا ہے مہاپال......؟"

"تو پھر......؟"

"معاہدہ ختم کرتے ہو؟"

"کرنا تو نہیں چاہتے مگر تیری مرضی!"

"تو ٹھیک ہے، یہ لے اپنا کڑا، یہ تو دوستی کی نشانی تھی، ہاں ایک بات ضرور کہیں کے تجھ سے، وہ جو کوئی بھی ہے، اس کا خیال دل سے نکال دینا۔" بابر شاہ نے کلائی سے کڑا اتار کر مہاپال کی طرف بڑھا دیا۔

"جھگڑا مت کر بابر شاہ! کوئی اپائے سوچ!"

"تُو نے ہی کڑا واپس مانگا ہے مہاپال!" بابر شاہ نے کہا۔

"ٹھنڈے من سے سوچ بابر شاہ! ہم وہاں یہ دیکھنے گئے تھے کہ وہ مایا منی ہے کہ نہیں،

جب اس کا پتی پستول تان کر کھڑا ہوا تو وہ بھی کھڑی ہو گئی، وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائی تھی اور اس نے اپنی آنکھوں سے بات کی تھی، میں اگر چاہتا تو وہاں بہت کچھ کر سکتا تھا جبکہ تُو گھبرا گیا تھا اور وہاں سے بھاگ پڑا تھا مگر سوچ اگر ہم وہاں جادو منتر شروع کر دیتے تو سارے کام گڑبڑ ہو جاتے نا......! وہ بھی کچھ نہ کچھ ضرور کرتی اور سارا کام خراب ہو جاتا۔"

"اب کیا کرنا ہے؟" بابر شاہ نے پوچھا۔

"وہی پرانا کام...... تُو بھی سوچ، میں بھی سوچتا ہوں، ہم نے اسے دیکھ لیا ہے، تُو اپنے طور پر کوشش کر، اگر تُو اسے اپنے قبضے میں کر لیتا ہے تو اسے میرے حوالے کر دینا، بدلے میں تین بیر تیرے...... اور اگر میں نے اسے پہلے قبضے میں لے لیا تب بھی سودا وہی رہے گا کیونکہ وہ تیری دریافت ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں چلتا ہوں۔"

"کیسے جائے گا؟" مہاپال نے کہا۔

جواب میں بابر شاہ ہنسنے لگا تھا۔

+====+====+

مرزا اختیار بیگ اپنے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں ایک کارڈ لا کر دیا گیا جس پر ہاشم خان بیرسٹرایٹ لا، لکھا ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے انہیں آفس میں بلا لیا اور بڑے خلوص سے ملے۔

"کیسے مزاج ہیں اختیار بیگ! پہچان تو لیا نا......؟"

"کیوں شرمندہ کر رہے ہیں ہاشم بھائی! بس عجیب سے حالات ہو گئے ہیں، مصروفیت کے نام پر رشتے ہی ختم ہوتے جا رہے ہیں۔"

"ہاں ایسی ہی بات ہے، اب کچھ چائے وغیرہ کے بارے میں پوچھو تا کہ اس کے بعد کام کی باتیں شروع کی جائیں۔" ہاشم خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

مرزا اختیار بیگ نے فوراً چائے منگوالی۔

چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے ہاشم خان نے کہا۔ "مجھے معاف کر دینا اختیار بیگ! لیکن بیٹیوں کے معاملات ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انسان مکمل تسلی کر لینا چاہتا ہے اور پھر اس مشکل میں کہ دانش بیگ کے ساتھ کچھ الجھنیں لپٹی ہوئی ہیں۔ کیا خود دانش دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں

یا یہ صرف آپ لوگوں کی خواہش ہے؟''

''جی......؟'' مرزا صاحب حیرت سے بولے۔

''خدا کا شکر ہے کہ میری بھی چھوٹی موٹی عزت آبرو ہے لیکن آپ کے خاندان میں بیٹی بھیج کر مجھے دلی خوشی ہوگی، بس تھوڑی سی تسلی چاہتا تھا۔''

مرزا صاحب چکرا کر رہ گئے تھے۔ ان کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی، جبکہ ہاشم خان ان پر توجہ دیئے بغیر بے تکان بول رہے تھے۔

''بیگم نے جب بتایا کہ طاہرہ جہاں بیگم اپنے بیٹے دانش کی دوسری شادی کرنا چاہتی ہیں اور انہوں نے ہماری بیٹی مائرہ کے لیے اپنی خواہش ظاہر کی ہے تو میں دنگ رہ گیا، میں نے کہا کہ وہ خاندان ہر طرح قابلِ اعتماد اور اعلیٰ حیثیت کا حامل ہے اور پھر اس دور میں دوسری شادی معیوب نہیں سمجھی جاتی، ہم روشن خیال لوگ ہیں لیکن پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ آپ سے ملاقات کرلوں، کچھ ضروری تحفظات درکار ہوں گے۔''

بات اب مرزا اختیار بیگ کی سمجھ میں آئی تھی۔ طاہرہ جہاں نے کوئی چکر چلایا تھا۔ ان کا خون کھول گیا تھا لیکن خود کو سنبھال کر مصنوعی ہنسی کے ساتھ بولے۔ ''ہاں کچھ گھریلو الجھنیں تھیں، بیگم اس سلسلے میں غور کررہی تھیں، میری ان سے کوئی تفصیلی بات نہیں ہوئی، مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے گا، آپ کو یہ اندازہ ہے کہ یہ معاملات خواتین ہی کے سپرد ہوتے ہیں، طاہرہ سے میری کوئی تفصیلی بات نہیں ہوئی لیکن آپ تشریف لائے ہیں تو میں خصوصی طور پر ان سے بات کروں گا اور آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔''

''ضرور بسروچشم! آپ ویسے بھی کبھی تشریف لایئے، ہماری عزت افزائی ہوگی، میں انتظار کروں گا، ویسے جہاں تک میری اپنی سوچ کا تعلق ہے تو بھئی گھما کر ناک پکڑنے سے کوئی فائدہ نہیں، میں تو خوشی سے تیار ہوں، باقی جو فیصلہ آپ کریں۔'' ہاشم خان تھوڑی دیر تک بیٹھے، اس کے بعد اجازت لے کر چلے گئے۔

مرزا اختیار بیگ بہت زیادہ جذباتی ہوگئے تھے۔ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھے، ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کے لیے کہا اور گھر چل پڑے۔ شدید غصے کے عالم میں وہ گھر پہنچے تھے اور تیز تیز قدموں سے طاہرہ جہاں کے کمرے کی جانب چل پڑے تھے۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ اس وقت دانش اور طاہرہ جہاں سر جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا اختیار بیگ کو اس طرح دیکھ

کر دونوں ہی چونک پڑے۔ مرزا اختیار بیگ کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ شدید غصے میں ہیں۔ وہ طاہرہ جہاں کو گھورنے لگے اور پھر ایک نشست پر بیٹھ گئے اور بولے۔ ''یہ اچھا ہے دانش کہ تم بھی یہاں موجود ہو، طاہرہ جہاں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، کیا شے ہیں آپ......! ساری زندگی میں نے آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے، ہر طرح سے کوشش کی ہے کہ آپ کو آپ کا مقام دوں لیکن آپ نے کبھی خود پر بھی غور کیا ہے، آپ اس قابل ہیں کہ آپ کی وہ عزت اور مقام برقرار رکھا جائے؟''

طاہرہ جہاں ہکا بکا منہ پھاڑے مرزا اختیار بیگ کو دیکھ رہی تھیں۔ دانش نے البتہ نرم لہجے میں کہا۔ ''کیا ہوا پاپا! کیا بات ہے؟''

''اس وقت مجھے تھوڑی سی حیرت تم پر بھی ہے دانش! بلکہ میں تم ہی سے آغاز کرتا ہوں، مجھے ایک بات بتاؤ، تزئین میں کیا خرابی ہے، کیا کمی ہے اس کے اندر......؟ شکل وصورت میں لاکھوں میں ایک ہے، فرمانبردار اور وفا شعار ہے، مجھے بتاؤ اس نے کسی کو کیا نقصان پہنچایا ہے؟''

دانش نے ماں کی طرف دیکھا لیکن طاہرہ جہاں خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔

''خیر کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ محترمہ طاہرہ جہاں تمہاری دوسری شادی کرنا چاہتی ہیں، ہاشم خان میرے پاس دفتر آئے تھے اور انہوں نے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی مائرہ کے لیے تمہاری دوسری شادی پر رضامندی کا اظہار کیا تھا، میرے فرشتوں کو بھی کوئی بات معلوم نہیں تھی، خیر طاہرہ جہاں تو ایسے مذاق کرنے کی عادی ہیں، جو کچھ کر چکی ہیں، اب اسے دہرانا بے سود ہے لیکن اب انہیں اتنی آزادی بھی حاصل نہیں کہ اپنی من مانی کرتی پھریں، اس بار میں انہیں تھوڑا سا سبق سکھانا چاہتا ہوں، آخر سمجھا کیا ہے انہوں نے اپنے آپ کو......! تزئین سے بیٹے تم نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے، کیا قصور کیا ہے اس نے، اب تک اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو طاہرہ جہاں اس کے ساتھ تعاون نہ کرتیں کیونکہ عدم تعاون ان کی فطرت کا ایک حصہ ہے، میرے علم میں تو خیر یہ بات بالکل نہیں تھی، کیا تمہارے علم میں ہے؟''

''جی پاپا......! میرے علم میں ہے۔'' دانش کے یہ الفاظ مرزا اختیار بیگ کے لیے حیران کن تھے۔

''یعنی تم دوسری شادی کرنا چاہتے ہو۔''

"جی پاپا! کرنا چاہتا ہوں۔"

"ذہن میں ایک خیال آتا ہے کہ کیوں......؟"

"پاپا! میں جو زندگی گزارنا چاہتا ہوں، اس کا مجھے مکمل اختیار ہے، ایسی صورت میں یہ سوال "کیوں" مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔"

"ہوں تو طاہرہ جہاں ایک بار پھر آپ نے اپنی شیطنت کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنے کی صلاحیت حاصل کر لی ہے۔"

"پاپا! ہماری باتیں ہم تک رہنے دیں، میں خوشی سے اس کے لیے تیار ہوں۔"

"مگر میں نہیں، سمجھے! میں یہ چاہتا ہوں کہ جو بیوقوفی تم نے کی ہے، اس کا تدارک بھی تمہیں کرو، ہاشم خان سے بات کرو اور اسے بتاؤ کہ یہ سب کچھ غلط فہمی کی بناء پر ہوا ہے، ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"مگر میرا ارادہ ہے پاپا! آپ اگر مجھے روکیں گے تو میں آسانی سے تزئین کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لوں گا اور اگر آپ مجھے یہاں نہیں رکھیں گے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"خوب، گویا تمام منصوبے پہلے ہی سے تیار کر لئے گئے ہیں اور مجھے یہ تک نہیں بتایا جائے گا کہ آخر تزئین میں ایسی کیا خرابی ہے؟"

"جو خرابی اس میں ہے مرزا صاحب! آپ کو اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے، اب یہ بول پڑا ہے آپ کے سامنے تو میں بھی زبان کھول رہی ہوں، فیصلہ آپ کو کرنا ہوگا، ہم لوگ یہاں رہ کر یہ کام کریں یا یہاں سے جا کر میرے پاس اس کا بھی پورا پورا بندوبست ہے۔" طاہرہ جہاں کی فطرت ابھر آئی تھی۔

مرزا اختیار بیگ بے بسی سے انہیں دیکھنے لگے پھر انہوں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں، تم لوگ یہاں آرام سے رہو سمجھے، جو دل چاہے کرو، میں خود ہی اس گھر سے قطع تعلق کئے لیتا ہوں اور ہو بھی سکتا ہے کہ اگر تزئین میرے ساتھ جانے پر آمادہ ہو جائے تو میں اسے یہاں سے لے جاؤں، ارے میرے پاس اللہ کے فضل سے کس چیز کی کمی ہے، بس اللہ نے کوئی بیٹی نہیں دی تھی، وہ کمی تزئین پوری کر دے گی، میں تو خود اس گھر نما جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔" پھر مرزا صاحب دانش کی طرف رخ کر کے بولے۔ "دانش! اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی معاف

نہیں کرے گا، اس بات کو یاد رکھنا۔"

وہ باہر نکلنے والے تھے کہ تزئین کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"پاپا! معافی چاہتی ہوں، میں نے سب کچھ سن لیا ہے، کچھ کہنا چاہتی ہوں میں......! میں آپ کی بیٹی ہوں، آپ کی محبت پر مجھے فخر ہے، مما اور دانش کی خواہش ہے کہ دانش کی دوسری شادی ہو جائے، میں خوشی سے اجازت دے رہی ہوں کہ دانش دوسری شادی کر لیں، میرے اور دانش کے درمیان آج تک کوئی مفاہمت کا رشتہ نہیں بن سکا، یہ گھر پُرسکون ہو جائے گا، میں بھی یہی چاہتی ہوں پاپا! میری خواہش پر آپ ان سے تعاون کریں۔"

مرزا صاحب تعجب سے تزئین کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے کچھ بولنے سے پہلے تزئین نے پھر کہا۔ "آپ کو یہ کرنا ہے پاپا......!"

"نہیں تزئین! یہ لوگ......!"

"آپ کو یہ کرنا ہے پاپا......!" اس بار تزئین کا لہجہ کچھ عجیب ہو گیا تھا۔

"تم کہاں رہو گی تزئین......؟"

"یہیں......آپ کے پاس...... یہ گھر اتنا چھوٹا تو نہیں ہے، مجھے یہاں سے کون نکالے گا۔" تزئین مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے، ان کا جو دل چاہے کریں، میری طرف سے جہنم میں جائیں۔" مرزا صاحب نے کہا۔

"نہیں پاپا......! آپ اس شادی میں بھرپور حصہ لیں، سب کچھ خوشدلی سے کریں، میں جو کہہ رہی ہوں آئیں پاپا! میں آپ سے اس موضوع پر کچھ اور باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" تزئین نے کہا اور مرزا صاحب کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

طاہرہ جہاں اور دانش دم بخود کھڑے تھے۔ تزئین اور مرزا صاحب کے جانے کے بعد بھی وہ خاموش کھڑے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے پھر طاہرہ جہاں بولیں۔ "رحم میرے مالک......رحم......! ارے کوئی چال ہے اس میں بھی، اتنی موم کی مریم نہیں ہیں وہ، بلاوجہ یہ اجازت نہیں دی ہے بیگم صاحبہ نے!"

"میری خود جان نکل رہی ہے مما!" دانش رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے اس کمبخت کا

تجربہ ہے، ایسے کچھ واقعات ہو چکے ہیں جب اس نے مجھے کلب میں ہوٹل میں ذلیل کرایا ہے، میری دوستوں سے مجھے دھکے دلوائے ہیں...... لیکن مما میں شادی کروں گا، اس کے ہاتھوں لحہ لحہ مرنے سے تو بہتر ہے کہ ہر طرح کا خطرہ مول لیا جائے، میں شادی ضرور کروں گا، مما آپ ایک کام کریں۔''

''بولو...... میرے بچے......!'' طاہرہ جہاں نے دلسوزی سے کہا۔

''مما......! کیا نام ہے اس لڑکی کا...... ہاں مائرہ......! آپ اس سے میری ملاقات کرا دیں، میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں کرا دوں گی، وہ لوگ خوشی سے تیار ہیں، کسی بات پر اعتراض نہیں کریں گے، ہائے میرا دل کانپ رہا ہے، نہ جانے کمبخت نے کیا چال سوچی ہے۔'' طاہرہ جہاں فکرمند سے بولیں۔

+====+====+

دیدار خالہ نے سالن کی قاب کھولی اور ان کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ خوش رنگ، خوش ذائقہ سالن میں بڑے بڑے مکروہ شکل کے کیڑے بھرے ہوئے تھے۔

دیدار خالہ نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ''ارے کیا ہے یہ......! مجھ سے دشمنی کی گئی ہے شازیہ، میرن......! کہاں مر گئیں...... خدا تمہیں غارت کرے...... ہائے میرے مولا! تیرا شکر ہے کہ دن کی روشنی تھی میں نے دیکھ لیے ورنہ رات ہوتی تو...... اوع...... اوع......!'' دیدار خالہ ابکائیاں لینے لگیں۔

پھر جو انہوں نے ہنگامہ کیا تو پورا گھر پریشان ہو گیا مگر ان کی بات غلط نہیں تھی۔ سالن میں لمبے لمبے کیڑے مرے پڑے تھے جبکہ سالن پکانے والے برتن میں کیڑے موجود نہیں تھے۔

اس کے بعد دیدار خالہ کی لاکھ خوشامدیں کی گئیں لیکن انہوں نے کچھ نہ کھایا۔ شام کو بھوک ناقابلِ برداشت ہو گئی تو اپنی جگہ سے اٹھیں، جا کر فریج کھولا۔ فریج میں پھل رکھے ہوئے تھے، دو کیلے اور دو سیب اٹھائے، کچن سے چھری اور پلیٹ لی اور اپنے کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

سب سے پہلے کیلا چھیلا لیکن اچانک ہی ان کی نگاہ چھلے ہوئے کیلے پر پڑی۔ بھورے

رنگ کا لمبا سا کیڑا کیلے سے لپٹا ہوا تھا۔ دیدار خالہ نے جلدی سے کیلا دور پھینک دیا۔ بالکل اسی طرح کا کیڑا تھا جیسا سالن میں پڑا ہوا تھا۔ سالن میں وہ جل بھن گیا تھا لیکن کیلے سے زندہ لپٹا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کبھی کیلے میں ایسا کوئی کیڑا شاید ہی کسی کو نظر آیا ہو۔

دیدار خالہ قالین پر رینگتے ہوئے کیڑے کو دیکھنے لگیں، پھر انہوں نے دوسرا کیلا اٹھایا، اسے چھیلا لیکن اس سے کیڑا نہیں لپٹا ہوا تھا، پھر بھی انہوں نے اسے بیچ سے توڑ کر دیکھا اور جونہی انہوں نے کیلا درمیان سے توڑا۔ کیلے کے اندر سے بھورے رنگ کے کیڑے نے سر نکال کر جھانکا اور اس بار دیدار خالہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

یہ سب کچھ سمجھ میں آنے والا نہیں تھا، کچھ دیر سوچتی رہیں پھر کسی خیال کے تحت سیب کو درمیان سے کاٹا، سیب کے درمیانی حصے میں اس طرح کے کئی کیڑے کنڈلی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ اب تو دیدار خالہ کے اوسان خطا ہو گئے۔

انہوں نے کسی سے کچھ کہا بھی نہیں۔ گھر والوں نے بڑی مشکل سے انہیں راضی کیا کہ شام کا کھانا پوری صفائی ستھرائی کے ساتھ پکایا گیا ہے، وہ کھا لیں۔ دیدار خالہ کے بیٹوں نے اپنی بیویوں کو برا بھلا کہا اور شام کا کھانا سب کے ساتھ دیدار خالہ کو کھلانے کا فیصلہ کیا گیا، جبکہ دیدار خالہ کو الگ ہی کھانے کی عادت تھی لیکن آج ان کے ستارے ہی گردش میں تھے۔ سب لوگوں کی پلیٹیں صاف ستھری تھیں لیکن جب دیدار خالہ نے اپنی پلیٹ سیدھی کی تو پلیٹ میں ویسا ہی بھورے رنگ کا کیڑا کلبلا رہا تھا۔

سب نے اس کیڑے کو دیکھا لیکن بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دیدار خالہ کو جو چیز بھی پیش کی جاتی، اس میں اسی طرح کے بھورے کیڑے زندہ یا مردہ نظر آ جاتے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں آ رہی تھی، نہ کسی ڈاکٹر کو بتانے والی تھی۔ یہ کیڑے کہاں سے آ جاتے تھے، کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

لیکن دیدار خالہ اب صورتِ حال کو سمجھ رہی تھیں، چنانچہ انہوں نے تیاریاں کیں اور اس کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑیں۔ رخ بابر شاہ کی طرف تھا۔ لمبا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ بابر شاہ کی جھونپڑی پہنچ گئیں۔ بابر شاہ اس وقت باہر ہی پریشان سا بیٹھا ہوا تھا۔ جادو اس کے پیروں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ دیدار خالہ کی کار دور ہی سے دیکھ لی گئی۔

بابر شاہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے پھر بھی اس نے کسی قدر نرم لہجے میں کہا۔

''آیئے دیدار بیگم! کیسی ہیں آپ! طاہرہ جہاں نے بھیجا ہوگا آپ کو ہماری خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے؟''

''نہیں شاہ جی! اس وقت تو میں اپنی ہی مشکل کا شکار ہو کر آئی ہوں۔'' دیدار خالہ نے کہا۔ ویسے بھی انہیں یہ بات نہیں معلوم تھی کہ طاہرہ جہاں کے گھر بابر شاہ پر کیا گزری۔

بابر شاہ نے چونک کر دیدار خالہ کو دیکھا اور بولا۔ ''کیوں آپ کیا ہوا دیدار بیگم......؟''

''شاہ جی! پتہ نہیں کیا ہو گیا، اللہ ہی جانتا ہے میں مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں۔'' دیدار خالہ نے اپنی مشکل کی تفصیل بتائی۔

بابر شاہ انہیں غور سے دیکھتا رہا اور پھر ہنس پڑا۔ ''ہونا تھا دیدار بیگم! یہ تو ہونا تھا، آپ اس کے خلاف بھاگ دوڑ کر رہی ہیں تو وہ خاموش کیوں بیٹھی رہے، اس نے آپ کے سر پر بھی ہاتھ پھیر دیا۔''

''ہیں......! آپ کس کی بات کر رہے ہیں شاہ جی؟'' اب دیدار خالہ کو ایک دم خیال آیا کہ یہ عمل طاہرہ جہاں کی بہو کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ یہ اندازہ تو انہیں ہو گیا تھا کہ وہ انسان نہیں کوئی چڑیل ہے۔ بابر شاہ کی زبانی سن کر یہ کام تزئین کی طرف سے ہو سکتا ہے، ان کے ہوش اُڑ گئے، چہرہ زرد ہو گیا۔

بابر شاہ نے کہا۔ ''اس نے ہم سے بھی جنگ شروع کر دی ہے، آپ کو شاید معلوم نہیں کہ طاہرہ جہاں کے گھر میں ہم پر کیا بیتی؟ آپ ہو سکے تو پیچھے ہی رہیں، اس وقت حالات کچھ ایسے ہی کہ آپ کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔''

''شاہ جی! آپ کو اللہ کا واسطہ، ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں اس طرح تو میں بھوکی مر جاؤں گی، میرے سامنے آنے والی ہر چیز میں لمبے لمبے بھورے رنگ کے کیڑے نکلتے ہیں، ہائے شاہ جی! اگر یہی حالت رہی تو کتنے دن زندہ رہوں گی؟''

''اور کچھ کہنا چاہتی ہیں آپ دیدار بیگم......؟ ہم تو خود حالتِ جنگ میں ہیں، اس وقت آپ کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔''

''شاہ جی آپ کو بڑی قوتیں حاصل ہیں، کچھ کریں شاہ جی! اللہ کے لیے کچھ کریں۔''

''جادو! ہم ایک ضروری کام سے جا رہے ہیں، تم انہیں سلام دعا کے بعد رخصت کر دو۔'' بابر شاہ نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔

دیدار خالہ کے تو پیروں کی جان نکل گئی تھی۔ بہر حال بابر شاہ نے ٹکا سا جواب دے دیا تھا، اب یہاں رکنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ واپس آئیں، کار میں بیٹھیں اور گھر کی جانب چل پڑیں لیکن دماغ تھا کہ بری طرح گھوم رہا تھا۔ بار بار منہ سے بڑبڑاہٹ نکل جاتی تھی۔ ہائے میری میا! اب کیا ہوگا میرا......! میں تو ماری گئی، ارے بابر شاہ جیسا آدمی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تو میں غریب کیا کر سکوں گی۔ ڈرائیور نے چونک چونک کر کئی بار پوچھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں لیکن انہوں نے ڈرائیور کو جھڑک دیا۔

''تُو اپنا کام کر، جو کہہ رہی ہوں اپنے آپ سے کہہ رہی ہوں، تجھ سے نہیں کہہ رہی۔''

بہر حال گھر کا راستہ طے ہوا۔ گھر میں داخل ہوئیں تو انہوں نے کچھ فیصلے کر لیے، پھر جب بیٹے وغیرہ واپس آئے تو انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

''بیٹا! کچھ دن کے لیے میں اپنی بیٹی کے گھر جانا چاہتی ہوں، خواب میں دیکھا ہے اسے، بچے یاد آ رہے ہیں، تم میرا ٹکٹ منگوا دو، میں آج ہی جاؤں گی۔''

''لیکن اماں جی! آپ کی طبیعت......؟''

''ارے بھاڑ چولہے میں جائے طبیعت، جو میں کہہ رہی ہوں کرو ورنہ اسٹیشن جا کر ٹرین میں بیٹھ جاؤں گی، راستے میں ٹکٹ بنوا لوں گی۔''

''نہیں اماں جی! ٹکٹ ہم بنوائے دیتے ہیں لیکن آپ کے ساتھ جو ہو رہا ہے؟''

''ارے ٹھیک ہو جائے گا، اللہ نے چاہا سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' پھر اپنے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ''اے تزئین! معاف کر دو بی بی مجھے، سچ مچ غلطی ہو گئی، عزیزہ کے ہاں سے نکالی گئی اور اب......! اب یہ ہو گیا بس میری کمبخت ماری عادت ہی ایسی ہے، کسی کی مشکل دیکھ کر خواہ مخواہ اپنا پاؤں پھنسا لیتی ہوں، بی بی! جو کچھ ہوا ہے، اسے بھول جاؤ، اب تو مہینوں کیا سالوں واپس نہیں آنے کی، اب تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔''

بہر حال ٹکٹ لا دیا گیا، بہو، بیٹوں نے کھانے پینے کا کچھ سامان بھی ساتھ کر دیا تھا۔ دیدار خالہ کو وقت پر ٹرین میں بٹھا دیا گیا۔ پتہ نہیں کب سے بھوکی تھیں، بھوک کے مارے جان نکلی جا رہی تھی، اب تو پانی بھی پینے سے ڈر لگتا تھا کہ کہیں کیڑے پانی کے راستے پیٹ میں نہ چلے جائیں۔

ٹرین میں بیٹھ کر انہوں نے حسرت بھری نگاہوں سے لوگوں کو دیکھا۔ لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے، کھا پی رہے تھے۔ کھانے پینے کا جو سامان ان کے ساتھ کیا گیا، وہ قریب ہی رکھا تھا۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہیں، ٹرین کے سفر کو دو ڈھائی گھنٹے گزر گئے اور بھوک بے جان کرنے لگی تو کھانے پینے کا سامان کھولا، سامنے رکھا پراٹھا نکالا، دہشت بھری نگاہوں سے ایک ایک چیز کو غور سے دیکھا، نوالہ سالن میں ڈبویا لیکن اب سالن میں کوئی کیڑا نہیں تھا۔

+====+====+

سجاد کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ دو دن سے اپنے کوارٹر میں بند تھا اور گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ طاہرہ جہاں اسے بلا کر کچھ کہیں سنیں گی، لیکن وہ دم سادھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آخر کار یہ معلومات حاصل کر کے کہ اس وقت مرزا صاحب اور دانش گھر میں موجود نہیں ہیں، وہ خود طاہرہ جہاں کے پاس پہنچ گیا۔ طاہرہ جہاں اسے دیکھ کر بری طرح چونکی تھیں۔

ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا تو سجاد نے کہا۔ ''ہم آپ سے کچھ مانگنے نہیں آئے ہیں بیگم صاحبہ! آپ سے اجازت لینے آئے ہیں۔''

''کک کہیں جا رہے ہو سجاد......؟'' بمشکل تمام طاہرہ جہاں کے منہ سے نکلا۔

''نوکری چھوڑ رہے ہیں بیگم جی! انسان کے بچے ہیں، جتنی ہمت تھی، وفاداری کر لی، اب کوئی عزت تو رہی نہیں، آپ جانتی ہیں ہمارا کوئی قصور نہیں تھا، وہ تو اللہ نے پولیس سے بچا لیا ورنہ پولیس تو مار مار کر سب کچھ اگلوا لیتی، آپ کا بھرم رکھا مگر آپ نے پلٹ کر بھی نہ پوچھا کہ سجاد کس حال میں ہو۔''

''میں تمہیں تین مہینے کی تنخواہ دیے دیتی ہوں، دوسری نوکری تلاش کرو گے تو پریشانی نہیں ہوگی۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

''چھوڑیے بیگم صاحبہ! آپ بڑے لوگ ہمیشہ عزت کی قیمت لگاتے رہتے ہیں، ہم عزت بیچتے نہیں ہیں، یہ خرید و فروخت آپ لوگ ہی کرتے ہیں، ہمارا تھوڑا سا سامان ہے کپڑے وغیرہ آپ کسی کو بھیج کر تلاشی کرا لیں، کل کوئی اور الزام نہ لگ جائے۔''

طاہرہ جہاں کے لیے یہ خوشی کی خبر تھی کہ سجاد خود جا رہا ہے۔ اختیار بیگ کو اصلیت کا پتہ

نہیں چل سکا تھا، اس لیے ان کا رویہ ٹھیک تھا، اگر کبھی بات کھل جاتی تو لینے کے دینے پڑ جاتے۔

سجاد اپنا مختصر سا سامان لے کر باہر نکل آیا۔ چوکیدار الگ نوکری چھوڑ کر جا چکا تھا۔

پیدل چلا جا رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ سجاد نے پلٹ کر دیکھا۔ کچھ لمحے تو وہ ہاتھ رکھنے والے کو پہچان نہ سکا لیکن پھر اس نے اس شخص کو پہچان لیا۔ یہ بڑے پھوپھا تھے۔ وہ دوسرا آدمی جو بابر شاہ کے ساتھ آیا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ سجاد!'' مہاپال نے نرم لہجے میں کہا اور سامنے نظر آنے والے چھوٹے سے پارک کی طرف بڑھ گیا۔ ''کہاں جا رہے ہو؟''

''نوکری چھوڑ دی ہے ہم نے صاحب! بڑے صاحب ہمیں ڈاکوؤں کا ساتھی سمجھ رہے تھے۔''

''تم نے خود نوکری چھوڑی یا انہوں نے تمہیں نوکری سے نکال دیا؟'' مہاپال نے پارک کی ایک بنچ پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں صاحب جی! ہم نے انتظار کیا کہ بیگم صاب خود کسی طرح ہماری عزت بچائیں مگر صاب جی! برا نہ مانیں یہ بڑے لوگ بس خود ہی باعزت رہنا چاہتے ہیں، کسی دوسرے کی ان کی آنکھوں میں کوئی عزت ہوتی ہے، نہ یہ کسی کی عزت بچانے کی کوشش کرتے ہیں، ہم نے اپنی وفاداری نبھا دی، ان کے پاس اس کا کوئی اجر نہیں تھا، کان دبا کر خاموشی سے بیٹھ گئیں، اب صاب جی! اپنی عزت تو کوئی نیلام نہیں کرتا، چلے آئے ہم نوکری چھوڑ کر، اگر زبان کھول دیتے تو بیگم صاب ہی کا کچھ بگڑتا، ہم لوگ تو پیدا ہی دوسروں کی عزت بچانے کے لیے ہوتے ہیں، ہماری اپنی کوئی عزت ہوتی کہاں ہے۔''

''ذرا سا برا ہو گیا سجاد! تھوڑا سا پہلے مل جاتے تو کوئی حل نکالا جا سکتا تھا، خیر چھوڑو تم ڈرائیو ہو نا؟''

''جی صاب......!''

''پچاس نوکریاں مل جائیں گی، تمہیں نوکری کی کیا کمی ہے، تم نے ہمارا بھی ساتھ دیا ہے اس کے بدلے میں لو یہ کچھ رکھ لو اور خبردار اسے لینے سے انکار کرنا، نہ ابھی اسے کھول کر دیکھنا، تھوڑی سی رقم ہے، تمہارے کام آئے گی، مجھے تم سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں سجاد! اب

وفاداری کا ڈھونگ رچا کر مت بیٹھ جانا۔"

سجاد خاموشی سے مہاپال کو دیکھتا رہا تو مہاپال نے پھر کہا۔"بابر شاہ نے مجھے تھوڑی سی تفصیل تو بتائی تھی لیکن تمہیں جتنا معلوم ہے، اتنا مجھے نہیں، میں تم سے کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں، دیکھو اب تم وہاں سے نوکری چھوڑ آئے ہو، دوسری بات یہ کہ جو کچھ معلوم کر رہا ہوں، اس سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، میں بابر شاہ کا ساتھی ہوں، جو کچھ میں تم سے معلوم کر رہا ہوں، اس پر بابر شاہ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"پوچھیں صاب جی! مگر یہ......"

"رکھ لو، میں نے کہا نا تم سے!"

سجاد نے وہ رومال جیب میں رکھ لیا جس میں اس کے اندازے کے مطابق نوٹ تھے۔ مہاپال اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔"طاہرہ جہاں کے بیٹے سے اس لڑکی کی باقاعدہ شادی ہوئی تھی؟"

"ہاں صاب جی! وہ چھوٹے مالک کی پسند کی بیوی تھیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے چھوٹے صاحب کو کسی کلب میں ملی تھیں، انہوں نے انہیں پسند کیا، بڑے مالک تو بالکل اس شادی کے لیے تیار نہیں تھے، پر چھوٹے مالک کی ضد کے آگے انہیں بھی جھکنا پڑا، شادی والی رات ہی کو چھوٹے صاب گھر سے بھاگ گئے، ولیمے میں بھی شریک نہیں ہوئے، البتہ دوسرے دن وہ گھر میں موجود تھے۔" سجاد نے اپنی معلومات کے مطابق وہ ساری تفصیلات مہاپال کو بتا دیں جو اس کے علم میں تھیں۔ درخت سے لٹکتی ہوئی ٹانگیں اور بھاگتی ہوئی لڑکی کی گمشدگی اور اس کے بعد بابر شاہ سے رابطے کی ساری تفصیل مہاپال کے علم میں آ گئی۔

مہاپال کا چہرہ غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سجاد کو دیکھتا رہا پھر بولا۔"اور کوئی بات جو تمہارے علم میں ہو؟"

"نہیں صاب جی! پر آپ ہمیں ایک بات بتا دو، یہ سب آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ہم طاہرہ بیگم کے لیے کام کر رہے ہیں، وہ لڑکی کوئی بدروح ہے، دیکھتے ہیں ہماری اور اس کی لڑائی کب تک چلتی ہے، اب تم جاؤ، اپنی نوکری تلاش کرو اور عیش کرو۔" مہاپال نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔"نہ ہمارا پیچھا کرنا، نہ ہمارے بارے میں کسی کو بتانے کی کوشش کرنا، بابر شاہ بھی اگر ملے تو تم اسے کچھ نہیں بتاؤ گے، اس سے تمہیں کوئی فائدہ یا

نقصان نہیں ہوگا، گم ہو جاؤ بلکہ یہ شہر ہی چھوڑ دو تو زیادہ اچھا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بدروح تمہارا پیچھا کرے۔"

سجاد کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے۔ مہاپال تھوڑی دور جانے کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہو گیا لیکن سجاد نے سیدھا ریلوے اسٹیشن کا رخ کیا۔

+====+====+

طاہرہ جہاں کو اور کوئی خوشی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو لیکن دانش ایک بار پھر پہلے کی مانند ان کے قریب آ گیا تھا۔ اپنا زیادہ تر وقت وہ ان کے ساتھ ہی گزارتا تھا۔ مرزا اختیار بیگ ان دونوں سے کھنچے کھنچے رہتے تھے۔ تزئین کی مداخلت کی وجہ سے وہ خاموشی اختیار کر گئے تھے لیکن دانش کی دوسری شادی کے خیال سے دلبرداشتہ تھے۔

ہاشم علی دو بار انہیں فون کر چکے تھے لیکن انہوں نے بڑے خشک انداز میں اپنی مصروفیت کا بہانہ کر دیا تھا اور ہاشم خان سے ڈھنگ سے بات نہیں کی تھی۔ انہوں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جو کچھ کریں گے، یہ ماں، بیٹے ہی کریں گے، وہ ان کے معاملات میں حصہ نہیں لیں گے بلکہ انہوں نے تزئین سے بھی کہا تھا کہ تم ذرا بھی فکر مت کرنا، یہ لوگ تمہاری دولت کے افسانے سناتے ہیں، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن میرے پاس اتنی دولت ہے کہ تم بآسانی اپنی پسند کی زندگی گزار سکتی ہو، اگر تم یہاں نہیں رہنا چاہو گی تو میں تمہیں ایک بنگلہ خرید کر دے دوں گا، تم اگر شادی بھی کرنا چاہو گی تو میں اس سلسلے میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا، تزئین ہنس کر بولی تھی کہ نہیں پاپا میں یہیں آپ کے ساتھ رہوں گی، آپ میرے معاملے میں بالکل بے فکر رہیں، اگر مجھے کسی ذہنی الجھن کا سامنا کرنا پڑا تو میں اس کا اظہار کر دوں گی، آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟

+====+====+

دانش اور طاہرہ اپنی مشکل کا شکار تھے۔ اب وہ اس مشکل میں مبتلا تھے کہ مرزا اختیار بیگ کے دل میں کیا ہے۔ تزئین نے اس شادی کی اجازت کیسے دے دی ہے اور مرزا صاحب کیا واقعی اس شادی کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔

"میں تو یہ سوچتی ہوں کہ مرزا جی کو کیا ہوا، بہو کے سامنے کیسے بھیگی بلی بنے ہوئے ہیں، میں نے پوری زندگی گزار دی، میرے سامنے تو اس طرح گردن نہیں جھکائی۔"

"ممّا! یہ حیرت کی بات نہیں ہے، وہ بدبخت سب کچھ کر سکتی ہے۔"

"کرتی رہے جو دل چاہے کرتی رہے، میں تجھے آباد کر کے رہوں گی، چلو ٹھیک ہے مرزا صاحب نے تو خاموشی اختیار کر لی ہے، اب میں مائرہ سے تمہاری ملاقات کرانے کا انتظام کرتی ہوں، یہ بتاؤ کہاں ملو گے اس سے، کسی ہوٹل میں یا......؟"

"نہیں ممّا! ہوٹل میں تو بالکل نہیں، آپ کو یاد نہیں میں ایک لڑکی کے ساتھ ہوٹل میں تھا تو اس نے میرا بیڑہ غرق کر دیا تھا، وہ اخبار میں خبر جو چھپی تھی؟"

"ہاشم خان کے گھر پر ملو گے؟"

"نہیں......! میں تنہائی میں اس سے کھل کر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر...... بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"ممّا! اگر ممکن ہو سکے تو مائرہ کو یہیں اس گھر میں بلا لیجئے، میں مطمئن رہوں گا، اگر اس نے کوئی گڑبڑ کی تو گھر میں سنبھال لیں گے، کسی اور جگہ اگر کچھ ہوا تو مشکل ہو جائے گی۔"

طاہرہ جہاں کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہیں پھر بولیں۔ "یہ دیدار خالہ خدا جانے کہاں غارت ہو گئیں، فون ملاتی ہوں تو فون ہی نہیں ملتا، موبائل بند کر رکھا ہے۔ پتہ نہیں کیا بات ہے، خیر میں نصرت سے خود بات کرتی ہوں، مائرہ پڑھی لکھی لڑکی ہے اور ہاشم خان بھی بیرسٹر ہیں، جاہل لوگ نہیں ہیں، میرا خیال ہے وہ لوگ منع نہیں کریں گے بلکہ میں ابھی نصرت بیگم کو فون کرتی ہوں۔"

"ان کا فون نمبر ہے آپ کے پاس......؟"

"ہاں ہے" طاہرہ جہاں نے کہا پھر وہ نصرت بیگم کو فون ملانے لگیں۔ آسانی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ رسمی سلام دعا ہوئی اور طاہرہ جہاں نے مدعا بیان کرتے ہوئے کہا۔ "برا نہیں مانیں نصرت بیگم! اصل میں دانش، مائرہ سے خود بات کرنا چاہتا ہے، کہتا ہے میں کسی شریف زادی کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا، مائرہ اگر خوشی سے اس شادی پر تیار ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں مجبور کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے طاہرہ باجی! میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر بھی مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں، میں فون پر آپ کو بتا دوں گی۔"

میں انتظار کروں گی۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

+====+====+

طاہرہ جہاں کا فون جیسے ہی بند ہوا، نصرت بیگم نے فوراً ہی مائرہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ ماں، بیٹی میں بڑی دوستی تھی۔ نصرت بیگم، مائرہ سے پوری طرح اس کا عندیہ لے چکی تھیں۔ مائرہ ایک سمجھدار اور جہاندیدہ لڑکی تھی۔ مائرہ آئی تو انہوں نے کہا۔ "ابھی ابھی طاہرہ جہاں سے میری بات ہو رہی تھی۔"

"جی ماما......!"

"مائرہ! طاہرہ جہاں کہہ رہی تھیں کہ دانش تم سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے واہ جو بات میرے ذہن میں تھی، محترمہ طاہرہ جہاں کے ذہن میں کیسے پہنچ گئی؟" مائرہ نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب، تمہارے ذہن میں بھی یہ بات تھی؟"

"ماما! آپ نے ہمیں بھرپور اعتماد دیا ہے اور ہم نے اس اعتماد کا صلہ آپ کو یہ دیا ہے کبھی بھی آپ کو سر جھکانے کی نوبت نہیں آنے دی۔"

"ہاں بیٹا! میں جانتی ہوں۔"

"ماما! ہم نے اپنے بارے میں بھی بہت کچھ سوچا ہے، میری دلی خواہش تھی کہ میں کسی ایسے خاندان میں جاؤں جہاں کم از کم رونے پیٹنے کے لیے کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو، سب سے بڑا مسئلہ مالی آسودگی کا ہے اور بہرحال یہ بات میں جانتی ہوں کہ وہ لوگ انتہائی دولت مند ہیں، آپ سے میری پہلے بھی بات ہو چکی ہے، اب رہ جاتا ہے دانش کے شادی شدہ ہونے کا مسئلہ تو ایک بات میں آپ کو بتاؤں، دوسری شادی اس وقت ہوتی ہے جب پہلی بیوی سے کوئی اختلاف ہو، دوسری بیوی اگر سمجھدار ہے تو اس کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کرے جس کی بناء پر شوہر دوسری بیوی کے بارے میں بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

"توبہ توبہ......! پتہ نہیں یہ تقریریں تُو نے کہاں سے سیکھ لی ہیں، مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم، اللہ کے فضل سے ہاشم خان کی پہلی بیوی ہوں اور آخری بھی!"

"آپ مجھے طعنہ دے رہی ہیں۔"

"ارے نہیں توبہ توبہ! اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو، کیا جواب دوں میں طاہرہ جہاں کو، ویسے میں جانتی تھی کہ تجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن فوراً ہی اس ملاقات کے لیے ہامی بھر لینا مناسب نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے پھر آپ تھوڑا سا وقت لے لیجیے۔"

چند گھنٹوں کے بعد نصرت بیگم نے طاہرہ جہاں کو فون کر دیا۔ وقت کا تعین ہو گیا اور مائرہ اور نصرت، طاہرہ جہاں کی عالیشان کوٹھی پر پہنچ گئے۔

اس سے پہلے طاہرہ جہاں نے کبھی کسی خاندان والے کو لفٹ ہی نہیں دی تھی۔ بہت کم لوگوں کو موقع ملا تھا کہ وہ طاہرہ جہاں کے گھر پر پہنچ سکیں، اس لیے مائرہ پہلی بار اس کوٹھی کو دیکھ رہی تھی۔

اسے یہ کوٹھی اپنے خوابوں کی جنت محسوس ہو رہی تھی۔ عالیشان گیٹ جو خودکار تھا۔ اس سے آگے پورچ تک چلی جانے والی روش...... دونوں طرف سرسبز و شاداب گھاس کے لان جس میں جگہ جگہ پھولوں کے کنج، صدر دروازے پر شیشہ ہی شیشہ، اس کے بعد بہترین رہائش......!

نصرت بیگم نے اپنے آنے کی اطلاع دے دی تھی، چنانچہ طاہرہ جہاں کے ساتھ ساتھ دانش نے بھی ان دونوں کا استقبال کیا۔ وہ ایک خوبصورت لباس میں ملبوس حسین شہزادے کی مانند نظر آ رہا تھا۔ طاہر جہاں نے نصرت جہاں اور مائرہ کو گلے لگایا۔

مائرہ نے آگے بڑھ کر دانش سے ہاتھ ملایا۔ دانش کی آنکھوں کا انداز بتا رہا تھا کہ اسے مائرہ پسند آ گئی ہے۔ ویسے بھی مائرہ دراز قامت اور انتہائی سبک نقوش کی حامل تھی۔ اس کی تمام ذہانت اس کی آنکھوں میں جمع ہو گئی تھی۔ ایک ہی نگاہ میں اس نے دانش کا جائزہ لیا اور پسند کر لیا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ دانش کی آنکھوں میں بھی اس کے لیے پسندیدگی کے آثار ہیں۔ بہرحال طاہرہ جہاں دونوں ماں، بیٹیوں کو ڈرائنگ روم میں لے گئیں۔ مائرہ نے ایک نگاہ میں ڈرائنگ روم کا جائزہ بھی لے لیا تھا جو اپنی مثال آپ تھا۔

"ہاشم بھائی بھی آ جاتے تو کوئی حرج تو نہیں تھا......؟"

"نہیں یہ وقت کورٹ کا ہے، وہ کورٹ گئے ہوئے ہیں۔"

تھوڑی دیر تک رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر طاہرہ جہاں نے دانش سے کہا۔ "دانش! مائرہ کو کوٹھی دکھاؤ، جب تم کوٹھی دکھا کر واپس آؤ گے تو چائے کا انتظام ہو چکا ہوگا۔"

"آیئے!" دانش نے مائرہ سے کہا اور مائرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

دانش نے اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ "کوٹھی تو آپ آرام سے دیکھ ہی لیں گی، اپنے لیے کمرہ بھی منتخب کر لیں گی لیکن اس سے پہلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں، آیئے ہم ایک محفوظ جگہ چلتے ہیں۔"

مائرہ نے ہنس کر گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد دانش اسے ایک دور دراز کمرے میں لے گیا اور پھر وہاں اس نے مائرہ کو بٹھا کر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

مائرہ نے یہاں آنے اور کمرہ بند کرنے پر کسی تعرض کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس سے اس کی خود اعتمادی کا پتہ چلتا تھا۔ دانش کو خوف تھا کہ کسی بھی لمحے کوئی بم پھٹ سکتا ہے لیکن یہ سب کچھ تو برداشت کرنا ہی تھا۔

اس نے کہا۔ "مائرہ! سب سے پہلے میں آپ سے یہ عرض کروں کہ آپ کے بارے میں میری ماما نے مجھ سے پوچھا اور میں نے رضامندی کا اظہار کر دیا، میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو نہیں دیکھا تھا لیکن اب جب میں نے آپ کو دیکھا ہے تو میرے دل میں ایک حسرت ابھری ہے کہ کاش آپ پہلے میرے سامنے آ جاتیں تو میں آپ سے شادی کر لیتا، شاید آپ میری بات کو گھٹیا تصور کریں لیکن میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں۔"

"شکریہ دانش! آپ بھی بہترین شخصیت کے حامل ہیں، ہم دونوں کو ایک دوسرے کا مزاج سمجھنے کے لیے کافی وقت لگے گا لیکن ہم ایک دوسرے سے ہر حالت میں ایڈجسٹ کر لیں گے۔"

"آپ کو یقین ہے مائرہ......؟"

"ہاں!"

"کیا آپ کو میری پہلی شادی کے بارے میں علم ہے، آپ کو ضرور بتا دیا گیا ہوگا؟"

"آپ ہمارے رشتے دار ہیں جناب! یہ الگ بات ہے کہ آپ نے ہمیں اپنی شادی میں نہیں بلایا تھا۔" مائرہ نے شوخی سے کہا۔

"چلیے دوسری شادی میں سب سے پہلا دعوت نامہ آپ کو ارسال کیا جائے گا۔" دانش نے

بھی مسکرا کر کہا۔

''ویسے دانش! کچھ سوالات ذہن میں ہیں لیکن انہیں پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔''

''کیوں......؟''

''خوف ہے کہ آپ کو ناگوار گزریں گے۔''

''مائرہ! آپ بہت خوبصورت ہیں، بہت نفیس مزاج کی مالک ہیں لیکن میں نے یہ سب کچھ پوچھ لیں تاکہ ہم صاف ذہن کے ساتھ زندگی کا آغاز کریں۔''

''شکریہ دانش! میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے علم کے مطابق آپ نے اپنی پسند کی شادی کی تھی بلکہ والدین سے اختلاف کر کے کی تھی پھر آپ دوسری شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں؟''

''میں آپ کو اس بارے میں بہت کچھ بتانا چاہتا ہوں۔''

''جی......فرمایئے!''

''تزئین مجھے ایک کلب میں ملی تھی، اگر آپ نے اسے اب تک نہیں دیکھا تو اس سے ضرور ملئے، آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ وہ ایک غیر انسانی شخصیت ہے۔''

''غیر انسانی......فطرتاً......؟''

''نہیں......حقیقتاً......؟''

''سمجھی نہیں......؟'' مائرہ بولی۔

''کیا آپ بھوت پریت، چڑیل اور ایسی ہی ارواحِ خبیثہ کی قائل ہیں......ان پر یقین رکھتی ہیں؟''

''نہیں!'' مائرہ نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''میں بھی نہیں رکھتا تھا، لیکن......!''

''لیکن کیا......؟''

''اب رکھتا ہوں۔''

''کیوں......؟''

''تزئین ایک بدروح ہے، ایک چڑیل......!'' دانش نے کہا۔

مائرہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ ''یہ آپ ان سے کسی ذہنی اختلاف کی بناء پر کہہ

رہے ہیں؟''

''نہیں مائرہ! میں نے یورپ میں تعلیم حاصل کی ہے، وہیں روشن خیال زندگی گزاری ہے، میں بھی ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن اب......!''

''ہاں اب......؟'' مائرہ نے کہا۔

''اب مجھے ان فضول باتوں کا قائل ہونا پڑا ہے کیونکہ تزئین واقعی چڑیل ہے، ایک بدروح ہے، اس نے مجھے اور میری والدہ کو بری طرح خوف زدہ کر رکھا ہے۔''

''لیکن کیسے؟'' مائرہ نے کہا اور دانش نے اسے مختصر الفاظ میں تزئین کے بارے میں بتایا۔

مائرہ یقین نہ کرنے والے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ''شادی کے لیے وہ خوشی سے تیار ہو گئی تھیں، آپ نے کسی طرح کا دباؤ تو نہیں ڈالا تھا ان پر......؟''

''ذرہ برابر نہیں۔''

''انہوں نے کوئی مطالبہ کیا تھا آپ سے جس کا آپ نے ان سے وعدہ کر لیا ہو اور بعد میں اسے پورا نہ کیا ہو، معاف کیجئے کوئی دولت یا جائیداد کا وعدہ!''

''نہیں......!''

''اور آپ کے درمیان روزِ اول سے ہی رابطے قائم نہیں ہو سکے، آپ نے کبھی ان کے اندر کوئی جذباتی لگاؤ نہیں پایا......؟''

''بالکل نہیں!''

مائرہ تھوڑی دیر سوچ میں ڈوبی رہی۔ پھر ایک دم مسکرا پڑی۔ دانش گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ مائرہ نے کہا۔ ''سوری دانش! میں کسی طرح کا طنز نہیں کر رہی، ایک مافوق الفطرت سوکن کا ساتھ زندگی کا دلچسپ اور انوکھا تجربہ ہوگا، میں تزئین سے ابھی ملاقات نہیں کروں گی کیونکہ......کیونکہ!'' مائرہ جملہ پورا کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ''کیونکہ میں آپ کی مشکلات ہر حال میں شیئر کرنا چاہتی ہوں۔''

''یعنی......؟'' دانش نے کہا۔

''میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' مائرہ نے کہا۔

+====+====+

مائرہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی، کشادہ ذہن اور گہری سوچوں کی حامل......! دانش نے اگرچہ نہایت

خلوص کے ساتھ اس سے تمام باتیں کیں۔ دانش کی باتوں کو اس نے غلط تو نہیں سمجھا تھا، البتہ اسے اس بات کا یقین تھا کہ تزئین کوئی بہت چالاک لڑکی ہے اور اس نے کسی اختلاف کی وجہ سے یہ ڈھونگ رچایا ہے۔

دانش کی کوٹھی اور ٹھاٹ باٹھ دیکھ کر مائرہ بری طرح لٹو ہو گئی تھی۔ بیرسٹر ہاشم خان بھی صاحب حیثیت انسان تھے لیکن مرزا اختیار بیگ کی شان ہی نرالی تھی۔

دانش سے حاصل شدہ معلومات کو اس نے اپنے دل میں ہی رکھا کہ ماں، باپ کے دل اولاد کے بارے میں بڑے کمزور ہوتے ہیں، اگر انہیں تفصیل معلوم ہو گئی تو شاید وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائیں، چنانچہ اس نے یہ تفصیل کسی کو نہیں بتائی۔ اپنے والد بیرسٹر ہاشم خان سے بات کرتے ہوئے مائرہ نے کہا۔ ''پاپا......! آپ بیرسٹر ہیں، بہت سے ایسے واقعات آپ کے علم میں آتے ہوں گے جب میاں، بیوی کے درمیان کسی بات پر اختلافات ہوئے ہوں اور دونوں میں سے کسی نے ڈھونگ رچایا ہو، مرزا صاحب کا گھرانہ کتنا ہی دولت مند کیوں نہ ہو لیکن وہ سیدھے سادے لوگ ہیں، میرے لیے وہ گھرانہ بالکل موزوں رہے گا۔''

''تم مطمئن ہو؟''

''جی پاپا......! لیکن آپ کا کچھ ماہرانہ عمل بھی چاہتی ہوں۔'' مائرہ نے کہا۔

''سمجھا نہیں......؟''

''دانش، مرزا صاحب کے اکلوتے بیٹے ہیں، مرزا صاحب کے تمام اثاثے ان کی موت کے بعد انہی کی ملکیت ہوں گے، میں دانش کی آدھی دولت اور جائیداد اپنے نام چاہتی ہوں، اسی شرط میں یہ شادی کروں گی لیکن یہ شرط آپ اپنی طرف سے رکھیں گے، میرا نام نہ آنے پائے تاکہ بعد میں ہمارے درمیان اس مسئلے پر کوئی رنجش نہ ہو۔''

''آخر ہو نا بیرسٹر کی بیٹی!'' ہاشم خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولے۔ ''اور اگر انہوں نے یہ شرط قبول نہ کی تو......؟''

''سو فیصد قبول کریں گے پاپا......! لیکن دوسری صورت میں آپ اس شادی سے انکار کر دیں گے۔''

+====+====+

مہاپال اپنی رہائش گاہ میں دھونی لگائے بیٹھا کوئی جاپ کر رہا تھا۔ اس جاپ کو آج پانچواں

دن تھا اور شاید یہ آخری دن تھا۔ اس کے آس پاس بھیانک شکل کے چھ بونے بیٹھے ہوئے تھے، یہ اس کے بیر تھے، یہ اسے خبریں لا لا کر دے رہے تھے۔ ساتویں بیر کا انتظار تھا جو اسے آخری خبر دیتا۔

اور پھر یہ ساتواں بیر بھی آ گیا اور مہاپال نے اپنا منتر روک دیا۔ بیر آنے کے بعد مہاپال اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

جب بیر کو لوٹے ہوئے کوئی دو منٹ گزر گئے تو مہاپال نے اپنا ہاتھ اونچا کیا اور گرجدار آواز میں بولا۔ ''جے بھوگل پنتھاری! بس کھڑا ہو جا اور مجھے خبر دے کہ کیا خبر لایا ہے تُو؟''

''مہاراج! ہماری آخری کوشش بھی بے کار گئی۔ میں نے اس کے گرد چھ پھیرے ڈالے پر وہ اس طرح ہر پھیرے کے بیچ سے نکل گئی جیسے مکھن سے بال نکل جاتا ہے، اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، میں نے آخری پھیرا مایا کال کے نام پر ڈالا تھا پر مہاراج اس کا کچھ نہیں بگڑا اور اب میں آپ کو خبر دے رہا ہوں کہ وہ مایا منی نہیں ہے۔''

''تو پھر وہ ہے کیا؟ چڑیل ہے، نہ سنکھنی ہے، نہ دویا ہے، نہ لونا چماری ہے، پھر کیا ہے آخر وہ......؟''

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ سارے کے سارے پاگل بن رہے ہوں، کام کوئی اور ہی ہو اور ہم مایا منی کے پھیر میں پڑے ہوں، کہیں یہ بابر شاہ کا چلایا ہوا کوئی چکر نہ ہو، مایا منی کا پھیر دے کر میرے ساتھ دھوکے بازی نہ کر رہا ہو، ارے بابر شاہ اگر ایسا کیا ہے تُو نے تو سوچ لے مہاپال معمولی دشمن ثابت نہیں ہوگا، ٹھیک ہے، تم جاؤ، اب میں اسی سے بات کر لیتا ہوں۔''

مہاپال نے کہا اور پھر اسی دن وہ جس طرح بھی اس کا طریقہ کار تھا، اس کے مطابق بابر شاہ کی جھونپڑی پہنچ گیا اور بابر شاہ کو اس کے آنے کی خبر ہو گئی۔

''آؤ مہاپال!'' بابر شاہ نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنی جھونپڑی سے دور ایک درخت کے نیچے لے گیا جہاں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی۔

''کہو مہاپال! کیا کر رہے ہو؟''

''تلاش کر رہا تھا اسے، ہر جگہ دیکھ ڈالا، سارے بھوگنوں میں تلاش کر لیا، بھوگل پنتھاری کے نواس میں بھی دیکھ لیا، پر وہ سمجھ میں نہیں آئی، ایک بات من میں کھٹک رہی ہے، برا مت ماننا، تم مجھے ایک بات بتا دو جو میں جاننا چاہتا ہوں؟''

''بولو مہاپال!'' بابر شاہ نے پُر وقار لہجے میں کہا۔

''کیا وہ سب سچ ہے جو تم نے مجھے بتایا، تمہارے پاس جو عورت آئی تھی اپنی بہو کے بارے میں کھلواڑ کرانے، اس نے جھوٹ بولا تھا یا تم نے کوئی کھیل کھیلا تھا؟''

''تمہارا مطلب ہے مہاپال کہ میں نے تم سے غلط باتیں کہی تھیں؟''

''ہاں یہی مطلب ہے میرا، میں نے تو ابھی تک اپنی آنکھوں سے کوئی ایسا عمل نہیں دیکھا جس سے مجھے یہ اندازہ ہو کہ ہم کسی مایا منی وغیرہ کے جال میں جا رہے ہیں۔''

''اور اس کے بعد میں تم سے جو کچھ کہوں گا، اس پر مجھ سے کوئی اور سوال مت کرنا، سوال اس وقت کیا جاتا ہے جب انسان کسی بات کو جھوٹ سمجھتا ہے۔''

''بولو......!''

''اب تک میں نے تم سے جو کچھ کہا، اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے، اس لڑکی کے بارے میں مجھے خبر ملی اور کچھ باتیں مجھے بتائی گئیں، میں طاہرہ جہاں کے ڈرائیور کو لے کر اس جگہ پہنچا جہاں قبرستان میں ایک قبر کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا، اس جگہ مجھے کچھ نشان ایسے ملے جن سے پتہ چلا کہ وہاں کچھ ہوا تھا پھر میں نے اپنی آنکھوں سے اسے بھاگتے ہوئے دیکھا اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئی، وہ ہے تو بہت کچھ پر میں تمہیں ایک بات بتا دوں، وہ میری سمجھ میں بھی نہیں آئی، ہمارا تمہارا سودا ابھی ختم نہیں ہوا چل رہا ہے، وہ اگر مایا منی نہ ہوئی اور مجھے اس کے بارے میں کچھ پتہ چل گیا تو اطمینان رکھو تمہیں خبر ضرور دوں گا۔''

''چل ٹھیک ہے بابر شاہ! یہ تو سب آنے جانے والے کھیل ہیں، جیون میں پتہ نہیں کیا ملتا ہے اور کیا نہیں ملتا، بس تُو نے کہا کہ تُو نے مجھے سچ بتایا تو بات ختم ہو جاتی ہے، ٹھیک ہے چلتا ہوں۔'' مہاپال چلا گیا۔

بابر شاہ نے مہاپال کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

+====+====+

طاہرہ جہاں نے دانش سے کہا۔ ''ہاں کیا ہوا اسے مائرہ کے آنے کے بارے میں پتہ چلا؟''

''کچھ نہیں ماما! میرے اور اس کے درمیان باتیں ہوتی ہی کہاں ہیں، ویسے اس کے انداز سے بھی کسی تبدیلی کا پتہ نہیں چل سکا۔''

''ٹھیک...... مرزا صاحب الگ روٹھے روٹھے ہیں لیکن دانش ہم بات جتنی آگے بڑھا چکے ہیں، اسے آگے تک پہنچائے بغیر دم نہیں لیں گے، ہر طرح کا خطرہ مول لینے کو تیار ہوں میں، ارے کیسے کیسے دل پر جبر کر کے میں نے ایک چڑیل کو برداشت کیا ہے، ویسے تُو نے بڑا اچھا کیا کہ مائرہ سے کھل کر باتیں کر لیں۔''

''ماما! مائرہ بہت گریٹ لڑکی ہے، بہت ہی روشن خیال اور باہمت......! وہ یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے کہ تزئین کوئی چڑیل ہے، کہتی ہے میں سب ٹھیک کر لوں گی۔''

''اب ہمارا اگلا قدم کیا ہوگا، مرزا صاحب سے کوئی توقع رکھنا فضول ہے، وہ اس شادی میں شریک ہو جائیں تو بڑی بات ہے۔''

''آپ کی کوئی بات ہوئی ان سے......؟''

''نا بابا نا! میں تو بات کرتی ہی نہیں، دیکھ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے ہاشم خان اور نصرت ہمارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کرنے کو تیار ہوں، ہر بات انہوں نے ہماری مان لی ہے، میں چاہتی ہوں کہ ان سے آخری بات اور کر لی جائے مثلاً یہ کہ بڑی سادگی سے نکاح کر لیں گے، چاہے اس میں دو چار بندے ہی شریک ہوں، نکاح ہو جائے گا تو کم از کم مرزا اختیار بیگ کی طرف سے ہر طرح کے خطرات دور ہو جائیں گے، اس کے بعد رخصتی تو ہم کر ہی لائیں گے، ولیمہ جیسا تُو چاہے اپنی مرضی سے کرنا اور نکاح کے دو چار دن کے بعد کرنا تک تزئین کا ردِعمل بھی معلوم ہو جائے۔''

''بالکل ٹھیک ماما! میرا خیال ہے اس سلسلے میں ہاشم خان سے بات کر لی جائے۔''

''بالکل بالکل! کمبخت سجاد تو بھاگ ہی گیا، ایک ڈرائیور رکھنا ہے۔''

''چلیں ٹھیک ہے، ڈرائیور رکھ لیں گے، اشتہار دے دیں گے اخبار میں، فی الحال گاڑی میں چلا لوں گا، ہمیں ہاشم خان کی طرف چلنا چاہیے۔''

''آج ہی چلتے ہیں۔'' طاہرہ جہاں نے کہا۔

اسی دن شام کا وقت طے ہو گیا، جس وقت یہ لوگ وہاں پہنچے تو ہاشم خان خود بھی دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ نصرت بیگم اور مائرہ بھی موجود تھیں۔ دانش اس وقت نیلے رنگ کے ایک سوٹ میں بہت حسین لگ رہا تھا۔ ادھر مائرہ نے بھی بڑی نفاست سے اپنی ڈریسنگ کی تھی۔ ان لوگوں کا پُرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔

ہاشم خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ قدرت جب کسی کو کسی بڑے انعام سے نوازنا چاہتی ہے تو نواز دیتی ہے، ہم نے تو کبھی خوابوں میں بھی اپنی اس خوش بختی پر غور نہیں کیا تھا کہ آپ دونوں ہمارے گھر آئیں گے۔''

''نہیں انکل! ایسی کوئی بات نہیں، ان لوگوں کا رویہ خاندان والوں کے ساتھ کچھ بھی رہا ہو، میں رشتوں کی اہمیت کو خوب سمجھتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ رشتے قائم و دائم رہیں۔''

ڈرائنگ روم کو بہت خوبصورتی سے سجادیا گیا تھا، خاطر مدارات کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے بعد طاہرہ جہاں نے کہا۔ ''افسوس! دیدار خالہ شہر سے باہر گئی ہوئی ہیں، ورنہ اس طرح کے بزرگ ایسے کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اور اس کا بڑا فائدہ رہتا ہے، خیر ہاشم بھائی! ساری صورتِ حال آپ کے علم میں ہے، میں آپ سے آگے کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں ہاں ضرور......!''

''ہاشم بھائی! میں چاہتی ہوں کہ سادگی سے نکاح کردیا جائے تاکہ رشتہ مستحکم ہوجائے۔ ہاشم بھائی! اب آپ سے ایک ایسا رشتہ قائم ہونے جارہا ہے جو دوسرے بہت سے رشتوں پر بھاری ہوتا ہے اس لیے کوئی بات آپ سے پوشیدہ رکھنا بددیانتی ہے، مجھے آپ کا سہارا بھی مل جائے گا جو میرے اور میرے بچے کے لیے بہت ضروری ہے۔''

''آپ جو کچھ کہنا چاہتی ہیں، بھابی! بے جھجک کہیں۔'' ہاشم نے اپنائیت سے کہا۔

''ہاشم بھائی! مجھے مرزا صاحب کی طرف سے کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے، آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ دانش کی پہلی شادی مکمل طور پر ناکام ہوچکی ہے، بہو بیگم نے سسر کے دل پر قبضہ جمار کھا ہے، دونوں میں خوب گاڑھی چھنتی ہے، مائرہ سے شادی کی بات کسی سے چھپائی نہیں گئی ہے لیکن کچھ کام ایسے کرنے پڑیں گے جو صرف اپنی تسلی کے لیے ہوں گے۔''

''مثلاً......؟'' ہاشم نے پوچھا۔

''میں چاہتی ہوں کہ ہم بہت خاموشی سے مائرہ اور دانش کا نکاح کردیں۔''

''خاموشی سے......؟'' ہاشم خان چونک پڑا۔

''ہاں! ہم آپ کے گھر آجائیں گے، میں اور دانش ہوں گے، یہاں آپ سارے انتظامات کرلیں، گواہوں اور قاضی کا انتظام بھی آپ ہی کریں گے، نکاح کے ایک ہفتے کے بعد ہم مائرہ کو رخصت کرکے لے جائیں گے، پھر مزید چار دن کے بعد ولیمہ ہوگا، ویسے میں آپ چاہے

پورے شہر کو مدعو کرلیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

ہاشم خان اندر ہی اندر خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ مسلسل ایسی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا جس سے وہ جائیداد وغیرہ کے سلسلے میں اپنی اور مائرہ کی خواہش کا اظہار کرسکے۔ اب طاہرہ جہاں نے خود ہی اس کا موقع فراہم کردیا تھا۔

اس نے کچھ لمحے توقف اختیار کیا پھر بولا۔ ''بھابی! آپ میرے لیے بہت محترم ہیں اور آپ کی ہر خواہش کا احترام میرے سرآنکھوں پر، لیکن کچھ سوالات اور خدشات میرے ذہن میں بھی ہیں، انتہائی معذرت کے ساتھ اب مجھے ان کا اظہار کرنا پڑے گا۔''

''ہاں ہاں کہیے بھائی! اب ہمارے درمیان کوئی پردہ تو رہا نہیں ہے۔''

''کیا مرزا اختیار بیگ اس شادی کے لیے راضی نہیں ہیں، آپ کے علم میں یقیناً یہ بات آچکی ہوگی کہ میں نے ان کے دفتر میں ان سے ملاقات کی تھی، مجھے یوں لگا جیسے مرزا اختیار بیگ کو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں علم نہ ہو، آپ مجھے بتائیے کہ کیا یہ تمام باتیں ان کے علم میں ہیں......؟''

''سو فیصد علم میں ہیں، دانش اور میں انہیں بتا چکے ہیں کہ میں دانش کی شادی مائرہ کے ساتھ کررہی ہوں۔''

''ان کا کیا ردِعمل رہا؟''

''پہلے تو چراغ پا ہوگئے لیکن بعد میں سنبھل گئے، بہو بیگم نے بھی بخوشی اجازت دے دی کہ شوہر دوسری شادی کرسکتا ہے اور اسے کوئی اعتراض نہیں ہے، تب وہ خاموش ہوگئے، اب وہ ذہنی طور پر اس شادی کے لیے بالکل تیار ہیں لیکن میرا خیال ہے بذاتِ خود وہ اس میں کوئی سرگرمی نہیں دکھائیں گے لیکن مجھے اور دانش کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے، ہمیں جو کرنا ہے، ہر حالت میں کریں گے۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن افسوس آپ کسی بیٹی کی ماں نہیں ہیں، والدین کے دل میں بیٹی سے متعلق جو خدشات ہوتے ہیں، وہ انہیں زندہ درگور کردیتے ہیں، مائرہ میری اکلوتی بیٹی ہے، آپ کو علم ہے اور اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا اتنا ضرور ہے کہ ہم کسی بھی اچھے خاندان میں بیٹی کی شادی کرسکتے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ آپ سے اچھا خاندان ہمیں اور کوئی نہیں مل سکتا، ہم خوشدلی اور خوشی کے ساتھ اپنی بیٹی کو آپ کے گھر بھیجنے کے لیے تیار ہیں لیکن کچھ تھوڑی سی ذمے داری ہم آپ پر بھی

ڈالنا چاہتے ہیں تا کہ ہم مطمئن ہو جائیں۔"

"ہاں ہاشم بھائی! ضرور بتائیے۔"

"مرزا اختیار بیگ کے پاس اللہ کا عطا کیا ہوا سب کچھ موجود ہے اور دانش ان کے اکلوتے صاحبزادے ہیں، مرزا صاحب کی تمام دولت اور جائیداد بے شک ان کے بعد دانش ہی کے حصے میں آئے گی اور دانش کی وساطت سے اس کی بیوی یا بیویوں کے حصے میں، میں اپنی تسلی کے لیے چاہتا ہوں کہ یہ دولت اور جائیداد آدھی میری بیٹی کے نام لکھ دی جائے، آپ اگر برا نہ مانیں تو اسے میری شرط سمجھ لیں، اس کے بعد ہی میں یہ شادی کر سکوں گا۔"

طاہرہ جہاں نے پریشان نگاہوں سے دانش کو دیکھا۔ دانش نے جلدی سے کہا۔ "ماما! اس میں کوئی ہرج نہیں ہے، ہم جو کچھ کر رہے ہیں خلوص کے ساتھ کر رہے ہیں، اگر ہاشم انکل یہ چاہتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے، میں ہاشم انکل کو سب کچھ لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"اگر تم تیار ہو بیٹے تو میں بھی تیار ہوں۔"

"اور ہاشم بھائی! ایک خوشخبری میں آپ کو بتا دوں وہ یہ ہے کہ مرزا اختیار بیگ نے آدھی سے کچھ زیادہ ہی جائیداد میرے نام کی ہوئی ہے اور میرے پاس وہ تمام دستاویزات محفوظ ہیں جن میں ان کی اربوں روپے کی دولت اور جائیداد میرے نام ہے، میں اپنا یہ سب کچھ اپنی بیٹی مائرہ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

ہاشم خان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ "ارے بھابی! اس طرح تو آپ نے ساری مشکل ہی حل کر دی ہے، پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں رہ جاتا، آپ تمام دستاویزات میرے حوالے کر دیں اور ایک ایسی دستاویز کے ساتھ جس کی رُو سے وہ سب دانش اور مائرہ کی ملکیت قرار پائیں، میں یہ ساری عدالتی کارروائی مکمل کر لوں گا اور میرا خیال ہے ہم اس وقت تک نکاح کو ملتوی کیے دیتے ہیں، ویسے بھی آپ کم از کم ایک ہفتہ تو مانگ رہی تھیں، ایک ہفتے سے پہلے ہی پہلے میں یہ سارا کام مکمل کر دوں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، کیوں دانش......؟"

"ہاں ماما! یہ بات تو آپ جانتی ہیں کہ پاپا اس بدبخت کے حق میں ہیں، پاپا کے پاس اور بھی بہت کچھ ہے، اگر وہ اپنا حصہ اسے دینا چاہیں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، انکل ہاشم! ہمارے پاس بہت کچھ ہے، آپ کی خواہشوں کی تکمیل میرے لیے قطعی طور پر قابلِ اعتراض نہیں

ہے، آپ ذرا ہمیں گائیڈ کر دیجئے گا کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔"

ہاشم خان جذباتی ہو کر اپنی جگہ سے اٹھے اور دانش کو گلے لگا لیا پھر بولے۔ "بیٹا! جب تم لوگوں نے مجھ پر اتنا اعتماد کیا ہے تو میرے بھی کچھ فرائض ہیں جو میں پورے کروں گا، بہن طاہرہ! آپ کی ہر خوشی میرے سر آنکھوں پر، آپ وہ دستاویزات میرے حوالے کر دیں، میں انہیں دیکھ کر تمام قانونی امور پورے کر لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس خواہش کو صرف ایک باپ کی تشویش سے زیادہ اہمیت نہیں دیں گی، باقی آپ کی جو مشکلات ہیں، میں اب خود ان کا حصے دار ہوں، آپ کسی بھی مشکل میں خود کو تنہا نہ سمجھیں، مجھے آپ کی نکاح کی یہ تجویز منظور ہے۔"

ہاشم خان کی تو لاٹری نکل آئی تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ پھر جب دانش اور طاہرہ جہاں چلے گئے تو ہاشم خان نے مائرہ کو گلے سے لگا لیا۔

"محترمہ مائرہ صاحبہ! بیرسٹر ہاشم خان کو اپنے قانونی مشیر کے طور پر قبول فرمائیے، اربوں روپے کی جائیداد آپ کو مبارک ہو۔"

مائرہ مسکرانے لگی تھی۔ آنے والے واقعات سے بے خبر، اس بات سے بے نیاز کہ شادی کے بعد اسے ایک ایسی ہستی کا سامنا کرنا پڑے گا جو انسان نہیں ہے۔

+====+====+

بابر شاہ اخبار پڑھتے پڑھتے ہنس پڑا۔ جادو اس کے قدموں میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ بابر شاہ کی ہنسی پر اس نے چونک کر دیکھا۔

بابر شاہ نے اخبار ایک طرف پٹخ دیا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "اب تیری باری ہے جادو!"

جادو بدستور بابر شاہ کو دیکھ رہا تھا۔ "اس نے دماغ کی چولیں ہلا دی ہیں، کسی طرح قابو میں ہی نہیں آ رہی۔"

"کون شاہ جی......؟"

"ارے وہی مایا منی......کال سری یا پتہ نہیں کون......!"

"جادو آپ کے قدموں کی دھول ہے شاہ جی اور جانتا ہے کہ عالی مرتبت کے سارے کام رمز سے بھرے ہوتے ہیں، اس لیے آپ جو کچھ بتا دیتے ہیں، اسی کو اپنی عزت جانتا ہے مگر کچھ باتیں دل میں اٹکی رہ جاتی ہیں۔"

"اب کیا بات تیرے دل میں اٹکی ہوئی ہے؟" بابر شاہ اس وقت اچھے موڈ میں تھا۔

"شاہ جی! آپ طاہرہ جہاں کے گھر گئے تھے۔"

"میں ہی نہیں مہاپال بھی......!" بابر شاہ پھر ہنس پڑا۔

"جی شاہ جی!"

"وہاں دونوں کے ساتھ بہت برا ہوا، وہ مایا منی ہے کہ نہیں پر کچھ نہ کچھ ہے ضرور، شاید بہت بڑی چیز ہے، مایا منی نہیں ہے تو مہاپال کے لیے بے کار ہے، پر اس نے ہم دونوں کو اپنے پھیر میں ڈال لیا ہے، مہاپال بھی نچلا نہیں بیٹھے گا اور میں بھی......! میں یہ معلوم کر کے رہوں گا کہ وہ ہے کیا، ہوسکتا ہے میرے جال میں پھنس جائے اور میرے لیے ہیروں سے بڑی ہو۔"

جادو سمجھ گیا کہ اس سے زیادہ بابر شاہ اسے کچھ نہیں بتائے گا۔ کچھ لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا۔ "شاہ جی! ابھی آپ نے کہا تھا کہ اب میری باری ہے۔"

"ہاں......اب تیری باری ہے، طاہرہ جہاں کی طرف سے اخبار میں ایک اشتہار چھپا ہے، اسے ڈرائیور کی ضرورت ہے، کیا سمجھا!"

"نہیں سمجھا شاہ جی!"

"اوئے وہ ڈرائیور تُو ہوگا۔" بابر شاہ نے کہا اور پھر ہنس پڑا۔

"اب سمجھ رہا ہوں شاہ جی!"

"اب تیرا اس بھوتنی سے واسطہ ہوگا اور تُو اس کے بارے میں مجھے خبریں دے گا، میں ذرا طاہرہ جہاں سے بات کرلوں پھر بتاؤں گا کہ تمہیں وہاں جا کر کیا کرنا ہے، طاہرہ جہاں کو فون لگاؤ۔"

جادو کے پاس تمام نمبر ہوا کرتے تھے۔ اس نے طاہرہ جہاں کو فون کیا جسے چند لمحات کے بعد ریسیو کرلیا گیا۔

"بابر شاہ جی آپ سے بات کریں گے بیگم صاحبہ!" جادو نے کہا اور فون بابر شاہ کو دے دیا۔

"جی طاہرہ بیگم! کیسی ہیں آپ......؟"

"شاہ جی کی دعاؤں نے بچا رکھا ہے ورنہ دشمن تو ہٹا کٹا پھر رہا ہے شاہ جی!"

"تمہارا راز تو نہیں کھلا......؟"

"نہیں شاہ جی......! سجاد نے وفاداری نبھائی ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے طاہرہ بیگم! ہم نے اس کے منہ پر تالے لگا دیئے تھے، کیا نہیں کر سکتے ہم......! جو لوگ تیس مار خان بن رہے تھے، وہ مرغا بن کر بانگ دے رہے ہوتے مگر تمہارا گھر تھا، تمہارا شوہر اور بیٹا تھا اس لیے ہم نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا، پھر تمہارا راز بھی کھلتا مگر تم نے اس کے بعد کوئی خبر ہی نہیں لی ہماری......!"

"شاہ جی......! بڑی شرمندہ تھی، آپ نے میرے گھر کو رونق بخشی تھی اور میں کوئی خدمت بھی نہیں کر سکی۔"

"کیا کر رہی ہے......؟"

"عیش سے دندناتی پھر رہی ہے شاہ جی! ماتھے پر کوئی بل نہیں ہے، دیدار خالہ شہر سے باہر گئی ہوئی ہیں، ورنہ آستانے پر حاضری دیتی، ایک خبر بھی دینی تھی، مشورہ بھی کرنا تھا۔"

"کوئی خاص خبر ہے؟"

"ہاں شاہ جی......! میں اپنے بیٹے کی دوسری شادی کر رہی ہوں، رشتہ طے ہو چکا ہے۔"

طاہرہ جہاں نے مختصر الفاظ میں بہت سی باتیں چھپا کر بابر شاہ کو بتائیں اور بابر شاہ تھوڑی دیر تک خاموش ہوگیا۔ پھر اس نے کہا۔ "ایک اچھا قدم اٹھایا ہے تم نے طاہرہ جہاں! لیکن تمہارا کیا خیال ہے وہ خاموشی سے سوکن برداشت کرلے گی؟"

"میں نے بتایا نا شاہ جی کہ مرزا صاحب نے شدید اختلاف کا اظہار کیا تھا اور کوئی بڑا ہنگامہ کرنے کے لیے تیار تھے، پر اس نے بڑی فراخ دلی سے کہا کہ یہ شادی ہونے دی جائے اور انہوں نے ابھی تک کوئی روڑا نہیں اٹکایا ہے۔"

"خیر ویسے بھی اس گھر میں اس کا آخری وقت چل رہا ہے، طاہرہ جہاں! تم بے فکر رہو، ہم اسے وہاں سے نکال لائیں گے۔"

"شاہ جی کی نسلوں کو دعائیں دوں گی۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

"اچھا بات سنو طاہرہ بیگم! اخبار میں تمہاری طرف سے ایک ڈرائیور کی ضرورت کا اشتہار آیا ہے۔"

"جی شاہ جی! بتانے ہی والی تھی آپ کو، سجاد نوکری چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اور اچھا ہی کیا ہے اس نے، بے چارے کی اب اس گھر میں کوئی عزت نہیں رہی تھی، حالانکہ وہ بے قصور تھا، میں نے

بھی اسے نہیں روکا، اب اس کی جگہ مجھے ڈرائیور کی ضرورت ہے۔"

"بڑا اچھا ہوا کہ میں نے اشتہار دیکھ لیا، میں آپ کے پاس ڈرائیور بھیج رہا ہوں، جادو کو تو آپ نے دیکھا ہی ہے، آپ کے پاس آئے گا ڈرائیور کی نوکری کے لیے اور آپ اسے فوراً نوکری دے دینا۔ وہ وہاں رہ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اور مجھے خبریں دے گا، بس سمجھ لیجئے اس کے بعد آپ کی ہر مشکل ختم ہو جائے گی۔"

طاہرہ جہاں ایک لمحے کے لیے پریشان تو ہوئیں۔ اگر کہیں جادو کا راز کھل گیا تو پھر سارے کھیل خراب ہو جائیں گے لیکن بابر شاہ کو انکار بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

"نہیں شاہ جی! آپ تو پہنچے ہوئے ہیں، آگے پیچھے کی ساری حقیقتیں جانتے ہیں، جیسا آپ حکم کریں، میری بھلا کیا مجال کہ میں اس سے الگ ہٹ کر سوچوں، آپ مناسب سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے، بھیج دیجئے، میں پوری کوشش کروں گی کہ اسے یہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔"

"تکلیف، آرام کی بات رہنے دیں، جادو صرف اس وقت تک آپ کا ڈرائیور رہے گا جب تک ہم آپ کی مشکل کو حل نہیں کر دیتے، ہم کوئی کام بھی ادھورا نہیں چھوڑتے، بعد میں آپ کسی اور ڈرائیور کا انتظام کر لیجئے گا، یہ آپ کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔"

"سو تو ہے آپ بھیج دیجئے جادو کو، کب آئے گا وہ؟"

"کل صبح سے وہ آپ کے ہاں نوکری سنبھال لے گا۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ کا حکم!" طاہرہ جہاں کی آواز ابھری اور بابر شاہ نے فون بند کر دیا، پھر اس نے مسکرا کر جادو سے کہا۔ "چلو تمہاری نوکری پکی ہو گئی جادو! اب میری بات سنو، تم صبح کو طاہرہ جہاں کے گھر چلے جاؤ گے، رات کو میں کچھ عمل کر کے تمہیں دوں گا، وہاں پہنچ کر تمہیں وہ کام کرنا ہے۔ اس کے علاوہ تم اپنے موبائل فون سے اس کی تصویریں اور مووی بناؤ گے، وہ جب بھی باہر نکلی، تم احتیاط کے ساتھ اس کی تصویریں اتارو گے، اسے اندازہ نہیں ہونا چاہیے۔"

دوسری صبح بابر شاہ نے جادو کو چار لمبی لمبی کیلیں دیں جن پر وہ رات کو دو بجے کے بعد کئی گھنٹے تک کوئی عمل کرتا رہا تھا۔

"چار کونوں کا انتخاب کر کے موقع ملتے ہی تم یہ چاروں کیلیں ان کونوں میں گاڑھ دو گے، بس تمہارا اتنا ہی کام ہے، سات دن تک تمہیں یہ سب کچھ کرنا ہوگا، اگر زیادہ وقت لگ جائے تب بھی کوئی ہرج نہیں ہے، میں تمہیں بتا دوں گا کہ کب تمہیں یہ سارا کام ختم کر کے واپس آنا ہے،

تمہارے سامنے میں نے طاہرہ جہاں سے بات بھی کر لی ہے، بعد میں وہ اپنے بیٹے سے کہہ دیں گی کہ نیا ڈرائیور نوکری چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"جی شاہ جی......!" جادو نے ادب سے گردن خم کر دی۔

+====+====+

طاہرہ جہاں نے بڑی دیانتداری کے ساتھ وہ کاغذات بیرسٹر صاحب کو بھجوا دیئے۔ بیرسٹر ہاشم خان ان کاغذات کو دیکھ کر نہال ہو گئے۔ بہت بڑی جائیداد، بہت بڑا بینک بیلنس طاہرہ جہاں کے نام پر تھا۔ مرزا اختیار بیگ نے بیگم کو مکمل تحفظ دیتے ہوئے یہ جائیداد ان کے نام کر دی تھی، یہ الگ بات ہے کہ ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ دولت ماں کے نام ہو یا باپ کے نام......! آخر کار دانش کے نام ہی منتقل ہونے والی تھی۔

مرزا اختیار بیگ نے جو کچھ بیوی کو دیا تھا، اس کے بارے میں صاف صاف لکھ دیا تھا کہ اس کے سیاہ سفید کی مالک طاہرہ جہاں بیگم ہیں۔ چاہے وہ یہ سب کچھ کسی اور کو دے دیں، مرزا اختیار بیگ کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔

اس کے بعد تو کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی تھی۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو شاید ان کاغذات کی اہمیت کو مکمل طور پر نہ سمجھ سکتا لیکن ہاشم خان کا تو یہ دن، رات کا کام تھا اور انہوں نے فوراً ہی اس پر کام شروع کر دیا۔ کئی جگہ طاہرہ بیگم کے دستخط لینے تھے جو نہایت احتیاط اور صفائی کے ساتھ کسی کو کانوں کان خبر کیے بغیر لے لئے گئے۔

دانش بھی اب پوری طرح ماں کے ساتھ شریک تھا۔ طاہرہ جہاں ان عاقبت نا اندیش خواتین میں سے تھیں جو شوہروں کی تباہی کا باعث بن جاتی ہیں۔

بہر طور بیرسٹر ہاشم خان اور ان کی بیگم نصرت بیگم نے بیٹی کی شادی کی تیاریاں شروع کر دیں اور اسی سلسلے میں ایک دن وہ ایک کلاتھ اسٹور میں شاپنگ کر رہی تھی کہ عزیزہ بیگم سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ آپس میں چھوٹے موٹے رشتے تھے، شناسائیاں تھیں، ملاقاتیں تھیں۔ دونوں ایک دوسرے سے ملیں اور گفتگو شروع ہو گئی۔

"یہ بھڑکیلے لباس کس سلسلے میں خریدے جا رہے ہیں نصرت جہاں بیگم......؟" عزیزہ بیگم نے پوچھا۔

"آپ کی دعاؤں سے بیٹی کی شادی کر رہی ہوں بس عنقریب آپ کے پاس کارڈ پہنچنے

والا ہے۔"

"ہیں......! مبارک ہو......کہاں رشتہ طے ہوا ہے؟"

نصرت بھلا کہاں برداشت کر سکتی تھیں، فوراً ہی بتا دیا۔ "مرزا اختیار بیگ کے بیٹے دانش اختیار سے......!"

"ہیں......!" عزیزہ بیگم کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں بس اللہ سے دعا کریں کہ میری بیٹی وہاں خوش رہے۔"

"مگر نصرت! دانش تو شادی شدہ ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے، طاہرہ جہاں بیٹے کی دوسری شادی کرنا چاہتی ہیں اور اس کے لیے انہوں نے مائرہ کا انتخاب کیا، بھئی اچھا گھر ہے، ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے، آپ تو جانتی ہیں کہ آج کل اچھے رشتے کہاں ملتے ہیں۔" نصرت بیگم نے سادگی کے ساتھ یہ سب کچھ بتا دیا لیکن عزیزہ بیگم کے کلیجے میں آگ لگ گئی۔ ہانپتی کانپتی گھر پہنچی تھیں۔ دل چاہتا تھا کہ در و دیوار سے باتیں کریں۔ ان کا تو کلیجہ خون ہو گیا تھا۔

نیلم ہی راز دار تھی، اسے بلایا اور دل کا بخار نکالنے لگیں۔ "سنا تو نے نیلم! ارے دنیا میں کیا کچھ نہیں ہو رہا، لوگوں نے دولت کے حصول کے لیے آنکھیں بند کر لی ہیں، اب ذرا دیکھو نصرت بیگم کو......دل تو چاہتا تھا کہ سارا کچا چٹھا ان کے سامنے کھول دوں، مگر ٹھیک ہے، دولت کے لیے زمین پر گر پڑنے والوں کو تھوڑا سا نقصان بھی ہونا چاہئے۔ مزہ آئے گا جب تزئین جیسی چنڈال سے واسطہ پڑے گا۔" عزیزہ بیگم ساری تفصیل نیلم کو بتا رہی تھیں، پیٹ ہلکا کر رہی تھیں لیکن فرخندہ یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ نہ بھی سنتی تو نیلم اب فرخندہ کی گہری راز دار تھی، ایک ایک لفظ اس کو آ کر بتا دیتی۔

اور ایسا ہی ہوا۔ جونہی نیلم کو موقع ملا، فرخندہ کے پاس پہنچ گئی اور اس نے ساری تفصیل فرخندہ کو بتا دی۔

تزئین نے اس کے لیے جو کچھ کیا تھا، فرخندہ کا رواں رواں اس کا احسان مند تھا۔ وہ تزئین سے بہت زیادہ محبت کرنے لگی تھی۔ ساری بات سن کر اب اس سے کہاں رکا جاتا۔ اس نے مقبول احمد سے بات کی۔

"مقبول! کل اتوار ہے، چھٹی ہے، میں تزئین کے پاس جانا چاہتی ہوں۔"

"تزئین......دانش کی بیوی؟"

"ہاں......! وہ میری دوست ہے۔"

"ٹھیک ہے، چلیں گے، کبھی گئے نہیں ہیں طاہرہ جہاں کے گھر، بڑے مغرور لوگ ہیں۔"

"تزئین مغرور نہیں ہے، ہم اس کے پاس جا رہے ہیں۔" فرخندہ نے کہا۔

دوسرے دن جب مقبول احمد نے گاڑی اختیار بیگ کی کوٹھی کے پورچ میں روکی تو تزئین باہر کھڑی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور بڑے خلوص سے ان کا استقبال کیا۔

"کسی کا انتظار کر رہی تھیں؟" فرخندہ نے پوچھا۔

"ہاں......تمہارا!"

"ارے میں نے تو تمہیں فون بھی نہیں کیا۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے، دل کی آواز فون کی محتاج نہیں ہوتی۔" تزئین انہیں لے کر ڈرائنگ روم کے بجائے اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

دور سے طاہرہ جہاں نے ان دونوں کو دیکھا اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

+====+====+

طاہرہ جہاں کیا کرسکتی تھیں۔ دل مسوس کر رہ گئیں۔ ادھر تزئین مہمانوں کے آنے سے بے حد خوش تھی۔ اس نے مقبول احمد اور فرخندہ سے خیریت پوچھی۔ فرخندہ نے کہا۔

''میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے تزئین! اب ان شاءاللہ آپ کے پاس آتی رہوں گی۔''

''ضرور...... ! کیوں نہیں۔''

''سب خیریت ہے نا......؟''

''بالکل...... ! کیوں کیا میں تمہیں ٹھیک نظر نہیں آرہی؟'' تزئین نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔'' فرخندہ نے خلوص سے کہا۔

''خواتین...... ! میں آپ کے درمیان مخل نہیں ہونا چاہتا، اس لیے مجھے اجازت دی جائے اور یہ فرمادیا جائے کہ محترمہ فرخندہ کی واپسی کب ہوگی تاکہ فدوی حاضر ہوجائے۔'' مقبول احمد نے کسی قدر شگفتگی سے کہا۔

''آپ چائے پی کر جائیے، اس کے بعد آپ کو ہمارے ساتھ کھانا بھی کھانا ہوگا۔''

''اصولی طور پر مجھے کہنا چاہئے کہ ارے نہیں کھانے کی کیا ضرورت ہے مگر مجھے یہ جملہ بڑا احمقانہ لگتا ہے کیونکہ کھانا تو سب سے بڑی ضرورت ہے، البتہ اس وقت چائے یا کسی بھی مشروب کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ناوقت ہوگا، معذرت قبول کی جائے۔''

''چلئے ٹھیک ہے، کھانے پر آپ کا انتظار کیا جائے گا۔''

مقبول احمد کے جانے کے بعد فرخندہ نے کہا۔ ''تزئین! کیا میں طاہرہ آنٹی کو سلام کرنے جاؤں؟''

''نہیں...... ! وہ تمہاری آمد سے خوش نہیں ہوں گی۔'' تزئین نے کہا۔

''ہائے تزئین! کیا ساس بن کر ہم لوگ بھی ان جیسے ہی ہوجائیں گے؟'' فرخندہ نے کہا

اور تزئین پھیکے سے انداز میں مسکرادی۔ پھر فرخندہ نے سنجیدہ ہوکر کہا۔ ''تزئین...... ! ہماری ساس صاحبہ نے ایک اختراع کی ہے، میرے منہ میں خاک، اطلاع یہ ہے کہ دانش دوسری شادی کر رہے ہیں۔''

''تمہارے منہ میں خاک کیوں...... ! ہاں دانش دوسری شادی خاندان کی ایک لڑکی مائرہ سے کر رہے ہیں۔''

''تزئین...... ! آپ یہ شادی ہونے دیں گی؟''

''ہاں...... !'' تزئین نے بے نیازی سے کہا۔

''کیوں......؟''

''یہ بھی دلچسپ سوال ہے بھئی، ایک شخص کچھ کر رہا ہے، میں اس میں ٹانگ کیوں اڑاؤں۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں تزئین! آپ سوکن برداشت کرلیں گی؟''

''بے چاری لڑکی! یقیناً سب کچھ جان کر شادی کر رہی ہوگی، میں تو اس کی خوشی کے لیے دعا کروں گی۔'' تزئین نے کہا۔

فرخندہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔ ''پتہ نہیں آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔''

''چھوڑو فرخندہ! اپنی سناؤ۔''

''بہت سی باتیں ہیں سنانے کے لیے۔'' فرخندہ نے کہا۔ پھر اس نے دیدار خالہ کی شامت وغیرہ کے بارے میں تفصیل بتائی اور تزئین خوب ہنسی۔

کھانے کے لیے تزئین نے رشیدہ اور فاطمہ کو ہدایات کیں اور کرخت لہجے میں کہا۔ ''جو کہا گیا ہے، تمہیں وہی کرنا ہے، کوئی مداخلت ہو تو مجھے فوراً بتانا'' اشارہ طاہرہ جہاں کی طرف تھا۔

مقبول احمد بھی کھانے میں شریک ہوا اور پھر یہ دونوں رخصت ہوگئے۔

+====+====+

جادو کو سجاد ہی کے کوارٹر میں رکھا گیا۔ سب کو یہی بتایا گیا کہ وہ نیا ڈرائیور ہے۔ محفوظ کو سمجھا دیا گیا تھا کہ اس کا ہر طرح سے خیال رکھے۔ چوکیدار کا مسئلہ ابھی تک کھٹائی میں پڑا ہوا تھا۔ بہر حال ابھی چوکیدار کی ذمے داری بھی گھر کے دوسرے ملازم سنبھالے ہوئے تھے۔ البتہ جادو نے

طاہرہ جہاں سے کہا تھا کہ بیگم صاحب، شاہ جی کی ہدایت ہے کہ میرے ساتھ کوئی خصوصی سلوک نہ کیا جائے تا کہ کسی کو شبہ نہ ہو، مجھے شاہ جی کی ہدایت کے مطابق کام کرنا ہے۔ طاہرہ جہاں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی۔

طاہرہ جہاں نہ جانے کیوں کچھ مایوس سی ہوگئی تھیں۔ البتہ ان کے لیے اس سے زیادہ خوشی کا مقام اور کوئی نہیں تھا کہ مائرہ اس گھر میں بہو بن کر آجائے گی۔ جائیداد وغیرہ کے سلسلے میں انہوں نے ہاشم خان کی بات مان لی تھی اور ہاشم خان سارے کام خاموشی کے ساتھ کر رہا تھا۔ اسے کسی قسم کی کوئی دشواری کا سامنا نہیں تھا کیونکہ خود بیرسٹر تھا اور اپنا کام صحیح طریقے سے کرنا جانتا تھا۔

البتہ دانش جب تزئین کے ساتھ کمرے میں ہوتا اور تزئین اس کی جانب متوجہ نہ ہوتی تو وہ اس کی صورت دیکھتا رہتا تھا۔ مائرہ اسے بہت اچھی لگی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ تزئین کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں تھی۔ جب اسے تزئین کا دوسرا روپ یاد آتا تو اس کے بدن کے مسامات پسینہ چھوڑنے لگتے۔ ابھی تک وہ مشکلوں میں مبتلا تھا اور یہ سوچتا رہتا تھا کہ تزئین کب اور کس وقت اپنا اصل روپ دکھائے گی۔

بہت سے خوفناک خیالات اس کے دماغ میں آتے رہتے تھے۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ ہوٹل میں اس نے جس لڑکی کو مدعو کیا تھا، وہ اسے تزئین کی شکل میں نظر آئی تھی اور ہنگامہ ہوگیا تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تزئین نے کوئی گہری چال سوچی ہو۔ مائرہ سے نکاح ہو جائے جس کی اجازت تزئین نے اسے بآسانی دے دی تھی اور جب وہ حجلہ عروسی میں مائرہ کا گھونگھٹ اٹھائے تو اسے وہ بھی ایک خوفناک ڈھانچے کی شکل میں نظر آئے۔

آہ......! اس وقت کیا ہوگا، کیا مجھے اپنے ذہن پر قابو رکھنا چاہئے۔ مائرہ جس شکل میں بھی سامنے آئے، اسے قبول کر لینا چاہئے۔ کیا میرے اعصاب اس حد تک میرا ساتھ دے سکتے ہیں۔ یہاں آکر اس کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں جواب دے جاتی تھیں۔ اگر ایسا ہوا بھی تو میرے سامنے تزئین ہوگی یا مائرہ......! یہ فیصلہ کرنا ایک مشکل کام تھا لیکن بات وہی تھی۔

حالات سے اس قدر دلبرداشتہ ہوگیا تھا کہ سوچتا تھا کہ اب جو کچھ بھی ہو، پروا نہیں کرنی چاہئے، مائرہ کو سب کچھ بتا دیا تھا، کم از کم وہ یا ہاشم خان یہ بات نہیں کہیں گے کہ میں نے مائرہ کو صورتِ حال سے آگاہ نہیں کیا تھا۔

ادھر جادو اپنے کام میں مصروف تھا اور اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ کب تزئین کی صورت

نظر آئے۔ پہلی بار اس نے تزئین کو کوٹھی کے مین گیٹ سے باہر آتے ہوئے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

تزئین نہ جانے اس وقت کس موڈ میں تھی۔ وہ کوٹھی کے لان پر چہل قدمی کرنے لگی۔ جادو کے لیے اس سے سنہری موقع اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے اپنے اعلیٰ درجے کے موبائل فون سے تزئین کی تصویریں بنانا شروع کر دیں۔ درخت کے پاس، پھولوں کے کنج میں، پھول توڑ کر بالوں میں لگاتے ہوئے۔ اس نے کوئی ایک درجن کے قریب تصاویر بنائیں اور خوش ہوا کہ شاہ جی نے اسے جس کام سے بھیجا ہے، وہ اس میں پہلے ہی مرحلے میں کامیاب ہوگیا ہے مگر ابھی جلد بازی سے کام نہیں لینا تھا۔ بابر شاہ نے اسے ہدایت کی تھی کہ مختلف موقعوں پر تزئین کی تصویر بنائی جائے۔

وہ موقع کی تاک میں لگا رہا۔ ایک دن اس نے پھر تزئین کو باہر آتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ ایک خوبصورت لباس میں تھی اور بہت حسین نظر آرہی تھی۔ قرب و جوار میں دور دور تک کوئی موجود نہیں تھا۔ جادو ایک جگہ چھپ گیا۔ اس نے تزئین کی دو تین تصویریں بنائیں۔ تزئین ٹہلتی ہوئی پھولوں کے ایک کنج کے پیچھے چلی گئی تو جادو گردن اٹھا اٹھا کر اسے تلاش کرنے لگا۔

ابھی وہ اس کام میں مصروف تھا کہ اچانک ہی اسے اپنے عقب سے کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو تزئین اس کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ جادو کے تو حواس جواب دے گئے۔ تزئین اسے دیکھ کر ہنس پڑی اور جادو گرتے گرتے بچا۔

''نئے ڈرائیور ہو تم......؟'' تزئین نے سوال کیا۔

جادو نے جلدی سے سیدھے ہو کر سلام کیا۔ ''جی چھوٹی مالکن! نیا ڈرائیور ہوں۔''

''سنو تم ڈرائیور ہو یا نہیں......! مجھے اس سے کوئی غرض نہیں لیکن میرے راستے میں نہ آنا ورنہ مشکل کا شکار ہو جاؤ گے۔'' یہ کہہ کر وہ واپسی کے لیے پلٹ پڑی اور جادو سر کھجانے لگا۔ بڑا عجیب سا احساس ہوا تھا اسے، کیا تزئین نے اسے تصویریں بناتے ہوئے دیکھ لیا ہے، اگر دیکھ لیا ہے تو وہ کیا سمجھی ہے۔ بہت دیر تک وہ سوچتا رہا لیکن بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔

اسے بابر شاہ کی ہدایت تھی کہ حالات کچھ بھی ہوں، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اپنی کوششیں جاری رکھی جائیں۔ اس دن بھی وہ بس ایسے ہی اندرونی حصے کی جانب جا نکلا تھا۔ اسے اپنا کام کرنا تھا۔ تزئین کے کمرے کے بارے میں اس رشیدہ اس کی رازدار تھی اور طاہرہ جہاں کے

لیے کام کرتی رہتی تھی۔ اسی نے جادو کو تمام تفصیلات بتائی تھی۔

جادو، تزئین کے کمرے کے سامنے سے گزرا اور ایک ایسی جگہ سے کمرے کے اندر جھانکا جہاں سے کمرے کا منظر صاف نظر آتا تھا، تزئین آرام سے بیٹھی ہوئی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ جادو نے یہاں بھی اس کی کچھ تصویریں بنائیں اور پھر آگے بڑھ گیا۔

تیسرے دن بابر شاہ کا فون آیا۔ ''ہاں جادو! تمہیں تین دن ہو گئے ہیں، میں نے جان بوجھ کر تم سے رابطہ نہیں کیا تھا، میں تین دن کی مکمل رپورٹ چاہتا ہوں۔''

''شاہ جی کے حکم کے مطابق کام کر رہا ہوں مگر وہ تو بڑی عجیب چیز ہے جی، میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئی۔''

''میں نے تمہیں اسے سمجھنے کے لیے وہاں نہیں بھیجا، جو کچھ تم نے اب تک کیا ہے، وہ بتاؤ۔''

''شاہ جی! میں نے اس کی بے شمار تصویریں بنا لی ہیں، آپ حکم کریں تو میں آپ کو سینڈ (SEND) کر دوں؟''

''ہاں تمہیں یہ کرنا ہے اس کے علاوہ اور کون سی ایسی حیرت انگیز بات تم نے دیکھی ہے؟''

''شاہ جی! اور تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں دیکھی مگر مجھے نہ جانے کیوں اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ وہ میری طرف سے کچھ ہوشیار ہو گئی ہے۔''

''کیسے شبہ ہوتا ہے؟'' بابر شاہ نے پوچھا اور جادو نے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بارے میں بابر شاہ کو تفصیل بتائی۔ بابر شاہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ اس نے کہا۔ ''پھر بھی تم اپنا کام جاری رکھو، اس کے بعد تو اس نے تم سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی؟''

''نہیں شاہ جی......!''

''کہیں جانے کے لیے بھی نہیں کہا؟''

''شاہ جی! وہ اپنے کمرے سے ہی بہت کم نکلتی ہے، یہاں طاہرہ بیگم صاب کے کہنے سے ایک ملازمہ مجھے اس کے بارے میں معلومات مہیا کرتی رہتی ہے، میں نے اس کے کمرے میں بھی جھانکا ہے۔''

''مصروف رہو بلکہ کوشش کرو کہ تم اس کے پاس جاؤ، اس سے باتیں کرو اور اس سے یہ کہو کہ چھوٹی بیگم صاب جی آپ گھر سے باہر کیوں نہیں نکلتیں۔''

''ٹھیک ہے شاہ جی! میں بات کرتا ہوں۔''

''چلو تصویریں سینڈ کرو۔'' بابر شاہ نے کہا اور جادو نے دوسرا موبائل فون نکال لیا لیکن اس وقت اس کا دل دھڑکنا بھول گیا جب اسے اپنے موبائل میں تزئین کی ایک بھی تصویر نہ ملی۔ وہ طرح طرح سے کوششیں کرتا رہا یہاں تک کہ اس دن کی تصویر بھی تلاش کی جس دن اس نے اس کی تصویر کمرے میں کھینچی تھی اور یہ دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا کہ موبائل فون میں صرف کتاب کی تصویر تھی جو خلاء میں معلق تھی، جیسے کسی نے اسے اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہو اس کے علاوہ اور کوئی شبیہہ نہیں تھی۔ جادو کی گھگھی بندھ گئی۔

ادھر بابر شاہ کی کرخت آواز سنائی دی۔ ''کیا ہو گیا ہے تجھے۔ کیوں تصویریں نہیں بھیج رہا؟''

''شاہ جی! آپ یقین کریں میری بات پر، میں نے وہ تصویریں اب سے دو تین گھنٹے پہلے تک دیکھی تھیں، وہ میرے موبائل میں موجود تھیں مگر اب وہ میرے موبائل میں نہیں ہیں، میں نے اس کے کمرے میں جھانکتے ہوئے اس کی تصویر بنائی تھی، اس وقت وہ بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی، کتاب کی تصویر موجود ہے، میں آپ کو سینڈ کر رہا ہوں مگر وہ موجود نہیں ہے۔''

بابر شاہ چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر جادو کو اس کی آواز سنائی دی۔ ''جو کچھ تُو کر رہا ہے، بالکل ٹھیک ہے، اب تُو اس سے گھلنے ملنے کی کوشش کر، وہ جب بھی باہر نظر آئے، اس کے پاس پہنچ جانا، اس سے باتیں کرنا۔''

''ٹھیک ہے شاہ جی مگر تصویریں......؟''

''کیا، بکواس کر رہا ہے، جو میں نے کہا ہے، وہ کر اور فون بند کر دے۔'' بابر شاہ نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور جادو نے جلدی سے فون بند کر دیا۔

وہ عجیب سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لمبے عرصے سے وہ بابر شاہ کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ بابر شاہ کی پُراسرار شخصیت اس کے لیے طلسمی حیثیت رکھتی تھی، بہت سے لوگوں کو اس نے بابر شاہ کا عقیدت مند دیکھا تھا، ان کے کام بھی ہو جاتے تھے، جادو کو اتنا کچھ ل جاتا تھا کہ وہ کسی طور بابر شاہ سے الگ ہونے کے بارے میں نہیں سوچ سکتا تھا۔ بہر حال اس نے بابر شاہ کی ہدایت کی مطابق کام شروع کر دیا۔

شام کے چار بجے تھے۔ تزئین ایک خوبصورت لباس میں ملبوس باہر نکلی تھی۔ جادو ہمت کر

کے اس کے سامنے پہنچ گیا۔

''سلام چھوٹی بیگم صاب!''

تزئین نے اسے دیکھا۔ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور نہ جانے کیوں جادو کو اپنے دل پر ایک ہلکے سے بوجھ کا احساس ہوا۔

''چھوٹی بیگم صاب! آپ کا غلام ہوں جی میں، محفوظ بھائی سے معلوم ہوا تھا کہ میری جگہ پہلے ڈرائیور سجاد کام کرتا تھا اور وہ نوکری چھوڑ کر بھاگ گیا، اس کی جگہ مجھے رکھا گیا ہے۔''

''ہاں پھر......؟'' تزئین نے سوال کیا۔

''بیگم صاب! میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ میرے ساتھ آپ ابھی تک کہیں نہیں گئیں۔''

''ہاں یہ تو ہے، کیا تم میرے ساتھ کہیں جانا چاہتے ہو؟''

''نہیں چھوٹی بیگم صاب! میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے قدموں میں رہوں، آپ میرے اوپر مہربانی کی نگاہ رکھیں۔''

''کیوں باقی لوگ تمہارے اوپر مہربان نہیں ہیں؟''

''میرا یہ مطلب نہیں ہے بیگم صاب!''

''اچھا چلو ٹھیک ہے، گاڑی نکالو۔'' تزئین نے غیر متوقع طور پر کہا اور جادو ہکا بکا رہ گیا۔ ایک لمحے تک اس نے توقف کیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ فوراً اس کے ساتھ کہیں جانے کے لیے تیار ہو جائے گی۔

''کیوں کیا ہوا، میں نے کہا ہے نا تم سے گاڑی نکالو۔'' تزئین بولی۔ جادو بھاگتا ہوا اس کار کی جانب چلا گیا جو تزئین کے لیے مخصوص تھی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے تزئین کے پاس لے آیا اور تزئین دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ جادو نے گاڑی عمارت سے باہر نکال لی پھر بولا۔

''کہاں چلوں چھوٹی بیگم صاب......؟''

''جہاں تمہارا دل چاہے ڈرائیور! تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ کہیں باہر نہیں نکلی، اب نکل آئی ہوں تو تم اپنی مرضی سے مجھے جہاں دل چاہے گھمالاؤ۔''

جادو کا دل چاہا کہ وہ اسے لے کر سیدھا بابر شاہ کے آستانے پر پہنچ جائے لیکن یہ کچھ ذرا زیادہ ہو جاتا۔ بابر شاہ کی طرف سے کوئی ایسی ہدایت نہیں تھی، چنانچہ وہ چل پڑا۔

سفر کرتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ اتنی اچھی بیگم صاب بھلا کیا کوئی غلط شخصیت ہو سکتی

ہیں۔ کتنا نرم رویہ ہے ان کا اور کتنی خوبصورت اور پیاری ہیں یہ لیکن تصویروں کے معاملے میں جو کچھ ہوا تھا، وہ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

کافی دیر تک چلتا رہا پھر اس نے عقب نما آئینے میں پیچھے بیٹھی ہوئی تزئین کو دیکھا اور یہ دیکھ کر اس کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہک گیا کہ تزئین پچھلی سیٹ پر موجود نہیں تھی۔ جادو نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور کار سڑک کے ایک طرف کر کے روک دی پھر وہ پریشان نگاہوں سے پیچھے دیکھنے لگا لیکن پچھلی سیٹ پر کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ دنگ رہ گیا۔

یہ تصویروں ہی کی طرح ہوا تھا۔ جس طرح موبائل سے تصویریں غائب ہو گئی تھیں، اسی طرح اس وقت خود بیگم صاحبہ کار کی پچھلی سیٹ سے غائب ہو گئی تھیں۔ کچھ لمحے پہلے ہی تو اس نے ان سے بات کی تھی اور اس دوران گاڑی کسی جگہ ہلکی ہوئی تھی نہ کسی اشارے پر رکی تھی۔

جادو چند لمحے اپنی جگہ بیٹھا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا رہا، پھر اس نے کار دوبارہ وہاں سے آگے بڑھا دی۔ ابھی کوئی آدھا کلومیٹر کا سفر بھی نہیں کیا ہوگا کہ اچانک گاڑی میں دھواں بھر گیا۔ گاڑھا گاڑھا سفید دھواں جو پچھلی سیٹوں تک ہی محدود تھا۔ جادو کے حلق سے ایک بے تکی سی آواز نکل گئی۔ اس نے دوبارہ گاڑی کو بریک لگائے اور اس خوف سے نیچے اتر آیا کہ کہیں گاڑی میں آگ نہ لگ گئی ہو لیکن گاڑی میں کہیں آگ نہیں لگی تھی۔ دھواں آہستہ آہستہ کھلے ہوئے حصوں سے باہر نکل رہا تھا اور چند لمحوں کے بعد وہ تحلیل ہو گیا۔

اب تو جادو کے بدن پر کپکپاہٹ سی طاری ہو گئی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ گاڑی یہیں سڑک کے کنارے چھوڑ کر بھاگ جائے لیکن یہ بھی غلط تھا۔ بابر شاہ سے بات کیے بغیر اسے یہ جگہ نہیں چھوڑنی تھی۔ خدا خدا کر کے اس نے اپنے اعصاب پر قابو پایا اور ایک بار پھر گاڑی میں بیٹھ کر اسے گھر واپسی لیے موڑ دیا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اسے ایک انتہائی خوشگوار خوشبو کا احساس ہوا۔ یہ خوشبو اس کے ساتھ سفر کرتی رہی بمشکل تمام وہ دل و دماغ پر قابو پائے ہوئے تھے ورنہ راستے میں کسی بھی جگہ ایکسیڈنٹ ہو جاتا۔ گاڑی اس نے لا کر اپنی جگہ کھڑی کی تو اچانک ہی پچھلا دروازہ کھلا اور تزئین مسکراتی ہوئی نیچے اتر آئی۔ جادو نے ایک بار پھر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

تزئین مسکرا رہی تھی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھی اور بولی۔ ''بس اتنی ہی دور گھمانے لے گئے تھے مجھے! میری بات سنو بابر شاہ سے میرا سلام کہہ دینا اور ان سے کہنا کہ مجھ پر وقت ضائع نہ

کریں، ان سے کہنا کہ میں کچھ نہیں ہوں، میں ان کے کسی کام کی ہوں نہ اس ہندو بے وقوف سادھو کے کسی کام کی، مجھے تنگ نہ کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں انہیں نقصان پہنچانے پر اتر آؤں، کیا سمجھے! میرا یہ پیغام انہیں دے دینا۔"

"اس کی آواز کتنی خوبصورت تھی، جادو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ پھر وہ وہاں سے آگے بڑھی اور عمارت کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑی۔ جادو اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی چال بھی عام نہیں تھی۔ وہ زمین سے اونچی چل رہی تھی، اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے اور کچھ ایسی جھلمل جھلمل سی ہو رہی تھی کہ سمجھ میں نہ آئے۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ اندرونی عمارت میں داخل ہو گئی۔

+====+====+

مرزا اختیار بیگ کا وکیل اور قانونی مشیر ان کے دفتر میں آکر ان سے ملا۔ وہ اپنے ساتھ کئی فائلیں لے کر آیا تھا۔ مرزا اختیار بیگ نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا تو وکیل نے کہا۔ "سر! آپ کی طرف سے مجھے کوئی ہدایت نہیں ملی تھی، اس لیے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، ویسے بھی میرا ذہن اس بات کو ہضم نہیں کر پا رہا، اس لیے ٹیلیفون پر رابطہ کرنے کے بجائے میں نے آپ کی خدمت میں حاضری دی ہے۔"

مرزا اختیار بیگ سوالیہ نگاہوں سے وکیل صاحب کو دیکھ رہے تھے، پھر انہوں نے کہا۔ "کیا بات ہے، آپ کی ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"معافی چاہتا ہوں، کیا آپ نے بیگم صاحبہ کے نام کی ہوئی جائیداد کسی کے نام منتقل کرائی ہے؟ میرا مطلب ہے بیرسٹر ہاشم خان کی بیٹی مائرہ خان کے نام......؟"

"کیا......؟" مرزا اختیار بیگ کے منہ سے بیساختہ نکلا۔

"جی سر......! میں یہ کاغذات لایا ہوں۔" وکیل صاحب نے ایک فائل کھول کر اختیار بیگ کے سامنے رکھ دی اور مرزا صاحب حیرانی سے اس پر جھک گئے۔ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا جا رہا تھا، یہ کاغذات اصل کاغذات کی نقل تھے۔ مرزا صاحب نے یہ جائیداد طاہرہ جہاں کو دی تھی لیکن جو کچھ بھی تھا، دانش ہی کے لیے تھا، ان کاغذات کی رُو سے وہ سب کچھ مائرہ ہاشم خان کو منتقل کر دیا گیا تھا اور خود دانش کی تحریر بھی ان کاغذات میں شامل تھی۔

مرزا صاحب نے خود کو سنبھال کر وکیل صاحب سے پوچھا۔ "یہ کاغذات آپ کو ہاشم خان

نے بھجوائے ہیں؟"

"نہیں سر......! بیرسٹر صاحب نے خود مجھ سے ملاقات کر کے کچھ قانونی امور کی وضاحت کی تھی۔"

"جی......! ٹھیک ہے وکیل صاحب! گھر میں کچھ الجھنیں چل رہی ہیں، میں آپ کو اس بارے میں جلد بتاؤں گا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"بہت بہتر......لیکن صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بیرسٹر صاحب نے بڑی ذہانت سے یہ کاغذات تیار کئے ہیں اور کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔"

"مجھے اندازہ ہے، میں بہت جلد آپ سے بات کروں گا۔" وکیل صاحب کے جانے کے بعد مرزا اختیار بیگ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ غصے کی شدت سے ان کا جسم کانپ رہا تھا۔ اسی عالم میں وہ گھر پہنچے۔ طاہرہ جہاں اور دانش اس وقت بھی ساتھ بیٹھے کسی اہم موضوع پر بات کر رہے تھے، مرزا صاحب کو اس عالم میں دیکھ کر وہ چونک پڑے۔

"تمہیں شرم نہیں آتی طاہرہ جہاں! کچھ غیرت ہے تمہارے ضمیر میں، اندازہ ہے تمہیں اپنے ماضی کا، کیا لے کر تم میرے گھر آئی تھیں، کیا حیثیت تھی تمہاری......! میری دی ہوئی جائیداد کو تم نے اتنا بے حقیقت سمجھ لیا کہ......کہ......کہ......! جہاں چاہا اسے لگا دو، میں زندہ ہوں طاہرہ جہاں! جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے، تم سے واپس بھی لے سکتا ہوں، پائی پائی کو محتاج کر کے تمہیں سڑکوں پر بھیک منگوا سکتا ہوں، میری بات سمجھ میں آ رہی ہے......؟"

طاہرہ جہاں اور دانش سرد نگاہوں سے مرزا صاحب کو دیکھ رہے تھے۔

مرزا صاحب خاموش ہوئے تو طاہرہ جہاں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اور کچھ مرزا صاحب! کچھ اور فرمائیں گے آپ......؟"

"ہاں......پوچھنا چاہتا ہوں کہ بیرسٹر صاحب نے کون سی جادوگری کی ہے، اپنی بیٹی کا کون سا روپ دکھایا ہے آپ کو کہ آپ دونوں اس پر لٹو ہو گئے؟"

"آپ ہمیں سڑکوں پر لانا چاہتے ہیں پاپا! ٹھیک ہے، ہم سڑکوں پر چلے جاتے ہیں اور کوئی حکم......؟" دانش نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں بیٹے کہ بیرسٹر صاحب نے یہ سازش خود تیار کی ہے یا تم لوگ بھی اس میں شریک ہو، بیرسٹر صاحب کو تو میں وہ مزہ چکھا سکتا ہوں کہ ساری زندگی اپنی

حماقت پر روئیں گے، لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ جو شخص یہ دولت کما سکتا ہے، وہ اس کی حفاظت بھی کرنا جانتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پاپا......! میں اعتراف کرتا ہوں کہ تزئین کے معاملے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے پاپا! وہ میرے لیے سزائے موت ہے، آپ چاہیں تو آپ یہ سزا مجھے دے دیں، ہاشم خان کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی مرضی سے یہ سب کر سکتے، ہم ہی نے انہیں یہ پیشکش کر دی تھی، پاپا! ہو سکے تو ہمیں معاف کر دیں، آپ حکم دیں گے تو ہم آپ کی کوٹھی سے نکل جائیں گے۔"

"ایسے ہی نکل جائیں گے۔ مر جائیں گے ہم، اس کوٹھی میں مر جائیں گے، ارے واہ! اچھی رہی، ساری زندگی خدمت گزاری کی اس کا یہ صلہ دے رہے ہیں مرزا جی! ہمیں ہماری حیثیت یاد دلا رہے ہیں، لے لیں سب کچھ، پھانسی چڑھا دیں ہاشم خان کو، زہر کھا لیں گے ہم دونوں......! ہاں کہے دیتی ہوں۔"

طاہرہ جہاں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ اختیار بیگ غصے سے انہیں گھورتے رہے پھر باہر نکل گئے۔

دانش، ماں کو خاموش کرانے لگا۔ پھر بولا۔ "پاپا کو تو ہم سنبھال لیں گے مما......! آخر وہ میرے پاپا ہیں، کسی طرح وہ کمبخت قابو میں آ جائے، مجھے بس اس سے خطرہ ہے۔"

"جو کچھ بھی ہوگا، اس کا مقابلہ کریں گے بیٹا! میں نے تجھے ابھی تک بابر شاہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا دانش! اب ہم ان سے مدد مانگیں گے۔"

"کون بابر شاہ......؟" دانش نے پوچھا تو طاہرہ جہاں نے اسے بابر شاہ کی پوری کہانی سنا دی۔ دانش یہ سن کر اچھل پڑا کہ بابر شاہ ان دونوں میں سے ایک تھا جنہیں چور سمجھا گیا تھا اور دونوں بند کمرے سے غائب ہو گئے تھے۔

"میرے خدا......مما! آپ نے مجھے بھی نہیں بتایا؟"

"بس بیٹا......! میں تیری آگ میں جل رہی تھی مگر بابر شاہ ہماری طرف سے غافل نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب ......"

"انہوں نے اپنا بندہ ہمارے پاس بھیجا ہوا ہے۔" طاہرہ جہاں نے اسے جادو کے بارے میں بتایا۔

"بے چارہ سجاد اور چوکیدار......دونوں بے قصور تھے مما! اب کیا کریں؟"

"ارے دیدار خالہ تو دفعان ہو گئیں، میں خود بابر شاہ سے جا کر ملتی ہوں، تُو بھی میرے ساتھ چل، ساری تفصیل انہیں بتاتی ہوں اور پوچھتی ہوں کہ کچھ کریں گے بھی یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے مما!" دانش نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

+====+====+

جادو کو بادل نخواستہ طاہرہ جہاں کے ساتھ بابر شاہ کی جھونپڑی جانا پڑا تھا۔ طاہرہ جہاں نے پہلے کچھ نہیں کہا تھا ورنہ جادو کم از کم فون پر شاہ جی کو بتا دیتا، بس طاہرہ جہاں اور دانش تیار ہو کر باہر نکلے تھے اور جادو کو اشارہ کیا تھا۔ جادو قریب آیا تو طاہرہ جہاں نے کہا۔ "چلو۔"

"جی بیگم صاحب!" جادو نے کہا اور جلدی سے کار کے دروازے کھول دیئے، پھر کار اسٹارٹ کر کے کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے پوچھا۔ "کہاں چلوں بیگم صاحبہ؟"

"جادو......! بابر شاہ کے پاس چلو۔" طاہرہ جہاں نے کہا تو جادو اچھل پڑا۔ دانش کی موجودگی میں وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا، چنانچہ خاموشی سے چلتا رہا۔

+====+====+

بابر شاہ نے کسی خاص ردِعمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔ طاہرہ جہاں نے بڑی معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "دکھوں کی ماری ہوں شاہ جی! آپ کی مجرم ہوں مگر کیا کروں، میرے پاس آپ ہی کا سہارا ہے، یہ میرا بیٹا دانش ہے۔"

"کوئی نئی بات ہوئی ہے طاہرہ بیگم......؟" بابر شاہ نے پوچھا۔

"شاہ جی! تنگ آ گئی ہوں اس سے، بیٹے کی دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں، سب کچھ طے ہو گیا ہے، کلیجہ کانپتا ہے کہ وہ کہیں کچھ کر نہ بیٹھے، حالانکہ کمبخت ابھی تک تو بڑی نیک بنی ہوئی ہے۔"

طاہرہ بیگم نے شروع سے آخر تک ساری تفصیل سنا دی۔

"سب کچھ تو آپ نے کر لیا ہے طاہرہ بیگم......! اب ہم سے کیا چاہتی ہیں؟"

"یہ شادی کرا دو شاہ جی! اسے ملیا میٹ کر دو، وہ ہمارا راستہ نہ روکے۔"

"خرچ کرنا ہوگا طاہرہ بیگم!"

"جو حکم دیں گے، کروں گی شاہ جی؟"

"کب تک کر رہی ہو یہ شادی......؟"

"میں تو کل کر دوں شاہ جی! بس ڈر لگا ہوا ہے، نکاح کر کے دلہن لے آؤں گی، ولیمہ حالات دیکھ کر کروں گی، بس یہ کام ہو جائے اس کے بعد جان کی بازی لگا دوں گی، میری مدد کریں شاہ جی!"

"ٹھیک ہے طاہرہ جہاں! بے فکر ہو کر کرلو، جتنی جلدی ممکن ہو کرلو، اسے ایسا ہی جھٹکا لگنا چاہئے، میں اسے سنبھال لوں گا، تم اپنا کام شروع کرو۔"

"بڑا مرتبہ ہو شاہ جی کا! تسلی ہو گئی، جو حکم ہوگا آپ کا، وہ پورا کر دوں گی، اب جاؤں؟"

"ہاں......جادو کے ذریعے رابطہ رہے گا۔" بابر شاہ نے کہا۔

+====+====+

ہاشم خان کو یہ احساس تو ہو گیا تھا کہ مرزا اختیار بیگ اس شادی سے خوش نہیں ہیں لیکن جائیداد کی منتقلی کے مسئلے میں انہوں نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ یہ حیران کن بات تھی۔ طاہرہ بیگم نے نکاح کی تاریخ مانگ لی۔

معاملات طے ہوئے کہ پروگرام کیا رہے گا۔ طے ہوا کہ منصوبے کے مطابق کچھ اہم لوگوں کو شریک کر کے نکاح کیا جائے اور دلہن کو رخصت کرا کے لے آیا جائے، ولیمے کی تاریخ بعد میں طے کی جائے گی۔

مقررہ وقت پر دانش ایک خوبصورت لباس میں ملبوس ہاشم خان کے گھر پہنچ گیا۔ جادو ڈرائیور تھا۔ دانش کے پاؤں لرز رہے تھے، طاہرہ جہاں کا بھی رنگ سفید پڑا ہوا تھا، نکاح ہو گیا، طاہرہ جہاں نے دلہن کو زیورات سے ڈھک دیا پھر مائرہ کو رخصت کرا کے گھر لے آئے۔

گھر پہنچ کر وہ لوگ اس وقت منہ پھاڑ کر رہ گئے جب وہ کمرہ جسے حجلہ عروسی کے لیے خفیہ طور پر منتخب کیا گیا تھا، خوشبوؤں سے مہک رہا تھا، اسے اتنی نفاست سے آراستہ کیا گیا تھا کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔

طاہرہ جہاں نے رشیدہ اور فاطمہ سے پوچھا۔

"کمرہ کس نے سجایا......؟"

"اللہ قسم بیگم صاب! ہمیں نہیں معلوم......آپ جیسے تالا لگا کر گئی تھیں، ویسے ہی تالا لگا رہا تھا۔"

"تزئین اپنے کمرے میں ہے؟"

"پتہ نہیں بیگم صاب......!"

"مما......! وہ ہمارے ساتھ چوہے، بلی کا کھیل کھیل رہی ہے، مذاق اڑا رہی ہے ہمارا...... دیکھنا ایک دم بم پھٹے گا، کوئی ایسا کام کرے گی جس کے بارے میں ہم خواب میں بھی نہ سوچ سکیں۔" دانش نے مردہ لہجے میں کہا۔

"اللہ مدد کرے گا دانش! ویسے تو سب کچھ ہو گیا ہے، اللہ پر بھروسہ کرو، ہمت کرو دانش! ہمت کرو میرے بیٹے!"

+====+====+

حجلہ عروسی میں دانش مرے مرے قدموں سے داخل ہوا تھا۔ اسے ہر طرف تزئین کا بھوت نظر آ رہا تھا، ہر گوشے میں اسے تزئین ڈھانچے کی شکل میں دانت نکالے کھڑی نظر آ رہی تھی۔ مائرہ سیج پر دلہن بنی بیٹھی تھی۔ بمشکل تمام وہ اس کے قریب پہنچا اور لرزتی آواز میں بولا۔ "مائرہ......!"

مائرہ نے اس کی آواز پر عجیب سے انداز میں چونک کر اسے دیکھا پھر اس نے جلدی سے اپنا گھونگھٹ الٹ دیا اور حیرانی سے بولی۔ "آپ......آپ کون ہیں......آپ؟"

دانش کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ مائرہ جلدی سے مسہری سے اٹھ گئی۔ وہ متوحش نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی، پھر اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ "آپ نے......آپ نے دروازہ کیوں بند کر دیا، آپ کون ہیں، دانش کہاں ہے؟"

"مائرہ خدا کے لیے اگر آپ مذاق کر رہی ہیں تو اس وقت میں اس مذاق کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

"دانش......دانش......!" اس بار مائرہ نے چیخ چیخ کر آوازیں دیں اور دروازے کی طرف بھاگی۔ دروازے سے باہر نکل کر وہ بری طرح چیخنے لگی۔ "بچاؤ......بچاؤ......! کوئی میرے کمرے میں گھس آیا ہے، بچاؤ مجھے......خدا کے لیے بچاؤ!"

طاہرہ جہاں اپنے کمرے میں بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں، ننگے پاؤں باہر دوڑیں، ملازم بھی چیخ و پکار کر باہر نکل آئے، مرزا اختیار بیگ بھی کمرے سے باہر آ گئے۔

مائرہ مسلسل چیخے جا رہی تھی۔ "دانش......دانش......دانش کہاں ہیں؟"

"کیا ہوا بیٹی......! کیا ہو گیا دانش......! کہاں ہو تم؟" طاہرہ جہاں بھی چیخنے لگیں پھر وہ

دوڑتی ہوئی اس کمرے میں گھس گئیں جہاں دانش پتھرایا ہوا کھڑا تھا۔

''کیا ہوا دانش......! کیا ہو گیا میرے بچے؟''

''وار کر دیا اس نے......وار کر دیا!'' دانش نے کہا اور سسکیاں لے لے کے رونے لگا۔

''ہوا کیا آخر......آؤ میرے ساتھ......آؤ مجھے بتاؤ کیا ہو گیا؟'' طاہرہ جہاں دانش کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کھینچ لائیں۔

باہر مائرہ ایک دیوار سے لگی کھڑی تھی، دانش کو دیکھ کر وہ پھر چیخی۔ ''یہی ہے مما......! یہ کون ہے، یہ کمرے میں گھس آیا تھا اور......اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔''

''کیا......؟'' طاہرہ جہاں ہکا بکا رہ گئیں۔ ''کیا کہہ رہی ہو، کیا یہ دانش نہیں ہے؟'' بمشکل تمام انہوں نے کہا۔

''یہ......!'' مائرہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دانش کو دیکھا پھر طاہرہ جہاں گھورنے لگی۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ......دانش......دانش......آپ کہاں ہیں؟''

''مر چکا ہوں میں، موت آ گئی ہے مجھے!'' دانش نے کہا اور زور زور سے رونے لگا۔

طاہرہ جہاں بیٹے کے رونے پر تڑپ گئیں۔ غصے سے آگے بڑھیں اور مائرہ کے قریب پہنچ کر اس کا بازو پکڑ کر زور سے کھینچا اور دانش کے قریب لے آئیں۔ ''اندھی ہو گئی ہو گیا تم......! یہ دانش نہیں ہے؟'' وہ گرجیں۔

''اندھے آپ سب ہیں...... یہ کیا سازش ہے، دانش کہاں ہیں، میرا نکاح اس سے نہیں دانش سے ہوا ہے، کیا کھیل کھیل رہے ہیں آپ لوگ، کیا چاہتے ہیں؟'' مائرہ غرا کر بولی۔

مرزا اختیار بیگ ایک طرف بالکل خاموش کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ مائرہ نے پھر اِدھر اُدھر دیکھا اور چیخ کر بولی۔ ''میرے گھر والوں کو بلا دیں، میں آپ کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔'' پھر اچانک وہ دوڑی اور ایک خالی کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ ''آپ لوگ میرے خلاف سازش کر رہے ہیں، سب کے سب اس سازش میں شریک ہیں، میں یہ سازش کامیاب نہیں ہونے دوں گی، سمجھے آپ لوگ! میرا موبائل مجھے دے دیجئے، مجھے میرا موبائل نہ دے دیں ورنہ میں دیواروں سے سر ٹکرا کر مر جاؤں گی۔''

اس کا لہجہ ایسا تھا کہ طاہرہ جہاں کانپ کر رہ گئیں۔ انہوں نے رشیدہ سے کہا۔ ''رشیدہ!

جلدی دلہن کے کمرے سے اس کا موبائل لے آؤ۔''

رشیدہ دوڑ کر موبائل اٹھا لائی تھی۔ مرزا اختیار بیگ بھی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اچھا شوق ہے آپ کا طاہرہ جہاں بیگم! شوق پورا کیجئے، پورا کیجئے شوق!'' وہ واپس پلٹے اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔

دانش اب بھی بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ ''میں نے کہا تھا نا مما! میں نے آپ سے کہا تھا نا کوئی ایسا بم پھٹے گا کہ ہم سب تباہ و برباد ہو جائیں گے، آپ کیا سمجھتی ہیں یہ سب کچھ بلاوجہ ہو رہا ہے، وہ پھر کامیاب ہو گئی ہے لیکن......!'' اچانک ہی دانش ایک کمرے کی جانب دوڑا۔ یہ بھی اسی کا کمرہ تھا۔ ایک الماری کی دراز سے اس نے پستول نکالا، اس میں میگزین بھرا اور پستول ہاتھ میں لیے ہوئے تزئین کے کمرے کی جانب دوڑا۔

طاہرہ جہاں نے اسے پستول لے کر دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا، وہ حلق پھاڑ کر چیخیں۔

''دانش! رک جاؤ دانش! رک جاؤ، ارے کوئی اسے روکو۔''

مگر دانش دوڑتا ہوا تزئین کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے خونی نگاہوں سے بستر پر لیٹی ہوئی تزئین کو دیکھا جو ایک چادر اوڑھے ہوئے گہری نیند سو رہی تھی۔ دانش نے پلٹ کر دروازہ بند کیا۔

وہ تزئین کے پاس پہنچا اور اس نے اس کے اوپر سے چادر ہٹا دی۔ شب خوابی کے لباس میں تزئین کا حسین چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس کے خوبصورت بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔ وہ دانش کو دیکھ کر مسکرا دی۔ ''مبارک ہو دانش! شادی ہو گئی تمہاری......مبارک ہو۔''

''میں......میں آج تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا تزئین! میں آج تیرا فیصلہ کر کے ہی رہوں گا، بتا وہ مجھے کیوں نہیں پہچان رہی، کیا کیا ہے تُو نے، یہ تو مجھے معلوم تھا کہ تُو بلاوجہ خاموش نہیں بیٹھی ہوئی، کچھ بھی کر سکتی ہے تُو بدروح! تُو کچھ بھی کر سکتی ہے۔''

جواب میں تزئین کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''میں نے اس کی آنکھوں کے لینس بدل دیئے ہیں، اسے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہئے تھا، اسے معلوم تھا کہ تم شادی شدہ ہو دانش! تمہاری بیوی موجود ہے، بڑے برے ہیں اس دنیا میں رہنے والے دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے، بہت اعتماد ہے نا اسے اپنے آپ پر......ارے کیسے ہو تم سب کے سب......عزیزہ

بیگم نے بے چاری فرخندہ کی زندگی برباد کر کے رکھ دی تھی، شوہر چھین لیا تھا انہوں نے ایک بیوی سے اور مائرہ نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے تم سے شادی کر لی، میں موجود تھی، اسے میرے بارے میں سوچنا چاہیے تھا۔"

"تزئین! کیا کیا ہے تُو نے آخر......؟"

"میں نے اس کی آنکھوں کے لینس بدل دیئے ہیں بس لوگ تمہیں دانش کی شکل میں دیکھیں گے مگر اسے تم دوسری شکل میں نظر آؤ گے، سنو دانش! طلاق دو اسے، اسے طلاق دے دو، اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"میں پہلے تجھے کیوں نہ اس دنیا سے جہنم رسید کر دوں۔"

"جہنم رسید...... کر دو کر دو...... کر دو!" وہ تلخی سے بولی اور دانش نے دیوانگی کے عالم میں اس پر فائر کرنا شروع کر دیئے۔ پورا میگزین خالی کر دیا اس نے تزئین پر اور وہ اسے حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

باہر سب آ کھڑے ہوئے تھے بری طرح چیخ پکار کر رہے تھے۔ مرزا اختیار بیگ بھی باہر نکل آئے تھے۔

آخر میں دانش نے پستول تزئین پر کھینچ مارا اور تزئین اسے رحم آمیز نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر ہنس کر بولی۔ "بس...... جاؤ دانش! تمہاری نجات اسی میں ہے کہ اسے طلاق دے دو، جاؤ باہر جاؤ۔"

باہر سب لوگ چیخ رہے تھے، دروازے کو دھکے لگا رہے تھے، یہاں تک کہ ملازموں نے بھرپور کوشش کر کے دروازہ توڑ دیا اور سب کے سب بھرا مار کر اندر گھس آئے۔

مرزا اختیار بیگ بری طرح دوڑتے ہوئے تزئین کے پاس پہنچے تھے۔ تزئین اٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی۔ "کیا ہوا پاپا! کیا بات ہے؟"

"تم ٹھیک ہو نا تزئین......؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔"

"وہ ٹھیک ہے، میں ٹھیک نہیں ہوں۔" دانش نے کہا اور اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اسے پھاڑ دیا پھر وہ اپنے بال نوچنے لگا اور طاہرہ جہاں ملازموں کی مدد سے اسے باہر گھسیٹ کر لے گئیں۔

مرزا اختیار بیگ، تزئین کو دیکھ رہے تھے، پھر انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور بولے۔ "اس نے تم پر گولیاں چلائی تھیں؟"

"ہاں پاپا! میں تو ڈر رہی تھی کہ کہیں ان کا نشانہ صحیح نہ ثابت ہو جائے۔"

"ہم اس گھر میں نہیں رہیں گے تزئین بیٹا! ہم اب اس گھر میں نہیں رہیں گے، اب تمہیں میرا کہا ماننا پڑے گا، میرے پاس کئی گھر ہیں، کہیں بھی رکھ لوں گا میں تمہیں اور اس کے بعد ہم ملک سے باہر نکل چلیں گے، تم اپنا خیال رکھنا تزئین! میں اسے دیکھتا ہوں۔" مرزا اختیار بیگ نے کہا اور باہر نکل گئے۔

✦====✦====✦

مائرہ کو اس کا فون دے دیا گیا تھا۔ اس نے ہاشم خان کو فون کیا جس انداز میں اس نے ہاشم خان سے بات کی تھی، ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے تھے، پھر نصرت بیگم، ہاشم خان ایک دو افراد کے ساتھ مرزا اختیار بیگ کے گھر پہنچ گئے۔ دروازہ کھلوایا گیا اور مائرہ روتی ہوئی ہاشم خان سے لپٹ گئی۔

"دھوکا ہوا ہے پاپا! بہت بڑا دھوکا کیا ہے ان لوگوں نے میرے ساتھ، پتہ نہیں کیوں، نہ جانے کون ہے وہ، یہ لوگ اسے دانش کہہ کر میرے سر منڈھنا چاہتے ہیں پاپا! وہ دانش نہیں ہے، وہ ہرگز دانش نہیں ہے۔"

"واہ ہاشم خان صاحب! آپ تو بڑے باکمال آدمی ہیں، بے چاری طاہرہ جہاں اور دانش کو بے وقوف بنا کر آپ نے ایک پاگل لڑکی ہمارے سر منڈھ دی اور خوب دولت کمالی، لے جائیے اسے، میں اسے ایک لمحے اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا، لے جائیے آپ اسے!"

"بات کیا ہے مرزا صاحب! کیا آپ کے ہاں بہوؤں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟"

"چلے جائیے یہاں سے، کہیں میں آپ کے ساتھ کوئی بہت برا سلوک نہ کر ڈالوں۔"

ہاشم خان بیٹی کو لے کر چلے گئے تھے۔ وہاں مائرہ نے اپنے ساتھ بیتنے والی کہانی سنائی اور سب حیران رہ گئے۔

ادھر طاہرہ جہاں پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ مرزا اختیار بیگ تزئین کو زبردستی ساتھ لے کر گھر سے باہر چلے گئے تھے۔ طاہرہ جہاں نے جادو سے کہا۔ "جادو! شاہ جی کو ہمارے اوپر پڑنے والی افتاد بتاؤ، بتاؤ انہیں کہ کس طرح اس چڑیل نے ہمیں برباد کر دیا ہے، شاہ جی سے کہو کہ

ہماری مدد کریں، ہمیں ان کی مدد کی بڑی ضرورت ہے۔"

"میں شاہ جی کو فون کرتا ہوں بیگم صاحبہ!" جادو نے کہا اور پھر اس نے سارا آنکھوں دیکھا حال بابر شاہ کو بتا دیا۔

بابر شاہ نے طاہرہ جہاں سے کہا۔ "میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں طاہرہ جہاں بیگم کہ وہ کیا ہے، آپ کو ایک بار پھر میری مدد کرنا پڑے گی، میں آپ کے پاس آ رہا ہوں، مجھے حاضرات کرنا ہوگا، میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے، کیا ہے لیکن یہ آپ کے گھر میں ہی ہو سکتا ہے۔"

"مم...... میرے گھر میں......؟"

"ہاں آپ کے گھر میں کسی بھی مناسب جگہ میں اپنا کام کروں گا، آج رات بھر میں آپ کے گھر میں رہ کر عمل کروں گا اور اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں آپ کے لیے!"

"شاہ جی! میں ہر خطرہ مول لینے کو تیار ہوں، آپ آ جائیے، اب تو پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے، ہم ڈوب رہے ہیں، ویسے ہی ڈوب رہے ہیں اور ڈوب جائیں گے۔" طاہرہ جہاں نے کہا۔

ادھر یہ کارروائی ہو رہی تھی اور ادھر ہاشم خان اپنے معاملات طے کر رہا تھا۔ اس نے طاہرہ جہاں سے کہا کہ آج رات دانش کو اس کے گھر بھیج دیا جائے، وہ ان کے گھر رہے گا اور وہ صورتِ حال کا جائزہ لیں گے۔ طاہرہ جہاں کو بھی یہ سب کچھ غنیمت محسوس ہوا تھا۔ دانش کو سمجھا بجھا کر سسرال بھیج دیا گیا لیکن بات وہی کی وہی رہی۔ مائرہ اسے دیکھ کر اچھل پڑی۔

"آپ لوگوں کو ہو کیا گیا ہے آخر، یہ دانش نہیں ہے، میں ایک لمحہ اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی، دانش کہاں گیا مجھے نہیں معلوم اور یہ کون ہے، میں نہیں جانتی۔"

"تجھے کیا ہو گیا ہے مائرہ! تجھے کیا ہو گیا ہے؟"

"میں اسے ختم کر دوں گی، یہ دانش نہیں ہے۔" مائرہ نے کہا اور دانش پر جھپٹ پڑی۔ اس نے دانش کا منہ نوچ ڈالا تھا۔ دانش نے بمشکل اس کے ہاتھ پکڑے۔ اس کے چہرے پر کئی جگہ خراشیں پڑ گئی تھیں۔

"یہ واقعی پاگل ہے، اس سے پہلے تو مجھے کبھی اتنی پاگل نہیں لگی تھی یہ، ہاشم خان صاحب! بھلا اس پاگل لڑکی کے ساتھ میرا کیسے گزارہ ہو سکتا ہے، میں اسے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، اسے طلاق دیتا ہوں۔"

ہاشم خان اور نصرت بیگم سکتے میں رہ گئے تھے۔ دانش کی طرف سے طلاق ہو چکی تھی، کئی گواہ

یہاں موجود تھے۔ ہاشم خان سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ دانش گھر واپس آ گیا۔

طاہرہ جہاں بیگم ان دنوں بے سکون ہی رہتی تھیں۔ جو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ ان کی سمجھ سے باہر تھا۔ دانش کا چہرہ دیکھنے لگیں اور پھر بولیں۔

"واپس آ گئے دانش؟"

"ہاں...... مما...... میں نے مائرہ کو طلاق دے دی ہے۔" طاہرہ جہاں بیگم اچھل پڑیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دانش کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر انہوں نے وحشت زدہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہا ہے۔ دانش...... تُو نے وہی کچھ کیا ہے۔ جو میں نے سنا ہے؟"

"ہاں...... مما...... میں نے مائرہ کو طلاق دے دی ہے۔ مائرہ وہ نہیں ہے جو میں نے اس کے بارے میں سوچا تھا۔"

"پتہ نہیں کیا بکواس کر رہا ہے۔ اگر وہ نہیں ہے۔ تو پھر کون ہے؟"

"میں نہیں جانتا مما۔ مجھے بالکل معلوم نہیں کہ وہ کون ہے؟"

"تُو سچ کہہ رہا ہے۔ میں ہاشم خان کو فون کر کے معلوم کروں؟"

"آپ کا جو دل چاہے کریں مما۔ میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔"

"دانش...... دانش...... دانش۔ کہاں لے جا کر مروائے گا تُو ہمیں کہاں مروائے گا تُو ہمیں دانش۔"

"مما...... ایک درخوست کرتا ہوں آپ سے، مجھے مجرم قرار نہ دیں میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے مما! میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ مما...... خودکشی بھی کر سکتا ہوں۔ کرنا نہیں چاہتا۔" دانش اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا اور طاہرہ جہاں بیگم ہکا بکا بیٹھی رہیں۔ اچانک ہی ان کے ذہن میں ایک طوفان سا اٹھا۔ اچھی طرح جانتی تھیں کہ یہ سب کچھ کیا دھرا تزئین کا ہی ہے۔ غصے میں ڈوبی اپنی جگہ سے اٹھیں۔ سوچا کہ تزئین کو جا کر کھری کھری سنائیں اور اس سے پوچھیں کہ کس طرح وہ پیچھا چھوڑ سکتی ہے۔ تزئین کے کمرے سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

دوسری آواز اختیار بیگ صاحب کی تھی۔ طاہر جہاں بیگم نے دروازے کو ٹھوکر ماری تو دروازہ کھل گیا اور وہ آگ بگولہ اندر داخل ہو گئیں۔

تزئین اور اختیار بیگ، آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اختیار بیگ نے طنزیہ

نگاہوں سے طاہرہ جہاں بیگم کو دیکھا۔

''جی! فرمائیے کوئی نئی کہانی؟''

''اختیار بیگ! پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اب اس کوٹھی کو آگ لگا دوں۔''

''خیر کوٹھی کو تو آگ نہیں لگا سکتیں آپ! کیونکہ جہیز میں نہیں لائی تھیں۔ میری کوٹھی ہے۔ ہاں۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے اوپر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا سکتی ہیں۔''

''یہ آپ کہہ رہے ہیں مرزا اختیار بیگ؟''

''میرا خیال ہے۔ میری ہی آواز سنی ہے آپ نے۔''

''کیا اس سے پہلے آپ نے کبھی مجھ سے ایسا کہا تھا۔ کیا آپ کا یہ رویہ میرے ساتھ رہا تھا۔''

''آپ نے کبھی اپنے بارے میں بھی سوچا۔ طاہرہ جہاں بیگم! ایک ہی بیٹا تھا میرا۔ آپ نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔''

''میں نے؟''

''یہی تو افسوس کی بات ہے کہ کوئی بھی انسان اپنے آپ کو مجرم قرار نہیں دیتا۔''

''کوئی حل ہے آپ کے پاس۔ کوئی حل ہے۔ مرزا اختیار بیگ...... تزئین کوئی حل ہے۔ پیچھا چھوڑ سکتی ہو ہمارا۔'' اس بار طاہرہ جہاں براہِ راست تزئین سے مخاطب ہوئی تھیں۔ تزئین نے مسکراتی نگاہوں سے مرزا اختیار بیگ کو دیکھا اور بولی۔

''پاپا نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اپنے ذہن اور دل کو صاف رکھوں اور اگر آپ لوگ کوئی بات کریں۔ تو اسے خاطر میں نہ لاؤں۔''

''پاپا ہی نے تو تمہیں تباہ کیا ہے بی بی! ورنہ جو مٹی کا تیل اپنے اوپر چھڑک کر وہ مجھے آگ لگانے کو کہہ رہے ہیں۔ میرا بس چلے تو وہ تمہارے اوپر چھڑک دوں۔''

''یہی تو افسوس کی بات ہے۔ مما جی! کہ آپ کا بس نہیں چلتا''

''طاہرہ جہاں بیگم۔ تزئین کے بارے میں اگر آپ نے اب ایک لفظ بھی کہا تو میں نہیں جانتا کہ میں آپ کا کیا حشر کروں گا۔''

''ارے میرا تو جو حشر ہو چکا ہے۔ وہ ہو ہی چکا ہے دل میں اگر کچھ اور ہے تو وہ بھی کر لیں۔

بس کسی طرح میرے بچے کی جان بچ جانے دیں۔ جانتے ہیں کیا کر آیا ہے وہ۔''

''کیا ہوا...... کیا ہوا؟ کوئی خوشخبری ہی ہو گی۔''

''ہاں...... آپ کے لیے تو خوش خبری ہی ہو گی ناں۔ طلاق دے دی ہے اس نے مائرہ کو۔''

''ارے واللہ...... واقعی۔ اتنی اچھی بات آپ کے منہ سے، کیسی عجیب بات ہے۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے میرے لیے۔ اتنی جلدی۔''

''ایک بات سن لیں آپ بھی کان کھول کر۔ جو کچھ بھی کروں گی اب جارحانہ انداز میں کروں گی۔ سمجھے آپ؟''

''دوسری بات آپ سن لیجئے میرے منہ سے۔ تزئین کے ناخن کو بھی اگر نقصان پہنچا تو طاہرہ جہاں بیگم۔ دنیا آپ کا تماشہ دیکھے گی۔ میں آپ کو ہلاک نہیں کروں گا۔ گولی نہیں ماروں گا۔ بلکہ آپ کی ناک کاٹوں گا۔ آپ کی چوٹی کاٹوں گا۔ آپ کا منہ کالا کروں گا اور آپ کے گھر چھوڑ آؤں گا۔ سمجھیں آپ۔ گیٹ آؤٹ، فوراً میرے کمرے سے باہر نکل جائیے۔'' مرزا اختیار بیگ کا لہجہ انتہائی سرد اور خوفناک تھا۔ طاہرہ جہاں بیگم نے گھور کر انہیں دیکھا اور غصے سے باہر نکل گئیں مرزا اختیار بیگ تھوڑی دیر تک اپنے ذہن کو قابو میں کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ پھر انہوں نے تزئین سے کہا۔

''بیٹے! میں نے تم سے کہہ دیا ناں کہ میں تمہیں ان لوگوں کے درمیان نہیں رکھوں گا۔ تھوڑا سا وقت دے دو مجھے ہم لوگ دنیا کی سیر پر نکلیں گے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ ہی بے غیرت تمہارے ساتھ ہوتا۔ باپ بیٹی مل کر بھی دنیا کو دیکھ سکتے ہیں۔'' جواب میں تزئین ہلکا سا ہنس پڑی پھر بولی۔

''پاپا! آپ اتنے پریشان کیوں ہوتے ہیں آخر آپ کی بیٹی ہوں میں آپ کے ساتھ دنیا کے ہر گوشے میں جا سکتی ہوں لیکن کیا ضروری ہے کہ ہم کسی سے گھبرا کر جائیں۔ دانش نے مائرہ کو طلاق دے دی۔ مائرہ کے ساتھ یہ سلوک ہونا ہی چاہئے تھا۔ آپ بتائیے۔ کیا یہ اچھی بات تھی کہ ایک شادی شدہ شخص سے اس نے شادی کے لیے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ آپ دیکھ لیجئے۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں نے صبر کے ساتھ سب کچھ برداشت کیا اور خاموش رہی۔ پاپا جو کچھ کر رہا ہے دانش ہی کر رہا ہے۔ یا پھر مما کر رہی ہیں۔ اگر آپ بھی کہیں محسوس کریں کہ میں نے دانش کے

ساتھ یا مما کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو آپ مجھے سمجھا دیجئے پاپا۔ دوبارہ آپ کو اس کوئی شکایت نہیں ہوگی۔''

''بیٹا۔ میں جانتا ہوں۔''

''جہاں تک مائرہ کا تعلق ہے۔ پاپا تو مجھے خوشی ہے کہ اس کے ساتھ ایسا ہوا۔ طنز کرنا چاہتی تھی مجھ پر، طنز کرنا چاہتی تھی۔ پاپا۔ ٹھیک ہوا ناں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ دانش نے ہی سب کچھ کیا ہے اور یہ ذرا جلدی ہو گیا۔ اگر تھوڑے دن گزر جاتے تو زیادہ اچھا رہتا۔''

''بیٹا! آپ باہر جانے سے کیوں گریز کر رہی ہیں۔''

''نہیں پاپا...... میں کہیں نہیں جاؤں گی یہ میرا گھر ہے۔ مجھے یہیں رہنے دیں۔'' اچانک ہی تزئین کے لہجے میں ایک دکھ اور درد سا پیدا ہو گیا۔

+====+====+

ہاشم خان کو منہ کی کھانی پڑی تھی۔ بڑے خوش تھے وہ کہ انہوں نے بہت بڑا پالا مار لیا ہے اور مرزا اختیار بیگ کو بہترین شکست سے دو چار کیا ہے۔ ان کاموں میں طاہرہ جہاں بیگم ان کی معاون رہی تھیں اور وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انہوں نے بیٹی کے لیے ایک بہت بڑی دولت و جائیداد حاصل کر لی ہے، لیکن جو ہوا تھا۔ وہ بہت ہی خوفناک تھا۔

چوبیس گھنٹوں تک وہ سوچتے رہے تھے۔ بیٹی کے ساتھ تو جو کچھ ہوا تھا۔ وہ ہوا ہی تھا، لیکن قانونی طور پر بھی بہت کچھ سوچ رہے تھے۔ بے شک ایڈووکیٹ تھے۔ قانون کے بہت سے گر جانتے تھے، لیکن یہاں آ کر ان کی عقل بالکل چوپٹ ہو گئی تھی۔ بہرحال سوچنے سمجھنے کے بعد وہ مرزا اختیار بیگ کے پاس پہنچ گئے۔

معلومات کرنے پر پتہ چلا تھا کہ مرزا اختیار بیگ آج آفس نہیں آئے گھر پر ہی ہیں۔ چنانچہ ان کی کار مرزا اختیار بیگ کے گھر پر رک گئی اور وہ نیچے اتر کر اندر داخل ہو گئے۔ ملازم سے انہوں نے اطلاع کرا دی کہ ہاشم خان آئے ہیں۔ ملازم جانتا تھا کہ وہ مرزا صاحب کے سمدھی ہیں۔

اس نے احترام سے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور اندر جا کر اطلاع دی۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا اختیار بیگ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ ہاشم خان نے انہیں سلام تک نہیں کیا تھا۔

''کہیے ہاشم صاحب! مزاج شریف۔''

''مرزا اختیار بیگ آپ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ آپ کی خوشی پوری ہو گئی ہے۔'' ہاشم خان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ارے ہاں، کمال ہو گیا ہے۔ ہاشم خان! مگر کوئی کمال نہیں ہوا۔ قدرت کے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

''قدرت کے کھیل؟'' ہاشم خان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''تو اور کیا۔ دیکھیں۔ میں نے اور تزئین نے تو صبر کر لیا تھا اور صبر میں نے نہیں کیا ہاشم خان صاحب! بلکہ اس نیک بچی نے کیا کہنے لگی پاپا! اگر دانش دوسری شادی کر کے خوش ہیں تو انہیں کرنے دیں۔ میرا کیا جاتا ہے مجھے تو آپ کا سہارا حاصل ہے۔''

''اصل بات تو یہ ہے مرزا اختیار بیگ کہ اسے آپ کا سہارا حاصل ہے۔''

''ایک بات آپ سے کہیں دوں ہاشم صاحب! تزئین کے لیے اپنے لہجے میں احترام اور دلچسپی رکھیں۔ ورنہ میں آپ کو دوبارہ بولنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا، اپنے ملازموں کو بلاؤں گا اور ان سے کہوں گے کہ آپ کے منہ میں ایک بھی دانت باقی نہ رہنے دیں۔ آپ کے جبڑے توڑ دیں۔''

''اور اس کا نتیجہ آپ کو معلوم ہوگا مرزا صاحب! ہاشم خان نے کہا۔

''ہاں معلوم ہے۔ آپ اس بات کو جانے دیں۔ میں نے جو کہا ہے اس کا خیال رکھیں۔''

''میں نے تو تزئین کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔''

''ہاں...... مگر میں نے آپ کو وارننگ دے دی ہے۔''

''آپ کو معلوم ہے کہ دانش نے مائرہ کو طلاق دے دی۔''

''جی...... جی یہ خوش خبری میں سن چکا ہوں، لیکن میں آپ کو بتاؤں۔ میں نے اس سلسلے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا ہے۔''

''لیکن سازش آپ ہی کی کام کر رہی ہے۔'' ہاشم خان نے کہا۔

''ہو سکتا ہے ایسا ہو۔ آپ آگے کا کہیں۔''

''یہ اچھا نہیں ہوا۔''

''اور آگے کہیں۔'' مرزا اختیار بیگ نے کہا۔

''دشمنی قائم ہو گئی ہے۔''

''دانش کو نقصان پہنچائیں گے آپ۔''

''میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔''

''فرمائیے۔ فرمائیے۔''

''دانش کو اپنا فیصلہ واپس لینا ہوگا۔''

''ارے۔ کیا آپ مذہب سے بھی خارج ہوگئے ہیں، کیسی باتیں کررہے ہیں آپ طلاق دینے کے بعد کیا طلاق واپس لی جاسکتی ہے ایڈووکیٹ صاحب؟''

''آپ......آپ میرے غصے کو بھڑکا رہے ہیں۔''

''بہتر ہے کہ اس غصے کو دل میں دبائیے یہاں سے باہر نکل جائیے۔ کیا فائدہ آپ کو آپ کے غصے سمیت گہرائیوں میں دھکیل دیا جائے اور سنئے۔ جو دولت آپ نے حاصل کی ہے اور اپنی دانست میں یہ سمجھا ہے کہ آپ ارب پتی بن گئے۔ وہ پوری شرافت کے ساتھ واپس انہی اکاؤنٹس میں منتقل کردیں جہاں سے یہ آپ تک ہوئی ہیں۔ ورنہ تین دن بعد کے اخبارات آپ کی سازش کو طشت ازبام کردیں گے۔ ہر اخبار میں آپ کی مکمل کہانی چھپی ہوگی۔ آپ کی بیٹی کی خفیہ شادی اور اس کے بعد خفیہ طلاق۔ ہوسکتا ہے اخبار والے یہ بات بھی لوگوں کو بتائیں اب دیکھو ناں ان کی زبان کون بند کرسکتا ہے۔ وہ آپ کی بیٹی کے کردار پر بھی کیچڑ اچھال سکتے ہیں اور ظاہر ہے۔ انہیں شہ میں دوں گا۔ آپ ایڈووکیٹ ہیں۔ سمجھدار ہیں یہ سارے کام ایک ہفتے میں مکمل کرکے مجھے اطلاع دے دیں۔ ورنہ ایک ہفتے کے بعد کے اخبارات باقاعدہ آپ کے بارے میں بڑی بڑی سرخیاں لگائیں گے۔ یہ کام میں کرا سکتا ہوں۔ ہاشم خان صاحب ظاہر ہے۔ اب میں تمہیں چائے یا کافی کے لیے نہیں پوچھوں گا۔ کیونکہ آپ کا مجھ سے کوئی دوستی کا رشتہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ خاموشی سے میرے سامنے ہی کھڑے نہ ہوں اور باہر نکل جائیں۔'' مرزا اختیار بیگ نے ایک ملازم کو آواز دی۔ تو ملازم اندر آگیا۔

''ہاشم خان صاحب کو احترام کے ساتھ ان کی کار تک چھوڑ آؤ۔'' انہوں نے ملازم کو حکم دیا اور ہاشم خان جلدی سے کھڑے ہوگئے۔ اس کے بعد وہ ملازم کے ساتھ ساتھ باہر نکل گئے تھے۔

✦====✦====✦

طاہرہ جہاں بیگم اپنی جیسی کاوشوں میں لگی ہوئی تھیں۔ عجیب قماش کی خاتون تھیں۔ ادھر بابر شاہ، لوٹ مار میں لگا ہوا تھا۔ اس کا تو کام ہی یہ یہی تھا۔ جو کچھ بھی ہاتھ آجائے۔ حاضرات کے

عمل کے لیے اس نے تمام تیاریاں کرلی تھیں اور طاہرہ جہاں بیگم نے گرین سگنل دے دیا تھا۔ چنانچہ بابر شاہ صاحب خفیہ طور پر طاہرہ جہاں بیگم کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ انہوں نے ملازم کوارٹر میں چلا گاہ بنائی اور اس کے بعد تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ بڑے سے کمرے کو صاف ستھرا کرکے اس میں کچھ جادو منتروں والی چیزیں اکٹھا کیں۔ اس کے بعد چلہ کرنے بیٹھ گئے۔ جادو انہیں اسسٹ کررہا تھا۔ وہ چلہ کشی کرتے رہے اور ساری رات نہ جانے کیا کیا پڑھتے رہے۔ دوسرے دن کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا کہ اچانک انہیں یوں محسوس ہوا۔ جیسے کچھ ہونہ رہا ہو۔ طاہرہ جہاں بابر شاہ کے پاس نیچے ہی تھیں کہ دروازے پر دوبار دستک ہوئی اور بابر شاہ نے چونک کر ادھر دیکھا۔ تزئین دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی۔

اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہورہی تھیں۔ بدن پر ایک سفید ڈھیلا ڈھالا لباس تھا اور درحقیقت وہ اس وقت کوئی روح ہی معلوم ہورہی تھی۔

اندر داخل ہوکر اس نے دروازہ بند کردیا اور بابر شاہ کو گھورنے لگی۔ بابر شاہ کو حیرت تھی کہ باہر موجود جادو کو کیا ہوا۔ کیونکہ جادو کو انہوں نے پہرے پر لگا رکھا تھا۔ تزئین جس طرح اندر داخل ہوئی تھی وہ ذرا غیر یقینی سا عمل تھا۔ بابر شاہ خود بھی کچھ بوکھلا سا گیا تھا۔ تزئین ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔ پھر اس نے بابر شاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں نے تجھ سے کچھ کہا تھا ناں بابر شاہ؟ میں نے کہا تھا کہ بلاوجہ حماقتیں نہ کر۔ میرا کھیل بالکل الگ ہے۔ تُو نے غلط کیا بابر شاہ۔ بول میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں۔''

''کون ہے تُو اور میرے حاضرات کے عمل پر جو کچھ تجھے کرنا چاہئے تھا۔ وہ کیوں نہیں کیا تو نے؟''

''میں تجھے بتاؤں''۔ تزئین نے کہا اور دو قدم آگے بڑھی۔ بابر شاہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

''ب......ب......ب...... بڑی خطرناک روح ہے۔ آ تو گئی، لیکن...... لیکن تیور ذرا غلط ہیں۔'' جواب میں تزئین کا ایک زوردار تھپڑ بابر شاہ کے منہ پر پڑا اور بابر شاہ کو یوں لگا جیسے اس کا جبڑہ ہل گیا ہو۔ اس کے منہ ایک ڈری ڈری سی آواز نکلی۔

دانش اور طاہرہ جہاں بیگم سکتے کے عالم میں دیوار سے لگے کھڑے ہوئے تھے۔

''کہا تھا ناں میں نے تجھ سے بابر شاہ! کہ میرے ساتھ کوئی بدتمیزی نہ ہونے پائے۔ ہر

جگہ یہ سب کچھ نہیں چلتا۔"

"مم...... میری بات سن...... میں تجھے فنا کردوں گا۔ بھسم کردوں گا۔"

تزئین دو قدم آگے بڑھی تو بابر شاہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ تزئین نے ایک اُلٹا ہاتھ بابر شاہ کے منہ پر مارا تو اس کی زبان کٹ گئی اور خون کی لکیر بابر شاہ کے منہ سے نیچے پھوٹ آئی۔

"دیکھ...... دیکھ میری بات سن، میں...... میں تجھ سے کہے دیتا ہوں۔" لیکن اس سے پہلے کہ بابر شاہ کچھ اور کہے تزئین کا ایک اور تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔

"ارے تیرا ستیاناس جائے۔ تیرا ستیاناس۔" بابر شاہ نے اپنی چلہ گاہ کے اوپر سے چھلانگ لگائی اور غڑاپ سے کھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ تزئین پُروقار انداز میں کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی۔ پھر اس نے طاہرہ جہاں اور دانش کی طرف دیکھا۔ طاہرہ جہاں کے پیروں کی جان نکل گئی تھی اور وہ دیوار کے سہارے نیچے بیٹھتی چلی جا رہی تھیں۔ پھر وہ زمین پر بیٹھ گئیں۔ دانش بھی پتھرایا ہوا سا کھڑا تھا۔ تزئین نے ایک نفرت بھری نگاہ ان دونوں پر ڈالی اور اس کے بعد دروازے کی جانب مڑ گئی۔

+====+====+

طاہرہ جہاں کو تیز بخار چڑھ آیا تھا اور بخار کی شدت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ دانش سخت پریشان تھا اور ہر وقت ماں کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ بابر شاہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ بھی بری ہی پیش آئی تھی۔ تزئین نے جو تھپڑ لگائے تھے۔ انہوں نے بابر شاہ کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ جادو بھی بابر شاہ کے ساتھ ہی فرار ہو گیا تھا۔ بابر شاہ وہاں سے سیدھا اپنے آستانے پر پہنچا تھا۔ اس کی حالت کافی خراب تھی۔

جادو۔ اس کی خدمت میں حاضر تھا۔ بابر شاہ اپنے آستانے پر پلنگ پر جا کر لیٹ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔

"شاہ جی! کیسی طبیعت ہے؟" جادو نے سوال کیا اور بابر شاہ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"گڑبڑ ہو گئی۔ جادو...... گڑبڑ ہو گئی۔"

"وہ تو مجھے لگ رہا ہے۔ شاہ جی! لیکن ہوا کیا؟ آپ تو حاضرات کر رہے تھے۔"

"حاضرات میں پتہ چل گیا کہ ہے وہ کوئی روح ہی ہے۔ آ گئی تھی لیکن ہمارے بس میں نہیں آئی۔"

"سمجھا نہیں میں۔ شاہ جی!"

"ابے...... اُلو کے پٹھے۔ میں تجھے سمجھاتا ہی رہوں۔ خود بھی تُو کچھ سمجھنے کی کوشش کر جان بچانی ہے تو بیٹا بھاگ چل۔ حاضرات کا نتیجہ یہ ہی ہوتا ہے یا تو تم نے روح پر قابو پالیا۔ یا پھر۔"

ابھی بابر شاہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور دونوں کی نگاہیں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ سفید کفن میں لپٹا ہوا کوئی انسانی وجود دروازے میں کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت اس کا چہرہ نمایاں نہیں تھا۔ جادو پر تو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ بابر شاہ کی گھگھی بندھ گئی۔

"تُو نے جو کچھ کیا ہے بابر شاہ اس کے نتیجے میں تیری زندگی تو مناسب نہیں ہے، لیکن ہمیں کسی کی جان لینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کوئی خود ہی ہمارے خوف سے مر جائے تو الگ بات ہے اور آج نہیں تو کل یہ ضرور ہونا ہے۔"

"مم...... معافی...... مم...... معافی...... مم...... معافی چاہتا ہوں۔ ایک بار مجھے معاف کر دو۔"

"ہاں اسی لیے تو یہاں آئی ہوں کسی اور حماقت میں نہ پڑنا۔ میں نے تجھ سے کہہ دیا تھا کہ میرے مسئلے میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا کام کر اور خبردار دوبارہ کوئی ایسی کوشش مت کرنا۔ ورنہ اپنے نقصان کا ذمے دار خود ہو گا۔"

"مم...... میں...... میں...... میں جانتا ہوں۔" بابر شاہ نے کہا اور سفید وجود واپس پلٹ پڑا۔ بابر شاہ جلدی سے پلنگ سے اُٹھ گیا۔

"جادو دیکھ لیا تُو نے جو میں نے کہا تھا، وہی ہوا ناں۔ اب بیٹا آگ لگاؤ اس آستانے وغیرہ کو اور نکل چلو یہاں سے۔ تُو اپنا راستہ دیکھ میں اپنا۔ میں تو یہ کام چھوڑ رہا ہوں۔ اللہ نے مجھے بہت کچھ دے دیا ہے۔ اپنی زندگی گزار سکتا ہوں۔"

"اور میرا کیا ہو گا۔ شاہ جی!" جادو نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا اور بابر شاہ کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

"ڈرائیور کو نکال دیتے ہیں۔ تُو ڈرائیونگ تو کر سکتا ہے ناں؟"

"اچھی طرح شاہ جی!"

"بس تو ٹھیک نکل یہاں سے۔ جان بچانی ضروری ہے۔" بابر شاہ نے تو اپنی جان بچالی، لیکن طاہرہ جہاں کی جان بچنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ آج پانچواں دن تھا اور وہ بخار میں تپ رہی

تھیں۔ پھر انہوں نے کوئی خواب دیکھا۔ خواب میں انہیں بشارت ہوئی تھی۔

''طاہرہ جہاں! اگر اپنی مشکل کا حل چاہتی ہے۔ اگر اپنی برائیوں سے توبہ کرتی ہے تو بابا صفدر شاہ کے مزار پر پہنچ جا۔ وہاں تیری مشکل کا حل مل جائے گا اور اس لڑکی کو بھی اپنے ساتھ لے جا۔ اب کیسے اسے اس بات کے لیے تیار کرنا ہے۔ یہ تیرا کام ہے۔ بتانے والی بات نہیں ہے۔ باقی کام تجھے کرنا ہے۔'' طاہرہ جہاں نے شدید ذہنی بحران کے عالم میں یہ خواب دیکھا، لیکن صبح کو جاگیں تو خواب انہیں یاد رہ گیا تھا۔

شوہر کی کوئی توجہ نہیں تھی، لیکن دانش حیران کن طریقے سے ماں کے پلنگ سے لگا ہوا تھا۔ دن رات اس کے پاس رہتا تھا اور اس تیمارداری کر رہا تھا۔ دو تین بار تزئین نے بھی آنے کی کوشش کی، لیکن مرزا اختیار بیگ نے اسے منع کر دیا۔

''نہیں تزئین وہ دشمن ہے اور میں دشمن پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ تم اس کے کمرے میں نہ جاؤ۔'' تزئین گردن جھکا کر خاموش ہو جاتی تھی۔ ادھر بہت سارے دوسرے معاملات چل رہے تھے۔ مرزا اختیار بیگ نے ہاشم خان پر کیس کر دیا تھا اور ان پر الزام لگایا تھا کہ ہاشم خان نے اپنی بیٹی کے ذریعے ان کے بیٹے کو جال میں پھانس کر جعل سازی سے ان کی دولت اپنے نام منتقل کرا لی ہے اور ہاشم خان کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے قانونی مشورے کر رہے تھے اور انہیں یہ ہی اطلاع ملی تھی کہ جو دولت ان کے پاس آ چکی ہے۔ وہ انہیں واپس کرنا پڑے گی۔ یہ سارے معاملات گڈ مڈ چل رہے تھے۔ دانش کافی سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ ماں کے کمرے میں ہی سوتا تھا۔ ماں کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ جب ماں نے اسے اپنا خواب سنایا تو دانش سوچ میں ڈوب گیا۔

''بابا! صفدر شاہ کا مزار کہاں ہے۔ مما؟''

''میں نہیں جانتی۔ معلومات کرنا پڑے گی۔''

''میں معلوم کرتا ہوں۔'' اور دوسرے ہی دن اس نے بابا صفدر شاہ کے مزار کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ بابر شاہ کی تلاش میں بھی نکلا تھا، لیکن جب آستانے پہنچا تو وہاں کھنڈر نظر آیا تھا۔ بابر شاہ صاحب دُم دبا کر بھاگ گئے تھے۔ جب اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو دانش نے ایک فیصلہ کیا اور بہت دن کے بعد وہ اس کمرے میں پہنچا جہاں تزئین رہتی تھی۔ اس وقت بھی مرزا اختیار بیگ تزئین سے باتیں کر رہے تھے۔

''بیٹے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تم میرے ساتھ بیرونِ ملک چلنے سے گریز کیوں کر رہی ہو۔ میں تو تم سے ایک سیدھی سیدھی بات کہتا ہوں۔ اس بدمعاش سے طلاق لو۔ میں تمہاری دوسری شادی کروں گا۔'' تزئین ہنس پڑی۔

''نہیں پاپا۔ میں کچھ نہیں کروں گی۔ بس مجھے پڑا رہنے دیں میں خود بھی کچھ فیصلے کر رہی ہوں۔'' یہ تمام باتیں ہو رہی تھیں کہ دانش سنجیدہ چہرہ لیے ہوئے باپ کے کمرے میں داخل ہوا۔ تزئین اور مرزا اختیار بیگ نے اسے دیکھا۔ مرزا اختیار بیگ کے چہرے پر نفرت کے آثار پھیل گئے تھے۔ دانش نے کہا۔

''بیٹھ سکتا ہوں پاپا۔''

''ہاں......بیٹھ۔'' مرزا اختیار بیگ بے دلی سے بولے اور دانش بیٹھ گیا۔

''پاپا......آپ سے ایک درخوست کرنا چاہتا ہوں۔''

''بولو۔''

''میں آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔''

''ہاں......ہو تو سہی بیٹے، لیکن تم نے جو کچھ کیا ہے میرے ساتھ اس کے بعد میرا تو خیال یہ ہے کہ تمہیں آخری کام ایک اور کرنا چاہئے اور وہ آخری کام یہ ہے کہ مجھ اپنی ولدیت سے خارج کر دو۔''

''میں اور کچھ نہیں کہتا پاپا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہی ٹھیک ہوگا۔ غلطی میری ہے۔ بس ایک آخری درخوست لے کر حاضر ہوا ہوں۔''

''بولو......بولو''

''میری ماں مر رہی ہے پاپا۔ وہ آپ کی بیوی بھی ہے۔ میری ماں بھی ہے بہت سے رشتے ہیں ہمارے۔ ایک دوسرے سے۔''

''آگے بولو......بیٹا......آگے بولو''

''پاپا وجہ تزئین ہے۔ تزئین میری دریافت ہے۔ آپ چونکہ اسے بہت زیادہ چاہتے ہیں۔ میں اسے برا نہیں کہوں گا۔ پاپا میری ایک آخری خواہش پوری کر دیں۔''

''بولو......بولو......کیا؟''

''پاپا......ایک مزار ہے۔ یہاں بابا صفدر شاہ صاحب کا۔ اس کے بارے میں سنا ہے کہ

وہاں جا کر اگر کوئی کسی بات کا اقرار کرتا ہے تو اس سے جھوٹ نہیں بولا جاتا۔ وہ سچ بتا دیتا ہے۔ ترئین کے بارے میں ہمارے کچھ شبہات ہیں پاپا میں چاہتا ہوں کہ مما، میں، آپ اور ترئین بابا صفدر شاہ صاحب کے مزار شریف پر چلیں اور وہاں جا کر ترئین اپنی حقیقت کے بارے میں بتائے۔ پاپا ایک وعدہ کرتا ہوں میں آپ سے اگر ترئین نے وہاں جا کر جو بھی سچائیاں بیان کیں۔ میں ان پر بھرپور یقین کروں گا اور پاپا آپ دیکھیں گے کہ اس کے بعد میں ترئین کے قدموں میں رہنا اپنے لیے باعث فخر سمجھوں گا۔ پاپا اگر ترئین میری یہ خواہش پوری کر دیں۔ تو میں زندگی بھر آپ کا اور ان کا احسان مانوں گا۔ مرزا اختیار بیگ چند لمحات دانش کو دیکھتے رہے اور پھر ان کی نگاہیں ترئین کی جانب اٹھ گئیں۔ ترئین کے ہونٹوں پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''میں تیار ہوں پاپا۔''

✦====✦====✦

بابا صفدر شاہ صاحب کے مزار پر بڑی رونق تھی۔ عقیدت مند آ جا رہے تھے۔ مرزا اختیار بیگ جو صرف اس لیے تیار ہو گئے تھے کہ ترئین تیار تھی اور اس کے علاوہ خود ان کے سامنے طاہرہ جہاں بیگم نے یہ اعتراف کیا تھا کہ بابا صفدر شاہ کے مزار پر ترئین نے جو کچھ بھی کہا وہ اسے سچ تسلیم کر کے ترئین سے سارا تنازعہ ختم کر دیں گی۔ کوئی دن کے بخار نے ان کی حالت تباہ کر دی تھی، لیکن وہ اس وقت بڑی پُر امید تھیں اور اپنے پیروں سے چلتی ہوئی بابا صاحب کے مزار تک پہنچی تھیں۔

مزار شریف کے احاطے میں داخل ہونے کے بعد وہ مزار کے پاس پہنچ گئیں۔ ترئین، مرزا اختیار بیگ، دانش، طاہرہ جہاں بھی مزار شریف کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ ترئین کے ہونٹوں پر اب بھی ایک پُر اسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ طاہرہ جہاں نے کہا۔

''ترئین بابا صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھو اور اپنے منہ سے یہ الفاظ کہو کہ بابا صاحب اپنے بارے میں جو کچھ کہوں گی سچ کہوں گی۔'' طاہرہ جہاں بیگم نے کہا۔

ویسے ترئین جس طرح آسانی سے مزار شریف پر چلی آئی تھی۔ اس پر طاہرہ جہاں بیگم کو کافی حیرت ہوئی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ترئین کبھی مزار کے احاطے میں داخل نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ ایک بدروح ہے، لیکن ترئین کے چہرے کی پاکیزگی اس وقت قابلِ دید تھی۔ اس نے پہلے ان

لوگوں کے ساتھ فاتحہ خوانی کی اور پھر پُر وقار لہجے میں بولی۔

''بابا صاحب ان لوگوں کو میں اپنی حقیقت بالکل سچ سچ بتا دوں گی آپ کے سامنے وعدہ کرتی ہوں۔'' مرزا اختیار بیگ نے خونخوار نگاہوں سے بیوی اور بیٹے کو دیکھا اور بولے۔

''اب اور کچھ؟''

''ہاں......اس سے پوچھو کہ یہ کون ہے؟''

''ہمیں یہاں سے چلنا ہوگا پاپا۔'' ترئین نے کہا

''کہاں؟''

''جہاں میری حقیقت پوشیدہ ہے۔'' اس نے کہا۔

پہلے تو بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی، لیکن جب ترئین واپسی کے لیے مڑی تو وہ لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے باہر آ کر وہ کار میں بیٹھے ترئین نے ڈرائیور کو پتہ بتایا۔ جو عجیب و غریب اور شہر کے باہر کا تھا، لیکن بہر طور یہ فیصلے طے کئے گئے۔ سب دم بخود تھے کہ ترئین کیا انکشاف کرنے لے جا رہی ہے۔ جس جگہ ترئین پہنچی۔ وہ ایک پرانا قبرستان تھا۔ سب حیرت سے گنگ تھے۔ طاہرہ جہاں بیگم کے جسم پر ہلکی ہلکی لرزشیں طاری تھیں۔

لیکن ترئین بڑے پُر وقار انداز میں کار سے اتر کر ایک جانب بڑھ گئی تھی۔ تھوڑا سا راستہ طے کرنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں قبرستان میں بہت سی قبروں کے ساتھ تین قبریں اور بنی ہوئی تھیں۔ ان پر کتبے بھی لگے ہوئے تھے۔ مرزا اختیار بیگ خود بھی حیران تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ان کتبوں کو دیکھا اور ان کی آنکھیں کچھ دھندلا سی گئیں۔ انہوں نے آنکھیں مل مل کر ان قبروں پر لگے ہوئے کتبوں پر لکھے نام دیکھے۔

طاہرہ جہاں بیگم بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان ناموں کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ان میں سے ایک پر لکھا تھا۔ ''فیاض علی'' دوسرے پر لکھا تھا۔ ''عطیہ بیگم'' زوجہ فیاض علی، اور تیسرے پر لکھا ہوا تھا۔ دلآویز، ایک دلآویز پھول، جو کھلنے سے پہلے مرجھا گیا۔ مرزا اختیار بیگ نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے تھے۔ تب ترئین کی آواز ابھری۔

''ہاں...... میں دلآویز ہوں پاپا...... میں دلآویز ہوں۔ کاش! میں آپ کو۔ آپ کے اس ننگِ انسانیت بیٹے کو ایسی سزا دے سکتی جو کائنات میں ایک مثال بن جاتی۔ میرے پُرسکون خاندان کو تباہ کرنے والے آپ لوگ ہیں۔ پاپا...... اگر آپ کو اپنی بیوی اور بیٹے پر اختیار نہیں تھا تو

آپ نے اپنے مخلص اور معصوم دوست کے گھر کا رخ کیوں کیا تھا......؟

''بتایئے میرا کیا قصور تھا کہ آپ نے مجھے اپنی دیوانگی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ دیکھئے میں کون ہوں۔ مجھے پہچانیے۔ طاہرہ جہاں بیگم...... دیکھو! مجھے دانش۔'' اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنے چہرے سے ایک نقاب سی اتار دی اور سب آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے۔

وہ دلآویز تھی۔ فیاض علی کی بیٹی دلآویز۔

''ہاں پاپا۔ فیاض علی اور میری ماں عطیہ بیگم کو آپ لوگ تو بھول گئے ہوں گے...... خودکشی کر لی تھی ان بے گناہوں نے میری موت کے بعد ختم ہو گئے تھے...... ہم تینوں بے قصور تھے پاپا، لیکن میرے دل میں ایک دکھ تھا۔ میری روح بھٹک رہی تھی۔ پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ میں آپ کے اہلِ خاندان سے زندگی چھین لوں، لیکن روحوں کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ ٹھیک ہے۔ پاپا...... آپ کو پتہ چل گیا میں کون ہوں۔ طاہرہ جہاں بیگم آپ کو پتہ چل گیا۔ ہو سکے تو اپنے ضمیر سے معافی مانگ لیجئے۔ ہم تو اس دنیا میں ہیں ہی نہیں۔ چلتی ہوں پاپا۔ خدا حافظ۔'' دلآویز نے کہا۔

آہستہ آہستہ وہ آگے بڑھی۔ پھر کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح اپنی قبر کا تعویذ اٹھایا اور اس میں داخل ہو گئی۔

چند لمحوں کے بعد تعویذ بند ہو گیا تھا۔ دفعتاً ہی دانش کے حلق سے ایک ہولناک قہقہہ نمودار ہوا اس کی آنکھیں خون کی طرح ابل رہی تھیں۔ وہ طاہرہ جہاں بیگم کو گھورتا ہوا بولا۔

''قصوروار تو تم ہو مما۔ قصوروار تو تم ہو۔ تمہاری قبر ان کے قدموں میں بننی چاہئے۔ سمجھیں لیکن نہیں جس طرح تم نے ایک خاندان کو اپنی ضد سے تباہ کیا۔ اسی اب دونوں تنہا رہ کر اس دنیا کا مزہ چکھئے۔ یہ کہہ کر دانش نے دیوانہ وار ایک چھلانگ لگائی اور دوڑتا چلا گیا۔ طاہرہ بیگم کے منہ سے کچھ آوازیں نکلیں اور پھر وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

=== ختم شد ===